فتاویٰ نوریہ

فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ

شعبہ تصنیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ

فتاوی نوریہ

Marfat.com

امام ابن ہمام کی وہ ابحاث جو منقول کے خلاف ہوں معتبر نہیں ص ۲۵۷

البحث فی المنقول غیر مقبول ص ۲۵۷

زاہدی مصنف قنیہ معتزلی ہے اور قہستانی اس کا خوشہ چین ص ۲۵۷

marfat.com

Marfat.com

بلغ العلی بکماله

کشف الدجی بجماله

حسنت جمیع خصاله

صلوا علیه وآله

Marfat.com

الله نور السموات والأرض
١٤٠١
مثل نوره كمشكوة فيها مصباح المصباح في زجاجة الزجاجة كأنها كوكب دري
يوقد من شجرة مباركة زيتونة لا شرقية ولا غربية يكاد زيتها يضيء ولو لم تمسسه نار نور على نور
يهدي الله لنوره من يشاء ويضرب الله الأمثال للناس والله بكل شيء عليم صدق الله العظيم

Marfat.com

يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللّٰهُ

يُفْتِيكُمْ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

فتاوی نوریہ

جلد اول

تصنیف

شیخ الحدیث فقیہ اعظم مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی القادری

بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

ترتیب وتدوین

استاذ الفقہ والحدیث حضرت مولانا علامہ الحاج ابو الفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری

رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

شعبہ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ

بصیر پور، ضلع اوکاڑہ

Marfat.com

کتاب ----- فتاویٰ نوریہ

جلد ----- اوّل

تصنیف ----- فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ

ترتیب وتدوین ----- مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ

ترتیب نو ----- (صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

اشاعت اوّل ----- ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

اشاعت دوم ----- ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

اشاعت سوم ----- ربیع الاول ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء

اشاعت چہارم ----- صفر المظفر ۱۴۱۸ھ/ جون ۱۹۹۷ء

اشاعت پنجم ----- جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ/ اگست ۲۰۰۳ء

صفحات ----- ۷۹۲

مطبع -----

ناشر ----- شعبہ تصنیف وتالیف دار العلوم حنفیہ فریدیہ
بصیر پور (اوکاڑا)

قیمت ----- ۳۵۰ روپے

Marfat.com

نقش آغاز

منعم حقیقی (جل جلالہ) کا بے حد و حساب شکر اور قاسم نعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بے پایاں لطف و کرم ہے کہ حجتہ الاسلام سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف "فتاویٰ نوریہ" کے پہلے حصے کا پانچواں ایڈیشن منظر عام پر آرہا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور فتویٰ نویسی کا کام للہیت و اخلاص کے ساتھ پچاس سال تک انجام دیا۔۔۔ اس دوران آپ کے بعض فتوے رجسٹروں میں نقل کیے جاتے رہے اور بہت سے فتاویٰ سائل کی عجلت یا ناقل کی عدم موجودگی کے باعث محفوظ نہ رکھے جاسکے۔۔۔۔ اس طرح آپ کے وصال (۱۹۸۳ء) تک "فتاویٰ نوریہ" کے قلمی نسخے کی پانچ جلدیں تیار ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ برادر گرامی شیخ الفقہ و الحدیث علامہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری کی روح مقدسہ پر کروڑوں رحمتیں نچھاور کرے جنہوں نے ان غیر مرتب فتووں کی تدوین و تبویب کی طرف توجہ فرمائی۔۔۔ چنانچہ ۱۹۷۴ء میں "فتاویٰ نوریہ" کی پہلی جلد اور ۱۹۷۷ء میں دوسری جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔۔۔ تیسری جلد کی تدوین کا کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مالک حقیقی نے آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔۔۔ شکر اللہ مساعیہ۔

آپ کے وصال کے بعد بقیہ جلدوں کی تدوین کی ذمہ داری احقر کے حصے میں آئی چنانچہ تیسری جلد ۱۹۸۳ء میں اور چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدیں ۱۹۹۰ء میں منظر عام پہ آئیں۔۔۔۔ جلد ۲ تا ۶ میں درج ذیل ابواب آگئے ہیں۔

زکوۃ، عشر، روزہ، رویت ہلال، اعتکاف، حج، رضاعت، نکاح، طلاق، ظہار، ذبح اور حلال و حرام جانور، قربانی، عقیقہ، تعزیر، حظر و اباحت، بیوع، سود، رہن، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت، فرائض (احکام میراث) عقائد، تفسیر، حدیث وغیرہ۔۔۔۔

زیر نظر حصہ طہارت، اوقاف (مساجد وغیرہا) کتاب الصلوۃ، اوقات، اذان، امامت، مباحات و مفسدات نماز، قرات، وتر و نوافل، سجدہ سہو، نماز مسافر، جمعہ و عیدین، جنازہ وغیرہ ابواب پر مشتمل ہے ۔۔۔۔ ان ابواب سے متعلق بعض اہم مسائل اور نادر تحقیقات فتاویٰ نوریہ جلد ششم میں بھی شامل کردی گئی ہیں۔

Marfat.com

"فتاویٰ نوریہ" کے اس حصے میں ۱۷۴ استفتاءات کے جوابات ہیں جن میں علماء و دانشور حضرات کے استفتاءات کی تعداد ۶۲ ہے --- گویا فتویٰ طلب کرنے والوں کی ایک تہائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے --- اس جلد میں سات عدد مستقل رسائل ہیں:

۱--- عقود العساجد لعمار المساجد ۱۵۵ تا ۱۸۳

مسجد کے کسی حصے کو مسجد سے خارج کرنا حرام ہے

۲--- تنویر فیئی الزوال بنور عدل فیئی الزوال ۲۲۳ تا ۲۳۲

ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق

۳--- ابداء البشریٰ بقبول الصلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ ۲۳۳ تا ۲۴۴

نماز عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جا سکتی ہے

یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا

۴--- تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین ۲۷۷ تا ۳۰۱

جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

۵--- مکبر الصوت ۳۶۳ تا ۴۲۷

۶--- ضمیمہ مکبر الصوت ۴۲۷ تا ۴۵۵

لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

۷--- انوار التقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکادولہ" ۶۱۸ تا ۶۵۴

جمعہ 'عرس' فاتحہ خلف الامام' طعام پر ختم' ساتواں' چہلم' مزارات پر گنبد بنانے' چراغ جلانے اور استمداد اولیاء وغیرہ مسائل پر مشتمل رسالہ

مجموعی طور پر اس حصے میں ۶۰۰ سے زائد فقہی جزئیات کا مدلل بیان ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس جلد کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا جس کے آغاز میں کتب مآخذ کے صرف نام درج تھے جب کہ فہرست مسائل آخر میں تھی --- ۱۹۸۱ء میں جب دوسرا ایڈیشن چھپا تو اس میں مختصر حالات مصنف و مرتب کا اضافہ کیا گیا اور فہرست آخر کی بجائے ابتدا میں لگا دی گئی ---

۱۹۹۱ء میں ترتیب نو کے ساتھ تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس میں حسب ذیل ترامیم کی گئیں:

Marfat.com

- پہلے ایڈیشنوں میں کتابت کی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں۔۔۔ اس ایڈیشن میں صحت و درستی کی مقدور بھر سعی کی گئی۔
- بعض مقامات پر ضروری حوالہ جات اور مفید تعلیقات کا اضافہ کیا گیا۔
- فہرست کی زبان عام فہم بنانے کی سعی کی گئی ــــ نیز کالموں کی بجائے اس کی نئی خوبصورت کتابت کرائی گئی۔
- آغاز میں صاحب فتاویٰ و مرتب فتاویٰ کے قدرے مفصل حالات شامل کر دیئے گئے
- ترتیب میں ممکنہ حد تک حسن پیدا کیا گیا۔
- یہ اہتمام کیا گیا، کہ ہر باب اور رسالہ نئے صفحے سے شروع ہو۔ اسی طرح ابواب کے اردو میں عنوانات قائم کر دیئے گئے۔
- کتاب کے آخر میں "فہارس" کے عنوان سے تین فہرستوں کا اضافہ کیا گیا۔

۱ــــ فہرست آیات کریمہ

۲ــــ فہرست احادیث مبارکہ

۳ــــ فہرست مآخذ و مراجع

ان فہرستوں میں فتاویٰ میں درج آیات، احادیث اور کتب حوالہ کی تفصیل ہے۔ مآخذ میں صرف وہی کتابیں درج کی گئی ہیں جن سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود انکی تعداد ۲۱۷ تک جا پہنچتی ہے۔

ان فہرستوں سے حضرت فقیہ اعظم کی وسعت مطالعہ، قرآن و حدیث سے استنباط و استشہاد اور محنت و ژرف نگاہی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فتاویٰ کی زیر نظر جلد کے فتوے مختلف ادوار میں تحریر کیے گئے مگر آیات مرتب کرنے پر یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس میں قرآن مجید کے ہر پارے سے کوئی نہ کوئی اقتباس ضرور لیا گیا ہے۔

زیر نظر جلد کی اشاعت میں جن حضرات نے معاونت فرمائی، ان کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

- مولانا محمد لطف اللہ نوری اشرفی نے پروف ریڈنگ کی اور اصل کتب سے مراجعت کے

Marfat.com

بعد مآخذ و مراجع کی نہایت جامع فہرست مرتب کی جس میں مصنف، مطبع، سن اشاعت اور مصنف کے سن وصال وغیرہ کی تفصیل درج ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث کی فہرست بھی ان ہی کی مرتب کردہ ہے۔

- مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے فہرست کو عام فہم بنایا۔
- مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی نے جزوی طور پر پروف ریڈنگ کی۔
- مولانا محمد یوسف نوری بھڈالوی اور مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفےٰ نوری نے بڑی محنت اور دل جمعی سے پیسٹنگ کی اور اسے حسن صوری سے آراستہ کیا۔ نیز مؤخر الذکر نے جملہ طباعتی امور بڑی لگن اور دلچسپی سے انجام دیئے۔
- کتابت مولانا شاہ محمد چشتی نے کی جب کہ مولانا عزیز احمد نوری اس کے لئے ممد و معاون رہے۔
- علامہ احمد علی قصوری اور پروفیسر خلیل احمد نوری نے مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی کی۔

اور یوں فتاویٰ کا یہ حسین گلدستہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو اپنی بے کراں نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

ہم نے اس جلد کی تصحیح و تزئین کی مقدور بھر کوشش کی ہے تاہم اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو اسے ہماری کوتاہی پر محمول کیا جائے۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ کا پانچواں ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

اللہ رب العزت جل و علا اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے صاحب فتاویٰ نوریہ کے درجات بلند فرمائے اور جادۂ حق کے مسافروں کو آپ کے علمی فیضان سے مستفیض و مستنیر ہونے کی توفیق بخشے اور فتاویٰ نوریہ کے نور کو عام فرمائے ــــ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین ــــ وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و صحبہ اجمعین ــــ

محمد محب اللہ نوری

Marfat.com

فہرست

Marfat.com

فہرست مسائل	۱۱	تا	۵۲
تقریظ سعید	۵۵	تا	۵۶
مجدد وقت	۵۷	تا	۶۰
ایک انقلاب آفریں کتاب	۶۱	تا	۶۴
حیات فقیہ اعظم	۶۵	تا	۱۰۷
تعارف مرتب	۱۰۸	تا	۱۱۰
فتاوی نوریہ	۱۱۱	تا	۷۳۴
فہرست آیات کریمہ	۷۳۷	تا	۷۵۰
فہرست احادیث شریفہ	۷۵۱	تا	۷۷۶
مآخذ ومراجع	۷۷۷	تا	۷۸۸

Marfat.com

فہرست

مسائلِ فتاویٰ نوریہ ۔ جلد اوّل

شمار	مسائل	صفحہ
	کتاب الطہارۃ ـــــ ۱۱۱–۱۳۴	
۱	غسل خانہ میں بوقتِ غسل وضو جائز ہے۔	۱۱۳
۲	اس وضو کے ساتھ نماز جائز ہے۔	۱۱۳
۳	بوقتِ غسل ننگے جسم کلمہ طیبہ نہیں پڑھنا چاہئے۔	۱۱۳
۴	وضو کے لئے نیت شرط نہیں۔	۱۱۴
۵	نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کے لئے وضو یا تیمم کیا تو اس سے باقی نمازیں جائز ہیں۔	۱۱۴–۱۱۵
۶	وضو اور غسل کے لئے نیت شرط نہیں۔	۱۱۶
۷	نمازِ جنازہ میں قہقہہ مفسدِ وضو نہیں، باقی تمام نمازوں میں مفسدِ نماز و وضو ہے۔	۱۱۹
۸	ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کے فضائل۔	۱۲۳
۹	وضو پر وضو، نورٌ علیٰ نور ہے۔	۱۲۳
۱۰	ہوا خارج ہونے کی وجہ سے استنجا کرنے اور شلوار دھونے کی ضرورت نہیں۔	۱۲۵
۱۱	پھولا یا پھٹا ہوا یا بہتے ہوئے خون والا جانور کنوئیں سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے۔	۱۲۶
۱۲	کنواں اگر چشمہ دار ہے تو تمام موجود پانی کا اندازہ کر کے اتنی مقدار میں نکالا جائے۔	۱۲۶
۱۳	اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کنوئیں میں جانور کب گرا ہے تو تین دن رات کی نمازیں	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۱۲۶	فضا کریں اور جو کپڑے وغیرہ دھوئے ہوں، پاک کئے جائیں۔	
۱۲۷	کنوئیں میں پاخانہ گرا تو پہلے وہ نکالا جائے، پھر قدرے کیچڑ، پھر تمام پانی۔	۱۴
۱۲۷	جب جانور مر کر مٹی ہو جائے تو صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے۔	۱۵
۱۲۹	ایسا روڑا یا پرانا جوتا جس کے پلید ہونے کا شبہ ہے، کنوئیں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔	۱۶
۱۲۹	پلید شے کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت باقی ہے۔	۱۷
۱۲۹	حلال جانور کنوئیں میں گر جائے تو جب تک اس پر یقیناً نجاست نہ ہو، پلید نہیں ہوتا۔	۱۸
۱۲۹	اگر کنوئیں میں پلید چیز کے وقوع کا یقین ہے تو وہ چیز نکال کر تمام پانی نکالا جائے	۱۹
۱۲۹	اگر وہ شے کنوئیں میں گم ہو جائے تو تمام پانی نکالنے سے کنواں اور وہ چیز دونوں پاک ہو جائیں گے۔	۲۰
۱۳۰	تنور میں کتا گرا، اگر چربی وغیرہ اس پر لگی ہوئی ہے یا بدبو آتی ہے تنور پلید ہے جو آگ سے پاک ہو سکتا ہے۔	۲۱
۱۳۰	دھوپ یا ہوا سے بدبو زائل ہو جائے تب بھی تنور پاک ہو جائے گا۔	۲۲
۱۳۰	پلید زمین اگر دھوپ آگ یا ہوا سے خشک ہو جائے اور اس پر نجاست کا اثر نہ رہے تو نماز کے حق میں پاک ہو جاتی ہے۔	۲۳
۱۳۰	ایسی زمین سے تیمم نہیں ہوتا۔	۲۴
۱۳۰	خشک ہونے کے سبب سے پاک ہونے والی زمین پانی کے ساتھ تر ہو جائے تو دوبارہ پلید نہیں ہوتی۔	۲۵
	اگر پلید مٹی سے ہانڈیاں، اینٹیں یا کوزے بنا کر آگ میں پکائے جائیں تو	۲۶

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
	پاک ہو جاتے ہیں۔	۱۳۰-۱۳۱
۲۷	بچے نے تنور میں پیشاب کر دیا یا خبازہ نے پلید پانی سے تر کیا ہوا کپڑا تنور میں پھیرا، پھر روٹیاں لگا دیں، اگر روٹیاں لگانے سے پہلے تنور خشک ہو چکا تھا تو روٹیاں پاک ورنہ پلید۔	۱۳۱
۲۸	کتا گرنے کی صورت میں اگر تنور کے ساتھ اس کی چربی یا لو نہیں لگی تو تنور پاک ہے۔	۱۳۱
۲۹	پلید چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پلید نہیں کرتا۔	۱۳۱
۳۰	گندگیوں سے گزر کر ہوا کپڑے کو چھوئے تو کپڑا پلید نہیں ہوتا۔	۱۳۱
۳۱	حمام میں نجاست جلانے سے اگر اس کی دیواروں سے عرق کے قطرے گریں تو وہ پلید نہیں۔	۱۳۱
۳۲	ہر نجس شے قلبِ ماہیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔	۶۹۷
۳۳	گوبر کے اوپلوں سے گرم کئے گئے تنور میں روٹیاں لگانے میں کراہتِ تنزیہیہ ہے جو پانی چھڑکنے سے زائل ہو جاتی ہے۔	۱۳۱-۱۳۲
۳۴	احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شبہات پیدا کئے جائیں۔	۱۳۲
۳۵	تنور میں روٹیاں پک رہی ہوں، مینڈک گر جائے تو اگر دھوئیں کی بُو یا رنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو ناپاک ہے ورنہ حرج نہیں۔	۱۳۲
۳۶	تنور میں گدھا گرا، اگر چربی وغیرہ کوئی آلائش نہیں لگی تو پہلے کی طرح پاک ورنہ ناپاک، جو کھرچنے اور جلانے سے پاک ہو جائے گا۔	۱۳۳
۳۷	حدیث شریف جعلت لی الارض مسجدا وطھورا۔	۱۳۳
۳۸	خروجِ وقت سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تب بھی اوّل وقت میں نماز تیمم کے ساتھ جائز ہے	۲۱۱

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
	کتاب الوقف (مساجد وغیرہ) —— ۱۳۵–۲۲۰	
۳۹	نئی مسجد تعمیر کرکے پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔	۱۳۶–۲۶۵
۴۰	اگر آبادی ویران ہو جائے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے۔	۱۳۸، ۱۵۳، ۱۶۵
۴۱	مسجد آسمان کی بلندی اور تحت الثریٰ تک مسجد ہی ہے۔	۱۳۸
۴۲	اگر موجودہ مسجد قائم رکھیں اور نئی تعمیر کریں جس سے موجودہ غیر آباد ہو تو ناجائز ہے۔	۱۳۸–۱۴۲
۴۳	اگر گاؤں ویران ہو گیا تو گاؤں والے مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں والی مسجد پر لگا سکتے ہیں۔	۱۳۹
۴۴	مسجد میں دوکانیں بنانا، کرایہ پر دینا حرام ہے۔	۱۴۰
۴۵	مسجد کے کسی حصہ کو نفع کمانے یا بسنے کی جگہ بنانا منع ہے۔	۱۴۱
۴۶	غیر آباد گاؤں کی مسجد کا سامان حاکمِ اسلام کی اجازت سے کسی نئی یا پرانی مسجد پر لگا سکتے ہیں۔	۱۳۹–۱۴۳
۴۷	وقف حوض یا وقف رباط غیر آباد کا سامان دوسرے وقف میں منتقل کیا جا سکتا ہے	۱۳۹–۱۴۳
۴۸	دریا سے غرق شدہ مسجد کا بعینہٖ سامان یا اس کی قیمت حاکمِ شرع کی اجازت سے دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں۔	۱۴۴
۴۹	مسجد کا مستعمل سامان خرید کر اپنی عمارت میں استعمال کیا جا سکتا ہے مگر ناپاک و حقیر جگہ پر نہ لگایا جائے۔	۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۹، ۱۹۸
۵۰	مسجد کا کوڑا کرکٹ ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے۔	۱۴۴، ۱۴۹، ۱۹۹
۵۱	قبرستان کے درخت تعمیرِ مسجد میں صرف کئے جا سکتے ہیں۔	۱۴۵
۵۲	مسجد کا پرانا سامان فروخت کرکے اس کے عوض اسی مسجد کے لئے نیا سامان خریدنا جائز ہے۔	۱۴۶–۱۴۷، ۱۴۹

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۱۵۰	مسجد کے لئے وقف شے چراغ وغیرہ کسی اور جگہ استعمال کرنا منع ہے۔	۵۳
۱۵۱	مسجد کے چراغ کی روشنی میں مسجد میں کتبِ شرعیہ کا درس دینا تہائی رات تک جائز ہے، اس کے بعد منع ہے۔	۵۴
۱۵۱	آلاتِ مسجد عاریۃً کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں۔	۵۵
۱۵۱	خادمِ مسجد امام اور متولی کے گھر کے لئے مسجد کی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے۔	۵۶
۱۵۱	مسجد کے لئے کوئی چیز زائد از ضرورت آجائے تو اسے بہ شرائط فروخت یا دوسری مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے اور بعض صورتوں میں واقف اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔	۵۷
۱۵۲-۱۵۳	پختہ مسجد بن جانے کی وجہ سے سابقہ کچی مسجد مسمار کرنا منع ہے۔	۵۸
۱۵۳	نئی مسجد تعمیر کرکے پہلی مسجد کی جگہ امام کا گھر بنانا ناجائز ہے۔	۵۹
۱۵۵-۱۸۳	رسالہ عقود العساجد لعمار المساجد۔	۶۰
۱۵۷	صحن مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنے کے جواز میں مولوی عبدالجبار صاحب کے فتوے کا تفصیلی رد، جو دو فصلوں پر مشتمل ہے۔	۶۱
۱۵۷	فصلِ اوّل نوری جواب سوال۔	۶۲
۱۵۷	مسجد کے کسی حصّہ کو مسجد سے خارج کرنا ناجائز ہے۔	۶۳
۱۵۸	مسجد بجمیع اجزائہ مسجد ہے۔	۶۴
۱۵۸	و من اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ الاٰیۃ کا شانِ نزول اگرچہ خاص مگر حکم تمام مساجد کو عام ہے۔	۶۵
۱۵۸-۱۵۹	مسجد میں نماز وعبادت سے روکنا منع ہے۔	۶۶
۱۵۹	شعائر اللہ کی تعریف۔	۶۷

جلد اول فتاویٰ رضویہ

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۶۸	مسجد اور دعا، وقربانی، دین کے نشان ہیں۔	۱۵۹
۶۹	کریمہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع میں تمام مساجد مراد ہیں۔	۱۶۰
۷۰	ارشادِ باری تعالیٰ ان المسٰجد للہ سے استدلال۔	۱۶۱-۱۶۲
۷۱	مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کی ممانعت میں حدیثیں۔	۱۶۲
۷۲	جس کام کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں منع ہے۔	۱۶۳
۷۳	فضائلِ مسجد میں چند حدیثیں۔	۱۶۳-۱۶۵
۷۴	ویران مسجد مسجد ہی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔	۱۶۵-۱۶۶
۷۵	مسجد کا فراخ بنانا شارع علیہ السلام کو پسند ہے اس سلسلے میں ایک حدیث شریف	۱۶۹
۷۶	فصل دوم، نوری جواب استدلال۔	۱۶۹
۷۷	مخالف کی اس دلیل کا جواب کہ چونکہ حطیم کو کعبہ سے الگ کیا گیا لہٰذا مسجد کا حصہ اِس سے الگ کیا جا سکتا ہے۔	۱۶۹-۱۷۳
۷۸	حطیم صرف صورۃً کعبہ شریفہ سے خارج ہے اور شرعاً اِس میں داخل ہے، احادیث سے اِس کا ثبوت۔	۱۷۰-۱۷۳
۷۹	حطیم کا کعبہ میں داخل ہونا عباراتِ فقہا سے۔	۱۷۱-۱۷۳
۸۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حطیم کو بنائے کعبہ میں داخل نہ کرنے کا عذر احادیث سے۔	۱۷۲-۱۷۳
۸۱	کنز اور شامی کی عبارت سے استدلالِ مخالف کا جواب۔	۱۷۳-۱۷۹
۸۲	مسجد میں گزرگاہ مسجد ہی ہے لہٰذا جنبی وغیرہ کا گزرنا منع ہے۔	۱۷۴
۸۳	بوجہ عذر جو مسجد سے گزرے تحیۃ المسجد پڑھے۔	۱۷۵
۸۴	متعدد مرتبہ گزرنے والے کو دن بھر میں صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھنی کافی ہے۔	۱۷۵
۸۵	مسجد سے گزرنا جائز ہے مگر بلاضرورت گزرنا مکروہ تحریمہ ہے۔	۱۷۶

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۸۶	عبارتِ مذکورہ کا دوسرا جواب۔	۱۷۷–۱۷۶
۸۷	صحنِ مسجد کو عرف میں مسجد کہا جاتا ہے بلکہ بعض احکام میں وہ حکماً مسجد ہے۔	۱۷۷
۸۸	مسجد میں راستہ بنانے کے جواز و عدمِ جواز کے بارے میں فقہائے کرام کی عبارتیں اور ان میں بہترین تطبیق۔	۱۷۸–۱۷۷
۸۹	مخالف کی تیسری دلیل اور اس کا جواب۔	۱۸۰–۱۷۹
۹۰	مسجد یا کسی اور وقف زمین کی بیع و تملیک کے منع ہونے کا ثبوت از عباراتِ فقہاء و احادیثِ طیبہ۔	۱۸۰–۱۷۹
۹۱	امام محمد علیہ الرحمہ کا قول عود الی ملک البانی مرجوح ہے۔	۱۸۰
۹۲	مخالف کی چوتھی دلیل اور اس کا ردّ۔	۱۸۲–۱۸۱
۹۳	وقف کرتے وقت اگر واقف شرط کرے کہ جب چاہوں اس زمین کو اپنی دوسری زمین سے تبدیل کرلوں گا تو یہ وقف و شرط دونوں صحیح ہیں۔	۱۸۱
۹۴	اگر واقف فوت ہوجائے تو شرطِ استبدال دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔	۱۸۱
۹۵	مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں شرطِ استبدال معتبر ہے اور مسجد میں اگر یہ شرط ہے تو باطل متصور ہوگی، مسجد مسجد ہی رہے گی۔	۱۸۲–۱۸۱
۹۶	وقف میں یہ شرط معتبر نہیں کہ اس میں فلاں قوم نماز پڑھے، فلاں نہ پڑھے۔	۱۸۲
۹۷	مخالف کی پانچویں دلیل اور اس کا رد۔	۱۸۳–۱۸۲
۹۸	وقف کے شرائط سے ہے کہ بوقتِ وقف واقف کا ملک ہو۔	۱۹۳–۱۸۲
۹۹	غیر واقف متولی اگر کسی وقف حویلی کو مسجد میں داخل کردے تو وہ حقیقتاً مسجد نہیں بنتی، اسے دوبارہ حویلی بنانا جائز ہے۔	۱۸۳
۱۰۰	تعمیرِ مسجد کے بعد ضروریاتِ مسجد سے امام اوّل نمبر پر ہے۔	۱۸۴

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۱۰۱	تعمیر مسجد سے فارغ رقم سے امام کا مکان بنانا جائز ہے، یونہی دیگر ضروریات پانی، چٹائی وغیرہ میں بھی وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے۔	۱۸۴
۱۰۲	مولانا سید مفتی مسعود علی قادری علیہ الرحمہ کے ایک فتویٰ کی نقل کہ عیسائیوں کا چندہ مسجد پر لگانا جائز ہے۔	۱۸۶
۱۰۳	مذکورہ فتوے پر نظر ثانی کرنے کے لئے مفتی صاحب کی خدمت میں مرسلہ خط کی نقل۔	۱۸۸-۱۸۷
۱۰۴	مسجد قدس چونکہ نصاریٰ کا قبلہ ہے لہٰذا اس پر باقی مساجد کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔	۱۸۷
۱۰۵	نصاریٰ کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنے کا حیلہ۔	۱۸۸
۱۰۶	فقیر مالِ زکوٰۃ کا مالک بننے کے بعد اسے تعمیر مسجد میں خرچ کرسکتا ہے۔	۱۸۸
۱۰۷	مذکورہ خط کے جواب میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا خط۔	۱۸۹
۱۰۸	مفتی صاحب کے خط کا جواب۔	۱۹۰-۱۸۹
۱۰۹	جعلت لی الارض مسجدا (الحدیث) کے حکم سے نصاریٰ کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جائز ہے۔	۱۹۰
۱۱۰	نصاریٰ کی تعمیر کردہ مسجد کو حکمِ مسجد ہے یا نہیں، اس کی دو صورتیں ہیں۔	۱۹۰
۱۱۱	مسجد کے لئے حکومت نے رعایتی زمین دی تو یہ بیع و رعایت درست ہے اور ملکِ مشتری ثابت ہوجائے گا۔ وقف کرنے کا اختیار مشتری کو ہے۔	۱۹۲-۱۹۱
۱۱۲	سرکاری زمین میں انجمن کو بلا تصفیہ مسجد تعمیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر تعمیر ہوجائے تو نماز اس میں جائز ہے۔	۱۹۵-۱۹۴
۱۱۳	حکومت کو چاہیے کہ رعایتی نرخ پر وہ زمین انجمن کو فروخت کردے۔	۱۹۵
۱۱۴	اراضی متروکۂ غیر مسلم میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہے اور وہ شرعی مسجد ہوگی، اس پر خرچ کرنے کا	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۱۹۷	وہی ثواب ہے جو دیگر مساجد پر خرچ کرنے کا ہے۔	
۲۰۰	اراضی متعلقہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالتواتر ثابت ہے۔	۱۱۵
۲۰۰	للفقراء الذین احصروا (الآیۃ) میں طلباءِ کرام پر خرچ کرنے کا حکم۔	۱۱۶
۲۰۱	گوردوارے کا سامان مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔	۱۱۷
۲۰۲	ایک آدمی نے اپنی زمین کے دو ٹکڑوں میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا، چھوٹے کو متعلق وقف لکھا جسے بعد میں فروخت کرکے اس کی قیمت بڑے ٹکڑے پر صرف کردی تو بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز وصحیح ولازم ہے۔	۱۱۸
۲۰۳	لزومِ وقف پر امام ابو یوسف کے قول پر فتوٰی ہے۔	۱۱۹
۲۰۳	چھوٹے ٹکڑے کے فروخت سے بڑے کے وقف ہونے کو نقصان نہیں پہنچا۔	۱۲۰
۲۰۵	تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا وقف کرنا جائز وصحیح ہے۔	۱۲۱
۲۰۵	اس منقول کا وقف جو غیر منقول کے تابع ہے، جائز ہے۔	۱۲۲
۲۰۵	واقف کی طرف سے مختارِ کل وصی بنانا مشروع وجائز ہے، اس کیلئے تحریر ضروری نہیں۔	۱۲۳
۲۰۶	وصی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حقِ تولیت نہیں۔	۱۲۴
۲۰۶	وصی کے اختیارات قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں۔	۱۲۵
۲۰۶	وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔	۱۲۶
۱۲۵	گاڑی میں نماز کے دوران قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔	۱۲۷
۱۲۵	بیمار وکمزور نہیں تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے بعد میں اعادہ کی ضرورت نہیں۔	۱۲۸
۲۰۸	چلتی گاڑی، چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں چلتیں۔	۱۲۹
۲۰۸	بحکمِ احادیث وکتبِ فقہ کشتی میں نمازِ فرض ادا ہوسکتی ہے۔	۱۳۰
۲۰۸	کشتی کنارہ کے قریب ہو اور اتر سکتا ہو تب بھی اس میں نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔	۱۳۱

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۱۳۲	کشتی کا چلنا اس کے سوار کی طرف منسوب نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکماً سوار کا چلنا ہے۔	۲۰۸
۱۳۳	چلتی کشتی جوازِ نماز میں بمنزلہ زمین ہے، اپنے سوار کے حق میں کمرہ کی طرح ہے۔	۲۰۸
۱۳۴	چلتی ریل بھی سوار کے حق میں بمنزلہ زمین وکمرہ ہے۔	۲۰۹
۱۳۵	فقہائے کرام نے ایسی گاڑی پر جس کا کوئی حصہ جانور پر نہ ہو جوازِ نمازِ فرائض کی تصریح فرمادی۔	۲۰۹
۱۳۶	ریل رواں میں نماز کا جواز شرطِ اتحادِ مکان کے منافی نہیں۔	۲۱۰
۱۳۷	کشتی یا ریل میں نماز سمت قبلہ کی طرف شروع کرے اور اگر وہ سمتِ قبلہ سے پھر جائے تو نمازی بھی قبلہ کی طرف پھر جائے۔	۲۱۰
۱۳۸	وہ عوارض جن کی وجہ سے ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر ہو یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔	۲۱۰
۱۳۹	ان عذروں سے بعض ریل کے مسافروں کو بھی غالباً لاحق ہوتے ہیں لہٰذا ریل گاڑی پر نماز بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔	۲۱۰
۱۴۰	مسافر ریل کو نماز کے لئے انتظارِ اسٹیشن لازم نہیں۔	۲۱۱
۱۴۱	مذکورہ عذروں میں سے کسی عذر کی موجودگی میں جانور پر فرض نماز جائز ہے اگرچہ خروج وقت سے پہلے زوالِ عذر کی امید ہو۔	۲۱۱
۱۴۲	بحری وہوائی جہازوں میں نماز جائز ہے۔	۲۱۲
۱۴۳	ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے۔	۱۲۵
۱۴۴	معتکف مسجد میں حجامت بنواسکتا ہے ہاں مسجد میں بال اور ناخن نہ گرنے پائیں۔	۲۱۶

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۲۱۶	مسجد میں نعت خوانی جائز بلکہ مستحب و مسنون ہے۔	۱۴۵
۳۱۶	حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر وہ کھڑے ہو کر کفار کے رد میں اشعار پڑھتے۔	۱۴۶
۲۱۹	مسجد میں مباح دنیوی گفتگو نیکیوں کو نقصان دیتی ہے اور ہنسی مذاق ظلم ہے۔	۱۴۷
۳۵۲	مسجد میں جھوٹی قسمیں اٹھانا سخت حرام ہے اور اس کا استحلال کفر ہے۔	۱۴۸
	(کتاب الصلوٰۃ) باب الاوقات ۲۲۲-۲۶۶	
۲۱۱	وقت نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی جزو سببِ وجوب ہے جس کے ساتھ ادا متصل ہو۔	۱۴۹
۲۱۲	غفلت دور کرنے کے لئے اذان کے بعد تثویب جائز و مستحسن ہے۔	۱۵۰
۲۱۳	ممانعتِ تثویب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔	۱۵۱
۲۳۲-۲۲۳	سایہ اصلی اور فیئ الزوال کے بیان میں عربی رسالہ "تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال"۔	۱۵۲
۲۲۶	وقتِ ظہر کے اختتام میں صاحبین اور امام اعظم رضی اللہ عنہم میں اختلاف۔	۱۵۳
۲۲۷-۲۲۶	کتبِ شروح سے فیئ الزوال کی تعریف اور اس پر اشکال۔	۱۵۴
۲۲۷	فیئ الزوال کی صحیح تعریف۔	۱۵۵
۲۲۸-۲۲۷	فیئ الزوال کی اضافت اور الزوال کے لام کی تحقیق۔	۱۵۶
۲۳۰-۲۲۸	الدائرۃ الہندیہ کی تشریح۔	۱۵۷
۲۳۱-۲۳۰	اصلی سایہ معلوم کرنے کا طریقہ۔	۱۵۸
۲۳۲-۲۳۱	سایہ اصلی پہچاننے کا ایک اور آسان طریقہ۔	۱۵۹
	بوقت ضحوۃ الکبرٰے نماز کے جواز میں رسالہ "ابدار البشرٰے بقبول الصلوٰۃ فے	۱۶۰

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
	الضحوۃ الکبرٰی۔	۲۶۵-۲۳۳
۱۶۱	نمازِ عید میں حقیقی نصف النہار ہو جائے تو فاسد ہو جائے گی۔	۲۳۹
۱۶۲	ضحوۃ الکبرٰی میں نمازِ عید اور باقی نمازیں بلاشبہ یقیناً جائز ہیں۔	۲۳۹
۱۶۳	آیاتِ شریفہ سے استدلال۔	۲۴۱-۲۳۹
۱۶۴	کسی واقعی عذر سے نماز میں تاخیر ہو جائے تو آخر وقت میں ادا کرنا جائز ہے احادیث سے استدلال۔	۲۴۰
۱۶۵	متعدد احادیث بمع کتب شرح حدیث سے ان کی توضیح و تشریح۔	۲۴۸-۲۴۱
۱۶۶	نصوصِ فقہیہ سے استدلال۔	۲۵۴-۲۴۸
۱۶۷	قبل زوال تک نمازِ عید کا وقت باقی رہنے کے متعلق نصوصِ فقہیہ۔	۲۵۲-۲۵۱
۱۶۸	رؤیتِ ہلال کی شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نمازی جمع نہ ہو سکیں یا ابر تھا اور سلام کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز بعد زوال کے ہوئی تو دوسرے دن پڑھی جائے۔	۲۵۲
۱۶۹	امام نے بلا وضو نمازِ عید پڑھی، زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہوا تو دوسرے دن پڑھے۔	۲۵۲
۱۷۰	چودھویں صدی سے پہلے کی کسی کتاب میں یہ بالتخصیص نہیں ملا کہ انتہائے وقتِ عید ضحوۃ الکبرٰی ہے۔	۲۵۲
۱۷۱	روزہ پر نماز کا قیاس درست نہیں۔	۲۵۴
۱۷۲	برجندی، قہستانی کا قول۔	۲۵۶
۱۷۳	اس قول کے نو جوابات۔	۲۶۲-۲۵۶
۱۷۴	نماز کے آخری وقت میں جس میں صرف اللہ اکبر کہا جا سکتا ہے بچہ بالغ ہو جائے یا کافر اسلام لائے یا حائض و نفساء پاک ہو جائے یا دیوانہ ہوش پائے تو بالشرط نماز واجب ہو جاتی ہے۔	۲۵۹

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۱۷۵	جبرئیل امین نے عرض کی کہ میرے لا نعم عرض کرنے کی مدت میں سورج آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کر گیا ہے۔	۲۶۲
۱۷۶	بعض صورتوں میں ضحوہ کبریٰ ہونے کے بعد نمازِ عید کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔	۲۶۴
۱۷۷	وضاحت کے لئے اِس مسئلہ کی چند مثالیں۔	۲۶۴
۱۷۸	طلوعِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک قبل از نمازِ فجر اور بعد از نمازِ فجر کسی بھی فوت شدہ فرض نماز کی قضائی دی جاسکتی ہے۔	۲۶۵
	باب الاذان ——— ۲۶۷-۳۰۷	
۱۷۹	ولد الزنا کی اذان جائز ہے۔	۲۶۹
۱۸۰	ریش بریدہ فاسق ہے اس کی اذان مکروہ ہے۔	۲۶۹
۱۸۱	اذان مسجد سے باہر کہی جائے۔	۲۷۰
۱۸۲	جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر نہ پڑھی جائے ہاں اگر مسجد بناتے وقت مسجد کے اندر ہی اذان کے لئے جگہ مقرر کر لی جائے تو جائز ہے۔	۲۷۲
۱۸۳	مسئلۂ اذانِ ثانی کی قدرے تفصیل۔	۲۷۳
۱۸۴	اذانِ ثانی کا جواب اور اس کے بعد دعا جائز ہے۔	۲۷۴-۲۷۵
۱۸۵	خطبہ شروع ہونے سے پہلے غیر دنیاوی کلام بلا کراہت جائز ہے۔	۲۷۵
۱۸۶	جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب اور اس اذان میں نامِ پاک آنے پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں نہایت مدلل و مبرہن رافعِ اشکالات رسالہ "تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین"	۲۷۷-۳۰۲
۱۸۷	ان اذانوں کا جواب بھی دینا چاہئے جو کسی نماز کے لئے نہ ہوں جیسے اذانِ نومولود۔	۲۸۳
۱۸۸	متعدد افراد کا بیک وقت اذان کہنا۔	۲۹۹-۳۰۰
۱۸۹	اذان وغیرہ میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنکر انگوٹھے چومنا	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۳۰۵	اصلاً مباح اور نیتِ تعظیم سے مستحب وعبادت ہے۔	
۲۱۳	حدیثِ پاک لا یثوب فی غیرھا کے جوابات۔	۱۹۰
۲۱۳-۲۱۴	منعِ تثویب کا حکم معلول بہ علتِ خاصہ وجوداً وعدماً ہے، جواب تمام نمازوں کے حق میں موجود ہے۔	۱۹۱
۲۱۴	استحبابِ تثویب کے ثبوت میں فقہائے کرام کی عبارتیں۔	۱۹۲
۲۱۴	حضرتِ عبداللہ بن عمر اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہم کے تثویب پر ناراض ہونے کی وجہ۔	۱۹۳
۲۱۳	اذان، وعظ اور تلاوت میں تلحین ناجائز ہے اگر ہو تو ان کا سننا جائز نہیں۔	۱۹۴
۳۰۲	بوقتِ تکبیر حی علی الفلاح سے پہلے بیٹھنا ضروری نہیں۔	۱۹۵
	باب الامامۃ ـــــــ ۳۰۹-۴۹۳	
۳۱۵	جھوٹ بولنے، جھوٹی شہادت دینے اور سود لینے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔	۱۹۶
۳۱۷	بلا وجہ جماعت سے روکنا اور مصلے باہر پھینکنا بہت بڑا ظلم ہے۔	۱۹۷
۳۱۹	جو شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا۔	۱۹۸
۳۱۹	امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کے کلمات بولنے والے، چوری گداگری کرنے اور فتنہ آمیز تعویذ دینے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔	۱۹۹
۳۲۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل جاننے والے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ واجب الاعادہ ہے۔	۲۰۰
۳۲۲	میاں بیوی کے جھگڑے وغیرہ ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔	۲۰۱
۳۲۳	لڑکیوں کے عوض روپیہ لینے والے اور باپ کے بے فرمان کی امامت مکروہ تحریمیہ ہے	۲۰۲
۳۲۳	زید نے اپنی منکوحہ لڑکی کو سسرال کے ناجائز تنگ کرنے کی وجہ سے اپنے پاس ٹھہرایا تو اس صورت میں اس کی امامت بلاشبہہ جائز ہے۔	۲۰۳

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۳۲۵	قاذف، جھوٹے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے، اگر توبہ کرے اور جس پر بہتان زنا لگایا ہے اس سے معافی لے لے تو امامت درست ہو جائے گی۔	۲۰۴
۳۲۵	بکر پر تہمتِ زنا لگی لیکن ثبوت نہ ہوا تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔	۲۰۵
۳۲۶	زید نے اپنے پیشوا کے حق میں جو شعر پڑھے ہیں اگر اس کا پیشوا سُنّی عالم عارف ہے تو وہ شعر درست اور اس کی امامت صحیح ورنہ شعر حرام اور امامت وخطابت غیر صحیح۔	۲۰۶
۳۲۷	علاج کے لئے باؤلے کتے کا جگر نکالنے والے کی امامت کا حکم۔	۲۰۷
	داڑھی منڈوانے والے، زناکار اور نمازیں قضا کرنے والے کو امام بنانا ناروا و گناہ ہے	۲۰۸
۳۲۸	ایسا امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمہ ہے۔	۲۰۹
۳۲۸	انگریزی تعلیم اور اوورسیر ہونا امامت سے مانع نہیں۔	۲۱۰
۳۲۹	امام مسجد نے لاعلمی میں ایک عورت کو طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟	۲۱۱
۳۳۲	دھوکہ باز اور جھوٹا شخص امامت کے لائق نہیں طاقت والوں پر لازم کہ اسے اس سے الگ کر دیں۔	۲۱۲
۳۳۴	احق بالامامت کی موجودگی میں طاقت اور اثر و رسوخ سے امام بن جانا یا اصحابِ اقتدار کا اسے امام بنا دینا ناجائز و ظلم مبین ہے۔	۲۱۳
۳۳۵	غیر مستحق امامت کو امام بنا دینا جن نمازیوں کے اختیار میں نہیں ان کی نمازیں جائز ہیں البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ تنزیہی ہیں۔	۲۱۴
۳۳۶-۳۳۵	حدیث شریف صلوا خلف کل بر و فاجر اور ائمہ جور کے پیچھے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نماز پڑھنے سے مسئلہ مذکورہ پر استدلال۔	۲۱۵
۳۳۸-۳۳۷	کتبِ علمِ عقائد سے استدلال۔	۲۱۶

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۲۱۷	کتبِ فقہ سے استدلال۔	۳۳۸-۳۴۱
۲۱۸	فاسق کی (مجبوراً) اقتدار سے ثوابِ جماعت حاصل ہو جاتا ہے گو متقی امام کی اقتدار جیسا نہیں۔	۳۳۹
۲۱۹	اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدار حاصل کر سکتا ہے تو دوسری مسجد میں جانا بہتر ہے۔	۳۳۹
۲۲۰	قصداً بلا عذر ایک یا متعدد نمازیں قضا کرنے والا فاسق ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے۔	۳۴۴
۲۲۱	بوجہ مجبوری گداگری کرنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر غیر ہی ہے۔	۳۴۶
۲۲۲	داڑھی منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے، اس کا لوٹانا واجب ہے۔	۳۴۶-۳۴۷
۲۲۳	داڑھی منڈوانے والا امام بنے تو اصل فرض ساقط ہو جاتا ہے گو نماز سخت مکروہ ہے۔	۲۵۳
۲۲۴	قابلِ امامت نہ ملنے کی صورت میں ایسے آدمی کی اقتدار کرنا جس کی داڑھی قبضہ سے کم ہو، صحیح و جائز ہے۔	۳۴۷
۲۲۵	صورتِ مذکورہ میں اقتدار انفراد سے اولیٰ ہے بلکہ اگر نمازِ جمعہ ہے تو اقتدار ضروری ہے۔	۳۴۸
۲۲۶	امام کی داڑھی اگر ابھی تک پوری ہوئی ہی نہ ہو یا خلقۃً سرے سے اتری ہی نہ ہو یا کتروانے والا تائب ہو گیا ہو تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔	۳۴۹
۲۲۷	خشخاشی داڑھی والے کی اقتدار سے پرہیز چاہئے۔	۳۵۰
۲۲۸	داڑھی منڈوانے یا مشت سے کم ترشوانے والے کی اقتدار مکروہ ہے مع تفصیلِ کراہت۔	۳۵۲-۳۵۳

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۲۲۹	اپنے جیسے فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنے کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا اور نماز واجب الاعادہ ہے۔	۳۵۳
۲۳۰	اگر قدرتی طور پر داڑھی نہ ہو یا تازہ بالغ ہوا ہو، ابھی داڑھی اتری نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔	۳۵۳
۲۳۱	داڑھی مشت سے کم کرانی حرام ہے، سیاہ خضاب بھی ناجائز ہے، جس میں یہ جرم ہوں اسے امام نہ بنایا جائے۔	۳۵۴
۲۳۲	بالغ اَمرد کی امامت کے بارے میں متعدد استفسارات	۳۵۵-۳۵۹
۲۳۳	بدعقیدہ، گستاخ اور ختمِ نبوت کے منکر کی امامت فرض و نفل کسی میں جائز نہیں	۳۵۹
۲۳۴	دوکاندار امامت کر سکتا ہے۔	۳۶۰
۲۳۵	ایسا شخص جس کے مردانہ عضو کے درمیان سوراخ ہے، پیشاب بھی اسی سے کرتا ہے اور کوئی عورتوں والی علامت اس میں نہیں وہ خنثیٰ نہیں ہے مرد ہے، اس کی امامت درست ہے۔	۳۶۲
۲۳۶	عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔	۳۵۹
۲۳۷	اکیلا لڑکا ہو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو۔	۳۵۹
۲۳۸	امام کے پیچھے صرف ایک بالغ اور نابالغ ہو تو نماز جائز ہے، بالغ اگر زیادہ ہوں تب بھی ایک بچہ ساتھ کھڑا ہو گا۔	۱۲۵
۲۳۹	مقتدی کے لئے مطلقاً قرآنِ پاک پڑھنا منع ہے نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے، نہ دوسری سورت۔	۶۲۶
۲۴۰	قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطور ہدیہ و امداد کے دینی جائز ہیں۔	۱۸۵
۲۴۱	لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر نماز پڑھانے کے جواز میں محققانہ رسالہ "مکبر الصوت"۔	۳۶۳-۴۵۵

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۲۴۲	متعدد اصول و مسائل فقہیہ میں کار آمد نہایت مفید بارہ مقدمات۔	۳۷۰-۳۹۸
۲۴۳	صوت و صدا کی تعریفیں مع فوائدِ ضروریہ۔	۳۷۵-۳۷۹
۲۴۴	لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز متکلم کی اپنی ہی آواز ہے۔	۳۷۹
۲۴۵	اقتدائے حقیقی کی تعریف۔	۳۸۱
۲۴۶	اقتدائے صوری کی تعریف۔	۳۸۱
۲۴۷	موافقتِ صوریہ بلا نیتِ اقتدا مفسد نہیں۔	۳۸۱
۲۴۸	مسبوق باقی رکعتیں بھول گیا اور ساتھی کو دیکھ کر نماز پوری کی تو اس کی نماز صحیح ہے۔	۳۸۲
۲۴۹	مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز میں حقیقۃً و حکماً منفرد ہوتا ہے۔	۳۸۲
۲۵۰	مسبوق اپنی باقی نماز میں کسی کی اقتدا نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا کوئی مقتدی بن سکتا ہے یہ اقتدا مفسدِ نماز ہے۔	۳۸۲
۲۵۱	نمازی کا غیر امام سے آیت سجدہ سننے کے متعدد احکام۔	۳۸۲-۳۸۳
۲۵۲	آیتِ سجدہ پڑھنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔	۳۸۳
۲۵۳	مسافر امام نے مقیم مقتدیوں کو چار رکعتیں پڑھائیں تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہے البتہ اگر پچھلی دو رکعتوں میں انہوں نے مفارقت کا ارادہ کر لیا تو اگرچہ صوری اقتدا کرتے رہے، ان کی نماز درست ہے۔	۳۸۴
۲۵۴	مکبر کی متابعت متابعتِ صوریہ ہے۔	۳۸۵
۲۵۵	یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں دو امام ہوں۔	۳۸۵
۲۵۶	مقتدی کی اقتدا جائز نہیں۔	۳۸۵
۲۵۷	نمازی کسی عارضے کے سبب سے کوتاہی کر رہا ہو یا کرنے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں اسے ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی بھی اس ہدایت کے مطابق	

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
	اصلاح نماز کرسکتا ہے۔	۳۸۵-۳۹۰
۲۵۸	امام مسافر جب نماز قصر سے سلام پھیرے تو نمازیوں کو کہے اتموا صلوتکم الخ۔	۳۸۸
۲۵۹	امام مسافر کے سلام کے بعد مقیم مقتدی منفرد کے حکم میں ہوتے ہیں۔	۳۸۸
۲۶۰	تفصیلِ جواب وصل اوّل اثباتِ جواز۔	۳۹۹-۴۰۳
۲۶۱	سپیکر کے ذریعہ انتقالاتِ امام پر اطلاع پاکر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نماز جائز ہے	۳۹۹
۲۶۲	قرآن وسنت اور عباراتِ فقہاء سے استدلال۔	۳۹۹-۴۰۲
۲۶۳	ہمارے فقہائے کرام کی یہ ٹھوس کرامتیں ہیں کہ ایجادِ سپیکر سے صدیوں پہلے وضاحت فرماگئے۔	۴۰۲
۲۶۴	عبارتِ شامی میں بسماع او رؤیۃ ای من الامام او المکبر سے اشتباہ کا تفصیلی جواب۔	۴۰۲-۴۰۳
۲۶۵	اگر صدا سے انتقالاتِ امام پر مطلع ہوکر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو اہالیانِ اسلام مسجدوں کے گنبد ومحراب نہ بناتے۔	۴۰۲-۴۰۳
۲۶۶	وصل دوم شبہاتِ عدمِ جواز کا رد۔	۴۰۳-۴۱۹
۲۶۷	شبہ اقتداء من لم یدخل فی الصلوٰۃ کا جواب۔	۴۰۴-۴۰۸
۲۶۸	حاشیہ میں اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کی متعدد عبارتوں کی نقل جن سے ثابت کہ فونوگراف کی آواز بعینہٖ اصل آواز ہے۔	۴۰۷
۲۶۹	شبہ تلقن من الخارج کا جواب۔	۴۰۹
۲۷۰	مقتدی آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سماع سے امام ومقتدی کو کوئی بھی سجدہ	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۴۰۹	نہ کرے نہ نماز میں نہ فارغ ہونے پر۔	
۴۱۰-۴۱۴	شبہہ (جہرِ مفرط مفسدِ صلوٰۃ ہے) کا جواب۔	۲۷۱
۴۱۱	مکبروں کے چِلّا کر تکبیریں کہنے کے مفسد ہونے کی وجہ۔	۲۷۲
۴۱۶	رسالہ مکبر الصوت میں استفتار ۲ جس میں مستفتی نے نماز میں استعمالِ سپیکر کے چھ مفاسد ذکر کیئے ہیں۔	۲۷۳
۴۱۸	استفتار ۲ کا جواب۔ پہلے مفسدہ کا رد۔	۲۷۴
۴۱۹	مبلغ کا قائم کرنا عباداتِ مقصودہ نہیں۔	۲۷۵
۴۲۱	نماز میں اقامتِ مبلغ کو طریقۂ مسنونہ کہنا درست نہیں۔	۲۷۶
۴۲۲	جہرِ امام مسنون ہے۔	۲۷۷
۴۲۲	جب امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو مبلغ بننا یا بنانا بے جا ہے۔	۲۷۸
۴۲۲	دوسرے مفسدہ کا رد۔	۲۷۹
۴۲۲	تیسرے مفسدہ کا رد۔	۲۸۰
۴۲۲	نماز میں اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا مسنون ہے۔	۲۸۱
۴۲۳	چوتھے مفسدہ کا رد۔	۲۸۲
۴۲۴	پانچویں اور چھٹے مفسدہ کا رد۔	۲۸۳
۴۲۵-۴۲۶	نماز میں استعمالِ سپیکر کے چھ فوائد۔	۲۸۴
۴۲۷-۴۵۵	ضمیمہ مکبر الصوت۔	۲۸۵
۴۲۸-۴۲۹	ولا تجهر بصلاتك الخ کا شانِ نزول۔	۲۸۶
۴۲۹	اس شانِ نزول کے پیشِ نظر تشریح آیت کی صورتِ اوّل جو مانعین کی دلیل بنتی ہے۔	۲۸۷

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۲۸۸	جن مفسرین نے تشریح مذکور فرمائی ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے۔	۴۲۹
۲۸۹	آیتِ مذکورہ کی تشریح کی دوسری صورت جو مثبتِ مدّعا ہے۔	۴۳۰-۴۳۱
۲۹۰	عبارتِ فقہاء سے اس تشریح کا ثبوت۔	۴۳۱
۲۹۱	تفاسیر سے تشریح مذکور کا ثبوت۔	۴۳۳
۲۹۲	آیتِ مذکورہ واحادیثِ مرفوعہ سے بالخصوص جہرِ قوی کا ثبوت۔	۴۳۴
۲۹۳	احادیثِ موقوفہ وعباراتِ فقہاء سے ثبوت۔	۴۳۵-۴۳۷
۲۹۴	سراج وہاج کی عبارت اذا جھر فوق الحاجۃ فقد اساء کا جواب۔	۴۳۷-۴۳۹
۲۹۵	گنبد دار مساجد سے اثبات۔	۴۳۹
۲۹۶	صدا سے سنی گئی آیتِ سجدہ سے سجدہ واجب نہ ہونے سے جو شبہہ پڑتا ہے، اس کا رد۔	۴۴۰
۲۹۷	اس شبہہ کا جواب کہ استعمالِ سپیکر سنتِ مستمرہ کا خلاف ہے (قیامِ مبلغین سنتِ مستمرہ نہیں)	۴۴۱-۴۴۴
۲۹۸	سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے۔	۴۴۶
۲۹۹	وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے۔	۴۴۷
۳۰۰	اس شبہہ کا جواب کہ سپیکر استعمال کرنے کی صورت میں نزدیک والے مقتدی دوہری آواز سنتے ہیں لہٰذا یہ مکروہ ہے۔	۴۵۱
۳۰۱	اس شبہہ کا جواب کہ احتیاط اس میں ہے کہ نماز میں سپیکر استعمال نہ کیا جائے۔	۴۵۲
۳۰۲	اس شبہہ کا ازالہ کہ اگر سپیکر دورانِ نماز بند ہو جائے تو دور والوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی۔	۴۵۳
۳۰۳	اس شبہہ کا ازالہ کہ سپیکر ایجادِ کفار اور ان کی مجالسِ کفریہ میں استعمال ہوتا ہے۔	۴۵۴
۳۰۴	نماز میں استعمالِ سپیکر کے متعلق استفتاء جس میں تین اشکالات مذکور ہیں:	

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
	۱۔ اقتدار من لم یدخل ۲۔ صدائے آیتِ سجدہ سننا ۳۔ جہر مفرط۔	۴۵۵
۳۰۵	فاعلِ مختار کا وہ کام جو کسی آلۂ غیر مختار کے ذریعہ انجام پائے فاعلِ مختار کا کام ہی شمار ہوتا ہے۔	۴۵۶
۳۰۶	اسرافیل کی آواز کرنا کے ذریعہ سنائی جائے گی، اس کے باوجود یتبعون الداعی فرمایا گیا۔	۴۵۷
۳۰۷	آیت ولا تجہر سے دورانِ نماز استعمالِ سپیکر کے عدمِ جواز پر استدلال کا جواب۔	۴۵۹-۴۶۵
۳۰۸	سپیکر کے متعلق مختصر استفتاء اور اس کا جواب۔	۴۶۶
۳۰۹	نمازِ عیدین یا جمعہ وغیرہ میں سپیکر اور مکبرین دونوں کا انتظام ہو تو کیا حکم ہے؟ (استفتاء)	۴۶۷
۳۱۰	ماہنامہ نوری کرن کے بارہ سوالات اور ان کے جوابات (استفتاءات)	۴۷۳-۴۹۱
۳۱۱	اجتماعِ نمازِ عیدین و جمعہ میں استعمالِ سپیکر کے متعلق استفتاء۔	۴۹۱
	باب مایجوز فی الصلٰوۃ ومالا یجوز ۔۔۔۔۔ ۴۹۳-۵۲۲	
۳۱۲	سنیوں کے ساتھ ضد کی وجہ سے آمین اونچی کہنا سخت حرام ہے۔	۴۹۷
۳۱۳	بوجہ ضد بلند آواز سے آمین کہنا باقی نمازیوں کے خشوع میں بھی نقص ڈالتا ہے۔	۴۹۷
۳۱۴	اشتمال الصماء کی تفسیر اور اس سے نہی۔	۴۹۹
۳۱۵	کمبل اوڑھ کر بائیں جانب شانے پر ڈالی جائے تو یہ اشتمال الصماء میں داخل نہیں۔	۵۰۰
۳۱۶	ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ مستحسن ہے۔	۵۰۱
۳۱۷	لباس ستر پہنکر نماز پڑھنا ضروری ہے۔	۵۰۱
۳۱۸	لباس ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو اور باعثِ زینت بنے، مسنون و مستحسن ہے۔	۵۰۱

Marfat.com

نمبر شمار	مسائل	صفحہ
٣١٩	بلاوجہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	٥٠٢
٣٢٠	بحالتِ نماز اگر ٹوپی گر جائے تو عملِ قلیل سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے۔	٥٠٢
٣٢١	عمامہ بمع ٹوپی یا صرف ٹوپی یا صرف عمامہ پہننا، تینوں طریقے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔	٥٠٤-٥٠٣
٣٢٢	عمامہ بمع ٹوپی پہنکر نماز پڑھنے کے بارے مستفتی کی نقل کردہ حدیث کسی کتاب میں نہیں ملی۔	٥٠٥
٣٢٣	مطلقاً عمامہ پہنکر نماز پڑھنے کی فضیلت میں دو ضعیف حدیثیں۔	٥٠٥
٣٢٤	حدیث "ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں" کی بحث۔	٥٠٩-٥٠٦
٣٢٥	قادری ٹوپی، ترکی ٹوپی، جناح کیپ علامتِ اسلام ہیں۔	٥٠٧
٣٢٦	گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعارِ کفر ہیں، ممنوع ہیں۔	٥٠٧
٣٢٧	فقہ کی کسی کتاب میں نہیں کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہنکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ بھی نہیں کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی ضروری ہے۔	٥٠٨
٣٢٨	فضائلِ دعا۔	٥١٠
٣٢٩	تین مرتبہ دعا مسنون ہے۔	٥١٢-٥١١
٣٣٠	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت۔	٥١٣-٥١٢
٣٣١	نماز کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔	٥١٣
٣٣٢	نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔	٥١٣
٣٣٣	نماز میں امام کو تخفیف کرنی چاہئے۔	٥١٦
٣٣٤	دعا وغیرہ کو اتنا لمبا نہیں کرنا چاہئے کہ مقتدی اکتا جائیں۔	٥١٨
٣٣٥	استفتاء، گھڑی کا چین سٹیل یا رولڈ گولڈ وغیرہ کسی دھات کا پہننا کیسا ہے اور	

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
	پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟	۵۱۹
۳۳۶	لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت کو چین کی ممانعت پر دلیل بنانا درست نہیں۔	۵۲۰
۳۳۷	یہ خیال کہ کڑا سکھوں کا شعار ہے لہٰذا چین منع ہے بے جا ہے۔	۵۲۰
۳۳۸	گھڑی کا چین لوہے، تانبے، پیتل کا جائز ہے۔	۵۲۲
۳۳۹	سونے چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چین ناجائز نہیں۔	۱۲۴
۳۴۰	جب یقینی طور پر انسان جان لے کہ فلاں کام اسی وقت میرے ذمہ فرض ہے تو طاقت ہوتے ضرور کرے اگرچہ نماز میں ہو۔	۳۸۰۔۳۸۱
۳۴۱	نماز میں پتہ چلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر پھر جائے۔	۳۸۱
۳۴۲	کسی کو چھت سے گرنے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ ہو اور اس نے نمازی کو فریاد کر دی تو نمازی پر نماز توڑ کر مدد کرنا ضروری ہے۔	۳۸۱
۳۴۳	نابینا کسی اور سمت تحری سے نماز شروع کر دے، بعد ازاں کوئی اسے قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس کی نماز جائز ہے۔	۳۸۸
۳۴۴	مریض بوجہ غلبۂ مرض رکوع سجود اور رکعتوں کا خیال نہیں رکھ سکتا تو اگر کوئی اسے ساتھ ساتھ بتاتا جائے اور وہ اس کے مطابق ادا کرتا جائے تو نماز جائز ہو سکتی ہے۔	۳۸۹
۳۴۵	لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔	۳۹۴
۳۴۶	وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکر حاصل ہو جائے لیکن وہ تکلم نہ کرے، مفسدِ نماز نہیں۔	۳۹۴
۳۴۷	کسی غیر کے کہنے یا آنے سے نمازی کا وہ کام کرنا جو جزوِ نماز نہیں، مفسدِ	

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۳۹۵	نماز نہیں جبکہ وہ کام قلیل ہو۔	
۳۹۶	نمازی کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔	۳۴۸
۳۹۶	نمازی کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے یا تسبیح سے روک سکتا ہے۔	۳۴۹
۳۹۶	نمازی کا پوچھنے والے کو انگلیوں کے اشارے سے بتانا کہ اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں مفسدِ نماز نہیں۔	۳۵۰
۳۹۶-۳۹۷	نمازی سر کے ساتھ ہاں یا نہیں کا اشارہ کر سکتا ہے۔	۳۵۱
۳۹۸	کسی بات کا لفظوں میں جواب دینا مفسدِ نماز ہے مگر جہاں حدیثِ پاک سے بغرضِ اصلاح نماز اجازت ہے وہاں ہرگز مفسد نہیں۔	۳۵۲
۳۹۸	اذکار (سبحان اللہ، الحمد للہ وغیرہ) اگر بغرضِ جواب بولے تو نماز فاسد ورنہ نہیں۔	۳۵۳
۳۹۸	وہ کلام جو جنس اذکار سے نہیں مطلقاً مفسد ہے۔	۳۵۴
	باب القراءة ـــــ ۵۲۳ ـــ ۵۵۰	
۵۲۵-۵۲۶	بڑی سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے قرآن و احادیث و فقہ سے استدلال۔	۳۵۵
۵۲۶	فاتحہ کے بعد سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے۔	۳۵۶
۵۲۸	نماز میں فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا واجب مگر مقتدیوں کو ممنوع ہے۔	۳۵۷
۵۲۸	فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔	۳۵۸
۱۲۵	نمازِ فرض چونکہ اصل میں دو دو رکعت فرض ہوئی تھی لہٰذا آخری رکعتوں میں قراءت ضروری نہیں۔	۳۵۹
۵۲۸	فاتحہ کے بعد مکمل سورت پڑھنا ضروری نہیں۔	۳۶۰
۵۳۵	افضل یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھی جائے۔	۳۶۱

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۳۶۲	نماز میں دوران قرارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔	۵۳۶
۳۶۳	بعد از فاتحہ قرارت میں کوئی آیت دوبارہ پڑھی جائے تو نماز بلا کراہت درست ہے سجدۂ سہو واجب نہیں۔	۵۳۸
۳۶۴	ان تتبعون الا رجلا کی جگہ ان ھٰذہ الا رجلا پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔	۵۳۹
۳۶۵	فرائض کی پہلی رکعت میں بعد والی اور دوسری رکعت میں اول کی سورت اگر قصداً پڑھی تو مکروہ ہے، نوافل و سنن میں مکروہ نہیں۔	۵۴۰
۳۶۶	وتروں کی پہلی دو رکعتوں میں پچھلی اور تیسری میں پہلی سورت قصداً پڑھنا مکروہ ہونا چاہیے۔	۵۴۱
۳۶۷	تراویح میں جب قرآن کریم ختم کرے تو دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورۂ بقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے۔	۵۴۱
۳۶۸	قد رمات حوزبہ الصلوٰۃ کے بعد امام آیت چھوڑ کر دوسری کی طرف منتقل ہو جائے اور کوئی مقتدی لقمہ دے دے تو تحقیق یہ ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ امام لقمہ لے یا نہ لے۔	۵۴۲
۳۶۹	معاذ اللہ انہ ربی کے بجائے معاذ اللہ ربی انہ پڑھا گیا تو نماز درست ہے البتہ اگر قصداً پڑھا تو اچھا نہیں۔	۵۴۲
۳۷۰	قاری کے بھولنے کی چند صورتوں کی وضاحت۔	۵۴۶-۵۴۳
۳۷۱	سورۂ مزمل پڑھتے ہوئے جب خیر الحدوہ تک پہنچا تو آخر سورۂ جمعہ خیر من اللھو الآیۃ پڑھ لیا، اس کی آٹھ صورتیں ہیں، تمام میں نماز درست ہے۔	۵۴۷

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۳۷۲	پہلی رکعت میں سورۂ صف اور دوسری میں البقرۃ کا رکوع پڑھا، اگر قصداً کیا تو مکروہ ورنہ نہیں۔	۵۴۹-۵۵۰
۳۷۳	نمازی کا قراءۃ میں بھول جانا اور غیر نمازی کا لقمہ دینا اس کی متعدد صورتوں کا بیان بمع وضاحتِ فساد و عدمِ فسادِ نماز۔	۳۹۱-۳۹۳
۳۷۴	نمازی قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔	۳۹۳
۳۷۵	حافظ جو کہ بلا دیکھے پڑھ سکے، دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔	۳۹۳
	باب الوتر والنوافل ——— ۵۵۱-۵۸۱	
۳۷۶	مستحب یہ ہے کہ ترویحہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔	۵۵۳
۳۷۷	ہر ترویحہ کے بعد چار رکعتوں کی مقدار ٹھہرنا مستحب ہے، اس وقت تسبیح پڑھے یا قرآنِ کریم یا نفل یا چپ رہے۔	۵۵۴
۳۷۸	نمازِ تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔	۵۵۴
۳۷۹	ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت کی ابتدا میں ثناء اور اعوذ نہ پڑھا جائے اور باقی سنتوں اور نفلوں میں پڑھا جائے۔	۵۵۶
۳۸۰	اگر تراویح اکٹھی چار رکعت پڑھی جائیں تو پہلے التحیات پر درود شریف اور تیسری رکعت میں سبحانک اللھم الخ پڑھا جائے۔	۵۵۷
۳۸۱	محققین کے نزدیک جمعہ کی پچھلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود پاک اور تیسری رکعت کی ابتدا میں ثناء و تعوذ پڑھا جائے۔	۵۵۸
۳۸۲	افضل یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد پہلے چار سنتیں بیک سلام پھر دو سنتیں پڑھی جائیں۔	۵۵۸
۳۸۳	فرض عشاء کی جماعت سے رہ جانے والا وتروں کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔	۵۵۹-۵۶۴-۵۶۶ ۵۶۸-۵۷۱
۳۸۴	اکیلا فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔	۵۶۱

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۳۸۵	دیر سے آنے کے باعث اگر بیس تراویح پوری نہیں کر سکا تو جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے۔	۵۷۱-۵۶۶
۳۸۶	تراویح کا وقت فرضِ عشاء کے بعد صبح صادق تک وتر سے پہلے اور پیچھے ہے۔	۵۶۷
۳۸۷	ایسی کوئی حدیث نہیں کہ نمازِ تراویح میں جبرائیل سامع ہوتے تھے، ایک دن وہ نہ آتے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح نہ پڑھائی۔	۷۳۴
۳۸۸	کسی معتمد کتاب میں یہ نہیں کہ بلا سامع نمازِ تراویح نہیں ہوتی۔	۷۳۴
۳۸۹	نمازِ تراویح کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا ضروری نہیں۔	۳۴۴
۳۹۰	نفل، سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ نمازِ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنت وقت کی یا قیام اللیل کی۔	۳۴۴
۳۹۱	فجر کی سنتیں دوسری تمام سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں، حدیث فجر کی سنتیں ترک نہ کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں۔	۱۲۱
۳۹۲	اجلّہ صحابہ و تابعین فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک ستون یا دیوار وغیرہ کی آڑ میں ادا فرماتے تھے۔	۱۲۲
۳۹۳	یہ ضروری ہے کہ سنتِ فجر کی وجہ سے جماعت کلی طور پر فوت نہ ہو۔	۱۲۲
۳۹۴	مسئلہ مذکورہ میں دلیلِ مخالف اذا اقیمت الصلوٰۃ (الحدیث) کا جواب۔	۱۲۲
۳۹۵	تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کو فرائض و سنن و نوافل میں ادا کرنا اور اس کے علاوہ دیگر متعلقہ احکام کا تفصیلی فتویٰ۔	۵۷۴
۳۹۶	جنب، محدث، مجنون، نائم، سکران، صبی، حائض، نفساء بلکہ کافر آیتِ سجدہ پڑھے تو سامع پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔	۴۵۰
۳۹۷	نفلی نماز کی جماعت اگر تداعی کے بغیر ہو تو مکروہ نہیں۔	۹۷۳-۹۷۱

جلد اول فتاویٰ رضویہ

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
	باب سجدۃ السہو ـــــ ۵۹۷-۵۸۳	
۵۸۶	نمازِ جمعہ وعیدین میں ترکِ واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے، قولِ متاخرین کی وضاحت۔	۳۹۸
۵۸۸-۵۸۷	فاتحہ کے بعد سورت یا اس کے عوض آیات اگر سہواً نہ پڑھی جائیں تو نماز ہوگئی البتہ ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے۔	۳۹۹
۵۸۹	سجدۂ سہو کے متعلق فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے کہ ایک سلام کے بعد ہو یا دو کے، بہتر ایک سلام کے بعد ہے۔	۴۰۰
۵۹۰	فاتحہ کے بعد امام چار آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا، لقمہ دیا گیا جو اسے سمجھ نہ آیا، وہ آیت چھوڑ کر آگے کی طرف منتقل ہوگیا تو نماز درست ہے، سجدۂ سہو نہیں۔	۴۰۱
۵۹۲	اصح یہ ہے کہ جہری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھنے پر سجدۂ سہو لازم ہوجاتا ہے۔	۴۰۲
۵۹۴	عید کی تکبیریں سہواً رہ جائیں تو سجدۂ سہو سے نماز کامل ہوجاتی ہے۔	۴۰۳
۵۹۶	پہلی رکعت میں امام نے قراءت شروع کردی، بعد لقمہ تکبیرات کہیں اور دوسری رکعت میں سہواً چار تکبیریں کہہ دیں، سجدۂ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی۔	۴۰۴
	باب صلوٰۃ المسافر ــــ ۶۱۵-۵۹۹	
۶۰۱-۵۸۴	مسافر قعدۂ اولیٰ بیٹھ کر چار رکعت پوری پڑھادے تو اس کی نماز اور مقیم مقتدیوں کی نماز کا حکم۔	۴۰۵
۶۰۳	مسافر نے مقیم کی اقتدا میں نماز شروع کرکے توڑ دی تو اب دو رکعت پڑھے یا چار؟	۴۰۶
۶۰۵	جنگی قیدی چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کریں۔	۴۰۷
۱۲۵	مجاہد سفر وحضر میں دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے۔	۴۰۸

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۴۰۹	آیات واحادیث وکلامِ فقہاء سے مبرہن فتوٰے کہ مسافر کے لئے ادائے سنن مستحسن ومسنون ہے۔	۶۰۶-۶۱۵
	بابِ صلوٰۃ الجمعۃ والعیدین ——— ۶۱۷-۶۷۸	
۴۱۰	رسالہ "انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ" — رسالہ "انوار التعن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکادولہ"	۶۱۸-۶۵۴
	(نوٹ) اس رسالہ میں تیرہ مختلف مسائل ہیں، ان میں مسئلہ اولٰی یہ ہے کہ جمعہ کے لئے شہرِ جامع شرط ہے۔	
۴۱۱	حنفی مذہب میں نہ چھوٹے گاؤں میں نمازِ جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ بڑے شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو۔	۶۲۱
۴۱۲	تمام اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ آیتِ جمعہ میں امرِ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔	۶۲۱-۶۲۲
۴۱۳	حضرتِ علی رضی اللہ عنہ سے حدیث کے مطابق جمعہ کیلئے جامع شہر کی شرط ہے۔	۶۶۲
۴۱۴	مخالفین کی دلیل "حدیثِ جواثی" کا جواب۔	۶۲۳-۶۲۴
۴۱۵	چند احادیث سے اِس بات کا ثبوت کہ اہلِ عوالی جمعہ مدینہ طیبہ میں پڑھا کرتے تھے	۶۲۵-۶۲۶
۴۱۶	متعدد اجمالی وتفصیلی فتوٰے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں شہروں میں ضروری ہے۔	۶۵۴-۶۶۶
۴۱۷	مسجد کا پختہ ہونا اور گاؤں کا شہر نما ہونا جمعہ کے لئے مجوّز نہیں۔	۲۹۷
۴۱۸	گاؤں میں فرضیتِ جمعہ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا ائمہ عظام وصحابہ کرام کو کافر کہنے کے مترادف ہے۔	۶۵۹
۴۱۹	اگر کوئی بزعمِ خود دیہات میں جمعہ پڑھے تو فرضِ ظہر ضرور ادا کرے۔	۶۶۱
۴۲۰	جمعہ پڑھنے کی شرائط۔	۶۶۳

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۴۲۱	احتیاط الظہر بعض وجوہ کی بنا پر صرف خواص کے لئے مستحب ہے۔	۶۶۵
۴۲۲	عورتیں نمازِ عیدین میں شریک نہیں ہوسکتیں۔	۶۶۷
۴۲۳	گاؤں میں نمازِ عید نہیں بلا تکبیرات نفل بجماعت پڑھے جاسکتے ہیں۔	۶۷۱-۶۷۰
۴۲۴	جنگی قیدیوں پر نمازِ عید لازم نہیں۔	۶۰۵
۴۲۵	خطبۂ جمعہ فرض اور شرطِ جواز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے جائز نہیں۔	۵۹۵
۴۲۶	صرف ذکر اللہ سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور قراءۃِ قرآن سے بھی۔	۵۹۵
۴۲۷	دوسرا خطبہ، دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا، تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنا، حمد و ثنا، اور صلوٰۃ کے ساتھ شروع کرنا نیز خلفاء راشدین کا ذکر کرنا خطبہ کے سنن و مستحبات ہیں۔	۵۹۵
۴۲۸	تمام خطبہ عربی زبان میں ہونا سنتِ متواترہ ہے، اس کا خلاف برا ہے۔	۵۹۵
۴۲۹	خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے۔	۶۷۴
۴۳۰	خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنے والا لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے۔	۳۰۰
۴۳۱	بوقتِ خطبہ قوم کے لئے امام کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔	۳۰۱
۴۳۲	قراءت و خطبہ میں تقبیلِ ابہامین سے اجتناب چاہئے۔	۳۰۷
۴۳۳	داڑھی منڈوانے والے کی باجازت خطیب صاحب تقریر کی وجہ سے بارش کا چلا جانا اور جمعہ چھوڑنا خود قابلِ نفرت ہے۔	۶۷۸

مسائلِ شتّٰی ——— ۷۲۷—۷۳۴

شمار	مسائل	صفحہ
۴۳۴	نمازی کے سامنے اتنا دور سے گزرنا جائز ہے کہ باخشوع جب جائے سجدہ پہ نظر رکھے تو اس پر نظر نہ پڑے۔	۶۹۵

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۴۳۵	نماز کو "پیشانی رگڑنے" کا نام دینا اور اس سے استہزاء بدترین حرام ہے۔	۷۲۹
۴۳۶	لہجۂ استہزاء میں اللہ اکبر کہنا گناہ اور بے ادبی ہے۔	۷۳۱
۴۳۷	پابندیٔ صوم و صلوٰۃ و لحیہ کی وجہ سے مخول کرنا حرکتِ کفریہ اور توہینِ شریعت ہے۔	۷۳۲
	باب الجنائز ——— ۶۷۹-۷۲۵	
۴۳۸	بالکل چھوٹا بچہ نر ہو یا مادہ اسے مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔	۶۸۱
۴۳۹	اقسامِ خنثیٰ کی مکمل تشریح۔	۱۱۹
۴۴۰	اُن علامتوں کا بیان جن کی موجودگی میں خنثیٰ کو مرد کا حکم ہے۔	۳۶۲
۴۴۱	خنثیٰ مرد کو مردوں کا اور خنثیٰ عورت کو عورتوں کا حکم ہے۔	۱۲۰
۴۴۲	خنثیٰ مشکل کو غسل یا تیمم کرانے کی صورتیں۔	۱۲۱
۴۴۳	نمازِ جنازہ کی جن دعاؤں میں ضمیروں کی تذکیر و تانیث کا فرق ہے، خنثیٰ مشکل کے لئے مذکر ضمائر لائی جاتی ہیں۔	۱۲۱
۴۴۴	غلبۂ تذکیر کی وجہ سے خنثیٰ مشکل کہا جاتا ہے، خنثیٰ مشکلہ نہیں کہا جاتا۔	۱۲۱
۴۴۵	خنثیٰ مشکل کو دفن کرتے وقت عورتوں کی طرح پردہ کیا جائے۔	۱۲۱
۴۴۶	اس امر کا بیان کہ جنازہ و غسل میں خنثیٰ کو مرد شمار کیا جائے یا عورت نیز یہ کہ خنثیٰ مشکل کا حکم کیا ہے؟	۵۴۹
۴۴۷	ایسا مرد جو مصنوعی خُسرہ بن جائے، غسل و جنازہ وغیرہ میں مرد ہی ہے۔	۵۴۹
۴۴۸	کلمہ گو زانیہ کا جنازہ پڑھا جائے۔	۶۸۱
۴۴۹	ایسے شخص کا جنازہ فرض ہے جو عمر بھر سنّیوں کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور اس کا بدعقیدہ ہونا شرعی شہادت سے ثابت نہیں۔	۶۸۴
۴۵۰	روزہ کی حالت میں مرنے والے کا جنازہ دوسرے اہلِ اسلام کی طرح ہے۔	۱۱۶

فتاویٰ رضویہ جلد اول

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۴۵۱	ہر نیک و بد مسلمان کا جنازہ پڑھا جائے۔	۱۱۸
۴۵۲	خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے۔	۱۱۹
۴۵۳	ہر مسلمان کا جنازہ لازم ہے البتہ ڈاکو یا باغی جو ڈکیتی یا بغاوت کے دوران قتل ہو جائے یا ایسا شخص جو اپنے باپ یا ماں کا قاتل ہو ان کا جنازہ نہ پڑھایا جائے۔	۵۲۹
۴۵۴	زنا یا چوری وغیرہ کو حلال جاننے والا شخص مسلمان ہی نہیں لہٰذا نہ تو اس کا جنازہ ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے۔	۵۲۹
۴۵۵	بلا رکوع و سجود نماز پڑھنے والے اور قرآنِ پاک کے ۴۵ پاروں کے قائل کا جنازہ سنیوں کو پڑھنا جائز نہیں۔	۶۸۶
۴۵۶	سنیوں کے جنازہ میں شیعہ کی شمولیت سے اجتناب کیا جائے۔	۶۸۸
۴۵۷	حدیث من صلّی علیٰ میت کی تشریح میں عبارتِ کبیری کی توضیح۔	۶۹۱-۶۸۹
۴۵۸	نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد فوراً دونوں ہاتھ کھول کر سلام کہے، نمازِ جنازہ میں چوتھی تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ چھوڑ دے پھر دونوں طرف سلام کہے۔	۲۷۵
۴۵۹	نمازِ جنازہ میں امام کے ساتھ ہنسی مخول کا حکم۔	۶۹۳
۴۶۰	بلا جنازہ یا بلا تکمیلِ غسل دفن کیے گئے کا جنازہ قبر پر پڑھنا فرض ہے۔	۶۹۵
۴۶۱	بلا ولیِ اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کیے گئے کی قبر پر ولیِ اقرب جنازہ پڑھ سکتا ہے۔	۶۹۵
۴۶۲	قبرستان کے سامنے یا درمیان نمازِ جنازہ کی متعدد صورتیں اور ان کے الگ الگ احکام بہ تفصیلِ تام نیز نجاست بلا حجاب یا بہ حجاب قریب ہونے کے احکام۔	۷۰۱-۶۹۵
۴۶۳	نمازِ جنازہ کے فوراً بعد اور تدفین سے فارغ ہو کر قبرستان کے باہر چالیس قدم کچھ	
۴۶۴	دعا مانگنے کے جواز میں آیات و احادیث و اقوالِ ائمہ کے عموم سے ثبوت۔	۷۱۱-۷۰۱
۴۶۵	بالخصوص دعا بعد جنازہ کا صراحۃً ثبوت۔	۷۰۲

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۴۶۶	بالخصوص دفنِ میت کے بعد دعار کا حکم۔	۴۰۶
۴۶۷	سات دن تک میت کی طرف سے طعام کھلانے کا ثبوت۔	۴۰۷-۴۰۸
۴۶۸	دعار بعد جنازہ۔	۴۱۲
۴۶۹	اگر قبرستان مشرق کی طرف ہے تو جنازہ لے جاتے ہوئے پاؤں جانب قبلہ کئے جائیں یعنی میت کا سر آگے رہے۔	۴۱۳-۴۱۸
۴۷۰	قطب شمالی کی طرف منہ کرکے قضار حاجت یا پاؤں کرکے سونا یا وقتِ غسل، میت کے پاؤں کرنا، جائز ہے۔	۴۱۳-۴۱۴
۴۷۱	میت کے لئے ایک قبر تیار کی گئی لیکن اسے دوسری قبر میں دفن کیا گیا تو پہلی قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کسی اور میت کو اس میں دفن کردیا جائے۔	۴۲۰-۴۲۱
۴۷۲	مزار تنگ ہونے کی وجہ سے صاحبِ مزار کو قبر سے نہ نکالا جائے۔	۴۲۱
۴۷۳	تکمیلِ دفن کے بعد قبر اکھیڑنا، میت باہر نکالنا ممنوع و حرام ہے۔	۴۲۱
۴۷۴	میت کو امانت رکھنا پھر نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا منع ہے۔	۴۲۲
۴۷۵	اسی مضمون کا ایک اور فتویٰ۔	۴۲۳-۴۲۴
۴۷۶	قبر پر پھول، خس اور ماش وغیرہ ڈالنا مباح ہے۔	۴۲۴
	فوائد متعلقہ اصولِ فقہ و حدیث و فتویٰ	
۴۷۷	کتاب و سنت کا اطلاق حجت ہے۔	۱۱۶
۴۷۸	شرعاً اطلاق اتنا قوی ہوتا ہے کہ خصوصِ سبب یا خبرِ واحد اور قیاس سے بھی مرتفع نہیں ہوتا۔	۳۱۸
۴۷۹	عموم و اطلاق سے استدلال زمانۂ صحابہ سے آج تک علمار میں شائع ذائع ہے۔	۴۳۳
۴۸۰	نفیِ ورودِ حدیث نفیِ وجود نہیں۔ نفیِ صحیح نفیِ حسن و ضعیف نہیں اور نفیِ مرفوع نفیِ موقوف نہیں۔	۳۰۶

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۴۸۱	فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہے۔	۱۲۳-۳۰۴ ۵۰۵
۴۸۲	حدیثِ موقوف حجت ہے۔	۳۰۶
۴۸۳	استحباب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہوجاتا ہے۔	۳۰۶
۴۸۴	حدیثِ مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔	۳۳۵
۴۸۵	حضور کا فعلِ صحابی پر مطلع ہوکر منع نہ فرمانا دلیلِ جواز ہے۔	۴۴۳
۴۸۶	حکایتِ فعل مثبت عام نہیں ہوتی۔	۴۴۳
۴۸۷	فعلِ مثبت کے افرادِ متماثلہ میں قیاساً جواز ثابت ہوسکتا ہے۔	۴۴۴
۴۸۸	صورِ عمومِ بلوٰی میں کسی حدیث کا بطورِ خبرِ واحد ہی پایا جانا انقطاعِ معنوی کی دلیل ہے۔	۴۷۵
۴۸۹	دیانات میں خبرِ واحد معتبر ہے۔	۴۷۸
۴۹۰	زیادۃ الثقۃ مقبولۃ۔	۶۰۹
۴۹۱	صحابی کا کنا نفعل فرمانا حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہے۔	۶۱۲
۴۹۲	شانِ نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عمومِ لفظ ہوتا ہے۔	۱۵۹-۲۰۰
۴۹۳	فتوٰی امامِ اعظم کے قول پر دیا جائے پھر امامِ ابو یوسف کے قول پر۔	۱۶۷
۴۹۴	ان الفاظ کا بیان جو مختلف فیہ مسائل میں ترجیح وافتاء پہ دال ہیں۔	۱۶۷
۴۹۵	اس کا بیان کہ الفاظِ افتاء میں سے کونسا لفظ کس پر مقدم ہے۔	۱۶۸
۴۹۶	بہ یفتی، الفتوٰی علیہ سے زیادہ مؤکد ہے مع وجہِ فرق۔	۱۶۸
۴۹۷	قولِ مرجوح کے ساتھ فتوٰے دینا جہل اور اجماع کی مخالفت ہے۔	۱۸۰-۲۰۳
۴۹۸	اختلافی مسائل میں مفتی کو ارفق واصلح قول پر فتوٰے دینا چاہیے۔	۲۰۳
۴۹۹	منقول کے خلاف بحث معتبر نہیں۔	۲۵۷
۵۰۰	مافی المتون مافی الشروح سے اور مافی الشروح مافی الفتاوٰے سے مقدم ہے۔	۲۲۸-۲۵۷ ۵۶۰

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۵۰۱	قنیہ اور اس کے مصنف زاہدی اور قہستانی پر تبصرہ۔	۵۶-۲۵۷
۵۰۲	سراج وہاج ضعیف وغیر معتبر کتاب ہے۔	۴۳۷
۵۰۳	درمختار، نہر، شرح عینی، الاشباہ والنظائر، قہستانی سے فتوٰے کا بیان۔	۲۹۴
۵۰۴	کبھی ایک مصنف کی غلطی کی وجہ سے بیس کتابوں میں غلطی آجاتی ہے۔	۲۹۴-۲۹۳ ۶۷۶-۴۰۷
۵۰۵	فتاوی رضویہ میں صرف خانیہ پر اُنیس صد سے زیادہ تطفلات مذکور ہیں۔	۶۷۶
۵۰۶	"اصل" امام محمد علیہ الرحمہ کی کتاب کا نام ہے۔	۲۷۰
۵۰۷	مفہوم مخالف روایات میں معتبر ہے۔	۳۰۶
۵۰۸	اشیاء میں اصل اباحت ہے۔	۴۵۶-۳۰۴ ۴۷۷-۴۲۷-۵۱۹
۵۰۹	کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی بلا دلیل خاص ثابت نہیں ہوسکتی۔	۲۶۲
۵۱۰	ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔	۲۶۲
۵۱۱	تحقیقِ کامل کے سوا کسی چیز کو حرام یا مکروہ ماننے میں احتیاط نہیں بلکہ احتیاط اس کے مباح ماننے میں ہے۔	۴۹۷-۴۵۲
۵۱۲	بلا علم فتوٰے دینے کے متعلق دو حدیثیں۔	۱۱۸
۵۱۳	ہر زمانہ میں اس زمانہ والوں کا عرف معتبر ہے۔	۲۱۳
۵۱۴	ثابت بالعرف، ثابت بالنص کی مانند ہوتا ہے۔	۲۱۳
۵۱۵	لفظِ "لا" جیسے حرام ومکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے یونہی مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولٰی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔	۵۶۲
۵۱۶	مکروہِ تنزیہی حرام کا مقابل اور جائز ہوتا ہے۔	۶۷۲
۵۱۷	مکروہِ تحریمی سے بچنا واجب ہے۔	۶۷۲
۵۱۸	بلا دلیلِ خاص شرعی کسی شے کو حرام ومکروہ کہنا جھوٹ وحرام ہے۔	۳۷۲

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۵۱۹	بلا تحقیق و ثبوتِ کامل حرام و مکروہ کہنا افترا ہے۔	۳۷۳
۵۲۰	قوی گمان ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں۔	۳۷۳
۵۲۱	اطلاق مطلق بمنزلہ نص ہے۔	۳۷۴
۵۲۲	فرض و حرام ایسی آیت یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنیٰ پر طلبِ جازم کے ساتھ یقینی طور پر دلالت کرے۔	۴۱۶
۵۲۳	رعایت خلاف کے لئے کام کرنے کے استحباب کے مراتب دلیل مخالف کے قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہیں۔	۴۲۴
۵۲۴	ترکِ مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔	۴۲۷
۵۲۵	المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات۔	۳۰۵
۵۲۶	معارضہ خلافِ اصل ہے جب تک تطبیق ممکن ہو معارض کا حکم نہ کیا جائے۔	۲۹۰
۵۲۷	حقیقت ہی اصل ہے جب تک اس سے مانع نہ ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔	۳۲۸
۵۲۸	اسماء و عنوانات کا اختلاف جبکہ معنون و مسمّٰی ایک ہو قطعاً مضر نہیں۔	۳۲۸-۳۲۷
۵۲۹	مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے سوا فتوےٰ دے تو اس کے فتوےٰ کو نہ دیکھا جائے	۴۳۸
۵۳۰	بدعتِ حسنہ کی چند قسمیں۔	۴۴۴-۴۴۳
۵۳۱	بدعتِ سیّئہ کی تعریفیں۔	۴۴۶

متفرقات

شمار	مسائل	صفحہ
۵۳۲	بھیڑ وغیرہ سے بدفعلی کے ثبوت کے لئے دو ایسے شاہد ضروری ہیں جنہوں نے فعلِ بد کا بعینہٖ مشاہدہ کیا ہو۔	۵۹۲
۵۳۳	بکری وقتِ مقرر سے پہلے بچہ گرا دے یا بلا حمل ہی دودھ اُتر آئے تو وہ دودھ حلال ہے۔	۵۹۳
۵۳۴	بکرے یا مینڈھے کا دودھ اتر آئے تو وہ حلال ہے۔	۵۹۳

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۵۳۵	قتل کی دھمکی، بھوک، پیاس اور غشی کی تفصیلِ تام کہ کن صورتوں میں روزے کا افطار مباح ہے اور کن صورتوں میں ضروری ہے۔	۱۱۶-۱۱۹
۵۳۶	بحالتِ روزہ، موت کے فضائل میں دو حدیثیں۔	۱۱۷
۵۳۷	روزے کی نیت کا وقت ضحوۃ الکبریٰ تک ہے یا زوال تک، فقہائے کرام کی مختلف عبارتیں بمع وجہِ اختلاف۔	۲۵۲-۲۵۴
۵۳۸	مسئلۂ مذکورہ کے متعلق ضروری تنبیہ۔	۲۵۴
۵۳۹	قربانی کی کھالیں اور گوشت غنی یا غریب کو دیا جا سکتا ہے جبکہ بطورِ مزدوری نہ ہو۔	۱۸۵
۵۴۰	فقیر مالِ زکوٰۃ کا مالک بن جانے کے بعد اسے تعمیرِ مسجد پر خرچ کر سکتا ہے۔	۱۸۸
۵۴۱	جنگی قیدیوں پر ماہِ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، ماہِ رمضان ہی میں رکھیں تو بہتر، رخصت پر عمل کریں تو جائز، زوالِ عذر کے بعد قضاء لازم ہوگی۔	۶۰۵-۶۰۶
۵۴۲	سفرِ حج والے کے پاس پورا خرچ نہیں تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن اسے سوال کی اجازت نہیں۔	۵۵۰
۵۴۳	بیع میں کوئی معیارِ قیمت معین نہیں کہ اس کی خلاف ورزی سے فساد لازم آئے، صرف باہمی رضامندی کافی ہے۔	۱۹۲
۵۴۴	اصحابِ صفہ کی تعداد تقریباً چار صد تھی۔	۲۰۰
۵۴۵	شعر اگر اچھے کلام و فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔	۲۱۶
۵۴۶	حضرتِ حسان کے چند اشعار۔	۲۱۷
۵۴۷	بری بات کو حج سے تشبیہ دینا اور حج، مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ سے استہزاء صریح کفر ہے	۲۱۹
۵۴۸	بطورِ استہزاء یا استخفاف کلمۂ کفر کہنا کفر ہے گو متکلم کا وہ اعتقاد نہ ہو۔	۲۱۹
۵۴۹	احکامِ شرع سے استہزاء کفر ہے۔	۲۱۹

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۵۵۰	حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔	۲۱۹
۵۵۱	بے نکاح عورت اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔	۲۱۹
۵۵۲	زنا بہت بڑا جرم ہے۔	۲۱۹
۵۵۳	زنا کی بہت بڑی سزا ہے جو حکامِ اسلام کا کام ہے، لوگوں کو چاہیئے کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسے شخص کو توبہ کرنے پر مجبور کریں یا اس سے الگ تھلگ ہو جائیں۔	۲۱۹
۵۵۴	بیوی کے مرنے کے فوراً بعد اس کی ہمشیرہ سے نکاح ہو سکتا ہے۔	۴۱۷
۵۵۵	داڑھی منڈوانے والا صحیح روایات سے وعظ کرے تو جائز ہے۔	۴۶۸
۵۵۶	داڑھی منڈوانا سخت گناہ ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے سید ہونے میں فرق نہیں پڑتا۔	۴۶۸
۵۵۷	صحیح النسب سُنی سادات اہلِ سنت کے سروں کے تاج ہیں۔	۴۶۸
۵۵۸	سادات کو چاہیئے کہ حضرات ائمۂ اطہار رضی اللہ عنہم کی طرح شریعت کے مطابق داڑھی رکھیں۔	۴۶۸
۵۵۹	شرعاً داڑھی کا مشت بھر رکھنا واجب ہے۔	۳۵۰
۵۶۰	مسوڑھے سے خون نکالنا مفسدِ روزہ نہیں۔	۳۵۰
۵۶۱	حضرتِ اویس قرنی کے والد کا نام عامر ہے۔	۳۵۰
۵۶۲	عشر یا نصف العشر مکمل پیداوار سے لیا جاتا ہے۔	۳۵۰
۵۶۳	عالم عامل کامل ولی صاحبِ کرامات کو مظہرِ اعجازِ نبوت کہنا جائز ہے۔	۳۵۲
۵۶۴	سونے کی انگوٹھی مرد کو سفر و حضر میں حرام ہے۔	۴۱۸-۴۱۹
۵۶۵	شرعاً پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ احتلام نہ آئے۔	۳۵۵-۳۵۹

جلد اول
فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۵۶۶	نکاح رجسٹرار بننا کیسا ہے؟	۳۶۱
۵۶۷	حلتِ ذبیحہ کے لئے ذابح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔	۲۶۹
۵۶۸	ولد الزنا جبکہ مسلمان سمجھ دار ہے تو اس کا ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے۔	۲۶۹
۵۶۹	بدمذہبوں کے جلسوں میں جانا حرام ہے مگر مناظرہ وغیرہ کے لئے جائز ہے۔	۳۱۱
۵۷۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کرنے والا بے ایمان مرتد ہے۔	۳۱۵
۵۷۱	مرتد کا کفر، یہود و نصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں کے کفر سے زیادہ بُرا ہے۔	۳۱۵
۵۷۲	کفر کا لغوی اور شرعی معنےٰ۔	۳۱۵-۳۱۶
۵۷۳	مردار گائے یا بھینس کا چام اتار کر رنگنے کے بعد بیچنا جائز ہے۔	۳۱۶
۵۷۴	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں کلماتِ بے ادبی بولنا خبثِ باطنی کی دلیل ہے۔	۳۱۹
۵۷۵	حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیاء و رسل کے بعد افضل البشر ہیں۔	۳۲۰
۵۷۶	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں۔	۳۲۰
۵۷۷	فرمانبردار بیوی کو سفرِ حج میں ساتھ لے جانا اور بے فرمان کو نہ لے جانا گناہ نہیں، حج جائز ہے کارِ ثواب ہے۔	۳۲۲
۵۷۸	لڑکیوں کے عوض روپیہ لینا رشوت ہے۔	۳۲۳
۵۷۹	زنا کا بہتان لگانے والے کی سزا قرآن کریم نے اسّی کوڑے مقرر فرمائی۔	۳۲۵
۵۸۰	علاج کے لئے باؤلے کتے کے جگر کا حکم۔	۳۲۷
۵۸۱	عدت میں نکاح کرنے سے نکاح خواں کا نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟	۳۲۹
۵۸۲	داڑھی منڈانا حرام ہے۔	۴۹۴
۵۸۳	داڑھی مشت بھر رکھی جائے۔	۴۹۴
۵۸۴	چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے جبکہ زنانہ یا فاسقانہ طرز کی نہ ہو۔	۵۲۰

Marfat.com

شمار	مسائل	صفحہ
۵۸۵	مرد زنانہ طرز کا اور عورت مردانہ طرز کا جوتا نہ پہنے۔	۵۲۰
۵۸۶	عینک، چھڑی، مایہ لگی ہوئی دستار اور اچکن وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔	۵۲۱
۵۸۷	آیت سجدہ تلاوت کرنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔	۳۸۳
۵۸۸	اہل اللہ کے عرس کا جواز۔	۶۳۰
۵۸۹	زیارت قبور کا جواز۔	۶۳۱-۶۳۰
۵۹۰	مسلمانوں کے اجتماع کا فائدہ۔	۶۳۱
۵۹۱	صاحب عرس سے استمداد کا جواز۔	۶۳۱
۵۹۲	ملاقات، سلام اور مصافحہ کے فوائد۔	۶۳۲
۵۹۳	ضرورت تبلیغ۔	۶۳۲
۵۹۴	نیک کام کے لئے وقت مقرر کرنا۔	۶۳۳
۵۹۵	کھلے بندوں قوالی غیر مشروع ہے۔	۶۳۹
۵۹۶	گھڑولی منع ہے۔	۶۳۹
۵۹۷	طعام حاضر رکھ کر پڑھنا شرعاً جائز ہے۔	۶۳۹
۵۹۸	ساتواں پہلم جب کہ ورثاء بطیب خاطر کریں اور ان میں سے کوئی یتیم و غیر حاضر نہ ہو مستحب ہے۔	۶۴۳
۵۹۹	قبر کا اوپر سے پختہ بنانا اور روضہ بنانا بہ نیت صالحہ ہو تو جائز ہے۔	۶۴۳
۶۰۰	حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا روضہ بنایا۔	۶۴۵
۶۰۱	معظم شرعی کے ہاتھ پاؤں چومنے کا ثبوت۔	۶۴۵
۶۰۲	جواز استعانت و استمداد بالمخلوق کا ثبوت۔	۶۴۶
۶۰۳	خاص استمداد و امداد بعد از موت کا ثبوت۔	۶۴۸

Marfat.com

صفحہ	مسائل	شمار
۳۶۳	اگر پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔	۶۰۴
۳۶۳	مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالمِ دین، سُنی اور پابندِ شریعت ہو۔	۶۰۵
۶۶۷	داڑھی رکھنا ضروری ہے۔	۶۰۶
۶۶۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منافقوں کی شرارتوں پر مطلع ہو جاتے تھے۔ آپ جیسا آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔	۶۰۷
۶۸۴	شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور وہ بھی پابندِ شرع ہوں۔	۶۰۸
۶۸۴	درست نیت سے " اے علی مرتضٰے مجھے بخش دے!" کہنا جائز ہے۔	۶۰۹

تمت الفهرس

Marfat.com

تأثرات

Marfat.com

تقریظ سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید احمد سعید کاظمی
صدر مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان
صدر مرکزی تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان
مہتمم و شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان

فون | مدرسہ : 30429
| رہائش : 76861
شاداب کالونی
پولیس لائنز روڈ ۔ ملتان

تاریخ لغرة جمادی الاخری
سنة ١٤٠٣هـ

الحمد لله الذی نور الآفاق والاقطار واستنار
بنوره عالم الانوار والصلوٰة والسلام علی حبیبه
سید الابرار نور الانوار محمد المختار و
آله وصحبه الاخیار وبعد فیقول العبد الفقیر
الی المولی القدیر احمد سعید الکاظمی الحقیر قد
طالعت من بعض المقامات "الفتاوی النوریة"
لاعظم الفقهاء الحبر العلامة فضیلة الشیخ
الحاج استاذ العلماء مولانا ابی الخیر محمد نور الله
النعیمی القادری لازالت شموس علومه بازغة وامطار
فیوضه هاطلة فوجدتها مزینة بالجزئیات الفقهیة مؤیدة
بالدلائل القویة موشحة بالعبارات الانیقة فجزاه الله عنا و
عن سائر المسلمین جزاء حسنا موافیا للنعمه مکافیا لفضله و
امتعنا بطول بقائه بمنه وکرمه نمقت الکلمات ارتجالا کما
طالعت الکتاب استعجالا وصلی الله تعالی علی حبیبه وآله وصحبه و
امناء دینه وعلماء شریعته اجمعین وانا الفقیر المدعو باحمد سعید الکاظمی
عفی له ولوالدیه المولی القوی

Marfat.com

ترجمۂ تقریظِ سعید

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے زمین و آسمان کے اطراف و اکناف کو منور فرمایا اور جس کے نور سے عالمِ انوار مستنیر اور روشن ہوا اور اس کے حبیبِ خاص جو نیکیوں کے سردار، منبع انوار، در محمد مختار ہیں اور ان کی آل و برگزیدہ اصحاب پر تمام رحمتیں اور سلامتی نازل ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد قدرت والے مولیٰ کا عاجز و محتاج بندہ احمد سعید کاظمی کہتا ہے کہ تمام فقہاء سے عظیم تر، بہت زیادہ علم والے عالم، پیشوا، استاذ العلماء الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری (ان کے علوم کے سورج ہمیشہ چمکتے رہیں اور فیوض کے چاند ہمیشہ طلوع رہیں) کے فتاوٰے نوریہ کے بعض مقامات کا اچھی طرح مطالعہ کیا تو اسے جزئیاتِ فقہیہ سے مزین، مضبوط دلائل کے ساتھ مؤید اور نفیس عبارات سے آراستہ پایا، اللہ تعالےٰ ان کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ایسی بہترین جزا عطا فرمائے جو اس کی نعمتوں اور فضل کے برابر اور مساوی ہو اور اپنے کرم و احسان سے ان کی درازیٔ حیات کے ساتھ ہمیں نفع عطا فرمائے۔

میں نے یہ کلمات و سطور جلدی میں لکھی ہیں جیسے اس کتاب کا جلدی میں مطالعہ کیا، اللہ تعالےٰ اپنے حبیبِ خاص پر اور آپ کی آل پر، آپ کے صحاب، آپ کے دین کے امانتداروں اور آپ کی شریعت کے تمام علمائ پر رحمتیں بھیجے

فقیر احمد سعید کاظمی

اسے اور اس کے والدین کو قوت والا مولیٰ اپنی مغفرت سے نوازے۔

Marfat.com

وقت مجدِّد

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی
چشتی گولڑوی مدظلہ العالی، بندیال ضلع سرگودھا

اَلحَمدُ لِاَهلِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَهلِهِمَا اَمَّا بَعدُ:

ابتدائے آفرینشِ انسان سے رحمانی اور شیطانی قوتوں کی باہمی آویزش رہی ہے۔ ہر دور میں ہر قوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، ہابیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نمرود۔ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا تو سید الانبیاء کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابو جہل سے ہوا اور پھر ہر صدی سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجددین کی ایک جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مبطلین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔ علماء نے ان مجددین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گذشتہ صدی کے

Marfat.com

آخر اور آئندہ صدی کے اوّل میں ان کے علم ورشد وہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا العلامہ ابی الخیر شیخ الحدیث فقیہ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں (مجدد ہونے کی) یہ علامت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

یہ فقیر محرر ایں سطور ایک مدرس ہے۔ تدریس کے بغیر دیگر کسی علمی شغل سے قاصر ہے لیکن فقیہ اعظم رحمۃ اللہ باوجود اس امر کے کہ ان کی صحت قابل رشک نہ تھی، بے شمار صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بندہ یہاں آپ کی چند صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے:

اول

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی عالیشان تعمیر اور بہت بڑا کتب خانہ۔

دوم

اس دارالعلوم میں سینکڑوں دینی طلبا کی رہائش، کتابوں اور خورد و نوش کا انتظام یعنی فقیہ اعظم اس عظیم دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ تھے اور کسی دارالعلوم کی نظامت اتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ دوسری طرف توجہ بہت مشکل ہے۔

سوم

حضرت فقیہ اعظم اس دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے۔

چہارم

آپ بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی معمول عام تھا۔

پنجم

چونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لئے مریدین و متوسلین کا ایک عظیم حلقہ رکھتے تھے اور متوسلین کی رشد و ارشاد کا بھاری بوجھ بھی آپ کے کاندھوں پر تھا۔

ششم

تبلیغ دین کے لئے جلسوں اور کنونشنوں میں تشریف لے جاتے اور سامعین کو محظوظ فرماتے۔

Marfat.com

ہفتم

اہلِ سنت کی سیاسی اور مذہبی تنظیموں میں مجلس عاملہ اور شوریٰ کے رکن تھے۔

ہشتم

اکثر علماء و مشائخ کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برائے نام عالمِ دین اور بادنیاوی علوم سے بہرہ ور لیکن فقیہ اعظم نے اپنے تمام بیٹوں کو علمِ دین کی اعلیٰ تعلیم دی۔

نہم

حضرت فقیہ اعظم یک بلند پایہ مصنف بھی تھے چنانچہ فتاویٰ نوریہ اس کی بہترین مثال ہے۔ فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے آپ کا تبحرِ علمی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ سائل نے اگر سوال میں اجمال سے کام لیا ہے تو مفتیٔ اعظم نے سوال کی تمام شقوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاویٰ نوریہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، ہو سکتا ہے کہ فتاویٰ کے بعض مسائل پر بعض علماء کو خلاف یا اختلاف ہو لیکن اکثر مسائلِ باصواب کی داد دینی ہی پڑتی ہے کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر یہ خلاف اور اختلاف ہوتا آیا ہے، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

فان رد فقد رد قبلی الوف
کل واحد منهم يقابل بصفوف

"یعنی میری تحقیق اگر رد کر دی گئی تو کوئی غم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل ہزاروں کو رد کر دیا گیا اور یہ ہزار بھی ایسے تھے کہ ہر ایک تن تنہا صفوں کا مقابلہ کرتا تھا۔"

اس وقت دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے ناظم علیٰ مولانا الحاج مولوی محمد محب اللہ صاحب نوری زیدمجدہ

Marfat.com

ہیں جو کہ جید عالم، در علم دوست ہیں اور مفتی اعظم کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

ہر بہی خواہ کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ن کو اپنے عظیم باپ کے عظیم مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی

Marfat.com

ایک انقلاب آفریں کتاب

فقیہ العصر حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضاتہم، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی

فتاویٰ نوریہ سے پہلی بار میں اس وقت متعارف ہوا جب محترم عابد نظامی (سابق مدیر ضیائے حرم) نے مجھے اس کی پہلی جلد تبصرہ کرنے کے لئے دی۔ یہ تبصرہ تو میں بعض وجوہات کی بنا پر نہ لکھ سکا لیکن یہ جلد میرے زیرِ مطالعہ رہی۔ مجھ سے بعض اکابر علماء نے یہ کہا کہ اس پر تبصرہ نہ لکھو کیونکہ بعض مسائل میں حضرتِ مصنف (رحمہ اللہ) نے جمہور علماء سے اختلاف کیا ہے۔ مجھے عابد نظامی کا یہ جملہ آج بھی یاد ہے کہ حضرتِ فقیہِ اعظم (قدس سرہ) نے جو لکھا ہے، سو سال بعد تمام علماء کا اسی پر اتفاق ہوگا۔

فتاوےٰ نوریہ سے میری دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ مجھے زمانۂ طالب علمی سے یہ بتایا گیا تھا کہ ہمارے نزدیک چلتی ٹرین کے سفر میں نماز جائز نہیں ہے۔ میرا ہر سال لاہور سے کراچی ٹرین میں سفر ہوتا تھا، میں لوگوں کو ٹرین میں نماز پڑھتے دیکھتا اور اس بات پر کڑھتا کہ چلتی ٹرین میں میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور یہ دنیا دار اور ڈاڑھی منڈے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور اللہ کے مقرر کئے ہوئے فرض کو بجا لا رہے ہیں تا آنکہ میں نے پہلی بار فتاوےٰ نوریہ میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث پڑھی اور بے اختیار حضرتِ فقیہِ اعظم (نور اللہ مرقدہ) کے لئے دل سے دعائیں نکلیں، میں نے اطمینان کا سانس لیا اور شرحِ صدر کے ساتھ چلتی ٹرین میں نمازیں پڑھیں اور فرضِ عین کو قصداً ترک کرنے کے گناہ اور وبال سے بچا۔ جو مسلمان فرض نماز کو ادا کرنے کی

Marfat.com

ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں اور فرائض کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں اور قصداً نماز ترک کرنے کے گناہ سے ڈرتے ہیں وہ یقیناً حضرتِ فقیہِ اعظم کی اِس مجتہدانہ بصیرت اور اس علمی خدمت کی اہمیت کو سمجھتے ہوں گے اور اس فتوٰے کے شائع ہونے کے بعد جتنے مسلمانوں نے چلتی ریل میں نمازیں پڑھی ہوں گی ان سب کی نمازوں کا اجر و ثواب حضرتِ فقیہِ اعظم (ادام اللہ فیضہ) کے قرطاسِ عمل کی زینت بنے گا۔ اس کے بعد میں دورۂ حدیث کی تعلیم میں ہمیشہ طلبار کو حضرتِ فقیہِ اعظم (نور اللہ روحہ) کے دلائل کی روشنی میں چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تلقین اور تبلیغ کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی توفیق دی تو میں نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ غور و خوض کیا اور مزید حوالہ جات کو تلاش کیا اور اس مسئلہ کو قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور عباراتِ فقہار کی روشنی میں لکھا اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات کے تفصیلی اور مسکت جوابات لکھے لیکن مجھے اس حقیقت کا اعتراف بلکہ اظہار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں رہنمائی اور روشنی مجھے فتاوٰی نوریہ سے ہی ملی۔

دوسرا معرکہ آرا مسئلہ انتقالِ خون کا تھا۔ ہمارے عام علمار انتقالِ خون کو ناجائز کہتے ہیں لیکن میں سوچتا تھا کہ آج کے زمانہ میں انتقالِ خون علاج معالجہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ جب کسی شخص کا کوئی بڑا آپریشن ہوتا ہے۔ جب کوئی کسی گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے اور جسم کا بہت سا خون بہہ جاتا ہے تو اس کے علاج اور بعض اوقات اس کی جان بچانے کے لئے انتقالِ خون (یعنی کسی دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں پہنچانا) ناگزیر ہوتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو بلڈ کینسر ہو اس کا علاج ہی صرف یہ ہے کہ اس کے جسم کا سارا خون بدل دیا جائے۔

ہمارے عام علمار نے اس مسئلہ پر غور و فکر نہیں کیا بلکہ روایتی انداز میں انتقالِ خون کو ناجائز کہتے رہے۔ میں سوچتا تھا کہ ہمیں اِس انسانی مسئلہ پر غور کرنا چاہئے تا آنکہ میں نے پہلی بار اس کے جواز پر حضرتِ فقیہِ اعظم (طاب اللہ ثراہ) کا مفصل فتوٰے پڑھا اور

Marfat.com

میری ذہنی خلش دور ہوئی۔ میں اس مسئلہ پر مسلسل مطالعہ اور غور و فکر کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی سعادت عطا کی تو میں نے اس مسئلہ کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا لیکن یہاں بھی میری فکری رہنمائی کا سبب حضرت فقیہ اعظم (اسکنہ اللہ الجنۃ الفردوس) کا فتویٰ ہی بنا تھا۔

اسی طرح بعض مسائل میں توارد اور توافق بھی ہوا مثلاً رمضان شریف میں تنہا فرض پڑھنے والے کے متعلق ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ وہ امام کی اقتدا میں نماز وتر نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں شروع سے میری رائے یہی رہی ہے کہ ایسا شخص امام کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ فتاویٰ نوریہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہے اور میں نے اس کے بعض دلائل سے استفادہ بھی کیا اور شرح صحیح مسلم میں یہ مسئلہ بہت تفصیل سے لکھا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی (رحمہ اللہ و قدس اسرارہ) کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

حضرت فقیہ اعظم (شکر اللہ مساعیہ) کے نام سے میں پہلی بار اس وقت متعارف ہوا جب طالب علمی میں دوران سبق ایک بار یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ اگر امام کی آواز لاؤڈ سپیکر کے ذریعے مقتدیوں تک پہنچے تو آیا اس امام کی اقتدا میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ اس مسئلہ پر حضرت فقیہ اعظم (اطال اللہ درجاتہ) کا رسالہ "مکبر الصوت" چھپا ہوا ہے (یہ رسالہ فتاویٰ نوریہ جلد اول میں ہے) لوگ اس مسئلہ پر اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں اور یوں حضرت کی علمی وجاہت مجھ پر منکشف ہوئی اور اب تو بیس برس سے زیادہ گزر گئے اور مانعین میں سے کوئی شخص تا حال اس رسالہ کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا۔

میرے استاذ صاحب حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی (متعنا اللہ بطول حیاتہ) فرماتے ہیں کہ امام کا لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں تک اپنی آواز پہنچانا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس طرح

Marfat.com

بغیر کسی کراہت کے امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جاتی ہے ورنہ مکبّرین کے کھڑے کرنے میں بعض اوقات کراہت اور دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فتاویٰ نوریہ ایک انقلاب آفریں کتاب ہے، اس میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے، یہ محققین، مدرسین اور مفتیوں کی رہنما ہے، طلباء کیلئے فقہی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے اور عوام کے لئے دینی معلومات کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور ماخذ ہے۔ حضرتِ فقیہِ اعظم (جعل اللہ الجنۃ مثواہ) کے لائق صد فخر فرزند حضرت محمد محب اللہ نوری (زید مجدہم) اپنی لگاتار محنت اور جانفشانی سے اس فتاویٰ کی دلکش اور دلربا طباعت کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو ثمر آور کرے۔ ان کو حضرتِ والدِ گرامی (وجہہ اللہ فی حضرتہ) کے فیوض سے نوازے اور فتاویٰ نوریہ کی برکات سے تا ابد مسلمانوں کو مالامال رکھے۔

غلام رسول سعیدی

خادم الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء

Marfat.com

حیاتِ فقیہِ اعظم

تحریر محمد محبّ اللہ نوری

Marfat.com

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

Marfat.com

قرنہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اُویس اندر قرن

حضرت فقیہِ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد صوفی مشرب پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق قدس سرہ "م ۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء" نے ایک کتاب[1] کے سرورق پر حضرت علیہ الرحمۃ کا نام و نسب یوں تحریر فرمایا ہے

"علامہ دوراں، فہامہ زماں محمد نور اللہ سلمہ ربہ بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپوری ابن ننگ اسلاف، احقر العباد فقیر محمد صدیق ابن حضرت مولانا مولوی احمد الدین ابن سلطان التارکین مولانا محمد ابراہیم[2] ابن مولانا مولوی جمال الدین

---

[1] سرورق "رسائل ابن عابدین" یہ کتاب راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔
[2] آپ کے آباؤ اجداد ملوٹ ضلع فیروز پور میں قیام پذیر تھے۔ آپ دل کے غنی اور بے ریا طبیعت کے انسان تھے۔ آپ کی ملکیت میں ساڑھے چار سو ایکڑ زمین تھی۔ مگر محبت علم اور رضائے الٰہی کی خاطر جائیداد کو خیرباد کہتے ہوئے سکھوں کے عہد میں ہجرت کر کے ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں آباد ہو گئے، اسی لئے آپ کو سلطان التارکین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ابن مولانا حضرت حافظ محمد حبیب اللہ[1] برقع پوش ملوٹی فیروز پوری"۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ / ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو موضع سوجیکی ضلع اوکاڑہ میں ہوئی۔ ولادت سے قبل ہی خاندان کے بزرگوں کو ملت اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ رویائے صالحہ اور بوساطت اولیائے کرام مل چکی تھیں۔[2]

تعلیم

حضرت علیہ الرحمتہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی علیہ الرحمتہ "م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء" اور جد امجد حضرت مولانا احمد الدین علیہ الرحمتہ "م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء" سے حاصل کرنے کے بعد سلف صالحین کی سنت کے مطابق طلب علم کے لئے سفر شروع کیا۔ آپ نے بڑی جانفشانی سے کام لیتے ہوئے متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جا کر متعدد علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاذ

---

[1] موصوف بلند پایہ عالم اور ولی کامل تھے۔ چہرہ انوار و تجلیات کا مرکز تھا روئے زیبا پر ہمیشہ حجاب رہتا اسی وجہ سے برقع پوش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تدفین کے بعد دوسرے روز ہی آپ کی مرقد پاک کو لمبے لمبے سبزہ زار نے ڈھانپ لیا گویا بعد از وصال بھی اس محبوب بندے کی ادائے محبوبی کو باقی رکھا گیا۔

[2] مزید حالات کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔

(الف) حیات فقیہ اعظم (مولانا شبیر احمد ہاشمی) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

(ب) انوار حیات (تذکرہ جلیلہ) مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء

(ج) تذکرہ فقیہ اعظم (ابوالاحسان) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

Marfat.com

العلماء حضرت مولانا فتح محمد حبیبوی محدث بہاولنگری علیہ الرحمۃ "م ۱۳۸۹ھ ر ۱۹۶۹ء" کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے دوران تعلیم محنت لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی کہ اساتذہ بھی اس خداداد صلاحیت و لیاقت کے معترف تھے۔ اس ضمن میں آپ کے ہم جماعت حضرت علامہ جلال الدین صاحب جیون شاہی نے راقم سے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو کبھی کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ محو مطالعہ ہی پایا۔ دوران تعلیم ایک دفعہ ہم دیوبندیوں کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں گئے۔ یہاں کے قابل ترین اور تجربہ کار مدرس مفتی محمد اسد اللہ ان دنوں شمس بازغہ پڑھاتے تھے۔ دوران سبق حضرت نے ایک اعتراض کیا مفتی مذکور نے جواب دیا حضرت نے پھر اعتراض کر دیا۔ اس طرح یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ مفتی صاحب نے سبق ختم کر دیا۔ کافی دیر مطالعہ کرنے کے بعد اگلے روز پھر یہی سبق پڑھایا مگر حضرت کے تندو تیز اور مضبوط اشکالات کے جواب سے عاجز رہے۔ آخر مجھے (مولانا جلال الدین کو) مخاطب کر کے برملا یہ کہا

"تم میرے ہم پلہ ہو مگر تمہارے بھائی اور ساتھی مولانا محمد نور اللہ علم میں مجھ سے کہیں زیادہ آگے ہیں"

حضرت علیہ الرحمۃ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد حزب الاحناف لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ (م ۱۳۵۴ھ ر ۱۹۳۵ء) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۸ھ ر ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو

Marfat.com

۱ اکثر فرمایا کرتے۔

"اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو"

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء/ ۶ شعبان ۱۳۵۲ھ کو سند فراغت و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقعہ پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمتہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا کی۔ بعد میں حضرت مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمتہ نے آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمتہ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) نے بھی اپنے گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔

جامع العلوم

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں علوم درسیہ کے متعدد علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی۔ ایسے تمام علوم کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جن کی تفصیل یہ ہے

(۱) علم قرآن	(۲) علم حدیث	(۳) اصول حدیث	(۴) تفسیر
(۵) اصول تفسیر	(۶) فقہ (جملہ مذاہب)	(۷) اصول فقہ	(۸) عقائد
(۹) کلام	(۱۰) فرائض	(۱۱) رسم الافتاء	(۱۲) تصوف
(۱۳) سلوک	(۱۴) اخلاق	(۱۵) سیر	(۱۶) شمائل
(۱۷) اسماء الرجال	(۱۸) تاریخ	(۱۹) قراءت	(۲۰) تجوید
(۲۱) صرف	(۲۲) نحو	(۲۳) معانی	(۲۰) بیان
(۲۵) بدیع	(۲۶) ادب	(۲۷) لغت	(۲۴) عروض و قوافی
(۲۹) فن تاریخ	(۳۰) منطق	(۳۱) فلسفہ	(۳۲) مناظرہ

Marfat.com

(۳۳) ہندسہ	(۳۴) ہیئات	(۳۵) حساب	(۳۶) طب
(۳۷) توقیت	(۳۸) اشتقاق	(۳۹) تکسیر	(۴۰) زیجات
(۴۱) مثلثات	(۴۲) مربع	(۴۳) نظم ونثرعربی	(۴۴) نظم ونثرفارسی
(۴۵) نظم ونثراردو، پنجابی	(۴۶) جدل	(۴۷) تعبیرروٗیا	(۴۸) طبعیات
(۴۹) فراست وقیافہ	(۵۰) سیاست		وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا علوم میں نہ صرف یہ کہ آپ کو مکمل دسترس تھی بلکہ بعض پر تو آپ کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً حدیث، فقہ، عقائد، صرف، نحو وغیرہ۔ دیگر علوم کے بارے میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

درس وتدریس

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے بنگلہ فاضلکا (بھارت) موضع واسو سالم، موضع سوجیکی وغیرہ مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاد گرامی حضرت مولانا فتح محمد صاحب محدث بہاولنگری کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا۔ جملہ علوم وفنونِ درس نظامیہ کی تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہو تا طلبہ کے قلوب واذہان میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورہ حدیث کا آغاز فرمایا یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمتہ بھی شریک درس تھے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم

Marfat.com

الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی۔ جس کے لئے یہ جاگیروارانہ ماحول مناسب نہ تھا۔ اس لئے آپ نے ۱۹۴۵ء / ۱۳۶۴ھ کو بصیر پور میں ڈیرہ جمایا۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطۂ زمین جس پر اب دار العلوم موجود ہے قزاقوں کا مسکن تھا۔ اس وادی غیر ذی زرع کو اس عاشق مصطفےٰ نے اپنی شبانہ روز محنت' پیہم لگن اور جہد مسلسل سے عظیم یونیورسٹی بنا دیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ نے مسلسل پچاس سال قرآن' حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا اسباق کی پابندی فرمائی۔ تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب کبھی حرمین شریفین (زادھما اللہ شرفا) میں حاضری کا موقع ملتا تو وہاں بھی تصوف و حدیث کا درس جاری رکھتے۔ اسی وجہ سے آپ محدث عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ۱۹۷۶ء میں احقر کو بھی مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے سایہ تلے آپ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسباق سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۸۲ء میں آپ نے اپریشن کرایا زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے' نقاہت حد سے زیادہ تھی مگر آپ نے اس عالم میں بھی سلسلہ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔ یکم اپریل ۸۳ء کو شدید علیل ہوئے اس سے قبل یعنی ۳۱ مارچ کو بھی آپ نے باقاعدگی سے طحاوی شریف کا سبق پڑھایا گویا عمر بھر اپنے مرشد کامل کے بتائے ہوئے محبوب وظیفے ـــــ درس و تدریس ـــــ کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ سے فیض یافتہ حضرات آسمان علم پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ملک کے گوشے گوشے میں بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے تلامذہ درس و تدریس' تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔

Marfat.com

بیعت و خلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مرشد کامل کی جستجو کی۔ چونکہ درس و تدریس کا شوق تھا۔ اس لئے خیال پیدا ہوا کہ کہیں لمبے لمبے وظیفوں کا ارشاد نہ ہو جائے اس لئے آپ چاہتے تھے کہ ایسا رہبر ملے جو شریعت و طریقت کا جامع ہو۔ ۱۹۴۰ء میں آپ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے تو حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۳۶۷ھ ر ۱۹۴۸ء) سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بس پھر کیا تھا آنکھ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی۔

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل
التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

حضرت مفتی اعظم سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ کے مشورے سے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ رہبر کامل نے خود ہی ارشاد فرمایا۔

"مولانا! آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے"

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے عمر بھر اس وظیفہ کو حرز جاں بنائے رکھا۔

سیدی فقیہ اعظم رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ کی تعطیلات میں مراد آباد حاضر ہوئے تو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے آپ کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرائیں، اپنے سلاسل حدیث کی اسناد اور مختلف اشغال و اعمال اور اوراد و وظائف کی اجازت سے نوازا ـــــ قلب منور کو مزید مجلّٰی کیا ـــــ اور سلسلہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی ـــــ اس تحریری اجازت نامے پر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ نے ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ "۲۸ ستمبر ۱۹۴۲ء بروز پیر" کی تاریخ درج فرمائی۔

Marfat.com

صدر الافاضل علیہ الرحمتہ کے علاوہ حضرت کو اپنے استاد گرامی مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب الوری کی طرف سے بھی اسناد حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ محدث الوری کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے اجازت حاصل تھی۔

حضرت علیہ الرحمتہ کو اپنے دیگر اساتذہ حضرت مولانا ابوالبرکات قادری اور محدث بہاولنگری کی طرف سے بھی بہت سے عملیات اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہٗ کی شخصیت اس قدر پر کشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دامِ عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بدمذہب اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے آپ کی ذات مرجع خلائق تھی' ملک اور بیرون ملک کے لوگ استفتاء ات میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے فتاویٰ نوریہ کی تقریب تعارف منعقدہ ۳ر جون ۱۹۸۰ء بمقام پاکستان نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

Marfat.com

"مفتی کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے :(۱) علمی وسعت (۲) ایمانی فراست (۳) دیانت (۴) تزکیۂ نفس۔ یعنی طہارت ظاہر و باطن یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں بتمام و کمال پائی جاتی ہیں۔"

فتاوی نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعت نظر، قوت استدلال، صلابت رائے اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اکثر و بیشتر فتوے اعلی ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ ایک استفتاء کے جواب میں ضمناً آپ نے خود تحریر فرمایا!

"بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمدات مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں"۔ [1]

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی، جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لئے کیا۔ اسی طرح درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنی معاوضے کے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیانت دار ہو۔ اس پہلو میں بھی حضرت فقیہ اعظم ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہاں آپ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو بظاہر بہت معمولی بات ہے مگر اس سے حضرت کی زندگی میں امانت و دیانت کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا زید احمد صاحب نوری خطیب میاں چنوں نے ایک بار آپ کو مدینہ

---

[1] فتاوی نوریہ، جلد اول ۱۹۷

Marfat.com

عالیہ میں خط تحریر کیا۔ خط میں مدینہ عالیہ کے بہت سے حضرات (جن میں کچھ دکاندار بھی تھے) کے نام سلام تحریر کر دیئے۔ حضرت علیہ الرحمتہ چونکہ زیادہ تر وقت حرم نبوی میں رہتے تھے، ظاہر ہے اس قسم کی باتوں کے لئے آپ کے پاس وقت نہ تھا للہٰذا اس دیانت دار فقیہ نے مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا:

"مولانا ضیاء الدین و فضل الرحمٰن صاحبان کو سلام عرض کر دیے ہیں مگر باقی احباب کے سلام آپ ہی کو واپس کرتا ہوں۔۔۔۔ آپ عجیب ہیں ایسی تکلیف اس ضعیف کو دینی نہیں چاہیے۔۔۔۔ دو کانداروں کو کہاں تلاش کروں؟ ۔۔۔۔ ان لوگوں کو آپ بالخصوص نام سے یاد نہیں رہ سکتے۔ یہاں تو ہر سال ہزاروں آتے ہیں۔ وہ کس کس کو یاد رکھیں اور میرے پاس ان حضرات کو تلاش اور پھر بڑی مشکل سے یاد دلانا اتنا وقت نہیں۔۔۔۔ سلام پہنچانے کے متعلق کہا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے جو میرے لئے احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔"[1]

ایک فقیہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طبقاتی کشمکش اور گروہی و جماعتی تعصب سے بالا تر رہے اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ آپ سے بوہلی کے دودھ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ:

"ایک دیوبندی مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے"

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"بلاشک و شبہ و ریب شرعاً حلال ہے، اس کا کھانا پینا جائز ہے۔۔۔۔۔ کسی دیوبندی مولوی کے اس فتوے سے کہ کھانا ناجائز ہے یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو

---

[1] مکتوب محررہ ۷ شوال ۹۲ھ

Marfat.com

جائے"۔[1]

ایک اور فتویٰ کے جواب میں تحریر فرمایا:

"کسی دیوبندی کی سچی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوبندی کی بات ہے۔"[2]

اس کے برعکس اگر اپنے کسی ہم مسلک سے کوئی تساہل ہوا تو اس کا بھی برملا اظہار فرما دیا۔ مثلاً اہل سنت کے ایک عالم کی طرف سے بھجوائے گئے ایک استفتاء میں حضرت کے نام پر لفظ محمد پر "م" کا نشان لگا ہوا تھا اس پر یہ تنبیہہ فرمائی:

"یہ جو مشہور ہے اور اس کی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر "م" لکھ دیا ہے یہ سخت ناجائز ہے۔۔۔۔۔ پھر حضور کے اسم مقدس کے ساتھ بھی یہ "م" لکھنا ناجائز ہے۔"[3]

ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلے میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورت حال کے برملا اظہار میں اپنی توہین محسوس نہ کرے جیسا کہ امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس سے ایک بار چالیس سوال دریافت کئے گئے مگر آپ باوصف اپنی جلالت علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے بارے میں فرمادیا "لا ادری" "ان کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔" حضرت فقیہ اعظم کی ذات میں بھی یہی شان عجز و انکسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتویٰ

---

[1] فتاوی نوریہ، حصہ سوم ۴۵۰

[2] فتاوی نوریہ، جلد اول ۶۷۷

[3] فتاوی نوریہ، جلد سوم ۱۲۶

Marfat.com

نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جاتی۔ ۱۳۷۱ھ میں آپ سے مولانا عبدالعزیز صاحب مہتمم مدرسہ احیاء العلوم بورے والا نے تین سوالات کا جواب طلب کیا۔ پہلے دو سوالوں کا جواب آپ نے عطا فرما دیا مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا۔۔۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا۔

"واللہ تعالیٰ اعلم"[1]

بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمادی۔

ایک مفتی عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو، تحقیق مسائل میں نفسانیت سے بالاتر ہو کر حق کی جستجو میں لگا رہے۔ صاحب فتاویٰ نوریہ اس پہلو سے بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ علماء کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صمٌ بکمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کا فرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روز مرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔۔۔۔۔ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں۔۔۔۔ مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود

---

[1] فتاوی نوریہ، جلد سوم ۳۵۷

Marfat.com

طے نہیں کر سکتی۔ اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔۔۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون"۔[1]

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دل میں صاحب شریعت کی پختہ محبت ہو' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے اس کا قلب بھرپور ہو' وہ ایمانیات اور اعتقادیات میں متصلب ہو۔۔۔ صاحب فتاویٰ نوریہ کی ذات میں یہ اوصاف درخشاں نظر آتے ہیں۔ عشق نبوی نے آپ کو پختگی ایمان اور اتباع سنت و شریعت کی معراج پر پہنچا دیا تھا۔ سرکار کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا بھی آپ کے نزدیک واجب القتل تھا۔ فرماتے ہیں:

"شہنشاہ کون و مکان حبیب رب رحمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔۔۔۔۔ ایسے بد خواہان ملک و ملت کو شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے"۔[2]

مرجع العلماء

سیدی فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو جواد مطلق نے بے پناہ فقہی بصیرت سے بہرہ ور فرمایا

---

[1] فتاویٰ نوریہ' جلد سوم ۴۷
[2] فتاویٰ نوریہ' جلد سوم ۳۴۰
[3] فتاویٰ نوریہ' جلد اول ۲۰۹ تا ۲۱۱ (ملخصاً)

Marfat.com

تھا۔ آپ کی اس خصوصیت کے پیش نظر آپ کے استاد گرامی مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ اعظم کالقب عنایت فرمایا اور سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحب علیہ الرحمتہ (م ۱۳۹۲ھ ر ۱۹۷۲ء) نے آپ کو فقیہ اعظم اور علم کا بحرِ ذخار قرار دیا۔[1]

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود محقق، مفتی، مصنف، مدرس، دانشور یا جید عالم دین تھے۔

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے اس حوالے سے "فقیہ اعظم --- بحیثیت مرجع العلماء" کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں میں ۹۲۶ استفتاءات ہیں جن میں ۶۵۵ استفتاءات عوام الناس کے ہیں جبکہ علماء و دانشور حضرات کے پیش کردہ استفتاءات کی تعداد ۲۷۱ ہے گویا استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔

آپ کے ہم عصر اکابر علماء کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء، آپ کی طرف رجوع کرتے جب "خلافت معاویہ و یزید" نامی رسوائے زمانہ کتاب شائع ہوئی تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے آپ کے استاد حضرت سید صاحب کی نظر آپ کی طرف اٹھی چنانچہ ایک گرامی نامے میں یوں تحریر فرمایا۔

"اگر آپ (فقیہ اعظم) وقت نکال کر اس کے رد کی ہمت کریں تو اس فتنہ کی روک

---

[1] مقدمہ فتاوی نوریہ، جلد سوم ۶۵ (روایت مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری علیہ الرحمہ)

Marfat.com

تمام ہو سکتی ہے۔"[1]

صاحب بہار شریعت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت علامہ عبدالمصطفے الازہری (م ۱۹۹۰)، حضرت مولانا سید حسین الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ، راولپنڈی اور دیگر علماء کرام نے ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر عرفات میں آپ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ راقم الحروف اس واقعہ کا عینی شاہد ہے۔۔۔ علامہ ازہری صاحب نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے۔[2]

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری جج وفاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

"حضرت کا علم و حلم، ورع و تقویٰ، فقاہت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے۔

ایک مرتبہ پچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوالنامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیوب بے بی وغیرہ جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی۔۔۔۔ حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے۔"[3]

---

[1] مکتوب حضرت سید ابوالبرکات بنام فقیہ اعظم مخزونہ راقم الحروف

[2] حیات فقیہ اعظم، ۱۴۳

[3] مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء

Marfat.com

شیخ القرآن حضرت علامہ ابو الفضل والبیان مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا۔

"اگر دیگراں علماء اند او اعلم العلماء بود 'اگر دیگراں فضلاء اند اوافضل الفضلاء بود 'لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود۔۔۔ اگر دیگراں اصفیاء اند اور رئیس الاصفیاء بود و اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود۔۔۔۔ فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے ' مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی ' ویسے تو لابد للمفتی ان یکون مجتہداً ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے۔ ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔[1]

انہی اوصاف کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی نے آپ کو "آیت من آیات اللہ" کہا[2] اور شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب نے آپ کو دور حاضر کا امام ابو حنیفہ قرار دیا۔[3]

چنانچہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال' انگریزی اور ہومیوپیتھی ادویات 'جاں بلب مریضوں کے لئے عطیہ خون 'بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے 'ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز'

---

[1] خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء بمقام دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور

[2] روایت مولانا ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور و خطیب پاکستان مولانا محمد عارف نوری قصوری مریدکے۔

[3] مکتوب مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری قصوری بنام احقر محررہ ۱۸ فروری ۸۳ء

Marfat.com

رویت ہلال ' روزہ کی حالت میں انجکشن 'بلغاریہ 'ڈنمارک وغیرہ (جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی رات ہوتی ہے) میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین 'حج کے لئے تصویر کا جواز 'ایوبی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمیٰ کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے ہیں جن کے مستفتین بھی ملکی وغیر ملکی علماء کرام اور دانشور حضرات ہی ہیں۔

ذوق شعرو سخن

حضرت علیہ الرحمتہ بلند پایہ فقیہ اور متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہم بھی تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو بطور خاص اپنایا اور اپنے واردات قلبیہ اور جذبات عشق مصطفویہ کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا۔ مختلف اصناف سخن میں وہ گل کاریاں کی ہیں کہ ذوق عش عش کر اٹھتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ آپ کا اکثر کلام فارسی میں ہے' تاہم عربی اردو اور پنجابی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ بیشتر کلام زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ آپ کا کلام آداب شرعیہ کی پاسداری کے ساتھ ساتھ محبت و شیفتگی کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی نعتیں بارگاہ حبیب خدا علیہ التحیتہ والثناء میں شرف قبولیت رکھتی ہیں۔۔۔۔۔ آپ کے ایک مرید حاجی رشید احمد صاحب نوری نے جو نہایت متقی اور متدین ہیں' راقم کو بتایا کہ مجھے خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔۔۔۔ ایک محفل جمی ہے۔۔۔۔۔ نعت خوانی ہو رہی ہے۔ ایک فارسی نعت پڑھی گئی جس کا مطلع تھا۔

که خدایا روئے زیبائے ورا بینم باز
از بہم دو قوس ابروئیش تا بینم باز

محفل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ نعت ختم ہوئی تو میں نے سرکار فداہ روحی کے حضور عرض کیا کہ یہ نعت مجھے تحریر کروادیں۔ آقا حضور نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"یہ نعت تمہارے پیرو مرشد کی کہی ہوئی ہے ان سے جا کر لکھوالو"

چنانچہ میں حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے بیاض سے نقل کر دی۔ آپ کا اکثر کلام غیر مطبوعہ ہے کچھ حصہ ۱۹۵۴ء میں نعمائے بخشش کے نام سے طبع ہوا۔

عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ کا امتیازی وصف عشق مصطفیٰ تھا۔ آپ بلاشبہ فنافی الرسول اور فنافی حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپ اٹھتے۔ درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار میں محو ہیں۔ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اس حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

"میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔ گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں۔ تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے' ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضر رہے"۔[1]

آپ کے دل میں حاضری مدینہ کی کتنی تڑپ تھی' اس کی جھلک آپ کی تحریروں میں جا بجا دیکھی جا سکتی ہے۔ حضرت کے مرید خاص حاجی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضری

---

[1] مکتوب محررہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء

Marfat.com

• مدینہ میں حضرت کے ہم سفر رہے۔ وہ حاضری بارگاہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک پیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا تھا مگر کیا کروں کہ یہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے۔ گو تذکرہ تو وہیں کا رہتا ہے مگر ہوں تو دور و مہجور ـــــ حاجی صاحب! اس گدائے بے نوا کی جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور بغداد شریف کی حاضری کی منظوری بھی لے کر آئیں ـــــ وہاں سب کچھ ملتا ہے"۔[1]

جب ظاہراً حاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی بے قراری اضطرار کی شکل اختیار کر جاتی ـــــ دیکھئے اپنے مرید عبد الرزاق مدنی کو ایک مکتوب میں وارفتگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین احمد قادری مدظلہم سے نہایت نیازمندانہ سلام عرض کریں اور خاص الخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدینہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے ـــــ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ چاچڑاں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے

کوئی یار سنیہڑا گھل وے دن بیتے گزرے
میرا جاوے نہ جوبن ڈھل وے دن بیتے گزرے

مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح بلک بلک کر اور رو رو کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں ـــــ ضدی بچے کے مہربان ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں، ہمت کریں میں

---

[1] مکتوب محررہ ۲۰ اپریل ۱۹۸۰ء

Marfat.com

تو بالکل بے دست و پا ہوں ۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا' نہ بچہ ہوں کہ ضد پر اڑ جاؤں ۔۔۔۔
ہاں کرم ہی کرم درکار ہے"۔[1]

محبت و عقیدت کی ان وارفتگیوں کی جھلک جا بجا ان کی تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ مولانا الحاج غلام حسین نوری علیہ الرحمتہ (ساہیوال) کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"دل مدینہ عالیہ کے لئے بے قرار ہے ۔۔۔۔ اور بے قراری بھی کیا اضطرار ہے ۔۔۔۔ ایک بدکردار' گناہ گار' نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولا و مالک کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟ مجھے امید ہے کہ ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی"۔[2]

اور پھر کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود بارگاہ حبیب سے بلاوا آ گیا ۔۔۔۔ ۱۹۷۴ء کو آپ نے دوسرے حج کی درخواست دی' قرعہ اندازی میں نام نہ آیا ۔۔۔۔ ذوالحجہ کا چاند نظر آ گیا۔ بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی مگر آپ یہی فرماتے کہ میں حضور کے لطف و کرم سے ناامید نہیں ہوں ۔۔۔۔ چنانچہ سرکار کی طرف سے عجیب کرم ہوا کہ یکم ذی الحجہ کو آپ قیلولہ فرما رہے تھے' خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی زیارت ہوئی۔ موصوف نے فرمایا "میں حضور کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں" گویا فقیہ اعظم پاکستان کے لینے کے لئے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا) بیدار ہوئے تو ڈاکیہ دفتر حج کی طرف سے اطلاعی چٹھی لئے کھڑا تھا جس میں تحریر تھا کہ آپ کا فلاں نمبر کا تار ملا ہے لہٰذا آپ ۸ مئی ۷۲ء

---

[1] مکتوب محررہ ۲۴ جون ۱۹۸۰ء/ ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

[2] مکتوب محررہ ۷ مارچ ۱۹۶۷ء

Marfat.com

(۳ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ) کو کراچی پہنچیں ----- حالانکہ آپ نے کوئی تار نہیں دیا تھا۔ اس غیبی تار کا آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ چنانچہ آپ عازم حرمین شریفین ہوئے اور حج و زیارت کی سعادت سے نوازے گئے۔

اس عاشق مصطفیٰ کی مسرت اس وقت دیدنی ہوتی جب انہیں بارگاہ حبیب پاک سے اذن حضوری مل جاتا چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کو تحریر فرمایا:

"سترہ ستمبر کو بصیر پور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے۔ اس دن میری عید کا دن ہے"۔[1]

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیش نظر یہ عرض کرتا کہ:

ع گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے

تو آپ اسے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زبان ہو کر جواب دیتے:

ع ناشکر' یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے؟

چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"کل انشاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں۔ وللہ الحمد والمنۃ ----- آپ کی نصیحت بجا کہ کمزور ہوں اور گرمی بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف نہیں"۔[2]

۱۹۶۰ میں پہلی بار آپ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پھر مسلسل یہ کرم ہوتا

---

[1] مکتوب محررہ ۱۴ اگست ۱۹۸۱ء

[2] مکتوب محررہ ۱۵ جولائی ۱۹۷۹ء

Marfat.com

رہا۔۔۔ آپ نے کتنے حج کئے؟ یہ تعداد خود ان کو بھی یاد نہ تھی ایک بار راقم کے استفسار پر فرمایا:

"گنتی یاد نہیں رکھی، اصل مقصود حاضری ہے جو ان کی نگاہ کرم سے ہو جاتی ہے"

ایک بار اس عظیم احسان کا تذکرہ یوں فرمایا:

"بچپن میں کہیں ایک نعت کہی تھی جس کا ایک شعر ہے:

میں صدقے خزانے بھرے تیرے مولا

کدی کاسے بھر دے تو نور گدا دے

میں نے اس دعائیہ شعر میں "کاسہ" کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ "کاسے" کہا تھا، چنانچہ ان کی بارگاہ سے کرم ہو ہی جاتا ہے کہ بار بار بلا لیتے ہیں"

ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ کو بیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی۔ ۱۹۸۳ء میں بھی حاضری کا پختہ ارادہ تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ احقر کے نام مدینہ منورہ میں مکتوب گرامی ارسال فرمایا، جس میں اس خواہش کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"میرے لئے بھی آئندہ سال حاضری کی اجازت مانگتے آئیں یہ عرض کر کے **کلیبکم یستجیز فی الحضور**" [1]

چنانچہ علالت سے پہلے پروگرام طے پا چکا تھا کہ رمضان المبارک کے بعد حاضری دی جائے گی۔۔۔ ایام علالت میں آپ کے ایک مرید چوہدری محمد اسحاق صاحب نوری مدنی عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ موصوف متعدد حاضریوں میں آپ کے رفیق سفر رہے ہیں، احقر بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ نقاہت کا یہ عالم کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی مگر یہ

---

[1] مکتوب محررہ یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء

Marfat.com

گفتگو صاف سنائی دی۔۔۔ آپ نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔

"مدینہ منورہ کب حاضر ہو گے؟" عرض کیا: "رمضان شریف سے پہلے کا ارادہ ہے"

فرمایا: "میرا بھی یہی پروگرام ہے۔" احقر نے عرض کیا: حضور! آپ کا پروگرام تو عید کے بعد کا بنے گا۔ "فرمایا" "اب مدینہ شریف پہلے حاضری ہو گی۔ رمضان شریف سے بھی پہلے۔۔۔ بہت جلد حاضری ہو گی"

اور واقعی سید نا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مرید صادق کو "کاسہ ہائے وصال" پلائے جانے کا مژدہ جاں فزا سنایا گیا اور سرکار کی طرف سے حقیقی وصل کی نوید پہلے ہی آپہنچی۔۔۔ ہاں رمضان المبارک سے بھی پہلے۔۔۔ بہت پہلے۔۔۔

محبوبانِ حق کی بارگاہ میں

حضرت قدس سرہ کو محبوب اکرم علیہ التحیتہ والتسلیم سے محبت کرنے والوں اور آپ کی راہوں کے راہی۔۔۔ اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت و عقیدت نے اپنا رنگ دکھایا۔ ۱۳۹۹ھ ر ۱۹۷۹ء میں آپ عراق و شام کے راستے مدینہ پاک حاضر ہوئے اور بغداد شریف 'کربلا معلیٰ' نجف اشرف 'کوفہ 'بصرہ' دمشق' حلب وغیرہ شہروں میں تشریف لے گئے جہاں متعدد مقبولان بارگاہ الٰہی کے درباروں پر حاضری دی۔ جن مزارات پر آپ حاضر ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

حضرات انبیائے کرام علیٰ نبینا علیہم السلام: حضرت زکریا' حضرت یونس' روضہ مبارکہ سر اقدس حضرت یحییٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوات والتسلیمات۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین: سید نا علی المرتضیٰ' امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تابعین و اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ: سید نا غوث الاعظم جیلانی' امام اعظم ابو حنیفہ'

Marfat.com

حضرت عباس بن علی، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی، حضرت معروف کرخی، سیدنا جنید بغدادی اور سلطان صلاح الدین ایوبی۔۔۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

علاوہ ازیں آپ دمشق کی جامع مسجد اموی میں بھی گئے اور بابل کے کھنڈرات اور عجائب گھر کا بھی مشاہدہ کیا۔[1]

سیاسی بصیرت

حضرت فقیہ اعظم نوّر اللہ مرقدہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی۔۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق و مصنف بھی، ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔۔۔ ان گوناگوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جولو مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا اگرچہ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے تاہم جب کبھی دین کی سربلندی کے لیے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی صف اول میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے مرشد گرامی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۴۶ء میں جب کانگرس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا۔ نتیجتاً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی۔ جہاد کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء) کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔

---

[1] ان تمام زیارات کی تفصیل احقر کے نام آپ کے مکاتیب محررہ ۳، ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ میں درج ہے۔

Marfat.com

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے ۱۹۷۴ء میں سانحہ ربوہ کے باعث جب دوبارہ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی' اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے۔ اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں خواص و عوام کے پرزور اصرار پر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفےٰ کے نفاذ اور مقام مصطفےٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا مگر اس مرد مجاہد نے نعرہ قلندرانہ بلند کیا۔ مخالفت کی آندھیاں اٹھیں' بدتمیزی کے جھکڑ چلے' دھمکیوں کے طوفان لڈے مگر جرات و استقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبات میں ذرا بھر لغزش بھی نہ آئی۔ آپ کے الیکشن میں حصہ لینے اور کلمہ حق کہنے کی پاداش میں حکومت وقت نے کئی انتقامی منصوبے بنائے (جن کا دستاویزی ثبوت موجود ہے) مگر آپ نے تمام سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔

ملک کے دیگر مقامات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں۔ دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کے نتیجہ میں جبرو استبداد اور آمریت کا بت پاش پاش ہو گیا۔ نظام مصطفیٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکرو عمل دیتا رہے گا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری دی۔ ساہیوال سنٹرل جیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء و علماء کو بخاری شریف کا درس بھی باقاعدگی سے دیتے رہے۔

Marfat.com

۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہلسنت پاکستان کا سینئر مرکزی نائب صدر مقرر کیا گیا۔ آخر عمر تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔

اتباع شریعت

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا پھرنا' اٹھنا بیٹھنا غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔۔۔۔۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی۔ جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے ہم جماعت اور بچپن کے ساتھی حضرت علامہ جلال الدین جیون شاہی علیہ الرحمتہ (م ۱۹۸۴ء) نے احقر کو بتایا کہ "حضرت فقیہ اعظم کو میں نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں بھی تہجد کا پابند اور عادی پایا" آپ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

"نماز پنجگانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور اوراد وظائف پورے کرتے رہیں" [1]

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری خطیب گوجرانوالہ کے نام تحریر فرمایا:

"نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں' تہجد قضا نہ کیا

---

[1] مکتوب محررہ ۲۱/اگست ۱۹۷۲ء

Marfat.com

کریں۔"[1]

آپ نے عمر بھر شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا۔ جس کی جھلک جا بجا آپ کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اپنے ایک فرزند نسبتی مولانا حافظ فیض الرحمٰن کوثر کے نام ایک مکتوب میں یہ نصیحت فرمائی:

"اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی الشریعۃ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارج عالیہ مضمر ہیں۔ خاقانی نے خوب کہا ہے۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

حکیم سنائی نے بھی خوب سنائی ہے۔

غم دین خور کہ غم غم دین است
ہمہ غمہا فروتر از این است"[2]

اسی طرح حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصراللہ نوری، مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری اور مولانا ابو الحقائق محمد رمضان نوری رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام تحریر فرمایا:

"شریعت غراء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں۔۔۔ ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے، خلوص و اخلاص و اتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب ولہو ہی

---

[1] مکتوب محررہ ۴ر جنوری ۱۹۷۲ء

[2] مکتوب محررہ ۶ر رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ

Marfat.com

تو ہے۔"[1]

شخصیت

حضرت فقیہ اعظم باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت، طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر۔

آسائش دوگیتی تفسیر این دو حرف است
با دوستاں مروت بادشمناں مدارا

کا صحیح مصداق تھی۔ اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہراتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی وخیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکساری، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں اپنی جواں سال عالمہ فاضلہ صاحبزادی کی وفات اور پھر ۱۹۷۸ء میں جواں سال عالم فاضل محقق اور قابل ترین صاحبزادے مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری علیہ الرحمتہ کے وصال پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر کتب احادیث میں حضور علیہ السلام والصلواۃ کے طریق عمل کی منظر کشی کی گئی ہے۔ حضور کے اس متبع اور مظہر نے اپنے عمل سے وہی سماں پیدا کر دیا کہ آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

"ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الاما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراہیم

---

[1] مکتوب محررہ مدینہ منورہ ۲۷ مئی ۱۹۶۰ء

Marfat.com

لمحزونون"

"آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمگین ہے ----- مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کہتے ہیں جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو ---- اور ہم اے ابراہیم تیرے فراق سے بڑے رنجیدہ ہیں۔" [1]

عاجزی و فروتنی آپ کے ماتھے کا جھومر اور استغناء و توکل آپ کی زینت تھے۔ آپ کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے، جلب زر اور طلب دنیا سے پہلو تہی کی ---- انہیں بھروسہ تھا تو بس اپنے کریم، روف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات پاک پر ---- حاجی رشید احمد نوری کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"آپ نے رقم کی ضرورت دریافت فرمائی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں واقعی فقیر ہوں مگر کس کا؟ شہنشاہ دو سرا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ---- لہٰذا آپ کی رقم کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خود ضرورت کے مطابق بھیج دیتے ہیں یا بھجوا دیتے ہیں ---- میرا اکاؤنٹ تو مدینہ منورہ میں ہے۔ میرا ایک شعر ہے۔

چوں وہابی وہم بیزاری نمی داریم ما
چوں در اغنائے محبوب خدا پنہیم باز" [2]

حب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی دولت ہی ان کا اصل سرمایہ تھا۔ جیسا کہ حافظ فیض الرحمٰن کے نام تحریر فرمایا:

"دنیا دار المحن اور سجن المومن ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان اور حب الحبیب الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے دل آباد رکھے تو سب کچھ حاصل ہے۔ ----

---

[1] مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت

[2] مکتوب محررہ ۱۴ راگست ۱۹۷۲ء

Marfat.com

رزقنا اللہ تعالیٰ"[1]

وصال

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے یکم رجب ۱۴۰۳ھ / ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعتہ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ —— ملتان کے حافظ غلام حسین صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا جو انہوں نے حضرت کے وصال سے ایک روز قبل دیکھا اس سے حضرت کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے بیان فرمایا:

"ایک وسیع سبزہ زار کے ایک حصے میں دریاں بچھی ہوئی ہیں اچانک ایک طرف سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لا رہے ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دریوں کی بجائے سبزے پر جلوہ فرما ہو گئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا "محمد نور اللہ ہو خادمنا ـــ ہو خادمنا ـــ ہو خادمنا" یعنی محمد نور اللہ ہمارے خادم ہیں (تین مرتبہ) گویا آقا علیہ السلام سند قبولیت سے نواز رہے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت کے لئے ایک لمبی دعا فرمائی"

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمتہ (حجرہ شاہ مقیم) کے سجادہ نشین سید اعجاز علی شاہ صاحب قادری زید مجدہ نے راقم کو اپنا خواب سنایا جس سے بعد از وصال آپ کی بارگاہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ یکم رجب ۱۴۰۳ھ کی صبح میں نے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمتہ میں حاضر ہو کر حضرت علیہ الرحمتہ کے لئے دعا کی اور ساتھ

---

[1] مکتوب محررہ ۳ فروری ۱۹ء

Marfat.com

تو، صاحب مزار کی بارگاہ میں عرض کی کہ خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت مولانا کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے[1]۔۔۔۔ چنانچہ دوپہر کے وقت خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے مرحوم بھائی کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ایک دستار ہے جو انہوں نے مجھے دی اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دستار دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اسے مولانا کے سر پر رکھ دیں۔۔۔۔ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت کو وہاں موجود پایا اور حضور فداہ روحی کی بھیجی ہوئی دستار آپ کے سر پر باندھ دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ:

"حضرت کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا رہا ہے"

اگرچہ یہ خواب کی باتیں ہیں مگر راوی معتبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے نوازا ہے وہ یقیناً اس سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

حضرت علیہ الرحمتہ کے وصال کی خبر قیامت اثر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ٹیلیویژن اور ریڈیو پاکستان نے دو مرتبہ یہ خبر نشر کی۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جانکاہ خبر شائع کی۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بصیر پور پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۲۶ اپریل کو غسل دینے کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دار العلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشتاقان دید' دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی رپورٹ میں یوں

---

[1] حضرت سجادہ نشین صاحب نے اس احسان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چند سال ہوئے' میرے جواں سال بھائی سید امتیاز علی شاہ صاحب وفات پا گئے تو حضرت صاحب قبلہ باوجود علالت کے تشریف لائے اور جنازہ پڑھایا۔

Marfat.com

تحریر کیا۔

"مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا"۔[1]

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

نماز ظہر کے بعد آپ کی چارپائی اٹھا کر دارالعلوم کی مسجد کے پچھلی طرف دارالفرقان میں رکھی گئی۔ غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمتہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے جنازہ کا اجتماع تاریخی تھا دارالفرقان، مسجد اور دارالعلوم کے وسیع و عریض صحن کے علاوہ مسجد سے ملحقہ تمام پلاٹ، چھتیں، گلیاں مخلوق خدا سے اٹی پڑی تھیں۔ روز نامہ جنگ "۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء" نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ سے بھی متجاوز تھا۔ ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا جم غفیر تھا۔ مولانا تابش قصوری صاحب رقم طراز ہیں۔

"کم و بیش چالیس ہزار علماء و مشائخ عظام، اصفیاء و حفاظ کرام شریک جنازہ تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں"۔[2]

نماز جنازہ سے قبل غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی نے اپنے پردرد خطاب میں فرمایا

"امام الفقہاء سیدی فقیہ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا ہم سب یتیم ہو گئے ـــــ علم و تقوی دفن ہو رہے ہیں"

---

[1] روزنامہ مشرق لاہور، ۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء

[2] ترجمان اویس، مریدکے، شمارہ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

Marfat.com

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے مشرقی حصہ میں اس پیکر قدسی کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں آغوش رحمت میں لٹا دیا گیا۔ آپ کی قبر مبارک میں لگنے والی کچی اینٹوں پر متعدد قرآن پاک ختم کیے گئے تھے۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق ہے۔ روضہ مبارکہ کی عالی شان عمارت زیر تعمیر ہے۔ آپ کا عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ممتاز علماء و مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمتہ کے سانحہ وصال پر اخبارات میں بے شمار تعزیتی بیانات شائع ہوئے۔ سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور بہت سے شعراء نے مناقب و قصائد اور قطعات تاریخ تحریر کئے۔ جن کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ ذیل میں چند مناقب درج کی جاتی ہیں

پیر طریقت حضرت خواجہ غلام فخرالدین سیالوی مدظلہ' (برادر گرامی شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ) سیال شریف نے فارسی نظم تحریر فرمائی

آں ابوالخیر زبدۂ اخیار بود اندر علوم کوہ وقار
تاجدار ولایت عرفاں در دیار علوم دیں سردار
سینہ گنجینہ اش زحب نبی دلش از ذوق وشوق دیں سرشار
رحلتش غرۂ زماہ رجب سال ہفتاد و دو ز عمر شمار

فخر آں بود چونکہ "نور اللہ"
مرقد اوست "مظہر انوار"
۱۴۰۳ھ

سید رضی شیرازی رقم طراز ہیں:

آں فقیہ بے عدیل و بے نظیر رفتہ است از گلشن عالم چوبو
تیرہ و تار است دنیائے علوم نیست دردنیا فقیہے ہم چو او

Marfat.com

اے رضی سال وصال آں فقیہ "ہاں فقیہ اعظم مارفت" گو
۱۹۸۳ء

ممتاز نعت گو شاعر راجا رشید محمود مدح سرا ہیں:

فقیہ زماں صاحب اوج و عظمت رہے عمر بھر سادگی کی علامت
جو پوچھوں میں تاریخ ترحیل ان کی تو ہاتف کہے "فاضل پاک طینت"
۱۴۰۳ھ

جناب قمر یزدانی صاحب نے مادہ تاریخ پر مشتمل منقبت کے علاوہ نثر میں بھی تاریخ نکالی ہے چند جملے یہ ہیں:

"شخصیت بے مثال" "عابد مغفور" "عالم یکتا علامہ محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ"
۱۹۸۳ء ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء

فارسی اور اردو کے علاوہ حضرت علیہ الرحمتہ کے متعلق عربی میں بھی منقبتیں کہی گئیں۔ حضرت مولانا ابو الضیاء محمد باقر صاحب نوری رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے تاریخی مناقب کہے جو ان کی تالیف "انوار حیات" میں چھپ چکے ہیں۔ ایک عربی منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہو شیخ الاسلام و تاج الشریعۃ بل منبع التحقیق للہ درہ
بل مفرغ التدقیق واللہ سرہ طاف الوری و تفقد الشل عمرہ
فقیہٌ وجیہٌ مفسرٌ و محدثٌ شفاء لامراض البواطن نظرہ
ذکی تقی عملہ و فق علمہ وفی الحب حب محمد مضٰی عمرہ

وقد الھم تاریخ رحلتہ الضیاء
"فقیہ اعظم یمن زمن" ممرہ
۱۴۰۳ھ

اولاد امجاد

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ جن میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ

Marfat.com

ہیں:

(۱) مولانا ابو العطا محمد ظہور اللہ نوری

(۲) مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ ر ۱۹۷۸ء)

(۳) صاحبزادہ محمد عبداللہ

(۴) صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پا گئے)

(۵) راقم الحروف محمد محب اللہ نوری

تصانیف

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ صاحب تصنیف عالم دین تھے۔۔۔۔ تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ۔نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔جن تصانیف کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں

۱۔○ فتاویٰ نوریہ۔۔۔ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

○ جلد اول: پہلا ایڈیشن: مطبوعہ چٹان پریس لاہور 1974ء، دوسرا ایڈیشن: 1981ء، تیسرا ایڈیشن: مطبوعہ گنج شکر پرنٹرز لاہور 1991ء، چوتھا ایڈیشن: شرکت پرنٹنگ پریس لاہور 1997ء، پانچواں ایڈیشن: 2003ء

○ جلد دوم: پہلا ایڈیشن ملی پرنٹرز لاہور 1977ء' دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1988ء

○ جلد سوم: پہلا ایڈیشن کمبائن پرنٹرز لاہور 1983ء' دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1994ء

○ جلد چہارم: گنج شکر پرنٹرز لاہور 1990ء

○ جلد پنجم' ششم: (یہ دونوں جلدیں یکجا ہیں) پہلا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1990ء' دوسرا ایڈیشن گنج شکر پرنٹرز لاہور 1993ء

۲۔ رسالۃ الرمز ۱۳۴۹ھ ر ۱۹۳۰ء غیر مطبوعہ[۱]

۳۔ انوار اتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکا دولہ تصنیف ۱۳۵۷ھ ر ۱۹۳۸ء

---

[۱] یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔

Marfat.com

۴۔ تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور،

۵۔ قضائے سنت فجر

۶۔ انار استمرار الکفار فی اضرار النار ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء

۷۔ نور نعیمی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء [1]

۸۔ نور القوانین ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء

۹۔ عقود العساجد لعمار المساجد ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴

۱۰۔ مسئلہ سایہ ۱۳۶۶ھ/۱۹۷۴ء مطبوعہ لاہور

۱۱۔ افادۃ النشر اوکد الامر ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء

۱۲۔ نعمائے بخشش المعروف دیوان نور مطبوعہ مقبول احمد پریس لاہور ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء [2]

۱۳۔ حرمتہ المصاہرہ ترفع المناکحہ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء

۱۴۔ کبر الصوت ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۶ء مطبوعہ اردو پریس لاہور ۱۹۵۶ء [3]

۱۵۔ ضمیمہ کبر الصوت ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور

---

[1] یہ رسالہ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں "بہروپیوں کا اصل روپ" کے نام سے شائع ہوا۔

[2] عربی، فارسی، اردو اور پنجابی منظوم کلام، جس کا اکثر و بیشتر حصہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ اردو اور پنجابی کا کچھ حصہ "نعمائے بخشش" کے تاریخی نام سے ۱۳۷۴ھ (۱۹۵۴ء) میں شائع ہوا۔ باقی غیر مطبوعہ ہے۔

[3] اس کتاب کا تاریخی نام کبر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن مع ضمیمہ ۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹ء میں خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمتہ کے زیر اہتمام جمعیت اہل سنت قصور نے شائع کیا۔

Marfat.com

۱۶۔ تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین ، ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء

۱۷۔ حدیث الحبیب ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء مطبوعہ الہلال پریس لاہور [1]

۱۸۔ حرمت زاغ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء مطبوعہ حمایت اسلام پریس لاہور [2]

۱۹۔ روزہ اور ٹیکہ ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

۲۰۔ ابداء البشریٰ [3] بقبول الصلوۃ فی الضحوۃ الکبریٰ ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء مطبوعہ نثار آرٹ پریس لاہور ۱۹۶۹ء

۲۱۔ الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

۲۲۔ فوائد ظہوریہ (حواشی شرح جامی) غیر مطبوعہ

۲۳۔ حواشی صحیح بخاری غیر مطبوعہ (عربی)

۲۴۔ حواشی صحیح مسلم غیر مطبوعہ (عربی)

۲۵۔ حواشی جامع ترمذی غیر مطبوعہ (عربی)

۲۶۔ خطبات نوریہ (عربی) مطبوعہ ۱۹۸۴ء

۲۷۔ مکاتیب فقیہ اعظم غیر مطبوعہ

۲۸۔ مواعظ فقیہ اعظم غیر مطبوعہ

---

[1] اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن نثار آرٹ پریس لاہور سے ۱۹۷۲ء میں اور تیسرا ایڈیشن جسارت پریس لاہور سے ۱۹۷۳ء میں طبع ہو کر انجمن حزب الرحمٰن کی طرف سے شائع ہوا۔

[2] اس رسالہ کا تاریخی نام ہے "الجواب لا ٔکل کباب الغراب" یہ جمعیت عالیہ اسلامیہ لاہور (موتمر علماء پاکستان) نے شائع کیا۔ دوسری بار انجمن حزب الرحمٰن نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔

[3] یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ سوالات کے جواب میں تحریر کیا گیا۔ جو خطیب دار السلام جامع مسجد مدرسہ ملفٹ گنج (بنگلہ دیش) کی طرف سے شائع ہوا۔

Marfat.com

تحریر۔ محمد محب اللہ نوری

مرتب

پیشانی کشادہ، مطلع انوار۔۔۔۔ سر پر علم و فضل کی دستار۔۔۔۔ چہرہ پُر نور۔۔۔۔ آنکھیں بادہ محبت سے مخمور۔۔۔۔ روئے تاباں پر سیاہ گھنی داڑھی کی بہار۔۔۔۔ سنت محبوب پروردگار۔۔۔۔ آواز گرجدار۔۔۔۔ لہجہ باوقار۔۔۔۔ خلیق و غمگسار۔۔۔۔ اعدائے دین کے لئے ننگی تلوار۔۔۔۔ بلند کردار۔۔۔۔ عابد شب زندہ دار۔۔۔۔ تحریر، تقریر اور تدریس میں یکہ و طاق۔۔۔۔ زادہ اللہ بسطۃ فی العلم والجسد کے صحیح مصداق۔۔۔۔ عاشق رسول۔۔۔۔ جامع معقول و منقول۔۔۔۔ نازش علم و عمل۔۔۔۔ حضرت علامہ ابوالفضل۔۔۔۔(علیہ الرحمہ)

نام نامی، اسم گرامی محمد۔۔۔۔ لقب نصراللہ۔۔۔۔ کنیت ابوالفضل اور تاریخی نام مرغوب علی تھا۔۔۔۔ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء کو ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں "فرید پور" میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں تاریخ ولادت یوں درج فرمائی:

"تاریخ تولد محمد الملقب بنصراللہ جعل اللہ اخراہ، خیراً من اولیٰہ"

خمیس ہفدہ جمادی اولیٰ می بود قبیل شام نصر اللہ بنمود
محمد نام و "مرغوب علی" (۱۳۵۸ھ) لقب چوں "مرغوب محمد" (۱۳۵۸ھ) حی با ادب
چوں "مظہر باری" (۱۳۵۸ھ) و "منظور الاعیان" (۱۳۵۸ھ) شدہ "راغب محامد نبی" (۱۳۵۸ھ) واں
ہمہ القاب تاریخی و وصفی نہادم لقب نصراللہ و حسبی"

آپ نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی حاصل کی۔ زمانہ طالب

Marfat.com

علمی ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مستقل طور پر تدریسی شعبہ سے منسلک ہو کر ترویج و اشاعت دین کی اہم ذمہ داری سنبھال لی۔۔۔۔۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، صرف، نحو، ادب عربی وغیرہ کے علاوہ ریاضی، ہیئت، ہندسہ، منطق، فلسفہ اور کلام میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔۔۔۔۔ انداز تقریر ایسا سہل اور عام فہم تھا کہ ادق اور پیچیدہ مباحث معمولی ذہن رکھنے والے طالب علم کے دل و دماغ میں بھی مرتسم ہو جاتے۔۔۔۔۔

آپ کے سینے میں علم و فضل کا ایک بحر بے کنار موجزن تھا۔۔۔۔۔ ایک شفیق اور محنتی استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین صلاحیتوں کے حامل تھے۔ انہی اوصاف کے پیش نظر ۱۳۷۹ھ میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور کا نائب مہتمم مقرر فرمایا اور اسی موقعہ پر "ابو الفضل" کنیت سے نوازا۔۔۔۔۔

حضرت علامہ ابو الفضل علیہ الرحمہ ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء کو دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ تبلیغ انجمن حزب الرحمٰن کے صدر مقرر ہوئے۔۔۔۔۔ یہ آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ انجمن ہذا نے بے سروسامانی کے باوجود قلیل مدت میں کافی ترقی کی۔۔۔۔۔ ایک مجلّہ ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے لگا جو بحمد اللہ تعالیٰ "نور الحبیب" کے نام سے اب تک اسی آب و تاب کے ساتھ مطلع صحافت پر جگمگا رہا ہے۔۔۔۔۔

آپ نے فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلوپیڈیا اور فتاوی رضویہ کے بعد برصغیر پاک و ہند میں سب سے عظیم و ضخیم فتاویٰ "فتاویٰ نوریہ" کی ترتیب و طباعت کے کٹھن مگر اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔۔۔۔۔ اس طرح اس وقیع علمی ذخیرہ کی پہلی دو جلدیں ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ یہ آپ کی تربیت و رفاقت اور باطنی توجہ کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو بقیہ چار جلدیں مرتب کرنے کی سعادت بخشی۔۔۔۔۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ مکمل شائع ہو چکا ہے۔

آپ، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلۂ عالیہ قادریہ نوریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی سے عبارت تھی۔ تقوی و طہارت اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔۔۔۔۔ علوم

Marfat.com

دینیہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیاسی بصیرت سے بھی نوازا تھا۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔۔۔۔ آپ کے ہاں تین صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے متولد ہوئے تین صاحبزادے بقید حیات ہیں۔ (۱) مولانا محمد فضل اللہ (۲) مولانا محمد لطف اللہ (۳) مولانا محمد الی اللہ (سلمہم ربہم تعالیٰ) ۔

تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ فتاویٰ نصریہ کے علاوہ باقی رسائل و مقالات کو احقر نے "ستره تقریریں" کے نام سے مرتب کیا۔ جسے انجمن حزب الرحمٰن ' شعبہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور نے جنوری ۱۹۸۹ء میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ/ ۱۹ر اگست ۱۹۷۸ء کو عین عالم شباب میں یہ آفتاب علم و فضل غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

❖ ❖

Marfat.com

فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

(متفق علیہ)

"اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرما لیتا ہے اسے دین کا "فقیہ" بنا دیتا ہے۔"

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُ مُحَمِّدُهٗ[1] مُحَمِّدُهٗ مُحَمَّدٌ[2] بِجَمَالِهٖ وَجَلَالِهٖ وَمُحَمَّدٌ اللّٰهُ
مُحَمِّدُهٗ بِاِجْمَالِهٖ وَاِجْلَالِهٖ اَحْمَدُ اللّٰهَ رَبِّیْ وَاُمَجِّدُ عَلٰی اِرْسَالِهٖ وَاِیْصَالِهٖ
وَاُصَلِّیْ وَاُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِیْ اَحْمَدَ قَدْرَ جُوْدِهٖ وَنَوَالِهٖ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَنْجَالِهٖ[3]
وَاَشْبَالِهٖ[4] مَعَادِنِ کَمَالِهٖ وَاِکْمَالِهٖ وَعَلٰی اَصْحَابِهٖ اَحْبَابِهٖ وَاَبْطَالِهٖ[5]

---

[1] على زنة الفاعل من التحميد بمعنى تكثير الحمد وتكريره مبتدأ ۱۲ منہ غفرلہ

[2] على زنة المفعول بالمعنى الوصفي مبدل منه و محمد علما بدل لکن منه والمبدل مع البدل خبر لمبتدأ و الجملة خبر الجلالة و يتضح من هذا معنى الجملة الثانية ايضا ۱۲ منہ غفرلہ

[3] جمع النجل بمعنى الولد ۱۲ منہ غفرلہ

[4] جمع شبل وهو ولد الاسد ۱۲ منہ غفرلہ

[5] جمع بطل وهو الشجاع ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

مرایا اعماله واحواله وعلى المتفقهين في الدين مظاهر ایاله و
ائتياله المنذري المكلف من حرامه وحلاله المبصري دلائله
واستدلاله ليبلغ الى كماله ويفلح في حاله وماله واشهد ان
لا اله الا الله وحده لا شريك له في ملكه واستعماله وان
محمدا عبده ورسوله وحبيبه المنحبب الينا بامالته واستماله.
اما بعد فهذه اجوبة مفيدة لاسئلة عديدة من
الفقير الى الله الغني ابي الخير محمد نور الله النعيمي عفى عنه
الخطايا وهدى ما يحب ويرضى ورضي عنه وارضى.

له جمع المظهر الظرف المكان ۱۲ منه غفرله

كه الاصلاح والسياسة والاحسان فيها ۱۲ منه غفرله

شه الاصلاح والسياسة ۱۲ منه غفرله

ه جمع المنذر المضاف الى المكلف اضافة لفظية بحذف النون ۱۲ منه غفرله

نه جمع المبصر محذوف النون المضاف الى دلائله ومعطوفه ۱۲ منه غفرله

لله مصدران اصلهما امالة واستمالة حذفت التاء عنهما للاضافة مثل اقام الصلوة

سه بحذف ضمير المفعول العائد الى ابي الخير ليكون الحذف اشارة الى عدمه وفنائه في نفسه كما قال تعالى كل شيء هالك الا وجهه ۱۲ منه غفرله

عه جمع المرأة آلة الرؤية ۱۲ منه غفرله

عسه لا يخفى ما في المتفقهين من براعة الاستهلال وكذا في التكليف والحرام والحلال والانذار والابصار والدلائل والاستدلال والبلوغ والفلاح وغير ذلك مما تقدم من الاعمال والاحوال والمرايا والاكمال الى غيرها مما ابدأ ۱۲ منه غفرله

Marfat.com

طہارت

Marfat.com

مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (المائدہ: ٦)

"اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے بلکہ وہ تو تمہیں صاف ستھرا کرنا چاہتا ہے۔"

Marfat.com

كتاب الطهارة

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت العلام مفتیٔ اسلام فقیہ اعظم محدث بصیر پوری دامت برکاتہم العالیہ
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔

س ۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ غسل خانہ میں بوقت غسل وضو کرنا جائز ہے ؟ اور اسی وضو کے ساتھ نماز ادا کرنا یا تلاوتِ قرآن پاک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

س ۲ : غسل خانے کے اندر بوقتِ غسل کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے ؟ حالانکہ انسان ننگے جسم غسل کر رہا ہو ؟

السائل :۔ سکندر علی از کندووال تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۱۷/۹/۷۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :۔

ج ۱ : بوقتِ غسل وضو اول کرنا سنتِ غسل ہے کما فی احادیث البخاری ومسلم اور جب شرعاً وضو ہو گیا تو نماز اور تلاوتِ قرآن پاک ہاتھ لگا کر یقیناً جائز ہو گی بلکہ شرعاً غسل کا نام طہارتِ کبریٰ ہے یعنی سب سے بڑی طہارت کیونکہ وضو سے غسل بڑا ہے اور جب صرف چھوٹی طہارت سے جائز ہے تو بڑی سے کیونکر جائز نہ ہو ؟

ج ۲ : غسل خانہ میں خصوصاً ننگے جسم کلمہ شریف یا قرآنِ پاک نہیں پڑھنا چاہیے ۔ ہاں دل میں

Marfat.com

تو ہر وقت کلمہ رہتا ہے مگر ظاہر پڑھنا ادب کے خلاف ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ
حبیبہٖ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

عبدہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین بارے ایں مسائل کے کہ (۱) بعد از غسل میت کو کفن دینے کے بعد جب چار پائی اٹھا اٹھا کر تین...... منزل دیتے ہیں کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ضرور تحریر فرمائیں۔

نمبر۲ : کیا نیتِ جنازہ کا جو وضو کیا گیا ہے اس وضو سے نماز فرضِ عین ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں! جواب عطا فرمائیں، اجرِ عظیم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں۔

السائل: حافظ دیوان علی وسید عبدالحمید شاہ چک نمبر ۱۴۵/۱۵ ایل
ڈاکخانہ خاص مدرسہ میاں چنوں تحصیل خانیوال ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہمارے مذہبِ مہذب حنفی میں وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو وضو بلا نیت ہی ہو جاتا ہے اور نمازِ جنازہ کی نیت تو ہے ہی نماز کی نیت، تو بطریق اولیٰ جائز ہو گیا۔ اور جب وضو ہو جائے تو اس سے سب نمازیں فرض و واجب اور سنت و نفل ادا ہو سکتی ہیں بلکہ تیمم جس میں نیت شرط ہے وہ بھی اگر نیتِ

Marfat.com

نمازِ جنازہ سے کیا جائے تو اس سے بھی ہر فرض نماز بلا خلاف جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیر ص۱۳ جلد ۱ میں ہے لو تیمم لصلوٰۃ الجنازۃ او لسجدۃ التلاوۃ اجزأہ ان یصلی بہ المکتوبۃ بلا خلاف کذا فی المحیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ یہ دوسرے سوال کا جواب ہے اور پہلا سوال میں نہیں سمجھ سکا۔ یہاں ایسا کوئی رواج نہیں، تفصیل سے لکھا جائے تو جواب دیا جا سکتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ

حضرت جواب میں ذرہ تاخیر ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ لفافہ گم ہو گیا اور کافی جستجو کے بعد کئی دنوں کے بعد آج ملا ہے تو آج ہی جواب لکھ دیا ہے۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم: زیادہ آداب کے بعد عرض ہے کہ چند ایک مسئلہ جات کا فتویٰ لکھ کر مشکور فرماویں، نہایت ہی مہربانی ہوگی۔

نمبر۱: نماز جنازہ کے وضو سے دوسری فرضی نماز جائز ہے یا نہیں؟

نمبر۲: روزے کے درمیان کوئی مسلمان آدمی فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ کس طرح ہے؟

نمبر۳: خسرے کا جنازہ کس طرح ہے؟

نمبر۴: نمازِ فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک کیسی ہیں اور کس طریقہ سے بہتر ہیں؟

نمبر۵: وضو پر وضو کر سکتا ہے یا نہیں؟ جلدی ارسال فرماویں۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

السائل:- محمد منیر و محمد شریف چک دلیلکے ڈاکخانہ بنگلہ دلّو ضلع ساہیوال

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ : نمازِ جنازہ کے وضو سے مراد وہ وضو ہے جو بہ نیت نمازِ جنازہ کیا گیا، یا وہ ہے جس کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ سائل نے یہ تفصیل نہیں کی مگر شرعاً ہر طرح اس وضو سے دوسری تمام نمازیں نفلی و فرضی جائز ہیں۔ پہلی صورت میں اس لئے کہ وضو میں نیت سرے سے شرط ہی نہیں تو اگر نمازِ جنازہ کی نیت سے بھی نہ ہوتا تب بھی اس سے سب نمازیں جائز ہوتیں لاطلاق اوامر الکتاب والسنۃ والاطلاق حجۃ مطلقۃ۔ اور بدائع صنائع صـ۲۰ جلد۱ وغیرہا میں ہے لایشترط لھما ای الوضوء والغسل النیۃ اور دوسری صورت میں یوں کہ وضو کے توڑنے والا صرف حدث ہی ہے۔ بدائع صـ۲۴ جلد۱ وغیرہا میں ہے فالذی ینقضہ الحدث۔ اور نمازِ جنازہ کو کسی آیت یا حدیث یا کسی امام قدیم و حدیث نے حدث قرار نہیں دیا بلکہ ائمہ عظام نے صاف صاف فرما دیا کہ قہقہہ جو دوسری نمازوں میں مفسدِ نماز و وضو ہے، نمازِ جنازہ میں مفسدِ وضو نہیں۔ بدائع صـ۳۲ جلد۱ وغیرہا میں ہے لا فی صلوٰۃ الجنازۃ۔ سنن بیہقی صـ۳۰۶، ۳۰۷ جلد۱ میں ہے کہ حضرتِ نافع جو بہت بڑے تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نمازِ جنازہ پڑھتے تھے اور وضو نہ لوٹاتے تھے ونصلی علیہ ولا نعید الوضوء۔ اور صـ۳۰۳ جلد۱ میں حضرتِ سعید ابن المسیب جو بہت بلند پایہ تابعی ہیں ان سے بیانِ سنت کے ماتحت ہے کہ نمازِ جنازہ سے وضو نہیں لوٹتا د لا وضوء علی احد من غیر ذلک ممن صلی علیہ۔ نیز صـ۳۰ میں ہے کہ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نمازِ جنازہ چونکہ نماز ہے تو دوسری نماز کے لئے نئے وضو کی ضرورت نہیں قال انما کنا فی صلوٰۃ و رجعنا الی صلوٰۃ فلا وضوء۔

نمبر۲ : دوسرے اہلِ اسلام ہی کی طرح ہے۔ سائل نے اس سوال میں بھی تفصیل نہیں کی کہ روزہ کی حالت میں فوت ہونا کس طرح ہے آیا وفات کا سبب روزہ ہے یا کوئی اور مرض یا عرض جیسے عموماً امراض وغیرہ سے بلا حالتِ صیام بھی موتیں واقع ہوتی رہتی ہیں اور روزہ کی سببیت کی بھی کئی صورتیں

Marfat.com

ہیں مثلاً بیماری میں روزہ رکھا یا روزہ پر بیماری یا سخت بھوک یا پیاس طاری ہوگئی اور کوئی دوا، غذا، پانی میسر نہ ہوسکا، یا میسر ہوا مگر اس گمان پر استعمال نہ کیا کہ روزہ پورا ہو جاتا ہے، تکلیفیں ہوا ہی کرتی ہیں اور قابل برداشت سمجھتا رہا کہ موت آگئی۔ اور ایسے ہی سفر یا ان صورتوں میں اچانک غشی طاری ہوگئی، کچھ سوچ ہی نہ سکا یا کسی ظالم نے مقیم تندرست کو مجبور کیا کہ ماہِ رمضان شریف کا روزہ نہ رکھے یا توڑ دے ورنہ قتل کر دوں گا اور اس نے صبر کیا اور ظالم نے قتل کر دیا تو ایسی سب صورتوں میں وہ جنتی ہے کیونکہ اچھے کام روزہ پر اس کا خاتمہ ہوا۔ قرآنِ کریم میں معذورین کو فرمایا وان تصوموا خیر لکم یعنی تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ شرح الصدور ص۱۳۱، کنز العمال ص۲۹۵ جلد ۴ میں بحوالہ دیلمی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات صائما اوجب اللہ له الصیام الی یوم القیمة یعنی جو روزہ کی حالت میں فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک روزہ ثابت کر دیتا ہے۔ شرح الصدور صفحہ مزبورہ میں بحوالہ مسند امام احمد اور کنز العمال ص۲۹۳ جلد ۴ میں بحوالہ بزار حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالفاظِ متقاربہ ہے کہ حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ختم له بصیام یوم دخل الجنة "جس کا خاتمہ ایک دن کے روزے کے ساتھ یا بسبب ایک دن کے روزے کے ہوا بہشت میں داخل ہوگا۔ جامع الصغیر ص۵۵۸ جلد ۲ میں حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ مسند امام احمد و مستدرک حاکم بہ افادہ تصحیح مرفوع حدیث شریف ہے من مات علی شیٔ بعثه اللہ علیه یعنی جو کسی کام پر مرے اللہ تعالیٰ اس کو اس کام پر اٹھائے گا۔ بحر الرائق ص۲۸۳ جلد ۲، بدائع صنائع ص۹۴ جلد ۲ بیان اعذار میں ہے والنظم منها بعضها مبیح مطلق لا موجب کما فیه خوف زیادة ضرر دون خوف الهلاك۔ بحر الرائق ص۲۸۱ جلد ۲ میں ہے معرفة ذلك باجتهاد المریض۔ بدائع ص۹۶ جلد ۲ میں ہے واما الاكراه علی افطار صوم شهر رمضان بالقتل فی حق الصحیح المقیم فمرخص فالصوم افضل حتی لو امتنع من الافطار حتی قتل یثاب علیه۔ اور اگر ان صورتوں میں ماسوائے اکراہ ظالم کے اسے معلوم ہوگیا کہ روزہ پر قائم رہنا باعثِ ہلاک ہے اور دوا، غذا، پانی پر قادر بھی ہے یا مسافر و مریض کو ظالم مجبور کرے کہ روزہ نہ رکھے یا توڑ دے یا عموماً روزہ سنت و نفل کے متعلق یوں کہے اور دھمکی دے کہ نہ ماننے پر قتل کر دے گا اور غالب گمان یا یقین ہو کہ واقعی قتل کر دیگا

Marfat.com

توشرعاً ان صورتوں میں اس پر لازم کہ جان بچانے کے لئے روزہ چھوڑ دے تو نہ چھوڑنے کی صورت میں گنہگار ہوگا۔ بدائع ص ۹۴ جلد ۲ میں ہے وما فيه خوف الهلاك فهو مبيح مطلق بل موجب۔ ص ۹۷ جلد ۲ میں ہے واما الجوع والعطش الشديد الذي يخاف منه الهلاك الخ ص ۹۶ جلد ۲ میں ہے واما في حق المريض والمسافر فالاكراه مبيح مطلق في حقهما بل موجب (الى ان قال) يأثم۔ ہاں اگر اس مسئلہ سے ناواقف ہو اور ظاہر معنٰی ان تصوموا خير لكم کی بنا پر جانے کہ شرعاً میرے اوپر روزہ پر قائم رہنا لازم ہے یا کسی عالم نما بے علم نے فتویٰ دے دیا کہ روزہ پر قائم رہنا ضروری ہے۔ بہرحال وہ اپنی دانست سے شرعی حکم کی تعمیل کرتا ہوا فوت ہوگیا تو ظاہر یہ ہے کہ معذور ہوگا کہ حدیث انما الاعمال بالنيات رواه البخاري ص۲ ج ۱ وغيره من ائمة الحديث یعنی اعمال کے حکم نیتوں پر ہی ہیں اور حدیث ابوداؤد ص ۱۵۹ ج ۲ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من افتى بغير علم كان اثمه على من افتاه یعنی جو بغیر علم کے فتوے دے گا تو گناہ اس کا فتوے دینے والے پر ہوگا۔ اور حدیث ابوداؤد ص ۴۹ ج ۱، ابن ماجہ ص ۴۳، سنن بیہقی ص ۲۲۶، ۲۲۷ ج ۱ باسانید متعددہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ایک صاحب کو سفر میں نہانے کی ضرورت ہوئی حالانکہ وہ نہانے سے معذور تھے تو فتوے طلب کیا۔ ساتھیوں نے نہانے کا فتوے دیا وہ نہائے اور فوت ہوگئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں یہ معروض ہوا تو فرمایا قتلوه قتلهم الله یعنی ان فتوے دینے والوں نے اسے مارا اللہ انہیں مارے۔ وغیرہا احادیث کا یہی تقاضا ہے بلکہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۶۵ میں مرض کی وجہ سے قاتل نفس کے متعلق فرماتے ہیں لانه في الظاهر ربما يعد معذورا اور اگر معذور نہ ہو تو گنہگار ہوگا اور مسلمان گنہگار کا جنازہ بلاشک و شبہ و ریب تمام اہل سنت کے نزدیک جائز بلکہ فرض کفایہ ہے۔ شرح العقائد مع النعائد کے ص ۱۱۵ میں ہے ويصلى على كل بر وفاجر اذا مات على الايمان للاجماع ولقوله عليه السلام لا تدعوا الصلوة على من مات من اهل القبلة اور ایسے ہی عامہ معتبرات مذہب مہذب میں مصرح و مشرح ہے اور اگر اسے مسئلہ معلوم تھا اور قصداً نہ چھوڑا تو پھر بھی یہی حکم ہے کہ گنہگار ہے اور جنازہ جائز ہے۔ اور اگر اس نے اس لئے روزہ نہیں چھوڑا کہ خودکشی کرنا چاہتا

Marfat.com

ہے حالانکہ یہ صورت نہایت ہی ندرت رکھتی ہے تو پھر بھی اس کا جنازہ جائز ہے کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز ہے کہ جنازہ حقوقِ اسلام سے ہے کما یدل علیہ صراح صحاح احادیث الصحاح وغیرها وهو منطوق اسفار المذهب المهذب بلکہ ائمۂ دین نے صراحۃً اس جزئیہ خودکشی کا بیان فرمایا ہے۔ تنویر الابصار، درالمختار، ردالمحتار ص۸۱۵ ج۱، فتاویٰ عالمگیری ص۱۶۳ ج۱ وغیرہا میں ہے والنظم من الدر مع المتن من قتل نفسه ولو عمدًا يغسل ويصلى عليه به يفتى. چونکہ دشمنانِ دین جو ہمیشہ علمائے کرام کو بدنام کرنے کی چالیں چلتے ہیں سالانہ ماہِ رمضان المبارک کی آمد پر ایسے من گھڑت افسانے مشہور کر دیا کرتے ہیں جن سے سادہ لوح اہالیانِ اسلام کے سامنے قدرتی طور پر ایسے سوالات آجایا کرتے ہیں لہٰذا اس سوال کے جواب میں بعض صور کی قدرے تفصیل کی گئی۔

۳۳: خنثیٰ یعنی جس میں نر و مادہ کی علامتیں پائی جائیں تو وہ حقیقۃً یا نر ہوتا ہے یا مادہ۔ اگر نر دل کی علامت سے پیشاب کرتا ہے تو وہ نر ہے اور اگر مادائیں کی علامت سے کرے تو وہ مادہ اور اگر دونوں سے کرتا ہے تو جس سے پہلے کرے اس کا اعتبار ہے اور اگر دونوں سے برابر کرے تو وہ خنثیٰ مشکل ہے فتاویٰ عالمگیر ص۳۹۸ ج۴، تنویر الابصار، درالمختار، ردالمحتار ص۶۳۶ ج۵ میں ہے والنظم من الهندية ان الخنثى ما يكون له مخرجان (الى ان قالوا) فان كان يبول من الذكر فهو غلام وان كان يبول من الفرج فهو انثى وان بال منهما فالحكم للاسبق كذا فى الهداية وان يستويا فى السبق فهو خنثى مشكل عند ابى حنيفة رحمه الله عليه الخ اور یہ اشکال بلوغ سے پہلے تک ہے۔ عالمگیریہ کے اسی صفحہ میں ہے قالوا وانما يتحقق هذا الاشكال قبل البلوغ اور بعد بلوغ احتلام، جماع، حیض، نفاس، ڈاڑھی، پستان، دودھ، حمل وغیرہ علامات کے لحاظ سے مرد یا عورت ہونا معلوم ہوسکتا ہے۔ ان کتابوں کے انہی صفحات میں ہے واما بعد البلوغ والادراك يزول الاشكال فان بلغ او جامع بذكره فهو رجل وكذا اذا لم يجامع بذكره ولكن خرج لحيته فهو رجل كذا فى الذخيرة وكذا اذا احتلم كما يحتلم الرجل او كان له ثدى مستو ولو ظهر له ثدى كثدى المرأة او نزل له لبن فى ثدييه

Marfat.com

او حاض او حبل او امكن الوصول من الفرج فهو امرأة

اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو یا علاماتِ متعارضہ ظاہر ہوں یعنی کوئی مرد کی علامت اور کوئی عورت کی پائی جائے تو وہ بھی خنثیٰ مشکل ہوگا انہی کتابوں کے انہی صفحات میں مگر ہندیہ کے ص ۲۹۱ ج ۴ میں ہے وان لم تظهر احدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل وكذا اذا تعارضت هذه المعالم كذا فى الهداية۔ مگر مبسوط شمس الائمہ سرخسی (جو ظاہر الروایۃ کی جامع ہے) میں ہے کہ بعد بلوغ خنثیٰ مشکل نہیں رہتا کہ اگر اس میں ان علامات سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو وہ مرد ہے۔ اس لئے کہ پستانوں کا عورتوں کی طرح نہ ابھرنا دلیل شرعی ہوگا اس کے مرد ہونے پر۔ ص ۱۱۲ ج ۳۰ میں ہے وان لم يكن له شئ من ذلك فهو رجل لان عدم نبات الثديين يكون دليلا شرعيا على انه رجل۔ اور یہ فتاویٰ عالمگیر کے ص ۳۹۹ ج ۴ میں بھی ہے۔ مگر اس صورت میں بھی یوں خنثیٰ مشکل کے حکم میں ہو سکتا ہے کہ لوگوں پر واضح ہونے سے پہلے مرجائے۔ مثلاً ایک خنثیٰ مشکل کو بلوغ سے پہلے لوگ جانتے ہیں اور وہ غائب ہوگیا۔ پھر بالغ ہونے کے بعد آیا اور آتا ہی قتل ہوگیا اور قاتل نے یا جانوروں نے سینے کا گوشت اتار لیا تو حکماً یہ بھی خنثیٰ مشکل ہوگا، جیسے بلوغ سے پہلے بچے کی دونوں علامتیں نہ ہوں اور ناف سے پیشاب کرتا ہو تو وہ خنثیٰ نہیں مگر خنثیٰ مشکل کے حکم میں ہے۔ شامی ص ۶۳۶ ج ۵ میں ہے قوله او من عرى الخ (الى ان قال) ويدل عليه قول محمد هو عندنا والخنثى المشكل فى امره سواء۔ اور ایسے ہی اگر بعد بلوغ علاماتِ متعارضہ پائی گئیں مثلاً مردوں کی طرح ڈاڑھی اگی اور عورتوں کی طرح پستان ابھرے تو مشکل ہوگا كما هو من الهندية وغيرها نیز شامی ص ۶۳۸ میں ہے قوله بعد تقرر اشكاله اى تقرره عندنا بعلمنا به كما لو رأينا له ثديين ولحية۔ بہرحال جس کا لڑکا یا مرد ہونا معلوم ہوگیا تو اس کا حکم وہی ہے جو لڑکے اور مرد کا حکم ہے اور جس کا لڑکی یا عورت ہونا معلوم ہوگیا تو اس کا حکم انہی کا حکم ہے اور جس کے متعلق وضاحت نہ ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہے تو اگر چھوٹا ہے اور حدِ شہوت کو نہیں پہنچا تو عورت مرد دونوں اس کو غسل دے سکتے ہیں اور کفن لڑکیوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم وغیرہ کے کپڑے جو مردوں پر منع ہیں ان میں کفن نہ دیا جائے۔ اور اگر حدِ شہوت کو پہنچ چکا ہے یا بالغ ہے تو

Marfat.com

اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرایا جائے۔ پس اگر محرم مرد یا عورت مثلاً باپ، بھائی یا ماں بہن تیمم کرائے تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر غیر محرم ہے تو کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور کفن عورتوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم وغیرہ نہ ہو۔ درالمختار و شامی ص۸۰۶ ج ۱ میں ہے و ییمم الخنثی المشکل لو مراهقا والا فکغیره فیغسله الرجال والنساء۔ فتاویٰ ہندیہ ص۳۹۹ ج ۴ میں ہے وان مات قبل ان یستبین امره لم یغسله رجل ولا امرأة الخ ص۸۲ ج ۱ الخنثی یکفن کما تکفن المرأة احتیاطا ویجتنب الحریر الخ البتہ عالمگیری میں شمس الائمہ حلوانی سے ہے کہ ٹوکرے وغیرہ میں ڈال کر غسل دیا جائے یعنی بہتے پانی میں وہ ٹوکرا ڈال کر ہلا دیا جائے کہ غسل ہو جائے۔ اور ہاتھوں سے غسل نہ دیا جائے۔ ص۳۹۹ ج ۴ میں ہے وقال شمس الائمة یجعل فی کوارة ویغسل مگر ظاہر الروایۃ پہلی ہی صورت تیمم والی ہے۔ بحر الرائق ص۱۷۴ ج ۲ میں ہے والظاهر انه ییمم لہٰذا تیمم ہی کرایا جائے اور نمازِ جنازہ میں دعائے مشہور تو مرد اور عورت کے لئے ایک ہی ہے اور دوسری دعائیں جو مسنون و مروی ہیں جن کی ضمیروں کا تذکیر و تانیث میں فرق ہوتا ہے یا غیر بالغ کی دعائیں تو ان کی تذکیر میں کوئی حرج نہیں کہ اصل تذکیر ہی ہے اور اسی لئے فقہائے کرام نے خنثیٰ مشکل کے لئے الفاظِ تذکیری ذکر کئے ہیں مثلاً مشکل کہتے ہیں اور مشکلہ نہیں کہتے۔ شامی ص۶۳۶ ج ۵ میں ہے لم یقل مشکلة لانه لم یتعین احد الامرین فجاء علی الاصل وهو التذکیر یا اس لئے کہ جب دونوں احتمال ہیں تو بوجہ شرف تغلیبِ تذکیر ہو گئی۔ اسی میں ہے اولانه لما احتمل الذکورة والانوثة غلب التذکیر اور اگر الفاظِ تانیث استعمال کرے تو بتاویل نفس یہ بھی ہو سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے کل نفس ذائقة الموت۔ اور دفن کرتے وقت قبر پر عورت کی طرح پردہ کر لیں۔ درالمختار شامی ص۸۳۸ ج ۱ نیز مع المتن ص۶۳۸ ج ۵ میں ہے والنظم من التنویر و ندب تسجیة قبره۔

مسئلہ: فجر کی سنتیں سب سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں ان کی تاکید میں بکثرت احادیث وارد ہیں صرف ایک ہی بطورِ تبرک اختصاراً عرض کی جاتی ہے۔ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لا تدعوهما وان طردتکم الخیل یعنی انکو

Marfat.com

ترک نہ کرو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں (رواہ ابوداؤد) صفحہ ۱۷۹ ج ۱۔ بدیں وجہ اجلہ صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت کے نزدیک ستون، دیوار وغیرہ کی آڑ میں ادا فرمائی ہیں اسندہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار ۲۱۹، صفحہ ۲۲۰ ج ۱۔ تو جماعت کے نزدیک بھی بشرط پردہ ادا کرنا سنتِ صحابہ بنا۔ اور عموم احادیث مرفوعہ کے ماتحت اندراج کے باعث امتثال او امر وسننِ حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہوا لہٰذا حضرات تابعین نے بھی اس پر عمل فرمایا۔ چنانچہ شرح معانی الآثار صفحہ ۲۲ ج ۱ میں حضرتِ حسن بصری اور مسروق وغیرہ سے مروی ہے اور کتبِ مذہب مہذب میں صراحۃً آیا۔ غنیہ شرح المنیہ صفحہ ۲۴۰ وغیرہا میں ہے لا یکرہ سنۃ الفجر اذا علم انہ یدرک الرکعۃ الثانیۃ او التشھد علی ما فیہ من الخلاف اور صفحہ ۳۷۹ میں مع المتن ہے وان یاتی بھا اما فی بیتہ وھو الافضل او عند باب المسجد الخ ہاں یہ ضروری ہے کہ جماعت کلی طور پر فوت نہ ہو جائے یعنی کم از کم ایک رکعت اور ایک قول میں تشہد مل جانے کی قوی امید ہو کہ جماعت نماز کی بہت بڑی تاکیدیں آئی ہیں اور حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقیمت الصلوٰۃ الخ حدیثِ موقوف ہے ورنہ مؤول ہے اور ادا سے مانع نہیں کما فی شرح معانی الآثار صفحہ ۲۱۸ ج ۱۔ اور اس کا عموم یقیناً مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ایک مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے تو دوسری مساجد والے بھی ادا نہ کر سکیں اور نہ ہی معذور اپنے گھروں میں پڑھ سکیں بلکہ اسلامیانِ روئے زمین کے لئے بندش ہو جائے بلکہ فضاء و سماء کے جن و ملائکہ کے لئے بھی ممانعت ہو جائے وذا مما لا یقول بہ احد۔ نیز سننِ بیہقی صفحہ ۴۸۳ ج ۲ میں یہ حدیث بہ استثنائے سنتِ فجر ہے وما اعترض البیہقی بہ اجاب عنہ العینی فی شرح البخاری صفحہ ۱۱ ج ۲ مفصلا۔

ص ۵ : ہاں کر سکتا ہے اور کارِ ثواب ہے۔ سیدِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ

سہ کما ھو عن الغنیۃ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ہر نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری صفحہ ۳۴ ج ۱ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ عند کل صلوٰۃ۔ اور یہ مضمون مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، طحاوی، بیہقی وغیرہا کی احادیثِ کثیرہ سے قطعی طور صراحۃً ثابت کہ اس پر بہت ثواب ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد ص ۹ ج ۱، ترمذی ص ۱ ج ابنِ ماجہ ص ۳۹، طحاوی ص ۲۵ ج ۱، بیہقی ص ۱۶۲ ج ۱ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بالفاظِ متقاربہ ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من توضأ علی طھر کتب اللہ لہ بہ عشر حسنات یعنی جو طہارت پر وضو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس وضو کے بدلے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ احیاء العلوم ص ۱۴۰ ج ۱ میں حدیثِ مرفوع تحریر ہے الوضوء علی الوضوء نور علی نور یعنی وضو پر وضو نور پر نور ہے۔ شامی ص ۸۱ ج ۱ میں فرماتے ہیں وقال الحافظ ابن حجر حدیث ضعیف و رواہ رزین فی مسندہ۔ اور احادیثِ ضعیفہ فضائل اعمال میں بالاتفاق مقبول و معمول بہا ہیں و ذا ظاھر من ان یظھر خصوصًا اذا تأیدت باحادیث صحاح و حسان۔ لہٰذا کتبِ مذہبِ مہذب حنفیہ میں صراحۃً مذکور کہ وضو پر وضو مستحب و ادب ہے۔ عالمگیر ص ۵ ج ۱ وغیرہا میں ہے ومنھا الوضوء علی الوضوء۔ البتہ علماءِ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ پہلے وضو کے ساتھ فرض یا نفل ادا کر لے تو دوسرا وضو مستحب ہے۔ شامی ص ۱۱۱ ج ۱ میں شرح المصابیح سے ہے وانما یستحب الوضوء اذا صلی بالوضوء الاول صلوٰۃ کذا فی الشرعۃ والقنیۃ اھ و ھٰھنا زیادۃ بیان فانظر الشامی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہٖ واصحابہٖ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۷ ا جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ بروز منگل

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسائل میں :-

نمبرا : بعض حضرات گھڑی کے چین کو ممنوع قرار دیتے ہیں کہ دھات کا استعمال جائز نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ گھڑی بھی تو دھات کی ہے اس کا جائز ہونا کیسے ثابت ہوا ؟

نمبر۲ : ایک آدمی با وضو تھا لیکن ہوا دبر سے خارج ہوگئی تو وضو ٹوٹ گیا لیکن پھر دوبارہ وضو جب کرتے ہیں تو وضو پورا کیا جاتا ہے اور استنجا نہیں کیا جاتا ، اس کی کیا وجہ ؟

نمبر۳ : آدمی چلتی ہوئی ریل گاڑی پر سفر کر رہا ہے اور نماز کا وقت آگیا اور گاڑی میں کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ منہ بھی قبلہ کی طرف درست نہیں رہتا تو کیا اس وقت جیسے ہو سکے بیٹھ کر نماز پڑھ لے یا پھر ریل گاڑی کا سفر ختم ہونے پر پھر دوبارہ ان نمازوں کا اعادہ کرے یا نہ ؟

نمبر۴۔ اگر امام کے پیچھے ایک مقتدی بالغ ہو اور ایک بچہ نابالغ تو کیا اس طرح جماعت جائز ہے یا نہیں؟

نمبر۵ : فرضوں کی ایک آخری رکعت یا دو رکعت میں قرات کیوں نہیں کی جاتی ؟

نمبر۶ : ہوائی جہاز میں نماز کا حکم کیا ہے کیونکہ وہ ہوا میں ہوتا ہے ! پڑھنا اس میں جائز ہے یا قضا کرے ؟

نمبر۷ : کیا مجاہد ایک رکعت نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

السائل : مولوی مردان علی ایم ہیوی اک اک رجمنٹ اڑیلری طیر کینٹ کراچی نمبر۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ : سونے ، چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چین ناجائز نہیں کیونکہ شرعاً ممانعت نہیں ۔

Marfat.com

۲: ہوا سے جسم آلودہ نہیں ہوتا لہذا استنجاء کی ضرورت نہیں اور شلوار دھونی بھی ضروری نہیں۔

۳: گاڑی میں قبلہ رخ کھڑے ہوکر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ میں خود ہمیشہ قبلہ رخ کھڑے ہوکر پڑھا کرتا ہوں البتہ اگر بیمار یا کمزور ہو تو بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی جائز ہے مگر قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے، نماز ضرور پڑھے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۴: ہاں اس طرح نماز جائز ہے۔ بچہ بالغ کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ بالغ اگرچہ زیادہ ہوں تب بھی ایک بچہ ساتھ ہی کھڑا ہوگا۔

۵: نماز فرض اصل میں دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھی اور جب بعد میں زیادہ کی گئی تو زائد میں تخفیف رکھی گئی اور قرات ضروری نہ ٹھہری۔

۶: ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے۔ گو ہوا میں ہوتا ہے مگر پھر بھی نمازی تو جہاز کے تختوں پر ہوتا ہے اور قطب نما وغیرہ سے قبلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور جہاز کا سرکاری عملہ بھی تعاون کرتا ہے۔

۷: مجاہد دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز ادا کرے مقیم ہے تو چار ورنہ دو پڑھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

نوٹ: استفتاء میں ایک ہی سوال ہو تو باقاعدہ دلائل لکھے جاتے ہیں مگر یہ سوالات کی فہرست ہے لہذا مختصر لکھا گیا۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس امر میں کہ چاہ مسجد سے پھولا ہوا چوہا برآمد ہوا ہے ایک فریق کہتا ہے کہ صرف بیس ڈول کافی ہیں۔ چوہے میں اس سے زیادہ کسی کتاب میں نہیں آیا۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ تین سو ڈول نکالنے چاہئیں۔ ان دو فریق سے کون سا فریق راہِ راست پر ہے بینوا اجروا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

فریقِ اول کا قول غلط ہے اور محض غلط، تمام کتبِ فقہ متون و شروح فتاویٰ میں مصرح ہے کہ جو جانور خون جاری والا، پھولا ہوا، پھٹا ہوا، خواہ چھوٹا یا بڑا چاہ سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے۔ غنیۃ المستملی میں شرح الآثار سے بسندہ عن علی ہے قال فی بئر وقعت فیہ فارۃ فماتت ینزح ماؤھا یعنی حضرتِ مولا علی مشکل کشا ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مر جاوے تو تمام پانی نکالا جاوے۔" یہ ارشاد پھولے یا پھٹے کے متعلق ہے کما صرح بہ فی الغنیۃ اور اگر کنواں چشمہ دار ہو تو اس کے متعلق قولِ فیصل یہ ہے کہ جتنا پانی کنوئیں میں موجود ہو تمام کا قدر نکالا جاتے اور اس تقدیر و اندازہ کے متعلق کئی قول ہیں۔ صاحبِ ہدایہ و شرح الوقایہ وغیرہما نے اسے اختیار فرمایا ہے کہ دو عدل جن کو پانی کی سمجھ ہو وہ جتنا اپنے اندازہ سے بتائیں اتنا پانی کھینچا جائے اور چوہے نکلنے سے پہلے جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تین دن رات کی نمازیں قضا کریں اور جو نمازیں نکالنے کے پیچھے اور پاک کرنے سے پہلے پڑھی گئی ہوں وہ بھی قضا کریں جب کہ اس پانی سے وضو کیا ہو اور جس نے اس پانی سے غسل کیا ہو یا جس نے کپڑے برتن وغیرہ دھوئے ہوں وہ پاک کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

قبلہ و کعبہ حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب دام فیضکم

السلام علیکم کے بعد معروض آنکہ چاہ مسجد والے میں پاخانہ نجاست پڑ گئی ہے۔ تحریر ارسالِ خدمت ہے۔ اس کے پاک کرنے کا کیا حکم ہے۔ مسئلہ تحریر فرما کر مسمیٰ سیدو ولد سلطان محمد کے ہاتھ عنایت فرما دیں۔

الراقم: نور احمد سکنہ اروڑہ جاگیر

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام : اصل یہ ہے کہ پہلے نجاست کا نکالنا ضروری ہے اور بہترین صورت اطمینانِ دل کیلئے یہ ہے کہ قدرے کیچڑ وغیرہ بھی نکالا جائے اور پانی جس قدر ہو اندازہ سے نکالا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم جل مجدہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرمِ الانور و اٰلہ وصحبہ و بارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

خلاصہ سوال طویل تحریری میاں سلطان محمود از نور پورہ - ایک کنواں غیر آباد آباد کیا گیا مگر عرصہ ڈھائی ماہ تقریباً گزرے کہ اس میں ایک کبوتر اور دو نیول اور ایک سانپ گر کر مر گئے ہیں اور ہڈی وغیرہ گل گئی ہے اور دس روز سے کنواں چل رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں پاک نہیں ہوا اور مزارع کہتے ہیں پاک ہو گیا بینوا توجروا۔

دستخط سلطان محمود بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جب جانور مر کر مٹی ہو جائے تو کنواں صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ اگر ہڈی، بال یا اس قسم کے اجزاء باقی رہیں تب بھی پاک ہو سکتا ہے اور جب آپ کو ہڈی وغیرہ کے گلنے کا علم ہو گیا جیسے سوال میں مذکور ہے اور کنواں

Marfat.com

دس دن سے چل رہا ہے تو پاک ہوگیا لہذا ان اشخاص کو تنگ نہ کریں۔ ۳۰ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

محترم قبلہ مولانا مولوی صاحب نور اللہ صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم: حسبِ ذیل مسئلہ کا مضمون روانہ خدمت ہے جو کنواں کے پانی کے ناپاک ہونے کے متعلق ہے برائے کرم نوازی جلدی وضاحتِ شرعی فرما کر جواب سے مشکور فرمادیں تاکہ اس کنواں کا پانی پاک کیا جائے اور استعمال میں لایا جاسکے جوابی لفافہ حاضرِ خدمت ہے۔ آپ کے فتویٰ پر آپ کے دستخط اور مہر ضرور لگا کر روانہ فرمادیں تاکہ سب لوگوں کو یقین پورا ہو جائے۔

ایک مسجد کے کنواں کے کھڈے کے بالکل نزدیک ساتھ ہی چلتی ہوئی گاؤں کے گندے پانی کی نالی ہے جس کے اندر پختہ یا خام روڑے اور پرانے جوتے یا دیگر چیزیں اس غلیظ نالی میں پڑی رہتی ہیں اور جب اس نالی کی صفائی کیجاتی ہے یہ چیزیں سب نکال کر باہر گلی میں ڈال دیجاتی ہیں جو گلی میں پڑی رہتی ہیں عصر کے وقت کی نماز کا سلام ادا کرنے کے فوراً بعد کنواں کے اندر کسی چیز کے گرنے کا کھڑکا ہوا جس کا اسی وقت پتہ کیا گیا تو نابالغ بچوں نے بتلایا کہ ان کے ایک ساتھی لڑکا نے پتہ نہیں کہ وہ پختہ روڑا تھا یا خام یا اور کوئی چیز تھی گلی میں سے اٹھا کر کنواں میں پھینک دی۔ چونکہ یہ سب نابالغ بچے ہیں ان سے پورا یقین اور تسلی نہیں ہو سکی کہ بچہ نے جو کنواں کے اندر چیز ڈالی ہے وہ کیا تھی؟ اب اس چیز کے کنواں کے اندر تسلی کر کے پہلے چیز کو نکلوایا جائے اور پھر کتنا پانی نکلوایا جاوے یا چیز کا پتہ نہ کیا جاوے اور کنواں کے اندر ہی پڑی رہنے دیا جائے اور پانی سارا نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا یا نہیں؟ جس طرح شریعت کا حکم ہے وضاحت فرمائی جاوے، مہربانی ہوگی۔

دستخط دعاگو سردار علی شاہ از شہر فرید بقلم خود

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :

یہ کنواں شرعاً پاک ہے۔ الاشباہ والنظائر ص ۸، میں ہے شك فی وجود النجس فالاصل بقاء الطھارۃ کہ جب پلید شئے کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت کا باقی رہنا ہے۔ اسی بنا پر فتاوی عالمگیری فتح القدیر، بحر الرائق، شامی وغیرہا کتب فقہیہ میں ہے کہ بکری وغیرہ حلال جانور زندہ کنوئیں میں گر جائے تو جب تک یقیناً اس پر نجاست نہ ہو، کنواں پلید نہیں ہوگا حالانکہ ایسی صورت میں بڑا شک ہوتا ہے کہ جانوروں کے ران وغیرہ پر پیشاب وغیرہ لگا ہو مگر اس کا اعتبار نہیں اور ایسے ہی بکثرت مسائل انہی کتابوں میں ہیں جن میں شکوک وشبہات کا اعتبار نہیں کیا گیا اور طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ پلید روڑا یا کپڑا یا لکڑی یا اس قسم کی کوئی پلید چیز کنوئیں میں گر گئی ہے تو وہ چیز نکال کر کنوئیں کا سارا پانی صحیح اندازہ کر کے نکالا جائے مگر وہ چیز اگر کنوئیں میں گم ہو جائے اور نکالنا مشکل ہو جائے تو کنوئیں کے سارے پانی نکال لینے سے کنواں پاک ہو جائے گا کہ چیز بھی تبعاً پاک ہو گئی کیونکہ اس کی نجاست ذاتی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ اصل میں تو یہ چیزیں پاک ہی ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص ۱۱ جلد ۱ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے والنظم منھا ولو وقعت فی البئر خشبۃ نجسۃ او قطعۃ ثوب نجس و تعذر اخراجھا و تغیبت فیھا طھرت الخشبۃ والثوب تبعا لطھارۃ البئر کذا فی الظھیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم و آلہ وصحبہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

یکم ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۶ھ ، ۶۷-۳-۱۳

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اندریں کہ ایک تنور جس میں آگ تھی اس میں کتا گر کر مرا۔ مرنے کے بعد نکالا گیا۔ آیا وہ تنور پاک ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر تنور کے ساتھ کتے کی چربی یا کھال وغیرہ جزء نجس لگی ہوئی ہے یا کچھ لگا تو نہیں مگر بدبو آتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں تنور پلید ہوگیا مگر ایسا پلید نہیں کہ پاک نہ ہوسکے۔ بلاشک وشبہ یقیناً پاک ہوسکتا ہے۔ اس میں اتنی آگ جلائی جائے کہ چمٹی ہوئی چیز اور بدبو زائل ہوجائے۔ اور اگر صرف بدبو ہی ہے تو جب دور ہوجائے خواہ دھوپ اور ہوا سے دور ہو پاک ہوجائے گا کہ تنور کا حکم زمین کا ہے اور زمین کے متعلق یہ حکم کتبِ مذہب میں منصوص ہے۔ منیۃ المصلی مع غنیۃ المستملی، رد المحتار، در المختار، بحر الرائق، فتاوی عالمگیری وغیرہا اسفارِ فقہ میں ہے والنظم من الھندیۃ الارض تطھر بالیبس وذھاب الاثر للصلوٰۃ لا للتیمم ھکذا فی الکافی ولا فرق بین الجفاف بالشمس والنار والریح والظل کذا فی البحر الرائق ویشارك الارض فی حکمھا کل ما کان ثابتا فیھا کالحیطان والاشجار والکلأ والقصب ما دام قائما علیھا آہ ایضا فیھا والنظم من الھندیۃ واذا طھرت الارض بالجفاف ثم اصابھا الماء الصحیح انھا لاتعود نجسا ولو رش علیھا الماء وجلس علیھا لا بأس بہ ھکذا فی فتاوٰی قاضیخان علیہ الرحمۃ۔ بلکہ کتبِ مذہب میں مصرح کہ اگر پلید مٹی سے کوزے

Marfat.com

وغیرہ بنائے جائیں اور آگ میں پکائے جائیں تو پاک ہوجاتے ہیں حالانکہ پلیدی ان کی ہر جزو میں موجود ہوتی ہے۔ کتبِ مذکورہ بالا اور فتاویٰ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ میں ہے و النظم من الهندية الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ فيكون طاهرا اهكذا في المحيط وكذا اللبن اذا لبن بالماء النجس واحرق كذا في فتاوى الغرائب بلکہ خاص تنور کا جزئیہ بھی موجود ہے۔ درالمختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے و النظم منها اذا اسعرت المرأة التنور ثم مسحته بخرقة مبتلة نجسة ثم خبزت فيه فان كانت حرارة النار اكلت بلة الماء قبل الصاق الخبز بالتنور لا يتنجس الخبز كذا في المحيط۔ شامی، فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے و النظم للامام الصبي اذا بال في التنور او مسحت المرأة التنور بخرقة مبلولة بنجاسة ثم خبزت ان كانت قد يبست لم يبق بللها قبل الصاق الخبز بالتنور لا يتنجس الخبز لان النار لما اكلت البلة صارت كالارض اذا يبست بالشمس وان الصقت الخبز بالتنور حال قيام البلة فالخبز نجس وقيل ان كان الخبز خبز حنطة او شعير لا يتنجس وان كان الخبز خبز الارز او الجاورس يتنجس لان ذلك يتنشف۔ اور اگر تنور کے ساتھ نہ کچھ لگا ہے نہ بو آتی ہے تو پاک ہے کہ پلید چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پلید نہیں کر سکتا جیسے انسان کی ہوا کہ نجاستِ شکم کا بخار ہی تو ہے۔ فتح القدیر، عالمگیری، درالمختار، ردالمحتار، بحرالرائق میں ہے و النظم للمحقق مرت الريح بالعذرات واصاب الثوب ان وجدت رائحتها تنجس وما يصيب الثوب من بخارات النجاسة قيل ينجسه وقيل لا وهو الصحيح عالمگیری میں ہے وكذا الحمام اذا حرق فيه النجاسة فعرق حيطانها وكواها وتقاطر كذا في فتاوى قاضيخان۔ عالمگیری میں قنیہ سے ہے سعر التنور بالاخثاء والارواث يكره الخبز فيه ولو رشه بالماء بطلت الكراهة كذا في القنية۔ اس کی بنا یا قولِ مرجوح پر ہے یا کراہت سے کراہتِ تنزیہ مراد ہے

Marfat.com

جو صرف چھڑکاؤ سے زائل ہو جاتی اور صورتِ مسئولہ میں تو اب تنور سرد ہے۔ جب چھڑکایا جائے گا تو اس چھڑکاؤ کی بھی ضرورت نہیں لہذا اگر بدبو نہیں آتی تو حسبِ معمول تنور کو گرم کر کے بلاشبہ استعمال کریں، بلاکراہت روٹی پاک رہیگی اور احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شبہات پیدا کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلال ربی وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ حبی وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

ایک مینڈک تنور میں گر پڑے اور اس وقت روٹیاں تنور میں پک رہی ہوں اور مینڈک کا دھواں انکو پہنچے یہاں تک کہ مینڈک جل کر راکھ ہو جائے تو شرع کے احکام کی رو سے وہ روٹیاں کھانی جائز ہیں یا ناجائز ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر مینڈک کے دھوئیں کی بو یا رنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو قابلِ خوردنی نہیں اور اگر کوئی اثر محسوس نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ فتح القدیر، عالمگیر، در المختار، رد المحتار، بحر الرائق میں ہے واللفظ

من الفتح مرت الریح بالعذرات واصاب الثوب ان وجدت رائحتها تنجس وما یصیب الثوب من بخارات النجاسة قیل ینجسه وقیل لا وهو الصحیح۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیانِ شرعِ محمدی اس بارے میں کہ اگر کسی تنور میں گدھا گر کر تنور کی گرمی سے مرجائے تو کیا وہ تنور پاک ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر پاک ہو سکتا ہے تو وہ کونسی صورت ہے ؟ بینوا توجروا۔

السائل : دونا ماچھی سکنہ چک نمبر ۵۳ عرف پنڈی مہاراں والی ڈاک خانہ شیر گڑھ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر تنور کے ساتھ گدھے کی چربی وغیرہ کوئی آلائش نہیں لگی اور بدبودار نہیں ہوا تو پہلے کی طرح پاک ہی ہے پلید بالکل نہیں ہوا اور اگر آلائش وغیرہ ہے تو وہ دور کر دی جائے ، کھرچنے اور جلانے سے تو پاک ہو جائے گا کہ تنور مٹی سے بنا ہے اور مٹی کے ساتھ متصل مستقل ہے اور مٹی پاک ہے۔ حدیث پاک میں ہے جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً۔ قرآن پاک میں ہے صعیداً طیباً حتی کہ اگر ایسی مٹی سے برتن بنائے جائیں جو پلید پانی میں گوندھی گئی ہے تو پکانے سے برتن پاک ہو جاتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ فيكون طاهرا هكذا في المحيط۔ نیز اسی میں ہے اذا سعرت المرأة التنور ثم مسحته بخرقة مبتلة نجسة ثم خبزت فيه فان كانت حرارة النار اكلت بلة الماء قبل الصاق الخبز بالتنور لا يتنجس الخبز بلکہ

Marfat.com

فتاویٰ امام قاضی خاں[۳] علیہ الرحمۃ میں ہے الصبی اذا بال فی التنور او مسحت المرأۃ التنور بخرقۃ مبتلۃ الخ اور یہ تو آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہے کہ کمہار گھڑے، لوٹے وغیرہ تمام برتن آدمی میں پکاتے ہیں گو ہے، لید وغیرہ کے ساتھ اور سب لوگ یہ برتن برتا کرتے ہیں، نہ پلید ہیں اور نہ ہی کوئی پلید کہتا ہے تو تنور کو خواہ مخواہ کیوں ایسا پلید قرار دیا جاتے جو جلانے سے بھی پاک نہ ہو سکے۔

واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم (۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ)

(نوٹ) قدرے تفصیلی فتویٰ ص ۱۳۰ پر گزر چکا ہے

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

لے بخاری ص ۶۲/ ج ۱   ۲ ہ ص ۲۳/ ج ۱   ۳ ہ ص ۱۲/ ج ۱

Marfat.com

اوقاف

مساجد وغیرہ

Marfat.com

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (التوبہ: ۱۸)

"اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔"

Marfat.com

كِتَابُ الوَقفِ المَسَاجِدُ وغيرِهَا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ ایک چھوٹے گاؤں کے مالک چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کی مسجد کو تبدیل کریں یعنی نئی مسجد تعمیر کریں اور پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لائیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کسی نے ہمیں کہا ہے کہ بالشت بھر مسجد کی زمین کھود کر دفن کر دیں اور مسجد کی اس جگہ کو اپنے تصرفِ خاص میں لا سکتے ہیں، آیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

یہ تبدیل ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ اس میں مسجد موجود کی تعطیل وتخریب ہے اور تعطیل وتخریبِ مساجد حرام اور سخت حرام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا الآیۃ (ترجمہ) ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ انہیں نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوتے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔“ نیز ارشاد فرماتا ہے کہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الآیۃ (ترجمہ) ”ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم

Marfat.com

دیا ہے " اللہ تبارک وتعالیٰ بلند کرنے کا حکم دے اور وہ چاہیں کہ پست کریں یہ کیوں کر جائز ہو سکے۔ اور بالشت والے کا قول بدتر از بول، سراسر جہالت وضلالت ہے۔ ہرگز ہرگز شرعِ مطہر سے اس پر کوئی دلیل وسند نہیں لا سکتا اور نہ ہی ہے۔ پہلی آیت کے نیچے آرہا ہے ائمہ کرام وفقہاءِ عظام فرماتے ہیں کہ مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے، بدل نہیں سکتی۔ اسفارِ فقہ ہدایہ وغیرہ میں ہے ومن اتخذ ارضه مسجدا لم یکن له ان یرجع فیه ولا یبیعه ولا یورث عنه الخ بلکہ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر آبادی ویران ہوجائے، وہاں کوئی نہ رہے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے۔ یہی مفتیٰ بہ ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، بحر الرائق، شامی وغیرہا میں ہے والنظم من الفتح (ولو خرب ما حول المسجد واستغنی عنه) ای استغنی عن الصلوٰۃ فیه اهل تلك المحلة او القریة بان کان فی قریة فخربت وحولت مزارع یبقی مسجدا علی حاله عند ابی یوسف وهو قول ابی حنیفة و مالك والشافعی رضی الله تعالیٰ عنهم۔ وہ صرف بالشت بھر کو ہی مسجد سمجھے ہوئے ہے مگر عقلاً ونقلاً یہ باطل اور محض باطل ہے دل سرد سے مسئلہ سرداب کو دیکھئے کہ فقہائے کرام کیا کیا نصاریح جلیلہ فرما رہے ہیں۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد آسمان کی بلندی اور زمین کے نیچے تک مسجد ہی ہے اور یہ کہے کہ بالشت بھر ہی ہے ع " بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا" شامی میں ہے قوله الی عنان السماء بفتح العین وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی۔
اور اگر مسجد موجودہ کو قائم رکھیں اور نئی مسجد تیار کریں جس سے مسجد موجودہ غیر آباد ہو تو پھر بھی ناجائز ہے کہ مسجد کی تعطیل وویرانی گناہ ہے جیسا کہ قرآنِ کریم سے ثابت ہو چکا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۵۹ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ ایک گاؤں والوں نے اپنا گاؤں منتقل کرکے دوسری جگہ بنالیا ہے اور وہاں کوئی نہیں رہا اور مسجد اس کی ویران ہو چکی ہے اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس کے شہتیر اور کڑیاں وغیرہ سامان اس نئے گاؤں کی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر مسجد مذکورہ واقعی ویران ہو چکی ہے کہ اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تو اس گاؤں والے اس مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں کی مسجد پر صرف کر سکتے ہیں۔ شامی ص ۵۱۴ جلد ۳ میں ہے والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلافرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع و الامام الحلوانی وکفی بهما قدوة لاسیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص و المتغلبون کما هو مشاهد و کذلك اوقافه یاکلها النظار او غیرهم و یلزم من عدم النقل خراب المسجد الاٰخر المحتاج الی النقل الیه (الی ان قال) ثم رأیت الاٰن فی الذخیرة قال و فی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اهل قریة رحلوا و تداعی مسجدها الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشبه و ینقلون الی دورهم هل لواحد

Marfat.com

لاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضى و يمسك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد والىٰ هذا المسجد قال نعم الىٰ اخره۔

(ناتمام)

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد کو شہید کر کے از سرِ نو تیار کرتے وقت مسجد بلند کرنے کے لئے کہ مسجد کا بلند کرنا تعظیمِ مسجد ہے اور صورت آمدن نقدی کے خیال سے اس خاص مسجد کی دکانیں بنائی گئیں اور ان دکانوں کی سطح پر مسجد بنا کرنا چاہتے ہیں اور آمدن دکانوں کی کرایہ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں، آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں! بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسجد کا بلند کرنا واقعی تعظیم مسجد ہے مگر مسجد میں دکانیں بنانا، کرایہ پر دینا مسجد کی بے حرمتی واہانت ہے جو شرعاً حرام اور سخت حرام ہے۔ افسوس بعض اہلِ اسلام کے حوصلے اتنے پست ہو گئے کہ خانہ خدا کے اجزاء کرایہ پر دینے کو تیار ہو گئے یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے ان المساجد للّٰہ "مسجدیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خان ص ۷۱۳ جلد ۴، بحر الرائق ص ۲۴۹ جلد ۵، فتح القدیر ص ۴۴۶ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۴۹ جلد ۲ میں ہے والنظم من الهندية قيم المسجد لا يجوز له ان يبنى حوانيت فى حد المسجد او فى فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسكنا تسقط حرمته و هذا لا يجوز یعنی متولی مسجد کے لئے جائز نہیں کہ مسجد کی حد میں یا صحن میں دکانیں بنائے اس لئے کہ مسجد جب دکان یا مسکن بنائی جاتے تو یہ اس کی بے حرمتی

Marfat.com

ہے جو جائز نہیں " بحر الرائق ص۲۵۱ جلد ۵ ، فتاوی قاضی خان ص۳۱۷ جلد ۴ ، در المختار ص۵۱۳ جلد ۳ مطبوعہ مع رد المحتار میں ہے والنظم من البحر لا یجوز للقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا ولا مسکنا یعنی نہیں جائز متولی کے لئے کہ بنائے مسجد کے کسی حصہ کو نفع کمانے یا بسنے کی جگہ " رد المحتار ص۵۱۳ جلد ۳ میں ہے والمراد من المستغل ان یوجر منه شئی لاجل عمارته یعنی اور مستغل سے مراد یہ ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دیا جائے کہ اس پر خرچ کیا جائے۔ فتاوی عالمگیری ص۳۴۷ جلد ۲ میں ہے اذا اراد انسان ان یتخذ تحت المسجد حوانیت غلة لمرمة المسجد او فوقه لیس له یعنی جب کوئی شخص ارادہ کرے کہ مسجد کے نیچے دکانیں بناتے یا اوپر کہ ان کی آمدن مسجد کی مرمت پر خرچ کرے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں "

پس ان عبارات سے امس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ ایسا کرنا شرعاً ناجائز اور سخت ناجائز ہے اور اس میں مسجد کی بے حرمتی ہے۔ اور مسجد کا بلند کرنا صرف اس پر موقوف نہیں کہ دکانیں بنائی جائیں۔ کیا دنیا بھر میں جس مسجد میں دوکانیں نہیں بنائی گئیں وہ بلند ہی نہیں یہ سخت نافہمی کی بات ہے لہذا اس سے پرہیز لازم و نہایت ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وآله وصحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۶ ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو ۶۰، ۷۰ سال سے آباد چلی آتی تھی، سیلاب کی وجہ سے اس کا مکان منہدم ہو گیا اور اسی طرح گاؤں کے بھی کئی مکان منہدم ہو گئے، اپنے اپنے مکان تو لوگوں نے بنا لئے اور گاؤں کو آباد رکھا مگر مسجد کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کے قریب ایک نئی مسجد بنانی شروع کر دی حالانکہ گاؤں چھوٹا ہے ایک مسجد بھی اچھی طرح آباد نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ دونوں خصوصًا

Marfat.com

وہ پرانی مسجد جو شکستہ وخستہ چھوڑ دی ہے اور اس کے لئے کوئی امام اور پانی وغیرہ کا انتظام نہ ہوگا تو وہ نئی مسجد (جس میں ہر طرح کا انتظام ہوگا) کے بن جانے سے آباد نہ ہو سکے گی بلکہ ویران رہے گی تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

سائل : سبحان الدین از کوٹھی نور شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم سورۂ نور کا نورانی ارشاد ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع قولِ محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التاویل، خازن، معالم التنزیل وغیرہا تفاسیرِ معتبرہ میں ہے والنظم للسید ابی السعود والمراد بالبیوت المساجد کلھا اور اس رفع سے مراد رفعِ بنا ہے بالتعظیم، ارشاد العقل، لباب التاویل، معالم التنزیل، جمل عن الکرخی وغیرہا میں ہے و النظم من الارشاد والمراد بالاذن فی رفعھا الامر ببنائھا رفیعۃ لا کسائر البیوت وقیل ھو الامر برفع مقدارھا۔ بہرحال اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اسی مسجدِ مذکور کو ہی بنا کیا جائے اور اس کی عظمت کو بپا کیا جائے خصوصًا ایسی حالت میں کہ اپنے اپنے گھر درست کر لئے اور خانۂ خدا یونہی ویران و برباد چھوڑ دیا اور اگر نئی مسجد علیحدہ بنائیں تو اس سے پہلی مسجد کا حق ادا نہیں ہو سکتا حالانکہ وہ مسجد قیامِ قیامت تک مسجد ہی ہے کما فی جمیع معتبرات المذھب المنیف منصوصًا بلکہ اس نئی مسجد کے بن جانے سے وہ محض ویران اور معطل پڑی رہے گی تو اندریں حالات نئی مسجد بنانا آیہ کریمہ و من اظلم ممن منع مساجد اللہ الآیۃ۔

(نوٹ) اصل فتاویٰ نوریہ میں بھی یہ جواب نامکمل ہے، کاتب پورا نقل نہیں کر سکا۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

نوٹ:۔ کچھ عرصہ قبل یہ مکمل فتویٰ پرانے کاغذات سے ملا جسے جلد ششم ص۲۰۳ میں شامل کر دیا گیا ہے۔ (محمد محب اللہ نوری) ۳۰/۵/۹۱

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک گاؤں کو دریا نے گرا دیا اور لوگ متفرق ہو گئے۔ اس گاؤں کی گرتی ہوئی مسجد کا سامان خشت پختہ، گارڈر وغیرہ مالکانِ دہ نے باجازت بانیانِ مسجد اٹھا لیا کہ نئی مسجد کی تعمیر میں لگالیں تو کیا وہ سامان نئی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: میاں محمد امیر صاحب نمبردار ملیکے نو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب گاؤں گر گیا اور مسجد بھی شہید ہو گئی اور دوبارہ آبادی گاؤں کی ظاہری صورت نہ رہی تو اجازتِ قاضی شرع یا حاکمِ اسلام سے اس مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگا سکتے ہیں پرانی ہو یا نئی بنائیں۔ درالمختار میں ہے وعن الثانی ینقل الی مسجد اخر باذن القاضی۔ شامی میں ہے والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلافرق بین مسجد او حوض کما افتی به ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بهما قدوة لاسیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد بنا عليه جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم و علمه جل مجده اتم و احکم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبه النور المبین وعلی اٰله وصحبه اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد ایک چاہ کے ساتھ مالکان چاہ نے برائے نفع عوام جیسا کہ لوگ کنوؤں پر تعمیر کر دیتے ہیں تعمیر کر دی ہے اور دریا نے بمع چاہ مسجد کو شہید کر دیا ہے جس کو پنجابی میں اندریں الفاظ تعبیر کرتے ہیں (دریا نے سمیت کھوہ دے مسیت نوں ڈھا لیا ہے) اور اس جگہ پر اب دریا چل رہا ہے تو اس مسجد کا سامان دوسری گاؤں والی مسجد میں خرید یا بغیر خرید کے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں اور دیگر عمارات میں بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے یا کہ نہیں؟ جواب بہ ثبوت کتب معتبرہ کے ارسال فرما کر ممنون و مشکور بننے کا موقع عنایت فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃً سے مروی ہے کہ ایسے مواضع ضرورت میں سامان (شہتیر، بالے، اینٹیں وغیرہ) فروخت کر دیا جائے حاکم شرع کی اجازت سے اور قیمت کسی مسجد پر لگا دی جائے شامی ص۵۱۳ جلد ۳ فيباع نقضه باذن القاضی و یصرف ثمنه الی بعض المساجد اور یہیں سے ظاہر ہے کہ وہ سامان بعینہٖ دوسری مسجد پر لگا دینا بطریق اولیٰ جائز ہے۔ بالتصریح مشائخ و ائمہ سلف نے بھی یہ جواز ذکر فرمایا ہے۔ شامی ص۵۱۵ جلد ۳ میں ہے وبذلك تعلم فتوى بعض مشائخ عصرنا بل ومن قبلهم كالشيخ الامام امين الدين (الى ان قال) فمنهم من افتى بنقل بناء المسجد (الى ان قال) وكفى بهما قدوة لا سيما فی زماننا الخ اور جب فروخت کرنا جائز ہوا تو دیگر عمارات میں خرید کر لگانا بھی جائز ہوا مگر یہ خیال رہے کہ ایسی جگہ نہ لگائیں جو ناپاک یا حقیر ہو جیسے پائخانہ یا مویشی کے لئے مکان کہ آخر وہ سامان لائق ادب و تعظیم ہے بلکہ مسجد کا کوڑا بھی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے کما نص علیہ فی الدر

Marfat.com

المختار قبیل باب المیاہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے مقبرہ کی متعلق مسجد جو قدیم ایام میں تھی بوجہ غربت اہالیان وہ شہید ہوچکی ہے جس کے دوبارہ تعمیر کا سامان نہیں اور اسی مقبرہ میں خود رو پرانے درخت ہیں جو مقبرہ ہی میں پیدا ہوئے تو کیا متولی بہ اتفاقِ اہالیان دیہ وہ درخت کاٹ کر مسجد بنا سکتا ہے یا نہیں؟

مستفتی : مولوی عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ صـ۴۲۲ جلد ۴ میں ہے فی مجموع النوازل اشجار فی مقبرۃ یجوز صرفہا الی المسجد ان لم یکن وقفا علی جھۃ اخریٰ فتاویٰ عالمگیر صـ۳۵۲ جلد ۲ میں ہے سئل نجم الدین فی مقبرۃ فیہا اشجار ھل یجوز صرفہا الی عمارۃ المسجد قال نعم ان لم تکن وقفا علی وجہ اخر۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

علیٰ حبیبہ و آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۵۹-۹-۷

۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس حضرت العلام ناصر الاسلام فقیہ الاعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دینِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک قدیمی مسجد کو شہید کیا گیا اور اس سے حاصل شدہ قدیمی پرانا اور بوسیدہ سامان فروخت کرکے اس کی جگہ اعلیٰ پائیدار مضبوط سامان اسی مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں؟ کیونکہ اگر پہلا سامان یونہی پڑا رہنے دیا جائے تو اس کے ضائع ہو جانے کا قوی احتمال ہے۔ امید ہے کہ ہماری مشکل کشائی فرما دیں گے۔ والسلام مع الاکرام۔

السائل : محمد منشا تابش قصوری امام مسجد فردوس ٹیمنریز مریدکے ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں پرانا اور قدیمی و بوسیدہ یا غیر بوسیدہ سامان صورتِ مذکورہ میں بلاشبہ فروخت کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ جو شخص خریدے وہ اتنا لحاظ رکھے کہ غسل خانہ پائخانہ یا مویشی خانہ میں وہ سامان نہ لگائے کہ اس کے ادب کے خلاف ہے رہائشی مکان میں لگا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومحبوبنا الاعظم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم ابداً ابداً۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۷-۳-۵

۲۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ ہمارے چک ۱۳/۳۱ ای۔ بی میں مسجد کچی تھی جو کہ شہید کردی گئی ہے اور پختہ بنانے کا ارادہ ہے۔ آیا جو کہ مسجد کی کچی اینٹ جو کہ پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ کے قریب ہوگی۔ کیا ہم نیلام کرکے برائے مسجد سیمنٹ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اور دیگر لکڑی وغیرہ، صحیح متواتر احادیث کے ثبوت سے مفصل تحریر فرمائیں۔ فتویٰ آپ تحریر فرما کر سپردِ ڈاک فرمادیں، مشکوک نہ ہو۔ اکثر علمائے گرد و نواح نے ناجائز قرار دیا ہے کہ مال فروخت کرکے قیمت صرف کرنا جائز ہے۔ قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ متواترہ کا بین ثبوت ہو۔ جواب فوری مطلوب ہے۔

ازطرف اہالیانِ چک ۳۱/ای۔ بی ڈاک خانہ چک ۱۹/ای۔ بی فوجیانوالہ
تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال نزد چک شاہ کرم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ایسی صورت میں جائز ہے کیونکہ پختہ بنانے کی صورت میں بعینہٖ وہ سامان تو مسجد پر صرف نہیں ہوسکتا اور یونہی رکھا جائے تو ضرور ضائع ہوجائے گا۔ حالانکہ مال کا ضائع کرنا ناجائز ہے۔ قرآن کی صریح آیات نے تو فضول خرچی اور سفہاء کو مال دینے سے منع فرمایا چہ جائیکہ ضائع بنا دیا جائے اور صحیح حدیث شریف نے بھی اضاعۃ المال سے منع فرمایا۔ دیکھو صحیح بخاری ص۹۵۸ جلد ۲، اور جبکہ فروخت شدہ اشیاء کی قیمت اسی مسجد پر صرف کی جائے تو یہ حکماً ان اشیاء کا ہی صرف کرنا ہے کیونکہ بدل، مبدل عنہ کا عوض ہوتا ہے لہٰذا ہمارے فقہائے کرام نے اجازت فرمائی ہدایہ، فتح القدیر ص۴۳۶ ج۵، شرح الوقایہ ص۴۱۳ ج۲، بحرالرائق ص۲۳۰ ج۵، زیلعی ص۳۲۸ ج۳، درالمختار اور شامی ص۵۲۹ جلد ۳ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے و ان تعذر اعادۃ عینہ الی موضعہ

Marfat.com

بيع وصرف ثمنه الى المرمة صرفا للبدل الى المبدل۔

والله تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۷-۹-۷۲

۶ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ

(نوٹ) سوال ہمیشہ صاف صاف لکھا جائے۔ یہ سوال پورا صحیح نہیں لکھا گیا اور یہ بھی واضح نہیں کہ گرد و نواح کے اکثر علماء ناجائز قرار دیتے اور قیمت کا صرف کرنا ناجائز بتاتے ہیں یا کیا کہتے ہیں بہرحال جو ناجائز بتائے اس سے آیات واحادیث صحیحہ متواترہ وغیر متواترہ سے ثبوت کیوں نہیں طلب کرتے۔ ناجائز ہونا بھی دلیل کا محتاج ہے۔ والسلام۔ (منہ غفرلہٗ)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دوبارہ تعمیر کردہ مسجد کے پہلے سامان کے متعلق جو دو حالتوں پر مبنی ہے۔

اولاً وہ سامان جو کسی صورت میں بھی استعمال کے لائق نہیں فقط ایندھن ہی ایندھن ہے کیا اس کو فروخت کر سکتے ہیں اور اس کی قیمت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ یونہی ضائع ہونے دیں؟

ثانیاً ایسا سامان جو استعمال کے لائق تو ہے لیکن اس مسجد میں کسی جگہ بھی صرف نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسری مرتبہ مسجد کی تعمیر نئے ڈیزائن پر کی گئی ہے۔ کیا اس کو بیچ سکتے ہیں اور اس کی قیمت دوبارہ مسجد میں ہی صرف کی جائے اور کیا اس صورت میں مشتری خریدا ہوا سامان جہاں جی چاہے لگا سکتا ہے یا کہ بعض شروط پر؟ اور یا کہ وہ سامان سرے سے بیچ ہی نہیں سکتے؟

برائے کرم اس مسئلہ کو بالتفصیل دلائل بینہ سے حل فرما کر ارسال فرمائیں اور ساتھ ہی اپنی مُہر بھی ثبت کریں تاکہ لوگ ہمیں جعلی فتوے کا طعنہ نہ دیں۔

سائل: میرزمان مقیم موضع فوٹ نزد بھگواڑی بازار آزاد کشمیر روڈ تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لي النور والصواب

شرعاً ان دونوں صورتوں میں وہ سامان فروخت کر کے قیمت مسجد پر صرف کرنا جائز ہے کیونکہ فروخت نہ کرنے کی صورت میں وہ سارا مال ضائع ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ مال کا ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ صحیح بخاری شریف ص ۲۰۰ جلد ۱، اور مسلم شریف ص ۷۶ جلد ۲ کی حدیث مرفوع متفق علیہ میں ہے ان اللہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال لہذا قرآن کریم میں فرمایا کہ بے عقلوں کا مال ان کے سپرد نہ کیا جائے۔ ارشاد فرمایا ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما وارزقوھم الآیۃ سورۃ النساء آیۃ ۵۔ پھر اس کے متعلق آیۃ ۶ میں بھی ہدایت فرمائی۔ نیز فضول خرچی سے منع فرمایا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶ میں ہے ولا تبذر تبذیرا اور ۲۷ میں ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین تو آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ اضاعتِ مال ناجائز ہے۔ اور مسجد کا ایسا سامان جو مسجد پر حال و مآل میں خرچ نہیں ہو سکتا چونکہ مال ہے اور اس کی اضاعت سے بچاؤ فروخت کرنے میں ہے لہذا فروخت کرنا جائز ہوا کہ ناجائز سے بچ سکیں بنا ءً علیہ ہمارے مشائخ کرام احناف نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر ص ۴۳۶ جلد ۵، وقایہ شرح الوقایہ ص ۴۱۲ جلد ۲، بحر الرائق ص ۲۲۰ جلد ۵ تبیین الحقائق ص ۳۲۸ جلد ۳، در المختار شامی ص ۵۲۹ جلد ۳ وغیرہا کتبِ مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں بالفاظِ متقارب ہے واللفظ من الہدایۃ وان تعذر اعادۃ عینہ الی موضعہ بیع وصرف ثمنہ الی المرمۃ صرفا للبدل الی مصرف المبدل اور مشتری کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے اسے لگائے کیونکہ یہ اس کا اپنا مال بن گیا۔ البتہ مویشی خانہ یا بیت الخلاء پر نہ لگاتے اس لئے کہ اس کو مسجد کے ساتھ نسبتِ خاصہ ہے حالانکہ در المختار و شامی ص ۱۶۵ میں ہے کہ مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جو تعظیم میں مخل ہو فرمایا کحشیش المسجد وکناستہ لا یلقی فی

Marfat.com

موضع یخل بالتعظیم۔
واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا
محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۱-۸-۷۳

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ :
گذارش ہے کہ آپ برائے کرم واپس ڈاک فتوے سے مطلع فرمائیں کہ ، کیا فرماتے ہیں علماءِ دین کہ جو چیز مسجد کے لئے وقف ہو اور مسجد میں استعمال کی جاتی ہو۔ مثلاً پنکھا وغیرہ وہ اور کسی جگہ میں استعمال کرنی جائز ہے یا نہیں ؟ یا امام مسجد اپنے گھر میں کوئی چیز مسجد سے لیجا کر استعمال کر سکتا ہے۔ مہربانی کرکے واپس فتوے دے کر مشکور فرمائیں۔

نیازمند : فردوس لیدرز کمپنی چیمبرلائن روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

آباد مسجد کے لئے وقف شدہ شے چراغ ، پنکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ اور کسی جگہ بھی استعمال کرنی جائز نہیں۔ قرآنِ مجید کا ارشادِ مبین ہے ان المساجد للہ کہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں ؛ تو بلا اجازتِ شرعیہ کوئی شخص بھی مسجد کی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کر سکتا۔ فقہائے کرام نے بطورِ تمثیل تصریح فرمادی ہے کہ کوئی شخص مسجد کا چراغ اپنے گھر نہیں لے جا سکتا۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۹ جلد ۱ ،

Marfat.com

فتاوٰے عالمگیری ص۵۰ جلد ۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے : والنظم منہا ولا یحمل الرجل سراج المسجد الی بیتہ بلکہ یہاں تک بھی تصریح فرمادی کہ متولی مسجد کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ فتاوٰی قاضیخان ص۱۳، خلاصۃ الفتاوٰی ص۲۳۳ جلد۴، بحر الرائق ص۲۵ جلد۵، فتاوٰے عالمگیر ص۳۴۹ جلد ۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے متولی المسجد لیس لہ ان یحمل سراج المسجد الی بیتہ ۔ بلکہ یہاں تک تصریح فرمادی کہ چراغ مسجد جو مسجد میں نمازیوں کے لئے جلایا گیا اس کی روشنی میں کتب شرعیہ کا درس دینا جائز ہے مگر فرماتے ہیں کہ یہ صرف رات کی پہلی تہائی تک جائز ہے اور اس کے بعد رات میں چراغ مسجد پر مسجد میں بھی درس نہیں دیا جاسکتا۔ فتاوٰے قاضی خان ص۱۶، البحر الرائق ص۲۵ جلد۵، فتاوٰے عالمگیر ص۳۴۸ جلد ۲، ص۹۴ جلد ۴ میں ہے والنظم من الھندیۃ ان اراد انسان ان یدرس الکتاب بسراج المسجد (الی ان قال) وفی مازاد علی ثلث اللیل لیس لھم تاخیر الصلوٰۃ فلا یکون لھم حق التدریس کذا فی الخانیۃ والظاھر انہ دلہ بضمیر الواحد کما فی الکتب الاخر ۔ اور دوسری اشیاء کا بھی یہی حکم ہے کہ چراغ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ حکم نسبتِ مسجد کا ہے لہٰذا الاشباہ والنظائر ص۵۶۱ میں فرمایا لا تجوز اعارۃ ادواتہ لمسجد اٰخر ، یعنی آلاتِ مسجد عاریۃً کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں اور جب دوسری مسجد کے لئے جائز نہیں تو متولی یا امام اور خادم مسجد کے گھروں کے لئے کیوں کر جائز ہو۔ ہاں اگر کوئی چیز زائد از ضرورت آجاتے اور محفوظ نہ رکھ سکتے ہوں یا استعمالِ مسجد کے قابل نہ رہے یا خدانخواستہ مسجد ہی بالکل ویران ہو جائے تو ایسی صورتوں میں بشرائطِ معلومہ شرعًا فروخت کر سکتے ہیں یا دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں بعض ائمہ کرام کے نزدیک واقف خود بھی اپنے تصرف میں لاسکتا ہے مگر یہ اجازت ہرگز نہیں کہ جو چاہے اپنے طور پر استعمال کرے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۶۴-۷-۲
۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

Marfat.com

الاستفتاء

ہم نے گاؤں کے چوک میں ایک پختہ عالیشان مسجد بنائی ہے۔ سابقہ مسجد گاؤں کے ایک کونے پر واقع ہے جو کہ کچی ہے اور خستہ حالت میں ہے۔ ہم اسے مسمار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تحریر کر دیں کہ اس مسجد کی مٹی کہاں پھینکیں۔ آیا اس جگہ آبادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

ازطرف : سردار محمد صدیق ڈوگر چیئرمین شاہ یکہ ۶۶-۹-۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب مسجد مسجد بن جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن جاتی ہے لہذا اسے مسمار کرنا اور سکنی بنانا شرعًا حرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا (پ۱ رکوع ۱۴) ترجمہ: "اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔" لہذا اس مسجد کو مسجد کی شکل ہی میں آباد رکھا جائے اور مسمار نہ کیا جائے اور نہ ہی سکنی بنایا جائے۔ ہاں عمارت زیادہ خستہ ہو تو مرمت کر دی جائے یا تجدید کر دی جائے مگر رکھا مسجد ہی جائے تاکہ قرآن کریم کے ارشاد کی خلاف ورزی نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک گاؤں کے زمینداروں نے اپنے

Marfat.com

گاؤں کی مسجد پختہ بنانی چاہی تو پہلی آبادکچی مسجد کو چھوڑ کر اس کے ساتھ نئی مسجد بنالی اور پہلی مسجد کو امام کا مکان بنادیا، اس میں مویشی وغیرہ بھی باندھ لیتے ہیں تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

سائلین : بہاول خان - محمد امیر خان نمبرداران پہلوان ولد ترنج - محب علی گڈ کور سکنہ چک ۲۰/۱ ایل، ڈاک خانہ چک ۲۲/۱ ایل اوکاڑہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب یہ تبدیلی ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ اس میں سابقہ مسجد کی تخریب وتعطیل ہے (ویران کرنا اور اس میں ادائیگی نماز چھوڑ دینا) اور تعطیل وتخریب مساجد از روئے قرآن کریم اور احادیث شریفہ ومذہب مہذب ائمہ دین ناجائز وحرام اور سخت ترین حرام ہے۔ پارہ اول میں ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا ترجمہ: اور اس سے زیادہ ظالم کوئی شخص نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کے ویران کرنے میں کوشش کرے۔" مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے روکنا اور ویرانی میں کوشاں ہونا مسجدوں کے گرانے اور معطل کرنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ تفسیر جلالین، بیضاوی، ابوالسعود میں ہے بالھدم او التعطیل۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع میں ہے انما بنیت المساجد لما بنیت لہ مبسوط امام سرخسی وغیرہ میں ہے اتخاذ المسجد یلزم بالاتفاق۔ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر گاؤں یا شہر ویران ہو جائے اور وہاں کوئی نہ رہے تو پھر بھی مسجد مسجد ہی رہے گی یہی مفتیٰ بہ ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، فتاویٰ عالمگیر، فتاوے خیریہ، درالمختار، شامی، بحرالرائق وغیرہا میں ہے والنظم من الدر ومتنہ ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ وبہ یفتی تو آباد گاؤں کی مسجد کو نماز سے معطل اور ویران کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور پھر مویشی وغیرہ کا باندھنا جو بول اور گوبر بھی وہاں کرتے ہیں جہاں باندھے

Marfat.com

جاتے ہیں۔ اور جب امام کا مکان بنا تو مجامعت وغیرہ بھی اس میں ہوگی، یہ سب از روئے قرآنِ کریم اور احادیث پاک اور فقہ شریف کے حکم سے ناجائز اور حرام در حرام ہیں، مسلمانوں پر لازم کہ اس بڑے ظلم سے باز آئیں ورنہ اس سزا کا انتظار کریں جو پارۂ اول میں بیان ہوئی ہے لهم في الدنيا خزي و لهم في الآخرة عذاب عظيم" واسطے ان کے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔"

والله تعالى اعلم و علمه جل مجده اتم و احكم وصلى الله تعالى على حبيبه و آله و اصحابه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

Marfat.com

عقود العساجد
لعمّار المساجد

مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا منع ہے

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

أحب البلاد إلى الله مساجدها

سب سے پسندیدہ زمین کے حصے مسجدیں

marfat.com

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ ایک گاؤں کی مسجد خام شہید کرکے پختہ تیار کی گئی اور پہلی مسجد کے صحن کا ایسا حصہ جو مسجد میں داخل تھا اور اس میں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی تھیں مسجد پختہ کی محاذات سے چونکہ ایک طرف ہے لہذا اس میں سے بعض کو مسجد سے خارج کردیا اور دوسری طرف سے اتنا ہی داخل کردیا تاکہ صحن متناسب ہوجائے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے، وقتِ جواب وہ نقل پیشِ نظر رہے۔ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ اٰلہ الاطھار وصحبہ الخدمۃ اما بعد، یہ جواب دو فصل پر مشتمل ہے۔ فصلِ اول نوری جواب سوال، فصل دوم نوری جواب استدلال۔

فصلِ اول: مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا شرعاً سخت ناجائز ہے جس کے عدمِ جواز پر قرآنِ کریم کے نصوصِ جلیلہ واحادیثِ علیہ ونقولِ مذہبِ مہذب حنفیہ شواہدِ عدل ہیں۔ حضرت رب العالمین واحد قہار کا فیصلہ اس کے متعلق سنیئے ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا

منہ جنم خادم ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

خائفین لهم فی الدنیا خزی و لهم فی الآخرة عذاب عظیم۔ ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو لائق نہ تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔"

یہ پُر ظاہر کہ مسجد بجمیعِ اجزائہ مسجد ہے۔ مبسوط امام سرخسی ص۳۴ جلد ۱۲ میں ہے ان المسجد موضع السجود ونحوہ فی مفاتیح الغیب للامام الرازی وغیرھا اور اس حصہ کے خارج کر دینے میں اس میں نماز پڑھنے سے روکنا ہے جو ذکر اللہ سے روکنا ہے اور اس کی ویرانی میں کوشش کرنی ہے کہ خارج کر دینے کی صورت میں مسجد ہی سے علیحدہ ہو جائے گا۔ تفسیر جلالین شریف ص۱۵ میں ہے ومن اظلم ای لا احد اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ بالصلوٰۃ و التسبیح وسعیٰ فی خرابھا بالھدم او التعطیل ترجمہ: اور کون زیادہ ظالم یعنی نہیں کوئی زیادہ ظالم اس سے جو روکے اللہ کی مسجدوں کو اس سے کہ ذکر کیا جائے ان میں نام اس کا ساتھ نماز اور تسبیح کے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں گرانے اور معطل کرنے کے ساتھ۔" بیضاوی شریف ص۱۰۱/۱ میں ہے ان یذکر فیھا اسمہ ثانی مفعولی منع وسعیٰ فی خرابھا بالھدم او التعطیل تفسیر ارشاد العقل ص۳۵۳ جلد ۱ میں ہے بالھدم او التعطیل اور اس آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے مگر حکم تمام مساجد کو عام ہے۔ تفسیر ارشاد العقل شریف ص۳۵۲ ج ۱ میں ہے وھذا الحکم عام لکل من فعل ذلک فی ای مسجد کان (ترجمہ) اور یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو کرے اس کو کسی مسجد کے ساتھ۔" تفسیر بیضاوی شریف کے ص۱۰۱ پر ہے عام لکل من خرب مسجدا او سعی فی تعطیل مکان مرشح للصلوٰۃ (ترجمہ) عام ہے واسطے ہر اس شخص کے جو ویران کرے کسی مسجد کو اور کوشش کرے ایسے مکان کے معطل کرنے میں جو نماز کے لئے تیار کیا گیا ہو۔" امام علاؤ الدین صوفی خازن اپنی تفسیر لباب التاویل کے ص۸۴ جلد ۱ میں ابنِ عربی علیہ الرحمۃ سے ناقل انہ کل مسجد قال وھو الصحیح لان اللفظ عام ورد بصیغۃ الجمع فتخصیصہ ببعض المساجد او ببعض الازمنۃ محال۔ یعنی بے شک یہ حکم ہر مسجد کا ہے فرمایا اور وہی صحیح ہے اس لئے کہ

Marfat.com

بے شک لفظ عام ہے وارد ہوا ہے جمع کے صیغہ سے پس خاص کرنا اس کا بعض مساجد کے ساتھ یا بعض زمانوں کے ساتھ محال ہے "۔ صاوی علی الجلالین صنہ جلد ا پر ہے ھذا عام لکل من منع مساجد اللہ من ذکر اسم اللہ فیھا کان مسلما او کافرا (ترجمہ) یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو روکے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو ذکر کرنے اللہ کے نام سے ان میں مسلمان ہو یا کافر "۔ تفسیراتِ احمدیہ صا پر ہے انھا تدل علی ان ھدم المساجد و تخریبھا ممنوع وکذا المنع عن الصلوٰۃ و العبادۃ و ان کان مملوکا للمانع وقد وعد اللہ تعالیٰ علیہ و شنع علیہ الفقھاء و تمسکوا بھذہ الآیۃ (ترجمہ) بے شک یہ آیت ولالت کرتی ہے اوپر اس بات کے کہ بے شک گرانا مسجدوں کا اور ویران کرنا ان کا منع کیا گیا ہے اور ایسے ہی روکنا نماز سے اور عبادت سے اگرچہ ہو مانع کے ملک میں اور ضرور عذاب کی خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور طعن کیا ہے اس پر فقہا رنے اور دلیل بنایا ہے انہوں نے اس آیت کو "۔

دیکھا مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ وہ سب سے بڑا ظالم ہے اور اس کے لئے دنیا میں خواری اور آخرت میں بڑا عذاب ہے تو ثابت ہوا کہ ایسا کرنا سخت ناجائز ہے۔ نیز قرآنِ کریم کا ارشاد ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ " اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہراؤ اللہ کے نشانوں کو "۔

خازن صلا جلد ۲ میں ہے شعائر اللہ، شرائع اللہ و معالم دینہ (ترجمہ) "شعائر اللہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے دین کے نشان ہیں "۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ مسجد دین کے نشانوں میں سے ایک بہت بڑا نشان ہے۔ چنانچہ لباب التاویل صلاا جلد ا پر اس کو واضح طور پر فرمایا و نصہ کل ما کان معلما لقربان یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من صلوٰۃ و دعاء و ذبیحۃ فھو شعیرۃ من شعائر اللہ ہر وہ چیز جو نشان ہو واسطے ایسے کام کے جو نزدیکی حاصل کی جائے ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف نماز ہو یا دعا یا ذبیحہ ہو تو وہ شعیرہ ہے شعائر اللہ سے "۔ اور ایسے ہی معالم التنزیل صلاا جلد ا میں ہے پس چونکہ مسجد نماز کا نشان ہے لہذا وہ شعائر اللہ میں داخل ہے اور شانِ نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر عموم لفظ ہی ہوتا ہے چنانچہ نور الانوار صد۱۹۲ میں ہے صیغۃ العام اذا وردت فی حق شخص خاص فی نص او قول الصحابۃ فان کانت کلاما مبتدأ فلا

Marfat.com

خلاف فی انها عامة لجميع افرادها ولا تختص بسبب خاص وردت فيه "عام کا صیغہ جب وارد ہو خاص شخص کے حق میں کسی نص یا قولِ صحابہ میں، پس اگر ہو شروع کلام میں، پس اس بات میں کوئی خلاف نہیں کہ بیشک وہ عام ہے اپنے تمام افراد کو اور خاص نہیں ہوتا ایسے خاص سبب سے جو اس میں وارد ہوا ہو" بحرالرائق ص۳۴۳ جلد۱، درالمختار و ردالمحتار ص۵۰۹ جلد۱، فتح القدیر ص۲۹۵ جلد۱ میں ہے والنظم من الفتح العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب "اعتبار عام ہونے لفظ کا ہے نہ خاص ہونے سبب کا" تفسیر کبیر ص۳۶ جلد۳ میں ہے اول الأية اذا كان عاما و اخرها اذا كان خاصا لم يكن خصوص اخر الأية مانعا من عموم اولها (ترجمہ) "اول آیت کا جب عام ہو اور آخر اس کا خاص ہو تو اس کے آخر کا خاص ہونا اول کے عام ہونے سے مانع نہیں بنتا" نیز قرآنِ کریم سورۂ حج میں ارشاد فرمایا ہے ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب (ترجمہ) "اور جو تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کی تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے" لباب التاویل ص۱۴۲ جلد۵ میں ہے وقيل شعائر الله اعلام دينه و تعظيمها من تقوى القلوب ومثله فی معالم التنزيل ص۱۴۲ جلد۵۔ نیز قرآنِ کریم سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے فی بيوت اذن الله ان ترفع (ترجمہ) "ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے"۔ قولِ محقق یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ لباب التاویل ص۶۶ جلد۵ میں ہے والمراد بالبيوت جميع المساجد "اور بیوت سے مراد تمام مسجدیں ہیں اور ایسے ہی معالم میں ہے"۔ تفسیر کبیر ص۲۸۷ جلد۶ میں اسے ترجیح دی ہے حیث قال فالاولى حمل اللفظ على جميع المساجد یعنی بہتر یہی ہے کہ اس لفظ کو تمام مسجدوں پر حمل کیا جائے" تفسیر ارشاد العقل ص۲۰۶ جلد۷ میں ہے والمراد بالبيوت المساجد كلها "اور مراد بیوت سے تمام مسجدیں ہیں" اور رفع سے مراد یا رفعِ بنا ہے یا تعظیم، ارشاد العقل کے اسی صفحہ پر ہے والمراد

؎ یعنی اس بلند کرنے سے ان کی عمارت کا بلند کرنا مراد ہے کہ دوسرے مکانوں سے مسجدیں اونچی ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مساجد کی تعظیم ہے ۱۲

بالاذنؔ فی رفعها الامر ببنائها رفیعة لا کسائر البیوت وقیل هو الامر برفع مقدارها ۔ لباب التاویل ص۶۶ جلد ۵ میں ہے ان ترفع ای تبنی وقیل تعظیم ومثله فی المعالم (ترجمہ) ان ترفع سے مراد یہ ہے کہ بنا کی جائیں اور کہا گیا ہے کہ تعظیم کی جائیں اور ایسے ہی معالم میں ہے۔"

تفسیر کبیر میں یہ دونوں قول لکھ کر تیسرا قول یہ تحریر کیا کہ مراد مجموع ان دونوں چیزوں کا ہے حیث قال فی ص۲۸۷ ج۶ و ثالثها المراد مجموع الامرین و نقله الشیخ الصاوی فی ص۱۱۶ ج ۳ (ترجمہ) "تیسرا قول یہ ہے کہ مراد مجموع ان دونوں چیزوں کا ہے اور نقل کیا اس کو شیخ صاوی نے بھی ص۱۱۶ ج۳ میں۔"

بہرحال ہمارا مدعا اس آیت سے بین طور پر واضح ہے کہ اگر امر بالبناء مراد ہے تو خارج کر دینے کی صورت میں بناء مفقود ہے لہذا ممنوع ہوا، اور اگر تعظیم مراد ہے تو خارج کر دینا تعظیم کے منافی ہے لہذا ناجائز ہوا اور اگر دونوں مراد ہیں تو دونوں طرح عدم جواز ثابت ہوا ۔ نیز حضرت رب العالمین کا ارشاد ہے ان المساجد للہ "مسجدیں خاص ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے۔" عنایہ شرح ہدایہ ص۴۴۴ جلد ۵ ، فتح القدیر ص۴۴۴ جلد ۵ میں ہے والنظم للمحقق الکمال والمسجد خالص للہ سبحانہ لیس لاحد فیہ حق قال اللہ تعالیٰ و ان المساجد للہ مع العلم بان کل شیئ له فکان فائدۃ ھذہ الاضافة اختصاصه به وھو بانقطاع حق کل من سواہ ــــــ

(ترجمہ) اور مسجد خالص ہے واسطے اللہ تعالیٰ سبحانہ کے نہیں ہے اس میں کسی کے لئے کوئی حق فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور بے شک مسجدیں خاص اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں باوجود یقین اس بات کے کہ بے شک ہر شے اسی کے لئے ہے ۔ پس فائدہ اس اضافت کا بڑا خاص ہونا اس کا ساتھ اس کے ہے اور وہ ساتھ منقطع ہونے

سه فی الجمل ص۲۶۶ ج۳ و فی الکرخی اذن اللہ ای امر ان ترفع ای تعظم او ترفع بالبناء قدر ا الخ ۱۲ النور غفرله

Marfat.com

حق ہر اس شخص کے ہے جو سوا اس کے ہے اور ہم مثل اس کے بحر الرائق صـ۲۵۱ جلد ۵ اور رد المحتار صـ۵۱۲ جلد ۳ میں بھی ہے۔"

اور جب کسی کا کوئی حق نہیں تو جزء مسجد کے خارج کرنے کا حق کیونکر ہو سکتا ہے؟

احادیث منیفہ

مسند امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسانید الامام الاعظم صـ۲۴۲ ج۱ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا ینشد بعیرا فی المسجد فقال لا وجدت ان المسجد لما بنی لہ (ترجمہ) "بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ایک آدمی کو جو دریافت کر رہا تھا گم شدہ اونٹ کو مسجد میں، پس فرمایا نہ پائے تو بیشک مسجدیں اسی چیز کے لئے ہیں جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے؟" سنن ابن ماجہ صـ۵۶، صحیح مسلم صـ۲۱۰ جلد ۱، سنن کبری بیہقی صـ۴۴۷ جلد ۲ میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً ہے۔ اور کتاب الآثار قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ صـ۱۹۹ میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے و النظم من صحیح مسلم ان رجلا نشد فی المسجد فقال من دعی الی الجمل الاحمر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وجدت انما بنیت المساجد لما بنیت (ترجمہ) بے شک ایک مرد نے دریافت کیا مسجد میں پس کہا کون پتہ دیتا ہے مجھے اونٹ سرخ کا پس فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پائے تو جز ایں نیست کہ بنا کی گئی ہیں مسجدیں واسطے اس کے جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے۔"

سنن کبری بیہقی صـ۴۴۷ جلد ۲، سنن ابن ماجہ صـ۵۶، سنن ابو داؤد صـ۶۸ جلد ۱، صحیح مسلم شریف صـ۲۱۰ جلد ۱ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے و النظم من صحیح مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن

Marfat.com

لهذا۔ (ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سُنے کسی مرد کو دریافت کرتا اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں پس چاہیئے کہ کہے نہ واپس کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر، اس لئے کہ بے شک مسجدیں نہیں بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے "

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیثِ مذکورہ میں عدمِ جواز نشد الضالۃ فی المسجد کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ مسجدیں نشدِ ضالہ کے لئے بنا نہیں کی گئیں تو اس استدلال سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس کام کے لئے مسجدیں بنا نہیں کی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں ممنوع ہے چنانچہ مجمع البحار ص۳۵۶ جلد۳ میں ہے و یدخل فیہ کل ما لم یبن لہ المسجد (ترجمہ) " اور داخل ہے اس حکم میں ہر وہ چیز جو نہیں بنائی گئی مسجد اس کے لئے " غنیۃ المستملی ص۵۶۷ میں ہے فالحاصل ان المساجد بنیت لاعمال الآخرۃ مما لیس فیہ توهم اهانتها بتلويثها مما ينبغى التنظيف منه و لم تبن لاعمال الدنيا و لو لم يكن فيه توهم تلويث و اهانة على ما اشار اليه قوله عليه الصلوٰة والسلام فان المساجد لم تبن لهذا اس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک مسجدیں آخرت کے ایسے کاموں کے لئے بنائی گئی ہیں جن سے مسجدوں کی بے ادبی یا آلودگی کا اندیشہ نہ ہو، دنیا کے کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں اگرچہ ان سے آلودگی یا بے ادبی نہ ہو، جیسے اشارہ کرتا ہے طرف اس کی قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فان المساجد لم تبن لهذا۔

اور یہ حقیقت ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح واضح کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی جائیں کہ ان کے حصے کاٹ کر جدا کئے جائیں تو احادیثِ مذکورہ کی تعلیل میں داخل ہو کر منع ہوا کہ مسجد کا حصہ مسجد سے علیحدہ کیا جائے۔ سبحان اللہ جب مسجد میں صرف دریافت کرنا گمشدہ شئے کا اس لئے منع ہو کہ مسجد اس لئے نہیں بنی تو مسجد کا حصہ علیحدہ کرنا اور خارج کر دینا کیونکر جائز ہو سکے۔ کیا مسجد اس لئے بنائی گئی تھی کہ اس کے حصے الگ کئے جائیں گے اور خارج از مسجد کئے جائیں گے۔ سنن ابی داؤد ص۶۶ جلد۱ میں ہے عن ابی هريرة قال ابو بدر اراه قد رفعه الى النبى صلى الله عليه وسلم

Marfat.com

قال ان الحصاۃ لتناشد الذی یخرجہا من المسجد" ابوہریرہ سے ہے
ابو بدر راوی کہتا ہے میرا غالب گمان ہے کہ حضرت نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا بے شک کنکری ضرور اللہ کی قسم دیتی ہے اسے جو نکالتا ہے اس کو مسجد سے" سنن کبری بیہقی ص۴۴۱
جلد ۲ میں ہے عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ او عن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال ان حصی المسجد لتناشد صاحبہا اذا خرج بہا من
المسجد ولا یخفی ان للموقوف فی مثل ھذا حکم المرفوع
" مروی ہے ابی صالح سے کہ مروی ہے ابوہریرہ سے یا کعب سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، فرمایا بیشک
کنکریاں مسجد کی ضرور اللہ کی قسم دیتی ہیں اپنے نکالنے والے کو جب نکالے ان کو مسجد سے اور مخفی نہیں
کہ بے شک موقوف کو اس کی مثل میں حکم مرفوع کا ہے" تو جب مسجد کی کنکری اپنے نکالنے والے کو
اللہ کی قسم دیتی ہے کہ مجھے نہ نکال، تو مسجد کا طویل وعریض حصہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اسے نکالا جائے
تو اس کا نکالنا کتنی بڑی بداخلاقی ہے۔

الاتحافات السنیہ فی الاحادیث القدسیہ کے ص۳۱ پر حدیث قدسی ہے یقول اللہ عز وجل
یوم القیمۃ این جیرانی فیقول الملائکۃ ومن ینبغی لہ ان یکون
جارک فیقول عمار مساجدی (ترجمہ) فرمائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہاں ہیں
پڑوسی میرے پس فرشتے عرض کریں گے اور کون ہو سکتا ہے پڑوسی تیرا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری
مسجدوں کے آباد کرنے والے" اخرجہ ابو نعیم عن ابی سعید۔ مشکوٰۃ شریف ص۶۸
میں ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب
البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقہا (رواہ مسلم)
نیز مشکوٰۃ شریف ص۷۱ میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل حدیث میں حدیث قدسی کا ارشاد
ہے شر البقاع اسواقہا وخیر البقاع مساجدھا۔ ان دونوں حدیثوں کا
حاصل یہ کہ زمین کے سب حصوں سے بہتر مسجدیں ہیں اور سب سے بدتر بازار ہیں۔ اور ان کے علاوہ بکثرت
احادیث موجود ہیں جن میں سے بہت سے آداب وفضائل مساجد کی طرف راہنمائی فرمائی گئی جن میں صراحۃً

Marfat.com

تکریم و تعظیم مساجد کیطرف بلایا گیا ہے اور وہ احادیث تمام کتب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم سنن ابی داؤد و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ و جامع ترمذی و سنن کبریٰ بیہقی و مستدرک حاکم وغیرہا میں بکثرت موجود ہیں بوجہ خوفِ طوالت تحریر نہیں کی گئیں اور اس تکریم و تعظیم سے صراحۃً بحکم دلالۃ النص ثابت ہوتا ہے کہ اہانت و تخریب و تقطیع مساجد ممنوع ہے۔ یہ کیا ظلم ہے کہ تناسب قائم کرنے کے لئے ایک حصہ الگ کیا جائے۔ یہ یوں ہوا کہ کسی کے باپ یا ماں کا اتفاقیہ ایک کان جہاد وغیرہ میں کٹ گیا تو فرمانبردار بیٹا کہے چونکہ ایک کان کٹ گیا لہٰذا تناسب نہ رہا میں دوسرا بھی کاٹتا ہوں کہ تناسب قائم ہو جائے اور ماں باپ کی تعظیم کا حکم تو ہے مگر کان کی تعظیم کا حکم نہیں لہٰذا میں ضرور کاٹوں گا! کیا کوئی عاقل اس کا یہ بکواس پسند کر سکتا ہے اور اسے جائز کہہ سکتا ہے؟

مذہبِ مہذب حنفیہ کا حکم

جب تک مسجد آباد ہے یا اس کی آبادی کا سامان رہے اور وہ موضع جس میں مسجد ہے آباد رہے جیسے صورتِ زیرِ بحث میں ہے تو ہمارے جمیع ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی رہتی ہے۔ مبسوط امام سرخسی ص۳۰ جلد ۱۲ میں ہے فقال محمد علیہ الرحمۃ اتخاذ المسجد یلزم بالاتفاق۔ اس کے متعلق آگے اور بہت سے دلائل آرہے ہیں بتوفیقہٖ تعالیٰ اور اگر وہ موضع ویران ہو جائے اور اس مسجد کی ضرورت نہ رہے یا مسجد ویران ہو جائے اور اس کی عمارت کا سامان نہ رہے اور لوگوں کو اس مسجد کی ضرورت نہ رہے کہ ایک اور مسجد بنا ہو گئی تو ان صورتوں میں اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک ایسی صورتوں میں بھی وہ مسجد مسجد ہی رہے گی ہمیشہ قیام قیامت تک اور اسی پر فتویٰ ہے۔ در المختار مطبوع مع رد المحتار ص۵۱۳ جلد ۳ میں ہے ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الامام والثانى ابدا الى قيام الساعة وبه يفتى حاوى القدسى۔ شامی ص۵۱۳ میں ہے قوله عند الامام والثانى فلا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون

Marfat.com

فیہ اولا وھو الفتوی حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ مجتبی وھو الاوجہ۔ اس کا حاصل یہ کہ حضرتِ امامِ اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایسی مسجد میں کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے مسجد ہی رہتی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی اور مسجد کیطرف وہ یا اس کا مال منتقل کرنا جائز ہے اور یہی فتویٰ ہے اور یہی از روئے دلیل زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی تائید بحر الرائق ص۲۵۱ جلد ۵ میں بھی ہے کہ فرمایا قال ابو یوسف ھو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد اخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وھو الفتوی کذا فی الحاوی القدسی وفی المجتبی واکثر المشائخ علی قول ابی یوسف ورجح فی فتح القدیر قول ابی یوسف بانہ الاوجہ۔ نیز بحر الرائق ص۲۵۲ جلد ۵ میں ہے الفتوی علی قول ابی یوسف فی المسجد "فتویٰ قولِ ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے مسجد کے بارہ میں۔" فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۸ جلد ۲ میں ہے قیل ھو مسجد ابدا وھو الاصح کذا فی خزانۃ المفتین (ترجمہ) کہا گیا ہے وہ مسجد ہے ہمیشہ اور یہی بہت صحیح ہے۔ ایسا ہی خزانۃ المفتین میں ہے۔" نیز اسی صفحہ میں ہے و الفتوی علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی انہ لا یعود الی ملک مالک ابدا کذا فی المضمرات" اور فتویٰ قولِ ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے کہ بیشک وہ نہیں لوٹتی ملک مالک کی طرف ہمیشہ ایسا ہی مضمرات میں ہے۔" فتح القدیر ص۴۴۶ جلد ۵ میں ہے یبقی مسجدا علی حالہ عند ابی یوسف وھو قول ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالی ومالک والشافعی رحمہما اللہ تعالی "باقی رہتی ہے وہ مسجد جیسی پہلے تھی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا اور امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا۔" نیز اسی صفحہ میں ہے فالاوجہ انہ بعد تحقق سبب سقوط الملک فیہ لا یعود۔ یعنی دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوی یہی ہے کہ بیشک وہ سقوطِ ملک کے سبب ثابت ہو جانے کے بعد واپس نہیں ہوتی۔"

Marfat.com

نصوصِ مذکورہ سے بیّن طور پر واضح ہوا کہ تابیدِ مسجد کا قول ہی راجح و قوی ہے بچند وجوہ : (۱) یہ قول امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور فتاویٰ سراجیہ صـ۱۵۷ [۲]، فتاویٰ عالمگیر صـ۱۴۳ جلد ۳، بحرالرائق صـ۲۶۹ جلد ۶، درالمختار مع ردالمحتار صـ۶۵ جلد ۱، [۱] میں ہے و النظم من الدر یفتی بقول الامام علی الاطلاق یعنی فتویٰ حضرتِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے قول پر دیا جائے۔"

بحرالرائق صـ۲۶۹ جلد ۶، شامی صـ۶۷ جلد ۱ میں ہے یحل الافتاء بقول الامام بل یجب و ان لم نعلم من حیث قال " حلال ہے فتویٰ دینا قولِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ پر بلکہ واجب ہے اگرچہ ہم یہ نہ جانیں کہ کس دلیل سے آپ نے فرمایا" بحرالرائق صـ۲۶۸ جلد ۶ میں ہے ان کان المفتی یقلد الامام فنص امامہ و ان کان اجتہادیا کالدلیل القطعی " اگر مفتی امام کی تقلید کرتا ہو تو اس کے امام کا ارشاد اگرچہ اجتہادی ہو مثل دلیل قطعی کے ہے۔"

(۲) یہ امام ابویوسف علیہ الرحمۃ کا قول بھی ہے اور انہی کتبِ مذکورہ میں ہے والنظم من الدر متصلا بالاوّل ثم بقول الثانی " پھر قول ابویوسف علیہ الرحمۃ پر" شامی میں ہے قولہ ثم بقول الثانی ای ثم اذا لم یوجد للامام روایۃ یوخذ بقول الثانی وھو ابو یوسف یعنی جبکہ نہ پائی جائے امام اعظم علیہ الرحمۃ کی کوئی روایت تو اختیار کیا جائے قولِ ثانی کا اور وہ ابویوسف ہیں۔"

(۳) اس قول میں شیخین علیہما الرحمۃ کا اجماع ہے لہٰذا زیادہ اولیٰ و احق بالاخذ ہوا۔

(۴) اس قول کو ان الفاظ سے ترجیح دی گئی ہے جو علاماتِ افتاء سے ہیں بہ یفتی و ھو الاصح وھو الفتوی، اکثر المشائخ علیہ، ھو الاوجہ، الفتوی، درالمختار مع ردالمحتار صـ۶۶، ۶۷ جلد ۱، فتاویٰ خیریہ صـ۲۳۱ جلد ۲ میں ہے والنظم من الدر اما

---

[۱] فتاوے عالمگیری صـ۱۴۳ جلد ۳، شامی صـ۶۵ جلد ۱، فتاویٰ قاضیخان صـ۲ میں ہے والنظم للامام فخر الدین قال عبد اللہ بن المبارک یاخذ بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲ [۲] فتاوے سراجیہ میں یوں ہے علی قول ابی حنیفۃ ثم بقول صاحبیہ ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد الخ ۱۲ عـہ بلافاصلۃ فیما سوی السراجیۃ فان فیہما مع فاصلۃ مرت و ذا لا یضر بالمقصد ۱۲ نور غفرلہ ــہ صـ۱۵۷

Marfat.com

العلامات للافتاء فقوله وعليه الفتوى وبه يفتى وبه نأخذ و
عليه الاعتماد وعليه عمل اليوم وعليه عمل الامة وهو الصحيح
او الاصح او الاظهر او الاشبه او الاوجه او المختار ونحوها مما
ذكر فى حاشية البزدوى الى آخره وقال شيخنا الرملى فى فتاواه و
بعض الالفاظ آكد من بعض فلفظ الفتوى آكد من لفظ الصحيح والاشبه
وغيرها ولفظ وبه يفتى آكد من الفتوى عليه۔ شامی ص۶۸ جلد ۱ میں ہے قوله
آكد من الفتوى عليه قال ابن الهمام والفرق بينهما ان الاول يفيد الحصر
والمعنى ان الفتوى لا تكون الا بذلك والثانى يفيد الاصحية۔ نیز
درالمختار ص۶۸ جلد ۱ میں ہے واذا ذيلت بالصحيح او الماخوذ به او به يفتى
او عليه الفتوى لم يفت بمخالفه۔ شامی ص۶۸ جلد ۱ میں ہے لم يجز الافتاء
بمخالفها۔ نیز شامی ص۶۷ جلد ۱ میں ہے وكذا لو كان احدهما قول الاكثرين لما
قدمناه عن الحاوى۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہو۔
شامی ص۶۷ جلد ۱ میں ہے والحاصل انه اذا كان لاحد القولين مرجح على
الاخر ثم صحح المشائخ كلا من القولين ينبغى ان يكون الماخوذ به
ما كان له مرجح لان ذلك المرجح لم يزل بعد التصحيح فيبقى فيه
زيادة قوة لم توجد فى الآخر۔ اور حاصل یہ ہے کہ بیشک جب ہو واسطے ایک دو قولوں
کے دوسرے پر کوئی مرجح پھر تصحیح کریں مشائخ ان دونوں قولوں کی تو لائق یہ ہے کہ اختیار کیا جائے وہ
قول جو ہو اس کے لئے کوئی مرجح، اس لئے کہ بیشک یہ مرجح باقی ہے تصحیح کے بعد تو باقی رہے گی اس
میں زیادتی قوت کی جو دوسرے میں نہیں پائی گئی" اور جب دوسرے قول کی تصحیح ہی نہ کی گئی ہو جیسے
کہ اس مسئلہ میں اور یہ الفاظ ترجیح بھی موجود ہیں تو بطریق اولیٰ راجح ہوگا تو جب تابید مسجد ہی راجح و مفتی بہ
ہوئی تو صورت زیر بحث میں خدانخواستہ اگر ویرانی بھی ہو جاتی تب بھی اس حصے کو چھوڑنا جائز نہیں تھا کہ
مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے چہ جائیکہ مسجد بفضلہ تعالیٰ آباد اور آبادی کا سامان موجود اور گاؤں آباد تو

Marfat.com

اس صورت میں ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی ہے تو اس کا ٹکڑا کیسے الگ کیا جا سکتا ہے اور اگر تناسب ہی قائم کرنا ہو تو اس کے لئے ایک اور جائز طریقہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری جانب سے اس حصہ کے برابر بڑھا دیں اس میں تناسب بھی قائم ہو جائے گا اور مسجد کی فراخی بھی ہو جائے گی اور مسجد کی فراخی نظرِ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محبوب ہے جس کا مسجد بنا کرنے والوں کو امر فرمایا۔ سننِ بیہقی ص۴۳۹ جلد ۲ میں حضرتِ ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مر بقوم قد اسسوا مسجدا لیبنوہ فقال اوسعوہ تملؤہ۔ قال فاوسعوہ (ترجمہ) "بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ انہوں نے بنیاد رکھی تھی مسجد کی تاکہ بنا کریں اسے پس فرمایا فراخ کرو اسے پُر کرو گے اسے فرمایا راوی نے پس فراخ کیا انہوں نے مسجد کو۔"

فصل دوم نوری جواب استدلال

مولوی صاحب نے کہا کہ کل وقف شدہ کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس دعویٰ پر دلیل نمبر ا یہ ہے کہ حطیم بیت اللہ سے ہے مگر بیت اللہ سے جدا ہے۔ وجہ تسمیہ حطیم کی یہ ہے کہ لانہ حطم من بیت ای کسر سمی حجرا لانہ حجر ای منع آگے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث کا بعض نقل کیا لان قومك قد قصرت بھم النفقۃ فاخرجوہ من البیت۔

میں کہتا ہوں یہ دلیل اصلاً دعوٰے کے مطابق نہیں کہ دعوٰے تو یہ تھا کہ وقف کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس جدا کر لینے سے مراد اگر یہ ہے کہ صرف درمیان میں ایک حد قائم کی جائے اور دونوں جیسے پہلے تھے ویسے ہی وقف رہیں مثلاً ایک مسجد کی دو مسجدیں بن جائیں تو مولوی صاحب کے مدعا کے موافق نہیں کہ مدعا اس حصے کا مسجد ہونے سے نکال کر صحن میں داخل کر دینا ہے تو لامحالہ اس جدا کر لینے سے مراد یہی ٹھہرے گا کہ مسجد ہونے سے جدا کر لینا جائز ہے تو اب وہ دلیل مدعا سے بالکل ہی بیگانہ ہے کہ حطیم مسجد سے خارج نہیں ہوا کہ مسجد الحرام کعبہ شریف کے اردگرد گھیرے ہوئے ہے اور حطیم مسجد الحرام میں ہی ہے۔ مولوی صاحب اتنا تو حاجیوں سے بھی دریافت کر سکتے تھے ہر ایک حاجی بتا دیتا کہ حطیم مسجد الحرام میں داخل ہے یا کعبہ شریف کا

Marfat.com

نقشہ ہی دیکھ لیتےعہ نقشہ ہی بتادیتا کہ حطیم مسجد شریف میں داخل ہے۔ ذرا شامی ص۶۱۶ جلد ا کو دیکھئے کہ اس میں
ہے المسجد المحیط بہا " وہ مسجد جو گھیرنے والی ہے اس کو"۔ "بہا" کی ضمیر کعبہ شریف کیطرف
راجع ہے چنانچہ اسی صفحہ میں ہے الکعبۃ وما حولہا من المسجد "کعبہ شریف اور وہ جو
اردگرد ہے اس کے مسجد سے"۔ بلکہ حطیم کا جتنا مقدار قریش نے کعبہ شریف کے مکان سے خارج کیا تھا
شرعاً کعبہ شریف میں ہی داخل ہے اگرچہ صورۃً خارج ہے" اخرجوہ من البیت" جس سے مولوی صاحب
نے استدلال کیا ہے اس اخراج سے اخراجِ صوری مراد ہے۔ اور حکماً داخلِ بیت ہے یعنی بقعہ جتنا پہلے بیت اللہ تھا
اتنا ہی اب بھی ہے صرف مکان بناتے وقت قریش نے مکان سے خارج کر دیا تھا۔ اس مدعا پر اگر ضرورتِ
دلیل ہے تو حبر الامۃ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فتوے طلب کرو کہ حجر یعنی حطیم بیت اللہ میں داخل ہے
یا نہیں، ابھی فتوے صورتِ اثبات میں ملے گا۔ دیکھئے مستدرک حاکم ص۴۶ جلد ا ، سننِ کبرٰی بیہقی ص۹ جلد ۵
میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال الحجر من البیت لان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف بالبیت من ورائہ قال اللہ تبارک وتعالٰی
ولیطوفوا بالبیت العتیق قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد۔
مؤطا امام مالک علیہ الرحمۃ ص۳۱۳ جلد ا طبع جید برقی میں ہے باب یطوف من وراء الحجر فانہ من
البیت نیز ص۳۱۳ میں ہے مالک انہ سمع ابن شہاب یقول انی سمعت بعض
علمائنا یقول ما حجر الحجر وطاف الناس من ورائہ الا ارادۃ ان
یستوعب الناس الطواف بالبیت۔ دیکھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور عالم
مدینہ امامِ مالک اور ان کے استاذ الاستاذ علیہم الرحمۃ کا فتوٰی یہی ہے کہ حطیم بیت اللہ سے ہے اور اسی وجہ
سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ حطیم کے باہر سے فرمایا جیسا حدیثِ مستدرک و بیہقی سے
سن چکے حالانکہ حکم طوافِ بیت کا ہے اور یہی استدلال سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور جمیع
امت کا یہی مذہب ہے چنانچہ مؤطا سے سن چکے۔ اور سننِ ابوداؤد شریف ص۲۵۸ جلد ا ، سننِ کبرٰی
بیہقی ص۸۹ جلد ۵ میں سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے ولا طاف الناس من

عہ اور نہ سہی تو شرح الوقایہ تو آپ کے پیشِ نظر تھا حاشیہ پر سے دیکھ لیتے ، نقشہ مل جاتا ۱۲

Marfat.com

وراء الحجر الا لذلک ۔ اور کتبِ مذہب مہذب حنفیہ کی تصریحاتِ عالیہ بھی گونج رہی ہیں کہ طواف حطیم کے اوپر سے کیا جائے بلکہ خود میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمایا کہ حطیم بیت اللہ سے ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف صفحہ ۲۱۵ جلد ۱ صحیح مسلم شریف صفحہ ۴۳۱ جلد ۱، مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۱۹۸، سنن کبریٰ بیہقی صفحہ ۸۹ جلد ۵ میں سیدتنا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے والنظم من صحیح البخاری عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدار امن البیت ھو قال نعم ۔ سنن ابی داؤد صفحہ ۲۷۷ جلد ۱، مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۲۱۹، جامع ترمذی صفحہ ۱۱۹/۱، سنن نسائی صفحہ ۳۵ جلد ۲، سنن بیہقی صفحہ ۱۵۸ جلد ۵ والنظم من النسائی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کنت احب ان ادخل البیت فاصلی فیہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فادخلنی الحجر فقال اذا اردت دخول البیت فصلی ھھنا فانما ھو قطعۃ من البیت ۔ سنا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ کہ حطیم بیت سے ہے، حطیم بیت اللہ کا قطعہ ہے اس میں نماز پڑھنی ایسی ہے جیسی بیت اللہ میں نماز پڑھنی ۔

اب روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اخرجوہ من البیت سے مراد اخراج صوری ہے اور شرعاً داخل ہے تو معلوم ہوا کہ وقف مسجد کا ٹکڑا مسجد سے علیحدہ نہیں ہوا عجب کہ مولوی صاحب کی نظر سے ایسے صریح ارشاداتِ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جو آفتاب سے بھی زیادہ چمک رہے ہیں، پوشیدہ رہے اور اخرجوہ من البیت نظر آگیا حالانکہ جن صفحات میں اخرجوہ من البیت تھا انہی میں یہ بھی تھا کہ من البیت۔ شرح الوقایہ میں جو فرمایا حطم من البیت ای کسر اس سے مراد بھی کسرِ صوری ہے کہ اسی صفحہ ۳۳ میں حدیث شریف لائے جس میں ان الحطیم من البیت ہے اور شرح الوقایہ صفحہ ۴۰ جلد ۲ میں اقرار کیا کہ سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وقف کعبہ لازم ہے حیث قال اما عندھما فالوقف لازم وعلیہ الفتوی والاصل فیہ وقف الخلیل صلوات اللہ علیہ الکعبۃ دیکھا تو وہ وقف کعبہ کو لازم مان رہے ہیں ۔ اور مبسوط سرخسی صفحہ ۳۰ جلد ۱۲ میں بھی یونہی ہے ۔ فتح القدیر صفحہ ۴۲۶

Marfat.com

جلد ۵ میں جمہور علماء سے نقل فرمایا کہ زمین کعبہ شریف مسجدیتہ[۱] سے خارج نہیں ہے حیث قال واستدل ابو یوسف وجمہور العلماء علی عدم خروج موضعها عن المسجدیۃ۔ افسوس کہ مولوی صاحب کو صحابہ کرام اور علماء عظام و ائمہ کرام اور خود محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تمام کے تمام نظر نہ آئے، نظر آیا تو ایک اخرجوہ من البیت نظر آیا اور پھر طرفہ یہ کہ اخرجوا کی ضمیر کو نہ دیکھا کہ کس جماعت کی طرف عائد ہے اور صیغۂ ماضی بھی نہ دیکھا۔ اگر ضمیر اور صیغہ پر غور کرتے تو اس سے ہرگز استدلال نہ کرتے مگر یہ اظہر من الشمس ہے۔ شاید دیدہ و دانستہ ہی اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے چشم پوشی کر گئے جو بدترین خیانت ہے اور یہی احتمال ان کی چشم پوشی کا احادیث شریفہ کے متعلق بھی ہے۔

اچھا میں واضح کرتا ہوں کہ یہ ضمیر قریش کی طرف عائد ہے اور زمانہ ماضی سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں وہ کافر تھے تو حاصل یہ ٹھہرا کہ قریش نے زمانہ کفر میں خارج کیا۔ افسوس افعالِ کفار سے استدلال کیا جاتا ہے جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ چونکہ کفار نے ایسا کیا لہٰذا ہم بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ عذر بھی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تقریر فرمائی بلکہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا صریح رد فرمایا اور اصلی بنیاد پر بناء فرمانے اور حطیم کے داخل فرمانے سے عذر فرمایا کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شبہات پیدا ہونے کا خطرہ ہے ورنہ گرا کر بنیادِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بنا کر دیتا۔

یہ مضمون احادیث صحیح بخاری ص۲۱۵ جلد ۱، صحیح مسلم ص۴۲۹ جلد ۱، سنن کبریٰ بیہقی ص۸۹ جلد ۵، مستدرک حاکم ص۴۸۰ جلد ۱، مسند ابو داؤد طیالسی ص۱۹۸، سنن نسائی ص۳۴/۳۳ جلد ۲، مؤطا امامِ مالک علیہ الرحمۃ ص۳۱۳ سے مستفاد ہے۔ حدیث مسند ابی داؤد کے کلمات یہ ہیں عن عائشۃ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدر تعنی الحجر امن البیت قال نعم قالت قلت فما منعہم ان یدخلوھا البیت قال عجز قومک عن النفقۃ قالت قلت فلم جعلوا بابہ مرتفعا حتی

---

[۱] فی الحاشیۃ هٰکذا ولعلہ زائد او محرف جدا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

قال فعل ذلك قومك ليدخلوا من شاءوا ويمنعوا من شائی او لولا قومك حديث عهد بجاهلية وانا اخاف ان تنكرہ قلوبهم لادخلت ما تركو او الزقت بابه بالارض۔ بلکہ شرح الوقایہ ص۳۳ جلد ۱ میں اس حدیث کے آخر میں اتنا اور زائد روایت کیا ولئن عشت الیٰ قابل لافعلن ذالك یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" اور ضرور اگر میں دنیا میں آئندہ سال تک رہا تو ضرور کروں گا اسکو" فرماتے ہیں فلم یعش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما نہ رہے اور آپ کا وصال شریف ہو گیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہ وبارک وسلم فی الدنیا والآخرۃ۔

بلکہ اگر مولوی صاحب غور کرتے تو یہ دلیل ہرگز نہ لکھتے کہ یہ ان کی دلیل تو بن نہیں سکتی جیسے واضح ہو چکا ہاں ہمارے مدعا کی دلیل ہے کہ کفار نے ایسا کیا اور سرکار نے اسے پسند نہ فرمایا تو مولوی صاحب نے ہمارے مدعا کی دلیل ذکر کی نہ کہ اپنے مدعا کی، اس کا نام ہے ہیبتِ حق اور جلوۂ نورِ اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

مولوی صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہا ہے کنز الدقائق ص۲۰۵ میں، وہ عبارت یہ ہے اذا جعل شيئا من طريق مسجد صح كعكسه۔ اس سے معلوم ہوا کہ جائز نقل کرنا بعض مسجد کا اور اس کا جو متعلقاتِ مسجد سے ہو۔ پھر شامی ص۴۲۰ جلد ۳ سے نقل کیا ثم نقل عن خواحل[عہ] زاده عن العتابية اذا كان الطريق ضيقا والمسجد واسعا لا يحتاجون الى بعضه تجوز الزيادة فی طريق المسجد لان كلها للعامة۔

میں کہتا ہوں عبارتِ شامی کا ایک وہ حصہ نقل کیا جو ان کے مدعا کا مؤید ہوا اور آگے پیچھے کچھ بھی نہ دیکھا "کعکسہٖ" متنِ در المختار میں موجود ہے اور در المختار میں اس کا معنی بیان کیا اور شامی علیہ الرحمۃ نے اس پر تنقید کی۔ مولوی صاحب نے کسی بات پر نظر نہ کی اور اپنی طرف سے ترجمہ کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ جائز ہے نقل کرنا بعض مسجد کا۔ اگر اس پر نظر کرتے جو در المختار میں اس کا مطلب بیان ہوا یا علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا تو سمجھ لیتے کہ یہ نتیجہ "کعکسہٖ" کا نہیں بلکہ اس کا عکس ہے مگر مطلب تو مدعا ثابت کرنا ہے، سچ ہے حبك الشیئ یعمی ویصم۔ سنیئے! در المختار میں ہے كعكسه ای كجواز عكسه فهو ما اذا

عہ نقل فتویٰ میں یونہی غلط ہے ہم نے اسے اسی طرح لکھ دیا کہ مولویت کے شواہد ہیں اور ایسے ہی اور نقول بھی ہیں ۱۲ نور غفرلہ

Marfat.com

جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع۔ اور "کعکسہ"
کا یہی معنی بحرالرائق شرح کنزالدقائق ص۲۵۵ جلد۵ اور رمزالحقائق ص۲۰۵ میں بیان فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا
کہ مسجد کا کوئی حصہ مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جاتا بلکہ مسجد کے بیچ میں ہی سے گذرنے کی جگہ مقرر کریں جیسے فی
المسجد ممر کی "فی" ظرفیت کو ظاہر کر رہی ہے اور اس سے مراد یہ نہیں کہ سڑک میں داخل
کیا جائے یا مسجد میں سڑک بنائی جائے چنانچہ درالمختار، بحرالرائق، رمزالحقائق میں پہلی عبارت کے متصل
ہے و النظم من البحر والرمز و جاز لکل احد ان یمر فیہ حتی
الکافر الا الجنب و الحائض و النفساء لما عرف فی موضعہ و لیس
لھم ان یدخلوا فیہ الدواب۔ دیکھا جنب وحائض ونفساء کا استثناء اور چارپایوں کے داخل
کرنے سے روکنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ جگہ مسجد سے خارج نہیں ہو جاتی اور عام سڑک نہیں بن جاتی ورنہ
جنب وغیرہ کا استثناء کیوں کیا جاتا کہ عام سڑک میں جنب وغیرہ گذر سکتے ہیں اور چہارپائے سڑکوں میں ہی
چلائے جاتے ہیں بلکہ لما عرف فی موضعہ صراحۃً بتا رہا ہے کہ وہ باقاعدہ مسجد میں داخل ہے
کہ "موضعہ" سے مراد وہ موضع ہے جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ جنب وحائض ونفساء مسجد میں داخل نہ ہوں جیسے
کہ تمام اسفارِ فقہ میں موجود ہے اور شامی علیہ الرحمۃ نے تو اس کے مسجد سے خارج نہ ہونے کی تصریح کر دی۔
شامی ص۵۳۱ جلد۳ میں ہے و تسقط حرمۃ المرور فیہ للضرورۃ لکن لا تسقط
عنہ بجمیع احکام المسجد فلذا لم یجز المرور فیہ لجنب ونحوہ
کما مر یعنی مسجد میں سے گزرنا جو شرعاً ناجائز ہے ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہو جاتا ہے اور یہ نہیں کہ
تمام احکام مسجد کے ساقط ہو جائیں۔
دیکھا اس جگہ کے لئے باقی تمام احکام مسجد ثابت مان رہے ہیں اور تمام احکام مسجد کے مسجد ہی کے
لئے ثابت ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ جگہ مسجد میں داخل ہے اور خارج نہیں ہوتی اور یہ جواز المرور بھی
ضرورت کے وقت ہی ہے مطلقاً نہیں۔ درالمختار مطبوع مع الشرح ص۶۱۴ جلد۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۲۹
جلد۱، بحرالرائق ص۳۵ جلد۲، فتاویٰ عالمگیر ص۵ جلد۱ میں ہے و النظم من الھندیۃ
رجل یمر فی المسجد و یتخذ طریقا ان کان بغیر عذر لا یجوز و

Marfat.com

بعذر يجوز اور جب عذر کیوجہ سے گزرے تو تحیۃ المسجد ادا کرے ہاں اگر دن میں کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ ہی تحیۃ المسجد کا پڑھنا کافی ہے ۔ چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۲۹ جلد ۱ ، بحر الرائق ص۳۵ جلد ۲ ، فتاویٰ عالمگیری ص۵۷ جلد ۱ ، شامی ص۶۱۴ جلد ۱ میں ہے والنظم للشامی ویصلی کل یوم تحیۃ المسجد مرۃ ۔ یعنی جبکہ کئی مرتبہ دن میں گزرے تو چاہیئے تو یہ تھا کہ ہر مرتبہ تحیۃ المسجد جو ادبِ دخول ہے ، ادا کرتا مگر اس کو ایک ہی مرتبہ کافی ہے کہ ہر مرتبہ ادا کرنے میں حرج ہے ۔ شامی میں ہے ای اذا تکرر دخوله تکفیه التحیة مرة ۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے لما فیه من الحرج ۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ گزرنے کی جگہ مسجد سے خارج نہیں ہوتی ورنہ تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تحیۃ المسجد دخولِ مسجد ہی کے لئے ہے نہ سڑک میں سے گزرنے کے لئے ۔ اور فتاویٰ عالمگیری ص۴۴۳ جلد ۲ سے بھی یہی بات واضح ہو رہی ہے کہ وہ جگہ عام سڑک نہیں بنتی بلکہ جنب و حائض ونفساء کے سوا صرف لوگوں کے لئے گزرنے کی جگہ ہوتی ہے نظم یہ ہے ان ارادوا ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لهم ذلك وانه صحیح کذا فی المحیط اذا جعل فی المسجد ممرا فانه یجوز لتعارف اهل الامصار فی الجوامع وجاز لكل واحد ان یمر فیه حتی الكافر الا الجنب والحائض والنفساء ولیس لهم ان یدخلوا فیه الدواب كذا فی التبیین ۔

دیکھا طریق کے عدمِ جواز کا صحیح ہونا نقل کر کے ممر کا جواز نقل کیا تو معلوم ہوا کہ اس عبارت میں طریق سے مراد عام سڑک ہے اور ممر سے مراد صرف گزرنے کی جگہ ہے ورنہ خواہ مخواہ تعارض لازم آتے گا ۔

اب علامہ شامی کی سنئے ؛ درالمختار میں "کعکسہ" کا مطلب جو انہوں نے بیان کیا هو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اهل الامصار فی الجوامع ۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمۃ ص۵۳۰ جلد ۲ فرماتے ہیں لا نعلم ذلك فی جوامعنا " ہم اس کو اپنی جامع مسجدوں میں نہیں جانتے " حاصل اس کا یہ ٹھہرا کہ درالمختار کی یہ دلیل مخدوش ہے لہذا مدعا جس کی بنا ر دلیل پر ہوتی ہے وہ بھی ایسا ہی ہوا ، ہاں اپنی طرف سے "کعکسہ" کا حاصل معنی دو صورتوں میں بیان فرمایا ہے ۔ پہلا یہ کہ مسجد سے

Marfat.com

مراد ایسی مسجد ہے جس کے دو دروازے ہوں اور لوگ اس مسجد میں سے گزریں۔ فرماتے ہیں نعم تعارف الناس المرور فی مسجد له بابان۔ پھر اس صورت کا مکروہ ہونا بحر الرائق سے نقل کیا، فرماتے ہیں وقد قال فی البحر وکذا یکرہ ان یتخذ المسجد طریقا وان یدخله بلا طهارة۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ "مکروہ" سے مراد صرف مسجد میں سے گزرنا ہے، یہ نہیں کہ مسجد گزرنے کی جگہ مقرر کی جاوے اور یہ گزرنا گو جائز ہے مگر بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ بھی تحریمہ جیسے درالمختار میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے "لایجوز" گذر چکا۔ اور اس کی مؤید ہے وہ حدیث جو سنن ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم خصال لا تنبغی فی المسجد لا یتخذ طریقا الحدیث اور اگر ضرورت کی وجہ سے گزرنا ہو تو مکروہ نہیں جیسے گزر چکا، مگر تحیۃ المسجد پڑھے۔

دوسرے یہ کہ مسجد سے مراد نفسِ مسجد نہیں بلکہ صحنِ مسجد ہے اور طریق سے طریقِ عام مراد نہیں بلکہ وہ مسقف دیرکیں مراد ہیں جو جامع مسجدوں کے صحن میں بنائی جاتی ہیں کہ بارش وغیرہ کے وقت ان میں نماز کے لئے چلا جاتے یا جامع مسجد سے باہر جانے کے لئے نہ ہر ایک چلنے والے کے لئے عام سڑک کی طرح اور شاید یہی مراد ہے اور جس کو مسجد کیطرف چلنے کی ضرورت ہو تو صرف اس جگہ چلے تاکہ نمازیوں سے دور ہو اور تاکہ اس صورت میں نماز کے مکان کی بھی بہت بڑی تعظیم ہو۔ علامہ کی عبارت یہ ہے نعم یوجد فی اطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشی فیها وقت المطر ونحوه لاجل الصلوٰة او للخروج من الجامع لا لمرور المارین مطلقا کالطریق العام ولعل هذا هو المراد فمن کان له حاجة الی المرور فی المسجد یمر فی ذلك الموضع فقط لیکون بعیدا عن الناس و لیکون اعظم حرمة لمحل الصلوٰة فتامل۔

علامہ علیہ الرحمۃ نے اس پہلے معنیٰ کو پسند نہ فرمایا اور مرجوح قرار دیا کہ بحر الرائق سے اس کے متعلق یکرہ نقل فرمایا اور اس معنیٰ اخیر کو ترجیح دی ہے کہ فرمایا لعل هذا هو المراد اور اس پر دو دلیلیں قائم کیں اول یہ کہ اس صورت میں گزرنے والا نمازیوں سے دور ہوگا اور باعثِ تشویش نہ بنے گا بخلاف پہلی

Marfat.com

صورت کے کہ نمازی بھی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں اور گزرنے والا بھی مسجد ہی گزرتا ہے تو لامحالہ باعثِ تشویش ہوگا۔ اور دوسری دلیل یہ کہ اس صورت میں محلِ نماز یعنی مسجد کی بہت بڑی تعظیم ہے کہ اس میں سے گزرنے سے بچنا ہے اور "تامل" فرماکر ایک سوال وجواب کی طرف اشارہ فرمایا ۔ سوال یہ ہے کہ "عکسہ" کا حاصل معنٰی ماقبل کے لحاظ سے یہ ہے جعل شیٔ من المسجد طریقا یعنی مسجد کا کچھ حصہ راستہ بنایا جائے اور اس صورت میں جس کو آپ ترجیح دے رہے ہیں مسجد کا حصہ راستہ نہیں بنتا بلکہ صحن مسجد کا حصہ راستہ بنتا ہے۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ عرف عام میں صحن مسجد پر بھی لفظِ مسجد کا اطلاق کیا جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں کنواں ہے، فلاں مسجد میں نل ہے ، فلاں مسجد میں حجرے ہیں ، فلاں مسجد میں درخت ہے وغیرہ محاورات میں صحنِ مسجد کو مسجد سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ تمام چیزیں صحنِ مسجد میں ہی ہوا کرتی ہیں نہ نفسِ مسجد میں بلکہ بعض احکام میں صحن حکماً مسجد ہے غنیۃ المستلی ص۵۷۰ ،بحرالرائق ص۳۶۳ جلد ۱ ، فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۹ جلد ۲ میں ہے والنظم من الھندیۃ والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی اور یہی وجہ ہے کہ خادم مسجد جیسے مسجد میں دکان اور رہنے کا مکان نہیں بنا سکتا ایسے ہی صحن مسجد میں بھی نہیں بنا سکتا۔ فتاویٰ قاضیخان ص۳۱۷ ، بحرالرائق ص۲۴۹ جلد ۵ ، فتاویٰ عالمگیر ص۳۴۹ جلد ۲ والنظم من الھندیۃ قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی الحوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا اومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی۔

علامہ علیہ الرحمۃ نے جو یہ معنیٰ بیان فرمایا اس صورت میں متعارض عبارتیں موافق ہوجائیں گی اور حتی الامکان تعارض کی صورت میں توفیق ہی کی جاتی ہے لہٰذا یہ صورت بہتر ہوئی۔ عباراتِ متعارضہ کا توافق یوں ہوگا کہ جن عبارتوں میں یہ آتا ہے کہ مسجد کو طریق بنانا جائز نہیں اور بیشک یہ صحیح ہے اور وہ عبارتیں بکثرت موجود ہیں اور مولوی صاحب نے ان کو خود غرضی سے پسِ پشت ڈال دیا۔

Marfat.com

مثلاً شامی میں ہے کہ تاتارخانیہ میں فتاویٰ ابی اللیث سے ہے وان اراد اهل المحلة ان يجعلوا شيئا من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح۔ سبحان اللہ! یہ علامہ ابواللیث کی تصحیح ہے جن کا علوِ شان آفتاب سے بھی زیادہ عیاں ہے۔ اور ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۸ جلد۲ بقید تصحیح محیط سے ہے اور محیط کا علوِ مرتبہ بھی غیر مخفی۔ درالمختار میں ہے كما جاز جعل الامام الطريق مسجدا لا عكسه لجواز الصلوٰة فى الطريق لا المرور فى المسجد۔ علامہ شامی اسکو صحیح کر کے ص۵۳۱ جلد۳ پر فرماتے ہیں يعنى ان فيه ضرورة وهى انهم لو ارادوا الصلوٰة فى الطريق لم يجز فكان فى جعله ضرورة بخلاف جعل المسجد طريقا لان المسجد لا يخرج عن المسجدية ابدا فلم يجز لانه يلزم المرور فى المسجد۔

ان عبارتوں میں عدمِ جواز کو ترجیح دی گئی اور دوسری عبارتیں ان کے مقابل ہیں جن میں جواز ہے جیسے "لکلمہ" وغیرہ، تو ان میں بظاہر تعارض ہے مگر اس دوسرے معنیٰ کی صورت میں تعارض اٹھ گیا کہ جن عبارتوں میں عدمِ جواز ہے ان میں مسجد سے مراد حقیقۃً مسجد ہے اور جن میں جواز ہے ان میں مسجد سے مراد صحنِ مسجد ہے تو اب تعارض نہ رہا لہٰذا یہی معنیٰ راجح ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا والمتون على الثانى فكان هو المعتمد فرمانا ہمارے اصل مدعیٰ کے منافی نہیں کہ متون کی عبارت کا راجح معنیٰ علامہ کی نظر میں یہ دوسرا معنیٰ ہی ہے۔ اور مولوی صاحب کا شامی سے عنایہ کی عبارت نقل کر کے یہ کہنا کہ یہی عبارت درالمختار ص۱۲۵ جلد۲ اس لئے کہ راستہ میں نماز پڑھ لینی جائز ہے، محض غلط اور بے اصل حوالہ ہے۔ درالمختار میں نہ ہی یہ عبارت ہے اور نہ ہی اس کے ہم معنیٰ، بلکہ جس عبارت کا یہ ترجمہ کیا اس تمام عبارت کا معنیٰ یہ ہے کہ طریق کو امام مسجد بنا سکتا ہے اور مسجد کو طریق نہیں بنا سکتا۔ درالمختار مع المتن کی پوری عبارت یہ ہے جعل الامام الطريق مسجدا لا عكسه لجواز الصلوٰة فى الطريق لا المرور فى المسجد اور شامی علیہ الرحمۃ نے بھی اس عبارت کا ص۵۳۱ ج۳ پر یہی معنیٰ بیان فرمایا چنانچہ ابھی گذر چکا۔ سبحان اللہ

Marfat.com

یہ ہے تائیدِ غیبی اور نصرتِ لاریبی کہ مولوی صاحب نے محض بے اصل حوالہ دے کر اپنا مطلب بنانا چاہا مگر وہی عبارت ہمارے مدعا کی دلیلِ صریح بن گئی۔

مولوی صاحب کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ برجندی شرح وقایہ جلد سوم ص۱۷۱ میں ہے اذا استغنی المسجد فباع اهل المسجد بامر القاضی جاز وان باعوه بغیر امره قال بعضهم یرجی ان یجوز والصحیح انه لا یجوز الا فی موضع لم یکن هناك قاض۔ کتبِ فقہیہ اس تصریح سے مالا مال ہیں کہ وقف ومسجد کی بیع نہیں ہوسکتی۔ احادیثِ شریفہ بکثرت فرما رہی ہیں کہ وقف کی بیع نہیں ہوسکتی اور مسجد بھی وقف ہی ہے۔ ان تصریحاتِ جلیلہ کے مقابلہ میں یہ عبارت معتمد نہیں ہوسکتی کہ تمام تصریحات کو چھوڑ کر ایک عبارتِ شاذہ پر عمل کیا جاوے بحر الرائق ص۲۴۴ جلد۶ میں ایک عبارتِ قاضی خان علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا ولا اعتبار بها مع صریح النقل عن الائمة الثلاثة تو صرف ائمہ ثلاثہ کی صریح نقل کی مخالفت کو عبارت قاضی خان کو جو فقیہ النفس ہیں ساقط کر دینے والا قرار دیا اور یہ عبارت برجندی تو ائمہ ثلاثہ اور دوسرے تمام ائمہ کی صریح نصوص کے مخالف ہے تو کیوں کر پایۂ اعتبار سے ساقط نہ ہوگی اور مرتبہ اعتماد پر کیسے فائز ہوگی؟

سنئے! احکام الوقف ص۱۳ میں امام ہلال بن یحییٰ رائی جو شاگرد امامِ ابو یوسف وامامِ زفر ہیں، فرماتے ہیں فقد رأینا الرجل یجعل داره مسجدا لله تعالیٰ لا یباع ولا یورث ولا یوهب۔ ہدایہ مع الفتح وفتح القدیر وعنایہ ص۴۳۲ جلد۵، در المختار ورد المحتار ص۵۰۰ جلد۳، کنز الدقائق مع بحر الرائق وبحر الرائق ص۲۰۵ جلد۵ میں ہے والنظم من الهداية واذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے هو باجماع الفقهاء اور دلیل چہارم کے جواب میں عدم جوازِ بیع کے اور نصوص فقہیہ آرہے ہیں ان شاء المولیٰ تعالیٰ۔ اب احادیثِ مانعۃ البیع سنیئے:

صحیح بخاری ص۳۸۹ جلد۱، صحیح مسلم ص۴۱ جلد۲، سنن ابی داؤد ص۴۳ جلد۲، جامع ترمذی ص۱۶۷

Marfat.com

جلد ا، سنن نسائی صہ ۱۲۶ جلد ۲، سنن کبریٰ بیہقی صہ ۱۵۹ جلد ۶ میں متعدد احادیث غیظ المنافقین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیں کہ آپ نے خیبر میں زمین پائی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے پس عرض کی، میں نے زمین پائی اور ہرگز کوئی مال اس سے زیادہ نفیس نہیں پایا پس کیا فرماتے ہیں حضور، اس کے متعلق فرمایا اگر چاہو تو بند کرو اصل اس کا اور صدقہ کرو اس کو، پس صدقہ کیا حضرت عمر نے، کہ بیشک شان ہے نہ بیچا جائے اصل اسکا اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ ورثہ بنایا جائے والنظم من صحیح البخاری قال صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت حبست اصلها وتصدقت بها فتصدق عمر انه لایباع ولا یوهب ولا یورث تحبیسِ اصل سے مراد وقف کرنا ہے جو بیچنے اور ہبہ کرنے اور وررثہ بنائے جانے سے بند کیا جائے۔ اس سبب سے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمادی لایباع ولا یوهب ولا یورث۔ اور سنن کی ایک روایت سے یہ صراحۃً مستفاد ہے کہ اس میں ہے فحبّس اصلها ان لا تباع ولا توهب ولا تورث بلکہ سنن کبریٰ بیہقی صہ ۱۵۹ جلد ۶ کی ایک حدیث میں یہ ہے فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدق باصله لایباع ولا یوهب ولا یورث ولکن ینفق ثمره۔ اور اسی مضمون کی دو مرفوع حدیثیں صہ ۱۶۰ پر ہیں اور اگر اس عبارتِ برجندی کی بنا امام محمد علیہ الرحمۃ کے قول عود الی ملک البانی پر ہو اور استغناء سے مراد وہی استغناء ہو تو اس بنا کے مشکل ہونے کے علاوہ وہ قول مرجوح ہے اور مرجوحیت اس کی پانچ وجوہ سے ثابت ہو چکی اور جب مبنی مرجوح تو یہ عبارت جو اس پر بنا تھی لامحالہ مرجوحہ ہوئی اور قولِ مرجوح کے ساتھ فتوے دینا جہل اور اجماع کو پھاڑنا ہے۔ در المختار میں تحریراً اور ردالمحتار میں تقریراً ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع۔ اور اگر مرجوح نہ بھی ہو تب بھی مولوی صاحب کو مفید نہیں اور اس استغناء وخراب سے مراد تو موضع کا ویران ہو جانا یا مسجد کا ویران ہو جانا ہے حالانکہ آبادی کا سامان نہ ہو جیسے کہ گذر چکا اور صورتِ زیر بحث میں یہ بات متحقق نہیں کیونکہ گاؤں آباد ہے اور وہ مسجد بھی آباد ہے اور آبادی کا سامان موجود ہے افسوس مسجد کا حصہ الگ کرنے کے لئے کتنے غلط رویئے اختیار کئے مگر غلط کاری کا حاصل لاحاصل ہے اور حق ہی حق ہے۔

Marfat.com

مولوی صاحب کی **چوتھی دلیل** یہ ہے کہ برجندی شرح وقایہ ص۱۷۱ جلد۳ و شرط ان تبدل بہ ای صح عند ابی یوسف شرط ان یستبدل الواقف بذلك ارضا اخری اذا شاء اذ فیہ تحویل الی ما یکون خیرا ۔ میں کہتا ہوں اس دلیل کو آپ کے مدعا سے کوئی لگاؤ نہیں ۔ مولوی صاحب یہ شرطِ استبدال جو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک صحیح ہے یہ اس وقت صحیح ہے جب وقف کرتے وقت واقف شرط کرے اس لئے کہ اسی وقت اس کا اختیار ہے ۔ اور جب وقف کر دے تو اب اس کا ملک زائل ہو گیا لہذا بعد میں شرط کرنا باطل ہے ۔ فتاویٰ قاضی خان ص۷۳۱ ، بحر الرائق ص۲۲۳ جلد۵ ، خلاصۃ الفتاویٰ ص۴۱۳ جلد۴ میں ہے والنظم للامام قاضیخان علیہ الرحمۃ واجمعوا علی ان الواقف اذا شرط الاستبدال لنفسہ فی اصل الوقف یصح الشرط والوقف ویملك الاستبدال اما بدون الشرط اشار فی السیر انہ لا یملك الاستبدال ۔ نیز فتاویٰ قاضی خان ص۷۳۱ ، بحر الرائق ص۲۰۶ جلد۵ ، فتاویٰ عالمگیر ص۳۳۰ جلد۲ میں ہے والنظم من الهندیۃ ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیہ شرط الاستبدال لم یکن لہ ان یبیعها و یستبدل بها وان کانت ارض الوقف سبخۃ لا ینتفع بها کذا فی فتاویٰ قاضیخان ۔ تو کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس مسجد کے واقف نے وقف کرتے وقت یہ شرط کی تھی کہ مسجد کا استبدال کروں گا شرعی طریق سے اس کا ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے اگر ثابت ہو بھی جائے تب بھی آپ کو مفید نہیں کہ اس مسجد کا واقف تو فوت ہو چکا اور جب واقف اپنے لئے شرطِ استبدال کرے تو اس سے دوسرے کے لئے حق استبدال نہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیر وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں ۔ یہ سب جانے دیجئے ۔ یہ بحث شرطِ استبدال تو مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں ہے اور وقف مسجد میں اگر شرطِ استبدال کرے تو مسجد مسجد بن جاتی ہے اور وہ شرطِ استبدال باطل ہے ۔ شامی ص۴۹۵ جلد۳ ، فتاویٰ عالمگیری ص۳۴۸ جلد۲ میں ہے وفی وقف الخصاف اذا جعل ارضہ مسجدا و بناہ واشہد ان لہ ابطالہ و بیعہ فہو شرط باطل ویکون مسجدا ۔ احکام الوقف امام ہلال شاگرد رشید امام ابو یوسف علیہ

Marfat.com

الرحمۃ کے ص۹۹، ۱۰۰ میں ہے قلت أرأيت رجلا جعل داره مسجدا الله علی ان له ان يبيعه فيستبدل به قال المسجد جائز والشرط باطل ولا يكون له بيعه۔ مبسوط امام سرخسی ص۴۲ جلد ۱۲، عنایہ شرح ہدایہ ص۴۳۹ جلد ۵، کفایہ شرح ہدایہ ص۴۴ جلد ۵ میں ہے والنظم من المبسوط المسجد اذا شرط الاستبدال به او شرط ان يصلی فيه قوم دون قوم فالشرط باطل واتخاذ المسجد صحيح۔ اور جب یہ ثابت ہوا کہ مسجد میں شرط استبدال صحیح نہیں تو اگر بالفرض شرط استبدال ہوتی اور واقف خود موجود ہوتا تب بھی استبدال نہیں کر سکتا۔ ذرا استدلال کرتے وقت دلیل اور غیر دلیل میں امتیاز کرنا چاہیے۔ عجب کہ لوگ مفتی ہی مفتی بن جاتے ہیں اور اپنے منہ محقق ومدقق کہلاتے ہیں مگر اب تک دلیل وغیر دلیل میں امتیاز نہیں۔

مولوی صاحب کی **پانچویں دلیل** قاضی خان ص۴۱۲ جلد ۴ میں متولی المسجد اذا جعل المنزل الموقوف على المسجد مسجدا فصلى الناس فيه سنين ثم ترك الصلوة فيه واعيد منزلا مستقلا جاز لان المتولی وان جعله مسجدا لا يصير مسجدا۔

مولوی صاحب کی یہ دلیل بھی پہلی دلیلوں کی طرح مدعا سے محض بیگانہ ہے۔ شاید استدلال کرتے وقت مولوی صاحب کا ذہن کہاں پرواز کر جاتا ہے۔ یہ عبارت قاضی خان علیہ الرحمۃ لکھ کر خود ہی اس کا جواب دے دیا كفى الله المؤمنين القتال۔ مولوی صاحب خود ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "کیوں کہ متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بن جاتی بلکہ وہ موقوف علیہ ہوتی ہے۔" مولوی صاحب متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بنتی تو اس میں نماز چھوڑ دینا اور دوبارہ منزل مستقل بنا دینا نہیں مضر اور نہ آپ کو مفید، ہاں اگر وہ منزل مسجد بن جاتی اور پھر دوبارہ منزل بنانی جائز ہوتی تو آپ کو مفید ہو سکتی تھی کیونکہ آپ کا مدعا مسجد کے ٹکڑے کو الگ کرنے کا جواز ہے نہ غیر مسجد کو غیر مسجد بنانا اور یہ بھی بتلا دوں کہ متولی کے بنانے سے وہ منزل مسجد کیوں نہیں بنتی۔ شاید پھر ہی مولوی صاحب کے ذہن مبارک میں اس عبارت کا اصلی مفہوم آجائے۔ مولوی صاحب مسجد وقف ہے اور وقف کے شرائط

Marfat.com

ہیں سے ایک شرط ملکِ واقف ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص۳۱۵ جلد ۲ میں شرائطِ وقف کے بیان میں ہے
ومنہا الملك وقت الوقف اور متولی جب کہ مالک نہیں تو وقف نہیں کرسکتا لہٰذا اس کے
مسجد بنانے اور مسجد نام رکھنے سے منزل موقوف جو اس کے ملک میں نہیں، مسجد نہیں بن سکتی۔

مولوی صاحب کی اگر پچھلی دو دلیلیں صحیح ہو جائیں تو مسجد کا صرف حصہ ہی نہیں بلکہ تمام مسجد کو چھوڑ دینا اور بیچ دینا جائز ہو جائے گا کہ یہ تمام کے متعلق ہیں اور جب یہ دلیلیں ان کو پسند ہیں اور اسی لئے ان کو دلیل بنایا، تو ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام مسجد کو چھوڑ دینا، بیچ دینا اور مسجد کو منزل و مستغل بنا لینا جائز ہے، اور اس سے بڑا اور کونسا ظلم ہے مگر ان دلیلوں کو مدعا سے کوئی لگاؤ ہی نہیں، صحیح ہونا تو درکنار، وللہ الحمد! مسلمانو! للہ انصاف کی آنکھیں کھولو اور اپنے دلوں کو تعظیمِ مساجد سے مالا مال کرو۔ کسی کے کہے اپنے رب کے گھروں سے منہ پھیر لینا کتنی سخت ناانصافی ہے۔ واللہ الهادی وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارك وسلم آمین برحمتك یا ارحم الراحمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

الجواب هو الموفق للصواب والمشتمل علی غایة التحقیق والتدقیق

الفقیر محمد چراغ دین مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

الاستفتاء

نمبر۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ اہلِ دِہ نے مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ رقم جمع کی ہے کیا اس رقم سے اس مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں؟

نوٹ: ۱۔ کچھ رقم برائے تعمیر مسجد دھڑت کی جمع کی گئی ہے۔ ۲۔ کچھ منتوں والوں نے برائے تعمیر مسجد کو دی ہے۔

Marfat.com

۳۔ یہ احاطہ امام مسجد کا مسجد ایریا سے علیحدہ ہے مگر امام مسجد کا ذاتی نہیں بلکہ گاؤں والوں نے مشترکہ امام مسجد کو دیا ہے، نیز یہ احاطہ سرکاری ہے۔

نمبر ۲: ہمارے گاؤں کا پرانا طریقہ چلا آتا ہے کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطورِ معاوضہ دی جاتی ہیں کیونکہ امام صاحب کی مستقل کوئی تنخواہ مقرر نہیں" کیا یہ کھالیں امام مسجد کو دینی جائز ہیں یا نہیں، بحوالہ بیان فرمائیں کرم ہوگا۔

نوٹ: (حاجی غلام محمد صاحب جو یہ سوال لائے ہیں، نے کہا ہے کہ مسجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور اب جمع شدہ رقم یا جو نئی جمع ہو ضروریات مسجد پانی وغیرہ کے انتظامات کے لئے ہے۔

ازطرف: اہالیانِ چک ۵۸/۵ ایل گنوں مورخہ ۳-۷-۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

ا۔ ہاں اسی مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں کیونکہ تکمیل تعمیر کے بعد ضروریات مسجد میں سے امام اول نمبر میں ہے کیونکہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں جبتک کہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر نہ ہو حتیٰ کہ مسجد کے لئے روشنی پانی وغیرہ کے وسیع تر انتظام سے امام کی ضروریات مقدم ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص۳۲۰ جلد ۲ میں ہے الذی یبدأ من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف ام لا ثم الی ما ھو اقرب الی العمارة واعم للمصلحة کالامام للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیھم بقدر کفایتھم ثم السراج والبسط کذلك الی اخر المصالح۔ فتاویٰ شامی ص۵۲۰ جلد ۳ میں ہے وھو عمارته المعنویة التی ھی قیام شعائره (ثم کما فی الھندیة) بحر الرائق ص۲۱۳ جلد ۵ میں بھی اسی طرح ہے۔ پھر ص۲۱۵ جلد ۵ میں ہے ان الشعائر التی تقدم فی الصرف مطلقا بعد العمارة الامام والخطیب (الی ان قال) و یلحق بثمن

فتاویٰ خلیلیہ جلد اول

Marfat.com

الزيت والحصر ثمن ماء الوضوء او اجرة حمله او كلفة نقله من البئر الی الميضئة۔

۲ : قربانی کی کھالیں غنی اور غریب دونوں کو دے سکتے ہیں جبکہ دینا مزدوری کے طور پر نہ ہو اور اگر مزدوری یا تنخواہ کے طور پر ہو تو جائز نہیں، تو آپ لوگ غور کرلیں کہ امام مسجد کو کس نیت سے دیا کرتے ہیں۔ اگر معاوضہ بمعنی تنخواہ ہے تو جائز نہیں اور جس نے اس نیت سے دیا ہے اس کی قربانی میں نقص پڑ گیا جس کا دور کرنا ضروری ہے اگرچہ بہت پرانی ہو چکی ہو۔ اور اگر معاوضہ بایں معنی ہو کہ ہمارے امام صاحب مسجد کی رونق اچھی کرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں اور نماز وغیرہ کا اچھا انتظام کرتے ہیں لہذا کسی اور شخص کی بہ نسبت امام کو عطیہ اور ہبہ کے طور پر دینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایسا دینا شخص اس امداد سے نیکی کرتا ہے تو یہ تعاون علی البر بن گیا جو یقیناً جائز ہے جس کا حکم قرآن کریم میں ہے وتعاونوا علی البر والتقوی پ۶ ع۵۔ اور فرمایا هل جزاء الاحسان الا الاحسان پ۲۷ ع۱۳۔ اور بالخصوص قربانی کے متعلق ہے فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر پ۱۷ ع۱۳۔ اور جب کہ قربانی کے گوشت اور چام کا ایک ہی حکم ہے تو امام مسجد کو بھی دے سکتے ہیں کہ اس "القانع والمعتر" میں وہ بھی داخل ہے۔ فتاوے عالمگیری ص۱۸ جلد۴ میں ہے ويهب منها ما شاء للغنی والفقير یعنی انسان اپنی قربانی میں سے جو چیز چاہے (چام ہو یا گوشت) فقیر اور غنی کو ہبہ کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا واضح ہے مگر افسوس کہ اس گئے گذرے زمانے میں لوگوں کی ذہنیت کچھ اس طرح کی ہو گئی ہے کہ دینی کام کرنے والے افراد کے متعلق بلاوجہ شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے ہیں، کیا دینی کام کرنا ایسا جرم ہے کہ جو عطیہ کسی عام مسلمان کو دیا جا سکتا ہے وہ دینی کام کرنے والے کے لئے ناجائز ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالی اعلم وصلی اللہ تعالی علی سيدنا ومولانا محمد وآله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۷۰-۷-۵

Marfat.com

الاستفتاء

(نوٹ) فتویٰ ذیل دسمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ سالک راولپنڈی میں شائع ہوا۔

ملکِ پاکستان موضع کھوڑ میں اٹک آئل کمپنی اہلِ کتاب نصاریٰ تاجر و مستامن مقیم اور اہلِ کتاب کے ساتھ کسبِ تجارت میں چند مسلمان بھی شامل ہیں۔ کمپنی مذکورہ بالا نے ملازمین کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کی اجتماعی آسائشِ زندگی کے لئے ضروریات بہم پہنچانے کے ذمہ دار ہیں جیسا کہ ہسپتال، بجلی، پانی، مسجدیں وغیرہ قبل ازیں یہاں ایک مسجد ۱۹۲۰ء سے تعمیر شدہ تھی۔ اس کی مرمت پانی، بجلی وغیرہ کی ضروریات کمپنی پوری کرتی رہی ہے اور اب بوجہ مسجد کہنہ خستہ حال قابلِ تعمیرِ نو ہے۔ اب کچھ رقم عوام مسلمانوں نے چندہ کے ذریعہ فراہم کی ہے اور کچھ رقم کمپنی مذکورہ دے رہی ہے۔ کیا کمپنی کے اس عطیہ سے مسجد بنوانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ منجانب: تعمیری کمیٹی جامع مسجد کھوڑ

الجواب

مسجد کے لئے چندہ یا مسجد کے لئے اگر زمین وقف کی جائے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دینے والے کی نیت قربت کی ہو اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرانا جائز درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جب کہ کمپنی والوں نے پہلے وعدہ بھی کر لیا ہو کہ ہم تمہاری ضروریات کے کفیل ہوں گے۔ شامی میں ہے وان یکون قربة فی ذاتہ فتعین ان ھذا شرط فی وقف المسلم فقط بخلاف الذمی لما فی البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یکون قربة عندنا و عندھم کالوقف علی الفقراء و علی مسجد القدس

فقط و اللہ اعلم ۱۔ دستخط سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان (مہر)

دارالافتاء ۱۳۶۴ھ مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان

۲۶ جولائی ۱۹۶۱ء

۲۔ الجواب صحیح والمجیب نجیح شاہ محمد عارف اللہ قادری ۵۹/بی سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔ ۳۔ المجیب مصیب الحق ظاہر

Marfat.com

فقیر قادر بخش عفی عنہ دربار عالیہ میرہ شریف۔ ۴۔ المجیب مصیب و
جوابہ حق حررہ عبدہ المذنب ارشاد حسین نوری چڑہ شریف۔ ۵۔ الجواب صحیح دعاگو قاضی
نور محمد خطیب جامع مسجد کالا باغ بقلم خود۔ ۶۔ الجواب صحیح فقیر مولوی عبدالرحمٰن پچرنڈ تحصیل تلہ گنگ۔
۷۔ الجواب صحیح مولوی غلام سرور خطیب جامع کرمشانی غازی کشمیر۔ ۸۔ المجیب مصیب
جوابہ حق حررہ مولوی عبدالحنان عفی عنہ۔

اس پر فقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ نے یہ خط لکھا :۔

مخدومی سیدی حضرت مولانا مفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قبلہ مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاجِ گرامی !

فقیر بخیریت، امید کہ مزاج سامی بھی بخیر ہوں گے۔ معروض کہ حضرت کا فتوٰے ماہنامہ سالک راولپنڈی جلد ۹ شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۱ء کے صـ۴۳ پر شائع ہوا ہے جس پر دارالافتاء کی مہر اور کئی حضرات کی تصدیقیں بھی ہیں۔ اس میں حضرت کا ارشاد ہے "نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرانا جائز و درست ہے اسمیں کوئی مضائقہ نہیں"۔ پھر بطور استدلال شامیؒ سے ہے ان شرط وقف الذمی ان یکون قربۃ عندنا وعندھم کالوقف علی الفقراء او علی مسجد القدس " محض نیازمندانہ حیثیت سے معروض کہ فقیر کی نظرِ قاصر میں یہ فتوٰے نظرِ ثانی کا محتاج ہے قرآنِ کریم میں تعمیر مساجد کے متعلق واضح ہدایت ہے انما یعمر مسٰجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ الاٰیۃ اور یہ بھی واضح کہ مسجد قدس (جو ان کی خصوصی ملی مسجد بحیثیت قبلہ ہے) کے وقف پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا یا وقف کرنا بھی ان کے نزدیک قربت اور نیک کام ہے، قیاس مع الفارق ہے۔ خود شامی علیہ الرحمۃ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا صرف ہمارے نزدیک قربت ہے یعنی ان کے نزدیک قربت نہیں۔ منحۃ الخالق علی البحر الرائق صـ۱۸۹ جلد ۵ میں ہے الظاھر ان ھذا شرط فی وقف الذمی فقط لیخرج مالو کان قربۃ عندنا فقط کوقفہ علی الحج والمسجد وما کان

ل صـ۳۹۶ ج ۳

Marfat.com

قربۃ عندھم فقط کالوقف علی البیعۃ بخلاف الوقف علی مسجد القدس فانہ قربۃ عندنا و عندھم فیصح ولوکان ذلک شرطا لکل وقف لزم ان لا یصح وقف المسلم علی الحج والمساجد لانہ قربۃ عندنا فقط۔ نیز عقود الدریہ ص۱۱۹ جلد ا میں فرمایا ان وقف اھل الذمۃ لایجوز الا اذا کان قربۃ عندنا وعندھم حتی لو جعل دارہ مسجدا للمسلمین لایجوز وانما جاز وقفھم علی مسجد القدس لان ذلک قربۃ عندھم ہندیہ ص۳۱۵ جلد ۲ اور طحطاوی علی الدر ص۵۳۰ جلد ۲ میں بھی یہی مسئلہ جعل الدار مسجدا للمسلمین مفصل ہے، تو ثابت ہوا کہ نصاریٰ ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام نہیں سمجھتے تو ان کی اس امداد سے تعمیرِ مسجد بلا مضائقہ کیونکر درست ہوگی؟ پھر اس نازک دور میں (جب کہ عیسائیوں کی ریشہ دوانیاں اور تبلیغی سرگرمیاں نقطۂ ارتقار پر پہنچ چکی ہیں) عوام اہلِ اسلام کو یہ کہنا کہ عیسائی ہماری مسجدوں پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں، عوام کے لئے کسی غلط فہمی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کمپنی والے نصاریٰ نے اپنے مسلم ملازمین سے کئے گئے معاہدہ کی بنا پر ان کی ضروریات کے لئے روپیہ ان کے ملک میں کر دیں تو وہ مسلمان اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے تعمیرِ مسجد پر خرچ کریں تو درست ہے جیسے کہ فقیر مالِ زکوٰۃ کے مالک بننے کے بعد تعمیرِ مسجد میں خرچ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ امید کہ ضرور توجہ فرماتے ہوئے اصلاح فرمائیں گے یا پھر فقیر کے شبہات زائل فرمائیں گے وذا ایضا اصلاح فالمقصود ھو الاصلاح۔ والسلام

۱۳ ارجب المرجب ۱۳۸۱ھ ۲۰-۱۲-۶۱

عبدہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

اس خط کے جواب میں حضرۃ مولانا علامہ سید مسعود علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندرجہ ذیل گرامی نامہ صادر فرما کر یادِ سلف صالحین تازہ فرما دی۔

Marfat.com

فون نمبر ۲۵۲۱

۷۸۶
۹۲

مخدومی ومحترمی حضرت مولانا الحاج مولانا نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

گرامی نامہ موصول ہو کر عزت افزا ہوا۔ جناب والا نے جو اس نیازمند کو غلطی پر مطلع فرمایا اس کا بے حد ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے صرف شامی کے حوالہ کو دیکھ کر یہ مسئلہ لکھ دیا اور مسجد اقصیٰ پر دیگر مساجد کو قیاس کر لیا۔ اب حضرت نے جو جزئیات تحریر فرمائے ان سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا لیکن سوال کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی والوں نے عام مسلمانوں کو روپیہ عطیہ کے طور پر دے دیا تو اب اگر مسلمان اس روپیہ کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کریں گے تو وہ درست ہوگا جیسا کہ جناب نے بھی آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر تملیک کر دیں اور مسلمان اپنے اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے صرف کر دیں تو درست ہے علاوہ ازیں یہ کہ اگر بالفرض کمپنی والے مسلمانوں کو تملیک ہی نہ کریں اور خود مسجد بنائیں تو شرعاً اس کا حکم کیا ہوگا ؟ میرے نزدیک یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے مسائل کے مکلف نہیں ہیں لہٰذا اگر انہوں نے ایسا کر دیا یعنی مسجد تعمیر کرا دی تو اگرچہ وہ مسجد کے حکم میں نہ ہو لیکن نماز پڑھنا بہرحال اس میں جائز رہے گا۔ اس میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

اب آخر میں مخلصانہ طور پر جناب سے یہ عرض ہے کہ آپ تحریر فرمائیں کہ اب اس کی اصلاح کس طور پر کیجائے ؟ مجھے افسوس ہے کہ مولانا عارف اللہ شاہ صاحب و دیگر تصدیق کنندگان نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور مولانا نے بغیر میری اطلاع کے اس فتوے کو شائع بھی فرما دیا۔ میں نے ان کو بھی خط لکھا ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں گے آخر میں پھر جناب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیازمند : سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم

۲ر جنوری ۱۹۶۲ء

اس گرامی نامہ کے جواب میں فقیر نے یہ تحریر کیا۔

بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضرت مولانا المفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قادری لازالت ظلالہم المتلألئہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، مزاج گرامی !

Marfat.com

عنایت نامہ نے یادِ سلف کو تازہ کردیا۔ اس حوصلہ افزائی نے مجھے مخلصانہ طور پر ممنون بنادیا،
فجزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء، حقیقت یہ ہے کہ یہ نیاز مند کوئی مفتی یا محقق نہیں مگر بعض مصالحِ شرعیہ کی بناء
پر کبھی کچھ عرض کرنا پڑتا ہے جو آپ ایسے حضرات کی بندہ نوازیوں سے قابلِ قبول بھی بن سکتا ہے۔
حسب الحکم استفسارات کے متعلق معروض کہ یہ صحیح فرمایا کہ نماز پڑھنا بہرحال اس میں جائز رہے گا جبکہ
ارشادِ پاک جعلت لی الارض مسجدًا وطهورًا وارد ہے تو اس میں کسی اور رائے کی گنجائش
ہی کیا؟ اور پھر یہ بھی صحیح ہے کہ نصاریٰ اپنے آپ کو ہمارے مسائل کے مکلف نہیں سمجھتے مگر ہم تو ضرور
مکلف ہیں، ہمیں یہ اجازت کہاں کہ انہیں اپنی مساجد پر مسلط کردیں اور وہ خود تعمیر کریں یا ان کی
وکالت میں ہم تعمیر کریں۔ ارشاد ہوتا ہے ما كان للمشركين ان يعمروا مساجد الله
شاهدين على انفسهم بالكفر۔ اور اگر کسی سبب سے وہ ایسا کردیں یعنی مسجد
تعمیر کردیں تو دو صورتیں ہیں:

۱۔ یہ کہ وہ زمین کا ٹکڑا جس پر تعمیر ہوئی ہے پہلے سے شرعی طور پر مسجد بنایا گیا ہو جیسے کہ ظاہرِ سوال
یہی ہے تو چونکہ اصالۃً مسجد ہے ہی وہی بقعہ جو تحت الثریٰ سے عنان السماء تک ہے قیامت تک کے
لئے مسجد بن چکا ہے تو کسی بے جا تصرف سے اس کی مسجدیت پر کیا اثر ہو سکتا ہے؟

۲۔ یہ کہ وہ بقعہ بھی نصاریٰ کے ملک میں ہو اور وہ اس پر مسجد نما مکان تعمیر کردیں اور صراحۃً مسجد کا
نام دیتے ہوئے اجازتِ نماز بھی دے دیں تو وہ مکان تب بھی شرعاً وقف اور مسجد نہیں بن سکتا مگر جب
نصاریٰ وہ مکان اہلِ اسلام کے ملک بیعاً یا ہبۃً کردیں یا مسلمان بطورِ غنیمت حاصل کرلیں اور مالک ہونے
کے بعد اپنی طرف سے وقف کردیں اور مسجد بنائیں تو شرعاً مسجد بن جائے گا وهذا ظاهر لا
غبار عليه اصلاً۔

مسئلہ زیرِ بحث میں کمپنی والوں کے روپیہ دینے کا جو ذکر ہے میرے خیال میں وہ توکیل و تملیک
کے دونوں احتمالوں کا محتمل ہے مگر جب بحمد اللہ تعالیٰ وضاحت ہوگئی اور سب صورتیں تفصیلاً سامنے آگئیں
تو مسئلہ زیرِ بحث امس و شمس کی طرح واضح ہوگیا۔ والسلام مع الاکرام۔ ۶-۱-۶۲

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک ذی علم سُنّی اور دیندار انسان ہے۔ اکثر حصہ اپنی عمر کا تعلیم وتعلم اور خدمتِ اسلام پر صرف کیا ہے۔ زید کی مدت سے یہ تمنا تھی کہ اپنی تمام عمر سلسلۂ تعلیم وتعلم اور خدمتِ اسلام میں آزادانہ طریق پر صرف ہو لیکن یہ سلسلۂ تعلیم وتعلم اور خدمتِ اسلام بغیر استقلال اور اطمینان اور آزادی کے قائم نہیں رہ سکتا بلکہ چل ہی نہیں سکتا۔ استقلال اور اطمینان کی فقط یہی صورت ہو سکتی ہے کہ میں اپنی زمین مملوکہ میں مسجد اور مدرسہ وغیرہ بناؤں تاکہ آزاد ہو کر للہ خدمتِ اسلام کر سکوں اور بعد میرے میری اولاد بھی اسی سلسلہ کو جاری رکھے اور خدمتِ اسلام میں مصروف رہے چنانچہ زید نے حکومت موجودہ ریاست بہاول پور صوبہ بننے سے پہلے کو اس مضمون کی درخواست دی کہ:۔

جناب عالی! گذارش ہے کہ سائل کو زمین فلاں نمبر فلاں برائے مسجد ومدرسہ وضروریاتِ مدرسہ قیمۃً عطا فرمائی جائے حکومت نے درخواست منظور کی اور زید سے قیمت لے کر زمین زید کو عطا کی اور پٹہ زمین کا دیا۔ رجسٹری اور انتقال بھی بنام زید کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے جو اپنی گرہ سے قیمت دے کر زمین خریدی ہے۔ اس نیت سے کہ میں زمین میں مسجد ومدرسہ بناؤں گا اور ضروریات اس سے پورا کرتا رہوں گا تاکہ آزاد ہو کر خدمتِ اسلام کر سکوں اور حکومت نے بھی اس خیال پر کہ زید زمین کارِ خیر کے لئے لے رہا ہے، قیمت میں رعایت کی اور زمین زید کو دے دی۔ کیا یہ زمین مملوکہ زید متصور ہوگی یا مملوکہ مدرسہ اور مسجد انتقال بنام زید کرنے سے حکومت مخطی قرار دی جائے گی۔ بینوا الجواب بحوالۃ الکتاب توجروا فی یوم الحساب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بنا بر صحتِ سوال جوازِ بیع میں قطعاً گنجائش شک وشبہ وریب نہیں کہ احل اللہ البیع، اور

Marfat.com

رعایت بھی جرم نہیں کہ شرعِ مطہر نے کوئی معیارِ قیمت معین ہی نہیں فرمایا کہ اس کی خلاف ورزی سے بطلان و فساد ثابت ہو صرف تراضی کافی ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور وہ پائی گئی۔ حکومت کا زید کی درخواست پر باقاعدہ مطلع ہو کر اس کے نیک ارادہ کی بنا پر رعایت کرنا، تو یہ بھی مقاصدِ شرعِ مطہر کے ماتحت ہی ہے وتعاونوا علی البر والتقوٰی، وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر۔ اور جب بیع و رعایت شرعاً جائز ہوئی تو حکمِ بیع یعنی ملکِ مشتری یقیناً لزوماً مرتب ہوگا کما لایخفی علی من لہ ادنی مس باسفار المذھب المھذب فضلاً عن فاضل پس امس و شمس کی طرح واضح و لائح کہ شرعاً زید ہی مالک بنا تو انتقال و رجسٹری زید کے نام ہی ہوں گے اور حکومت مصیب ہے بلکہ اصابت کا اعلیٰ درجہ تو یہ تھا کہ ایسے سنی سرگرم خادمِ اسلام کے لئے بلا معاوضہ انتظام کیا جاتا۔ شرعِ مطہر نے تو نیک کام کرنے والوں کو زکوٰۃ (جس میں تملیک شرط ہے) کا مستحق قرار دیا کہ ارشاد ہوا و فی سبیل اللہ۔ اور اس مسئلہ میں مسجد و مدرسہ کے ملک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت نے معاوضہ لے کر بیع کی اور وقف بلا معاوضہ اور بلا تملیک مخلوق ہے اور زید نے اپنے لئے خرید کی تو اس کی طرف سے بھی یہ خرید وقف نہیں البتہ اسے اختیار ہے جب چاہے وقف کر سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

چہ میگویند علمائے دین دریں مسئلہ کہ حکومت کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر مسجد تعمیر کی گئی ہے جہاں عوام نماز ادا کرتے ہیں اسے تقریباً بیس برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اب حکومت اس کے متبادل اس کے بہت ہی قریب اس قدر جگہ مسجد کی تعمیر کے لئے دیتی ہے اور پہلی جگہ کو اپنے کسی تصرف میں لانا چاہتی ہے جہاں بلا اجازت مسجد تعمیر ہے۔ بایں حالت پہلی جگہ پر مسجد کو شرعی کیا حیثیت حاصل ہے؟ آیا وہ شرعاً مسجد ہے؟ کیا

Marfat.com

حکومت یا کسی اور شخص کی مملوکہ زمین میں مالک کی اجازت حاصل کئے بغیر مسجد بنائی جائے مالک یا حکومت اس جگہ سے مسجد کو ہٹا دینے کی شرعاً مجاز ہے! بینوا توجروا۔

نیاز مند: نیاز احمد قادری چشتی رضوی خادم مسجد نوری رضوی معرفت جالندھری انجینئرنگ کمپنی نزد پرانی سبزی منڈی لائل پور ۶۹-۵-۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وقف کے لئے وقف کرنے کے وقت مالک ہونا شرط ہے۔ فتاوے عالمگیری صـ ۳۱۵ جلد ۲ میں شرائطِ وقف میں ہے ومنها الملك وقت الوقف لہٰذا کسی کی زمین میں مسجد کی شکل بنا کر مسجد کہنے سے شرعاً مسجد نہیں بن سکتی اور مالک اٹھا دینے کا یقیناً حق رکھتا ہے۔ والله تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ ۶۹/۵/۱۷

الاستفتاء

نقل آمدہ چٹھی از دفتر ڈائریکٹر وقف املاک پنجاب لاہور

بخدمت: ۱۔ صوبائی خطیب جناب مولانا امین الحق صاحب بادشاہی مسجد لاہور معرفت ناظم مساجد لاہور

۲۔ زونل خطیب مولانا عبدالقادر صاحب زونل خطیب ملتان زون بمقام خانیوال

۳۔ مولانا نور اللہ صاحب مہتمم جامع فریدیہ بصیر پور، ساہیوال

(چٹھی نمبر ۷۰ اوقاف (۱۳۳) ا مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۱ء

Marfat.com

مضمون فتویٰ دربار جامع مسجد چوک جیل روڈ لاہور

مسجد بعنوانِ بالا سرکاری محکمہ نزول کے رقبہ تعدادی ۱۶ مرلہ واقعہ نمبر خسرہ ۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳ اور ۴۳۵۰ من موضع مزنگ واچھرہ تحصیل وضلع لاہور میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس مسجد کو تعمیر کرنے سے پہلے نا ہی گورنمنٹ کی منظوری حاصل کی گئی ہے اور نہ ہی زمین کی قیمت تا حال حکومت کو ادا ہوئی ہے جس کی بازاری قیمت مبلغ دو ہزار روپیہ فی مرلہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں انجمن جامع مسجد مذکور سو روپیہ فی مرلہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ محکمہ بورڈ آف ریونیو اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ انجمن مذکور ناجائز قابض ہونے کی بنا پر کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے اور اس قسم کی مساجد میں مطابق ہدایت نبوی نماز ادا کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ اندریں حالت محکمہ بورڈ آف ریونیو پنجاب لاہور نے استدعا کی ہے کہ اس معاملہ کو علماء صاحبان کے اجلاس میں پیش کر کے حسب ذیل امور پر ان کا فتوے حاصل کیا جائے :-

۱- کیا ان مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے جو کہ حکومت کی اجازت کے بغیر نزول (سرکاری) زمین پر اور بلا ادائیگی قیمت زمین تعمیر کی گئی ہیں؟

۲- کیا ناجائز قابضانِ رقبہ سرکاری زیر مساجد کسی رعایت کی مستحق ہیں اور کیا ان کو بازاری قیمت سے کم شرح پر اس رقبہ کو خریدنے کا حق حاصل ہے یا کہ نہیں؟

لہذا بذریعہ عریضہ ہذا آپ کی خدمت میں التماس کیجاتی ہے کہ آپ اس بارہ میں جہاں تک ممکن ہو جلد اپنی رائے کا اظہار کر کے جواب سے مشکور فرمایا جائے۔

لفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان ڈائریکٹر وقف املاک پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱: اس میں شک نہیں کہ انجمن جامع مسجد کو باقاعدہ اجازت و تصفیہ کے بعد مسجد تعمیر کرنی چاہیے تھی مگر اس میں بھی شک نہیں کہ انجمن سرکار سے طاقتور نہیں کہ جبراً زمین چھین کر قبضہ کر لے اور یہ زمین مغصوبہ کہلائے

Marfat.com

اور اس میں بھی شک نہیں کہ زمین کے ایسے تمام پاک قطعات عام از یں کہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، جو بھی فارغ پڑے ہوں ان پر نماز یقیناً جائز ہے، جماعت سے ہو یا تنہا، قرآنِ کریم میں علی الاطلاق ہے حیث ما کنتم فولوا وجوهكم شطره سورۃ البقرہ آیت ۱۴۴ اور ۱۵۰ (ترجمہ) اے مسلمانو! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ (نماز ادا کرتے ہوئے) اسی کی طرف کر دو"۔ بکثرت احادیثِ صحیحہ میں جو متعدد صحابہ کرام سے بخاری و مسلم وغیرہ کتبِ معتبرہ میں مروی ہیں ان میں تصریح ہے کہ تمام زمین نماز ادا کرنے کے قابل ہے چنانچہ صحیح مسلم ص ۱۹۹ جلد ۱ میں یہ کلمات مبارکہ ہیں جعلت لنا الارض كلها مسجدا (ہمارے لئے زمین ساری کی ساری مسجد بنا دی گئی ہے یعنی نماز کے قابل بنا دی گئی ہے" اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اینٹیں یا سیمنٹ، لوہا، بجری یا تعمیر مسجد اس خدا داد حق کو اٹھا نہیں سکتے تو ثابت ہوا کہ ایسی مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے ممنوع نہیں۔

۲ : ایسے قابض جو باغی نہیں بلکہ اپنی حکومت کے رحم و کرم پر امید کرتے ہوئے اپنے رب جل وعلا کی عبادت کے لئے ایک مکان بنا چکے ہیں وہ رعایت کے مستحق ضرور ہیں۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے تعاونوا على البر سورہ مائدہ آیت ۲ (ترجمہ) نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرو" اور یہ بھی ارشاد ہے الذين ان مكنهم في الارض اقاموا الصلوة سورۃ الحج آیت ۴۱ یعنی ہمارے برگزیدہ بندے وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر حکومت عطا کریں تو نماز قائم کریں" تو معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی ادنیٰ علامت اقامۃ الصلوٰۃ ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہماری عوامی حکومت اس کوشش[1] میں ہے کہ ہزارہا مالکانِ اراضی سے ہزارہا ایکڑ زائد اراضی لے کر مزارعین کو دے دیوے یعنی ایک ایک غیر مالک مزارع کو ہزاروں مرلے اراضی صرف اس کی ذاتی انفرادی ضرورت کے لئے مہیا کرے تو کیا حکومت کا یہ فرض نہیں کہ خود اپنی زائد زمین کے محدود مرلے ملی ضرورت کے لئے عوام اہلِ اسلام کو دے خصوصاً جبکہ حکومت نے مزارعین کی بیدخلی حکماً روک دی ہے اور سابقہ مقدمات پر کاروائی بند کر دی ہے تو کم از کم اپنی اراضی کے قابضین رقبہ زیرِ مساجد کو بھی اتنی رعایت سے محروم نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۴ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۹۱   ۱۰ $\frac{2}{72}$

---

[1] اور یونہی انفرادی سکونت کے لئے بھی مساعی جاری ہیں تو اجتماعی عبادت گاہ کے لئے بھی ضرورت ہے ۱۲ منہ غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک گاؤں متروکہ غیر مسلم میں مہاجرین آکر آباد ہوئے اور اپنی ضرورت کے مطابق شاملاتِ دیہ میں ایک مسجد بنائی جس طرح عام طور پر مہاجرین نے غیر مسلم متروکہ دیہات وقصبات میں بنائی ہیں اور حکومت کیطرف سے بھی ضرورت مند مہاجرین کو حسبِ ضرورت مساجد بنانے سے ممانعت نہیں کی گئی۔ اب بعض عوام کہتے ہیں کہ وہ مسجد شرعی مسجد نہیں۔ اسکی مرمت وغیرہ پر جو روپیہ خرچ کیا جائے اس کا کوئی خاص ثواب نہیں، تو آیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

سائل: شیر محمد ولد دین محمد از گڑھ فتح شاہ ڈاکخانہ خاص تحصیل سمندری ضلع لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جو چیز کفار سے بدونِ جنگ حاصل ہو مثلاً ڈر کر، گھبراتے ہوئے بھاگ گئے تو وہ مصالحِ اہلِ اسلام کے لئے ہی ہے۔ میزان شعرانی ص۱۸۸ جلد۲، رحمۃ الامۃ ص۱۸۸ جلد۲ میں علی الترتیب ہے او ما ترکوہ فزعا وھربا او ما ترکوہ فزعا وھربا۔ انہیں میں مذہبِ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا بیان ہوا جمیعہ لمصالح المسلمین۔ بحر الرائق ص۱۱۸ جلد۵ میں ہے و بناء المساجد والنفقة عليها ذكره قاضيخان فى فتاواه من كتاب الزكوة فقد افاد ان من المصالح بناء المساجد والنفقة عليها الى آخره یعنی اہلِ اسلام کے امورِ رفاہیہ سے مسجدوں کا بناء کرنا اور ان پر خرچ کرنا ہے جن پر غیر مسلم کا ایسا مال استعمال کیا جاتا ہے بلکہ جنگ سے مفتوحہ علاقوں میں مسلمان مسجدیں بناتے چلے آئے ہیں اور یہ

Marfat.com

ہماری مسجدیں جو قدیم سے چلی آتی ہیں پہلے پہلے یہ بھی مفتوحہ اور کفار کے متروکہ علاقوں میں ہی بنائی گئی ہیں۔ آج تک ان پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ قرآنِ کریم نے فرمایا انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الاٰیۃ کہ مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر۔" تو روزِ نیمروز اور ماہِ نیم ماہ کی طرح روشن ہویدا ہوا کہ ان بعض عوام کا کہنا بالکل غلط ہے اور باطل ہے اور وہ مسجد شرعی مسجد ہے اس کا بنا کرنا اور اس پر خرچ کرنا اسی ثواب کا حامل ہے جو ایک شرعی مسجد پر مرتب ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۴ جمادی الاخرے ۱۳۷۳ھ بوقتِ عصر

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں گورنمنٹ کی کالونی میں عوام نے اپنے چندے سے ایک مسجد تعمیر کرنی چاہی تو حکومت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب گورنمنٹ اپنی طرف سے مسجد بنوائے گی تو اسے گرانا ضروری ہوگا۔ اب حکومت نے اس جگہ ایک بہترین مسجد بنوائی ہے مگر سابقہ مسجد کا سامان نہیں خریدا اور نہ ہی لگایا ہے۔ اب ہمارے کئی ساتھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی ٹھیک نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بحوالہ کتبِ صحیحہ جواب عنایت فرمائیں کیا ہم اسے فروخت کر کے رقم کو اسی مسجد کے دوسرے اخراجات پر لگا سکتے ہیں؟

نیازمندِ علمائے ربانی: مسرور احمد القلم خود خطیب مدینہ مسجد وحدت کالونی ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں واقعی مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی

Marfat.com

ٹھیک نہیں جبکہ براہِ راست ایسا کیا جائے اور اگر معاوضہ دے کر باقاعدہ خرید کر لیا جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ مسجد پر لگا یا نہ جا سکے جیسے کہ صورتِ سوال سے واضح ہے کہ جب بہترین مسجد بن گئی تو سادہ سابقہ عمارت کا سامان اس میں نہیں لگ سکتا اور وصول شدہ قیمت بھی ظاہر ہے کہ ابھی اس کی تعمیر یا مرمت پر خرچ نہیں ہو سکتی تو مسجد کے دوسرے اخراجات پر صرف ہو سکتی ہے جبکہ انتظارِ ضرورتِ مرمت میں رقم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔ ہدایہ، فتح القدیر ص۴۳۶ جلد۵، وقایہ شرح الوقایہ ص۴۱۲ جلد ۲، در المختار شامی ص۵۲۹ جلد ۳، بحر الرائق ص۲۲ جلد ۵، تبیین الحقائق ص۳۲۸ جلد۳ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے و ان تعذر اعادة عینہ الی موضعہ بیع وصرف ثمنہ الی المرمة صرفا للبدل الی المبدل، اقول واذا کان فی وضع الثمن للانتظار عند احد خوف الضیاع فینبغی ان یجوز صرفہا الی عمارتہا المعنویة عند تعذر الصرف الی العمارة الظاہرة او مرمتہا مع خوف الضیاع فان العمارة المعنویة ہی المقصودة من الظاہرة کما فی صرف الغلة ففی الشامیة ص۵۳۰ جلد۳ فان انتہت عمارتہ وفضل من الغلة شیئ یبدأ بما ہو اقرب للعمارة وہو عمارتہ المعنویة التی ہی قیام شعائرہ (الی ان قال) کالامام للمسجد وفی الدر فی بیان الشعائر ہی امام وخطیب ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصر وماء وضوء وکلفة نقلہ للمیضأة وذا ای جواز بیع النقض وصرف ثمنہ الی العمارة المعنویة کالخطیب والامام والمؤذن وسائر شعائر المسجد فی ہذہ المسئلة واضح کالشمس والامس۔ البتہ خریدار کے لئے ضروری ہے

سوای انتظار المرمة ۱۲ منہ غفرلہ للعہ لان العمارة الجدیدة المحکمة لا تحتاج الی المرمة الا بعد زمن طویل یخاف فیہ ضیاع النقود لموت الامین او الحادثات الکثیر فی ہذا الزمان ووقوعہا عادة مستمرة ۱۲ محمود غفرلہ

Marfat.com

کہ اس سامان سے مویشی خانہ یا بیت الخلاء نہ بنائے کہ وہ نسبت الی المسجد سے قابلِ احترام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر الواجز محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ ۲۵-۲-۷۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام دینِ مبین ومفتیانِ کرام شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب عالمِ دین نے ایک مسجد کی بنا ڈالی اور اس کے ساتھ کچھ زمین متعلق کرائی کہ اس زمین پر حجرہ جات وغیرہ تعمیر کرکے تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کروں گا چنانچہ وہ درس وتدریس میں مشغول رہے لیکن بوجہ کم مائیگی حجرہ جات وغیرہ تعمیر نہ کرسکے۔ بعد ازاں مولوی صاحب فوت ہوگئے اور تعلیم کا یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک قاری صاحب اس مسجد میں تشریف لائے۔ انہوں نے اس مسجد میں قرآنِ کریم حفظ کرانے کا ایک مدرسہ جاری کیا۔ طلباء کی زیادتی اور مدرسہ کی کامیابی دیکھ کر انہوں نے اس متعلقہ زمین پر دوکانات تعمیر کرانے کا سلسلہ اس غرض سے شروع کیا کہ ان دوکانات کی آمدنی مدرسین کی تنخواہ اور باہر سے آئے ہوئے طلباء کے اخراجات اور مسجد کی ضروریات مثلاً امام مسجد کی تنخواہ اور خادم مسجد کی تنخواہ یا صفیں خریدنا وغیرہ کی ادائیگی میں صرف کیجائے گی اور ان دوکانات کے اوپر درس گاہیں اور طلباء کی رہائش کے لئے کمرے بنائے جائیں گے اور انہوں نے پبلک اور عوام سے چندہ کی اپیل کی اور عوام نے چندے دئے اور تعاون کیا حتیٰ کہ دکانات اور دکانات پر درس گاہیں تعمیر ہوگئیں اور ان دکانات کی آمدنی حسبِ غرض قاری صاحب مسجد اور مدرسہ کی ضروریات پر مشترکہ طور پر خرچ ہونے لگی۔ بعض حضرات طلباء کے لئے شبہ عدمِ جواز کرتے ہیں،

؎ درالمختار اور شامی ص۶۵۶ جلد میں ہے کہ مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جو تعظیم میں خلل ڈالے ونصہ کحشیش المسجد وکناسۃ لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

آیا یہ مشترکہ اخراجات جائز ہیں یا نہیں؟ اور ان دکانات کے اوپر والے کمروں میں طلباء کی تعلیم اور رہائش جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: غلام رسول غفرلہ از حویلی لکھا ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

یہ اخراجات اور طلباء حفظ قرآن کریم کی رہائش و درس قطعاً جائز ہیں جن کے جواز میں اصلاً گنجائش شکوک و شبہات نہیں۔ اراضی متعلقہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالتواتر ثابت ہے۔ اصحاب صفہ کا صفہ مسجد نبویہ کی متعلقہ اراضی میں ہی تھا اور وہ تقریباً چار سو کی تعداد میں رہائش پذیر تھے پھر آج تک بلا نکیر منکر یہ سلسلہ بالتوارث جاری ہے کہ مسجد کے متعلقہ مکانات میں طلباء رہائش پذیر چلے آرہے ہیں اور جب ذات مکانات متعلقہ کا استعمال طلباء کے لئے جائز ہے تو ان مکانات کا کرایہ جو محض منافع ہے کیونکر حرام ہو سکتا ہے؟ اور اہالیان اسلام کے تعاون مذکورہ سے دکانات وغیرہ تعمیر ہونا اور اس کار خیر میں مستعمل ہونا تعاونوا علی البر والتقوی کی تصریح سے یقیناً جائز بلکہ اس ارشاد ربانی کی تعمیل ہے تعجب ہے کہ حضرت رب العلمین جل وعلا تو ایسے طلباء کرام پر خرچ کرنے کا صریح حکم فرمائے کہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف الآیۃ اصحاب صفہ کے حق میں نازل فرمائی حالانکہ العبرۃ لعموم اللفظ قاعدہ مسلمہ ہے، اور آج اس کے جواز میں ہی شبہے کئے جاتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ واصحاب صفتہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۶ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

Marfat.com

الاستفتاء

جناب والاشان مولوی نوراللہ صاحب دام مجدہٗ

سلام ونیاز کے بعد التماس ہے کہ کچھ سامان پہلے زمانے سے ہی ایک گردوارے کا ڈھیر کی شکل میں پڑا ہوا ہے جس کی سرکار کیطرف سے کوئی ممانعت نہیں آئی۔ اب وہ سامان مسجد کی تعمیر میں استعمال ہو سکتا ہے یا نہیں، والسلام۔

بندہ: نور بخش سیکنڈ ماسٹر ٹاری تحصیل دیپال پور

۲۲-۸-۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلا شک وشبہ وریب ایسا سامان تعمیرِ مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔ میزان شعرانی، رحمۃ الامہ، فتاویٰ قاضیخان، فتاوے عالمگیر، ردالمحتار وغیرہا اسفارِ مذہبِ مہذب میں ہے کہ کافر کا وہ مال جو بغیر قتال لیا گیا ہو اس کا مصرف مصالحِ اہلِ اسلام ہے۔ میزان ورحمۃ الامہ کے یہ الفاظ نصِ صریح ہیں او ما تركوه فزعا وهربا اور رحمۃ الامہ میں هربوا ہے۔ خانیہ، ردالمحتار، ہندیہ میں ہے والنظم من الهندية والى بناء الرباطات والمساجد۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
(یکم شوال المکرم ۱۳۶۷ ہجری المقدس)

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورتِ مسئولہ میں کہ ایک عالم فاضل صوفی کامل نے اپنی دو ٹکڑہ زمین میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا اور مصارفِ وقف فقراء ومساکین وطلباء ومسافرین لکھے اور یہ بھی لکھا کہ اس اراضی موقوفہ کو فقیر نے اپنے گھر سے خریدا ہوا ہے کسی کی اس میں شرکت نہیں ہے اور آئندہ میرے ورثاء واقرباء سے کوئی دعویٰ دار نہ ہو اور اس کارِ خیر کا ثواب تاقیامت واقف کو پہنچتا ہوا باعثِ نجات بنے اور دوسرے ٹکڑے چھوٹے کو وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا۔ پھر اسی چھوٹے ٹکڑے کو فروخت کر کے رقم وصول شدہ کو اپنی عینِ حیات میں مصارفِ حصہ موقوفہ پر صرف کر دیا اور حصہ موقوفہ میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہ کیا بلکہ عینِ حیات متولی امین خیرخواہ مخلص کی تقرری میں کوشاں رہے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک صاحب کو وصی بنا دیا کہ جس صاحب کو متولی لائق منتظم سمجھے مقرر وقف کر دے اور اسی حالت پر واقف کا انتقال ہو گیا۔ اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ شرعاً اراضی موقوفہ کے وقف لازم ہونے میں چھوٹے ٹکڑے کی بیع مذکورہ کر لینے سے نقصان لازم آتا ہے یا نہیں؟ بینوا ماجورین بالدلائل والبراہین ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشبہ بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز وصحیح ولازم ہے۔ فتح القدیر ص۴۲۲ جلد ۵ میں ہے والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومه لان الاحادیث والاٰثار متظافرة علی ذلك قولاً كما صح من قوله علیه الصلوٰة والسلام لا یباع و لا یورث الی اٰخره و تكرر هذا فی احادیث كثیرة واستمر عمل الامة من الصحابة والتابعین ومن بعدهم علی ذلك الخ بحر الرائق ص۱۹۶

Marfat.com

جلد۵ میں ہے والاخذ بقول ابی یوسف احوط و اسھل ولذا قال فی المحیط ومشائخنا اخذوا بقول ابی یوسف ترغیبا للناس فی الوقف۔ شرح الوقایہ صفحہ ۱۹۰ جلد۲ میں ہے وبفتی بقول ابی یوسف۔ درالمختار میں ہے والاخذ بقول الثانی احوط و اسھل۔ بحر و فی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف۔ بحرالرائق و ردالمحتار صفحہ ۵۰۶ جلد۳ میں ہے فی الفتح ان قول ابی یوسف اوجہ عند المحققین۔ اور یہ پُرظاہر کہ لفظ "بہ یفتیٰ" "الفتوےٰ علیہ" سے بہت تاکید والا ہے۔ درالمختار میں ہے ولفظ بہ یفتی اٰکد من الفتویٰ علیہ۔ شامی صفحہ ۶۸ جلد۱ میں ہے قال ابن الھمام والفرق بینھما ان الاول یفید الحصر والمعنی ان الفتویٰ لاتکون الا بذٰلک اور اس میں شک نہیں کہ لزومِ وقف ہی غرضِ واقف وفقراء وغیرہم موقوف علیہم کے حق میں ارفق واصلح ہے۔ اور شامی صفحہ ۵۱۵ جلد۳ میں ہے وینبغی ان یکون مطمح نظرہ (ای المفتی) الیٰ ما ھو الارفق والاصلح پس اس کا خلاف مرجوح ہوا اور مرجوح کے ساتھ فتوےٰ دینا جہل اور مخالفتِ اجماع ہے۔ درالمختار میں ہے وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع۔ شامی صفحہ ۶۹ جلد۱ میں ہے (قولہ بالقول المرجوح) کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ۔ اور یہاں قولِ ابی یوسف علیہ الرحمۃ مساوی قولِ ثالث بلکہ قوی ہے کہ اس کے لئے لفظ "بہ یفتیٰ" موجود ہے کما مر من الدرر۔ اور چھوٹا ٹکڑا واقف نے وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا تھا۔ اور پُرظاہر کہ متعلق شئے مغایر شئے کو کہا کرتے ہیں تو اس کی بیع سے لزومِ وقف اراضی موقوفہ میں نقصان متصور نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ واقف عالم فاضل صوفیِ کامل نے اس ٹکڑے کے متعلق وقف ہونے کا معنیٰ خود عملاً بیان فرما دیا کہ اسے فروخت کر کے اصلاحِ اراضی موقوفہ پر خرچ کیا۔ اگر بفرضِ غلط متعلقِ وقف کا معنےٰ ملحق بالوقف ہوتا تو وہ ایسا ہرگز نہ کرتا اور پھر حینِ حیات تک اس اراضی موقوفہ کے لئے متولی امین خیر خواہ کی تلاش اور تقریرِ وقف اور تقرر وصی صاف صاف بتا رہا ہے کہ واقف ہر کوشش سے آخر عمر تک کار بند رہا

Marfat.com

اور پھر ورثاء و اقرباء کو مایوس کرنا نہایت ہی ثبوت لزوم کا صراحۃً پتہ دیتا ہے لہذا اراضی موقوفہ مذکورہ کا وقف بلاشبہ لازم آتا ہے۔ ھٰذا ما عندی من العلم واللّٰہ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللّٰہ تعالٰی علی المحبوب الاکرم وآلہٖ وصحبہٖ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس صورتِ مسئلہ میں ایک شخص عالم فاضل صوفی کامل لاولد تھے انہوں نے اپنی حین حیات میں اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو وقف حسبۃً للہ برائے خدمت مسافراں وطلبار و یادِ خدا اشخاص کر دیا لکھدیا اور باضابطہ اس تحریر وقف پر گواہاں کے دستخط بھی موجود ہیں۔

(۲) واقفِ موصوف نے کچھ مدت اپنے انتقال کے پہلے اپنے پیرزادہ کو مختارِ کل وصی روبرو مجلسِ عام اس امر کا مقرر فرمایا کہ جس صاحب کو آپ لائقِ دیانت دار سمجھیں، متولی وقف ہذا کا بنا دیں، وہی متولی عند اللہ وعند الناس مقبول ہوگا مگر اس ایصار کی تحریر واقف کیطرف سے نہیں ہے مگر زبانی سپردگی روبرو اکثر اشخاص سے ہے اور وقف نامہ بھی اپنے ہاتھ کا تحریر شدہ کسی مجلس عامہ میں اپنے پیرزادہ کو دیدیا تھا۔

(۳) پیرزادہ مختارِ کل وصی نے واقفِ موصوف کے بعد حسبِ فرمان واقف ایک شخص کو لائق و دیانتدار سمجھ کر متولی قابض متصرف ہذا کا بنا دیا۔ اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ نمبر اول میں وقف جائیداد موافقِ شریعت جائز ہے یا نہیں؟ نمبر دو میں واقف موصوف کا اپنے پیرزادہ کو مختار کل وصی بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نمبر تین میں اس مختارِ کل کا کسی کو متولی قابض متصرفِ وقف ہذا بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس صورت میں مختارِ کل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو متولی وقف ہذا کے بنانے کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

شوال ۱۳۶۱ھ

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لی النور والصواب

بلاریب وقفِ مذکور جائز وصحیح بلکہ لازم ہے۔ فتح القدیر ص۴۲۲ جلد ۵ والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومہ لان الاحادیث والآثار متظافرة علی ذلک قولاً کما صح من قولہ علیہ الصلوٰة والسلام لا یباع ولا یورث الی آخرہ وتکرر ھٰذا فی احادیث کثیرة واستمر عمل الامة من الصحابة والتابعین ومن بعدھم علی ذلک الخ بحر الرائق ص۱۹۷ جلد ۵ والاخذ بقول ابی یوسف احوط واسھل ولذا قال فی المحیط ومشائخنا اخذوا بقول ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی۔ درالمختار ص۵۰۶ جلد ۳ میں ہے والاخذ بقول الثانی احوط واسھل بحر وفی الدرر وصدر الشریعة وبہ یفتی واقرہ المصنف۔ بحر الرائق ص۱۹۷ جلد ۵، ردالمختار ص۵۰۶ جلد ۳ میں ہے فی الفتح ان قول ابی یوسف رحمہ اللّٰہ تعالٰی اوجہ عند المحققین اور منقول جب وقف میں تابع عقار ہو تو جائز الوقف ہے۔ فتح القدیر ص۴۳۰ جلد ۵ والحاصل ان وقف المنقول تبعا للعقار یجوز۔ شامی ص۵۱۷ جلد ۳ میں ہے اما تبعا للعقار فھو جائز بلاخلاف عندھما کما مر۔

ص۲ : مختارِ کل وصی بنانا شرعاً بلاشبہ مشروع وجائز ہے جس کے جواز پر صدہا کتبِ شرعیہ کی شہادتیں موجود ہیں۔ ہدایہ ص۶۸ جلد ۴ طبع مصطفائی، عنایہ ص۴۳۹ جلد ۹ مصر، تکملة البحر ص۴۰۸ مصر، درالمختار ص۶۱۲ جلد ۵ کشوری وغیرہا اسفارِ فقہ میں ہے والنظم من الدر اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح اور ایصاء لفظ سے ہوتا ہے جو مشروط بالتحریر نہیں۔

ص۳ : جب پیرزادہ وصی ومختارِ عام ہے تو عدمِ تحریر سے نقصان پذیر نہیں ہو سکتا۔ شامی ص۶۱۲ جلد ۵

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

میں ہے و یصح ھذا التفویض بکل لفظ یدل علیہ نیز اسی میں خانیہ وخلاصہ
وغیرہا کتب معتبرہ ومستندہ میں ہے انت وصیی او انت وصیی فی مال او سلمت الیک الاولاد
بعد موتی و تعہد ولادی بعد موتی و قم بلوازمہم بعد موتی
او ما جری مجری ھذہ الالفاظ یکون وصیا. اور صورت مذکورہ فی السوال
میں لفظ موصی باقاعدہ پائے گئے ہیں تو یقیناً وہ پیرزادہ وصی بن گیا تو لامحالہ اس کا تصرف جائز و نافذ
ہوگا ورنہ وصی ومختار عام کس چیز کا نام ہے بلکہ بعد واقف اسی کا حق ہے۔ تنویر الابصار و درالمختار
ص۵۶۶ جلد ۳ ، بحرالرائق ص۲۳۱ جلد ۵ میں ہے و النظم من الدر ومتنہ ولایۃ
نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ) لقیامہ مقامہ و قررہ فی ردالمختار
ص۵۶۶ جلد ۳ . تو اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو حق تولیت کیسے حاصل ہوسکتا ہے. وصی کے
اختیارات قاضی اسلام بلکہ قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں. بحرالرائق ص۲۳۲ جلد ۵ ، شامی ص۵۶۷ جلد ۳ میں ہے
فان کان الواقف میتا فوصیہ اولی من القاضی الخ قاضی القضاۃ داخل
فی اطلاق القاضی خصوصًا علی تحقیق الشیخ الزین البحث ان المراد
من القاضی ھو قاضی القضاۃ. اور ایسے ہی وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔
ہدایہ ص۶۸۳ جلد ۴ ، شرح الوقایہ ص۳۸۶ جلد ۴ ، تکملۃ البحر ص۳۶۹ جلد ، درالمختار ، شامی ص۱۲۵ جلد ۵
میں ہے و النظم من الھدایۃ قال و الوصی احق بمال الصغیر من
الجد الی ان قال و لنا ان بالایصاء تنتقل ولایۃ الاب الیہ فکانت
ولایتہ قائمۃ معنی فیقدم علیہ کالاب نفسہ۔

الحاصل وقف مذکور جائز و لازم ہے اور وصی بنانا شرعاً جائز اور تسلیم وصی سے جو یہاں موجود ہے
لازم ہو جاتا ہے اور وصی کا تصرف حسب ایصار لازم ہے جبتک وصی خود یا وصیٔ وصی موجود رہے کسی
اور کو حق تولیت حاصل نہیں اگرچہ وہ قاضی القضاۃ یا واقف کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ ھذا ما عندی
من العلم و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی
اللہ تعالیٰ علی المحبوب النور المعلی و آلہ و صحبہ مصداق الھدی

Marfat.com

وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

بخدمت فیضدرجت فیض رساں سیدی وسندی دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔

آپ کی توجہ خصوصی سے خدا کے فضل وکرم سے یہاں پر خیریت ہے۔امید ہے حضور والا بھی بخیریت ہوں گے۔ڈاکٹر محمد حسن صاحب سے ان کی غیر حاضری کیوجہ سے ملاقات نہیں ہوسکی۔بعداز ملاقات مفصل حالات درج کروں گا انشاء اللہ العزیز۔مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔امید ہے حضورِ والا باوجود اپنی کثیر مصروفیت کے واپسیٔ ڈاک جوابات سے خورسند فرمادیں گے۔

نمبر۱ : " اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی الصلوٰۃ غیر النافلہ " کے پیشِ نظر چلتی ریل گاڑی میں فرضی نماز کی ادائیگی کیسی ہے؟ بصورتِ نعم مندرجہ بالا عبارت کا مطلب کیا؟ بصورتِ لا کشتی وجہاز میں کیسا جواز؟ ریل گاڑی، بیل گاڑی، کشتی وجہاز ایک ہی حکم میں ہیں؟

نمبر۲ : تثویب بعداذان کا ثبوت عباراتِ فقہائے کرام کے علاوہ احادیث سے نہیں ملتا ہے۔بصورتِ نعم حضرتِ عبداللہ بن عمر، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تثویب کرنے والوں کی مساجد میں نماز کیوں نہ ادا کی اور انہیں بدعتی کیوں فرمایا؟

سائل سگِ در : ابوالنصر منظور احمد شاہ بقلم خود ساہیوال ۵۷-۱۲-۱۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ص۱ : چلتی ریل گاڑی، چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ ہوا[1] و بھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجودیکہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلا واسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں نماز فرض بھی جائز ہے۔ بحکم احادیث مرفوعہ وموقوفہ، مستدرک وسنن بیہقی و دارقطنی وغیرہا اور یہی متون وشروح وحواشی وفتاوائے فقہیہ سے ثابت ہے بلکہ یہ امر بھی مصرح ہے کہ کنارہ نزدیک ہو اور اتر کر زمین پر پڑھ سکتا ہو تب بھی بیٹھ کر کشتی میں پڑھ سکتا ہے کما فی المبسوط ص۲ جلد۲ والخلاصۃ ص۱۹۴ جلد۱ والسراجیۃ ص۱۳ والہندیۃ ص۷۳ جلد۱ وغیرہا. کشتی رواں میں جوازِ نماز کی تعلیل فقہائے کرام نے یہ فرمائی کہ کشتی کا چلنا اس کے سوار کی طرف منسوب نہیں تو منافیٔ نماز نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکماً سوار کا چلنا ہے۔ بدائع صنائع ص۱۰۹ جلد۱، تبیین الحقائق ص۲۰۳ جلد۱، خلاصۃ الفتاوٰے ص۱۹۴ جلد۱ میں ہے و النظم لملک العلماء لان سیرہا غیر مضاف الیہ فلا یکون منافیا للصلٰوۃ بخلاف الدابۃ فان سیرہا مضاف الیہ نیز تلاوت بدائع ص۱۸۲ میں ہے بخلاف السفینۃ فانہا لم تجعل بمنزلۃ رجلی الراکب لخروجہا عن قبول تصرفہ فی السیر و الوقوف ولہذا اضیف سیرہا الیہا دون راکبہا قال اللہ تعالٰی حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم وقال اللہ تعالٰی وھی تجری بہم فی موج کالجبال فلم یجعل تبدل مکانہا تبدل مکانہ۔ بناءً علیہ فقہائے کرام نے صاف صاف فرمادیا کہ چلتی کشتی جوازِ نماز میں بمنزلۂ زمین ہے اور اپنے سوار کے حق میں گھر کی طرح ہے۔ بدائع ص۱۰۹ جلد۱ میں فرمایا لان السفینۃ بمنزلۃ الارض۔ تلاوت بدائع ص۱۸۲ میں ہے مثل مکانہ ما استقر

[1] ومن آیات الجوار فی البحر کالاعلام ان یشأ یسکن الریح فیظللن رواکد علی ظہرہ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

هو فيه من السفينة من حيث الحقيقة والحکم و ذلك لم يتبدل رای
بسیرها۔ مبسوط ص۳ جلد ۲، بدائع ص۱۱ جلد۱، بحرالرائق ص۱۱۷ جلد۲، شامی ص۴۱ جلد۱ میں بالفاظ
متقاربہ ہے السفینة فی حقه کالبیت۔ مبسوط ص۳ جلد۲ میں اور وضاحت سے فرمایا لان
راکب الدابة لیس له موضع قرار علی الارض و راکب السفینة له فیها
موضع قرار علی الارض فالسفینة فی حقه کالبیت الاتری انه لایجریها
بل هی تجری به قال الله تعالیٰ وهی تجری بهم فی موج کالجبال الخ
نیز ملاحظہ فتح القدیر ص۴۷۵ جلد۱، فتاوےٰ قاضیخان ص۷۶، مبسوط ص۱۴ جلد۲، خلاصۃ الفتاوےٰ ص۱۸۹ جلد۱،
درالمنتقیٰ ص۱۵۹ جلد۱، ہندیہ ص۶۹ جلد۱ میں ہے والنظم للمحقق سیر السفینة لایوجب
اختلاف المکان والمجلس۔

تو امس وشمس کیطرح واضح وہویدا ہوا کہ کشتی، کشتی سوار کے لئے بمنزلۂ زمین اور کمرے کی طرح ہے اس کا
چلنا مکان اور سوار کے تبدل کا موجب نہیں تو چلتی ریل، ریل سوار کے لئے بھی بمنزلۂ زمین اور کمرے کی طرح ہوگی بلکہ
ریل میں تو پانی جیسا کوئی حائل بھی نہیں جس پر براہِ راست قیام وسجدہ وغیرہ نہ ہو سکے بلکہ ایسی ٹھوس پٹڑی
پر چلتی ہے جو تسفل جہد کیوجہ متصور ہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ فقہائے کرام نے بالتخصیص ایسی گاڑی پر جس کا کوئی
حصہ جانور پر نہ ہو، جواز نماز فرائض کی تصریح فرمادی۔ فتاوےٰ فقیہ النفس امام قاضی خان ص۸۳، فتح القدیر
ص۴۰۴ جلد۱، تبیین الحقائق ص۱۷۷ جلد۱، بحرالرائق ص۶۵ جلد۲، ہندیہ ص۱۴۳ جلد۱، تنویرالابصار، شامی
ص۹۵۷ جلد۱ میں بکلماتِ متقاربہ ہے والنظم للشامی عن التتارخانیة عن
المحیط لو صلی علی العجلة ان کان طرفها علی الدابة وهی تسیر
تجوز فی حالة العذر لا فی غیرها وان لم یکن طرفها علی الدابة
جازت۔ اور ماسوائے تنویر کے ان سب کی تحریر ہے کہ ایسی گاڑی پر نماز بمنزلۂ نماز بر سریر ہے والنظم
له ایضا و هو بمنزلة الصلوٰة علی السریر اس "بمنزلة الصلوٰة علی السریر" کا
تطابق وتوافق "بمنزلة الارض" اور "له موضع قرار علی الارض" اور " فی حقه
کالبیت" کے ساتھ عدمِ تبدلِ مکان ومجلس بوقت سیر کو اور زیادہ واضح ونمایاں بنا رہا ہے کما لایخفی

Marfat.com

علی من خدم کلمات القوم۔

بفضلہ وکرمہ تعالیٰ ماہِ نیم ماہ اور مہر نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ ریل رواں میں فرض جائز ہیں اور شرطِ اتحاد المکان کے قطعاً منافی نہیں۔ رہا استقبال قبلہ تو وہ بوقتِ قدرت ضروری ہے، قبلہ رو شروع کرے اور اگر ریل سمتِ قبلہ سے بدل آئے تو قبلہ کی طرف پھر جائے کہ گاڑی وکشتی میں یوں پھرا جا سکتا ہے وان لم یقدر فلا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ مبسوط ص۳ جلد۲، ہندیہ ص۱۴۳ جلد۱ وغیرہا میں ہے والنظم من المبسوط یلزمہ التوجہ الی القبلۃ عند افتتاح الصلوٰۃ وکذلک کلما دارت السفینۃ یتوجہ الیہا لانہا فی حقہ کالبیت۔

اور چلتی گاڑی میں جوازِ نماز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر مسافر کو اترنے میں جان کا یا بیمار ہونے یا بیماری بڑھنے کا یا درندہ یا دشمن کا خطرہ ہو یا اتنا کمزور ہے کہ بغیر امداد کے اتر نہیں سکتا یا سوار نہیں ہو سکتا یا سخت بوڑھا یا مریض ہے یا سامان چوری ہونے کا یا گاڑی چلنے یا جگہ رکنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورتوں میں ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر ہو یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔ فتاویٰ عالمگیر ص۱۴۳ جلد۱، کبیری ص۲۶۹، ۲۷۰، بحر الرائق ص۶۴ تا ۶۵ جلد۲، فتح القدیر ص۴۰۳ جلد۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۹۳ جلد۱، فتاوے قاضیخان ص۸۳ والنظم من الہندیۃ ومن الاعذار ان یخاف لو نزل عن الدابۃ علی نفسہ او علی ثیابہ او دابتہ لصًا او سبعا او عدوا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل عنہا لا یمکنہ الرکوب الا بمعین الخ اور اس کی تعلیل خانیہ وفتح وکفایہ میں بکلماتِ متقاربہ یہ ہے فعند ہذہ الاعذار تجوز المکتوبۃ علی الدابۃ لقولہ تعالیٰ فان خفتم فرجالا او رکبانا۔ اور جب جانور یا اس کی اٹھائی ہوئی چلتی گاڑی پر جائز ہوئی تو ریل گاڑی پر بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی وذا اجلی من ان یجلی۔ بلکہ مسافرِ ریل گاڑی کو چونکہ غالباً ان میں سے بعض عذر اور خطرے لاحق ہوا کرتے ہیں اور اسٹیشن پر رکنے کے وقت مسافروں کا اترنا چڑھنا باعثِ تشویش وتعویق ہوا کرتا ہے حالانکہ حکم بر غالب ومظنہ عموماً لگایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے کنارے کے قریب چلتی کشتی پر باوجودیکہ اتر کر زمین پر پڑھ سکتا ہو

Marfat.com

کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے کما مر اول الجواب من الکتب العدیدۃ معتبرۃ تو ریل پر بھی مطلقاً جائز ہوگی۔ اور جب سفر جائز ہے اور انسان پابندِ حوائج وضروریات ہے اور نماز پنجگانہ کی ادائیگی بھی لازم تو بحکم لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا وما فی معناہا من الآیات والاحادیث اور وما جعل علیکم فی الدین من حرج وما فی معناھا اور یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وغیرہا من الآیات والاحادیث الدین یسر اور یسروا ولا تنفروا وغیرھا جائز ہوگا اور اسی بنا پر سفر میں قصر شروع ہوا نیز اصولِ فقہیہ میں محقق ہو چکا کہ وقتِ نماز معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی جزء سببِ وجوب ہے جس کے ساتھ ادا متصل ہو حسامی ص۳۰ تا ۳۱ وغیرہا میں ہے والنظم منہ فکان ظرفا لا معیارا الی ان قال فوجب ان یجعل بعضہ سببا وھو الجزء الذی یتصل بہ الاداء فان اتصل الاداء بالجزء الاول کان ھو السبب والا ینتقل السببیۃ الی الجزء الذی یلیہ۔

تو جب چلتی گاڑی میں مسافر نماز شروع کرے تو اسی وقت سببِ وجوب منعقد ہوگا حالانکہ اترنا باعثِ ہلاک ہے تو یقیناً معذور رہا تو نماز جائز ہوگی اور انتظارِ اسٹیشن لازم نہیں کما یتبین من اختیار الشامی حیث قال منہا ان المسافر اذا عجز عن النزول عن الدابۃ لعذر من الاعذار المارۃ وکان علی رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت کالمسافر مع رکب الحج الشریف ھل لہ ان یصلی العشاء مثلا علی الدابۃ او المحمل فی اول الوقت اذا خاف من النزول ام یؤخر الی وقت نزول الحجاج فی نصف اللیل لاجل الصلوۃ والذی یظہر لی الاول لان المصلی انما یکلف بالارکان والشروط عند ارادۃ الصلوۃ والشروع فیہا ولیس لذلک وقت خاص ولذا جاز لہ الصلوۃ بالتیمم اول الوقت وان کان یرجو وجود الماء قبل خروجہ

ے ولا مانع منہ بنص یساوی الامر بالصلوۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

وعللوه بانه قد اداها بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببها وهو ما اتصل به الاداء۔

رہی سائل کی پیش کردہ عبارت "اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی الصلوٰۃ غیر النافلۃ" تو سائل نے ہوشیاری سے کام لیا ہے یا اس کی محض لاعلمی ہے ورنہ اس کا باقی حصہ "عند الامکان لا یسقط الا بالعذر (شامی ص۶۵۸ جلد ۱) ہی سائل کے بعض اشکالات کا حل کر رہا ہے اور بحری جہاز تو سفینہ ہی ہے، رہا ہوائی تو اس میں بھی جائز ہی ہے کہ کشتی کیطرح "بمنزلۃ الارض" اور "کالبیت" ہے۔ زمین اور اس کے درمیان پانی کیطرح ایک ایسا عنصر ہے جو خود تو قیام وغیرہ کے قابل نہیں مگر جو اس پر اڑ رہا ہے وہ قابل ہے ولا تنس ما مر من الاعذار المجوزة وغيرها فانها تجرى ايضا اور ریل گاڑی وغیرہا کا فرق اسی جواب سے واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مورخہ ۱۱ جمادے الاخرے ۱۴۰۳ھ

۲ : نیتِ حسنہ سے سستی وغفلت دور کرنے کے لئے بعد اذان جائز ومستحسن ہے کہ یہ شمولیت جماعت نماز کے لئے بلانا ہے تو دعوت الی اللہ تعالیٰ بنا جو نہایت ہی مستحسن ہے۔ حضرت رب العالمین جل وعلا کا حکمِ مبین ہے و من احسن قولا ممن دعا الی الله الآیۃ اور امر بالمعروف ہے حالانکہ ارشاد ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف الآیۃ اور نیکی پر تعاون ہے و قد قال الله تعالیٰ وتعاونوا على البر والتقوى۔ اور ان کے سوا بکثرت آیاتِ متظافرہ ومتظاہرہ اور احادیثِ متواترہ ومتکاثرہ سے یہ معانی روزِ روشن کی طرح ثابت ہیں۔ لہذا فقہائے کرام نے مستحسن فرمایا۔ مبسوط ص۱۳۱ جلد ۱، ہدایہ، کفایہ ص۲۱۴ جلد ۱، فتاوٰے قاضی خان ص۳۷، بدائع ص۱۴۸ جلد ۱ تبیین الحقائق ص۶۲ جلد ۱ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے استحسن المتأخرون التثويب فى الصلوات كلها لظهور التوانى فى الامور الدينية۔ عنایہ ص۲۱۴ جلد ۱، شامی ص۳۶۲ جلد ۱ وغیرہا میں اس کے عرف ورواج پڑ جانے سے استدلال کیطرف حدیث مرفوع حکمی وما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن ذکر کرتے ہوئے اشارہ

Marfat.com

فرمایا۔ نیز مبسوط ص۱۳۰ جلد۱، بدائع ص۱۴۹ جلد۱، سراجیہ ص۹، کفایہ ص۲۱۴ جلد۱، خلاصۃ الفتاوی ص۴۹ جلد۱، تبیین الحقائق ص۹۲ جلد۱، بحرالرائق ص۲۶۰ جلد۱، مجمع الانہر ص۷۷ جلد۱، درالمنتقی ص۷۷ جلد۱، ہندیہ ص۲۹ جلد۱، بیان تثویب میں ہے ما تعارفوہ حالانکہ ردالمحتار ص۲۶۲ جلد۲ و ص۲۶۳ اور رسائل شامی ص۱۳۲ جلد۲ اور بحرالرائق ص۱۳۶ جلد۶ میں کافی سے ہے: والاحکام تبتنی علی العرف فیعتبر فی کل عصر عرف اھلہ۔ نیز شامی ص۵۱۸ جلد۳ میں ہے وفی شرح البیری عن المبسوط ان الثابت بالعرف کالثابت بالنص اور ممانعت تثویب میں کوئی حدیث صحیح متصل مرفوع حقیقی یا حکمی ایسی نہیں ملتی جو مطلقاً ممانعت ثابت کرے بلکہ بالتخصیص بھی نہیں اور وہ حدیث مرفوع حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بکلمات متقاربہ سنن ترمذی ص۳۲ جلد۱، اور بیہقی ص۴۲۳ جلد۱ میں ہے امر بلال ان یثوب فی صلوۃ الصبح ولا یثوب فی غیرھا تو اولاً یہ حدیث صحیح و متصل نہیں۔ بیہقی فرماتے ہیں وھذا ایضاً مرسل فان عبد الرحمن بن ابی لیلی (الراوی عن بلال) لم یلق بلالا۔ اور ترمذی فرماتے ہیں وابو اسرائیل (الراوی عن الحکم) لم یسمع ھذا الحدیث من الحکم۔ نیز ابو اسرائیل کے متعلق فرماتے ہیں ولیس بذلك القوی عند اھل الحدیث۔ اور ثانیاً اس تثویب سے مراد عند الجمہور وہ تثویب ہے جو اذان کے درمیان ہو، ترمذی فرماتے ہیں والذی فسر ابن المبارك واحمد ان التثویب ان یقول المؤذن فی صلوۃ الفجر الصلوۃ خیر من النوم فھو قول صحیح اور سنن بیہقی کی تیسری حدیث مسند کے آخر میں ہے فکان یقول (ای بلال) فی اذانہ حی علی الفلاح الصلوۃ خیر من النوم۔ نصب الرایہ ص۲۷۹ جلد۱ میں ہے وقال الباقون (ای غیر اصحابنا) ھو قولہ فی الاذان الصلوۃ خیر من النوم تو بناءً علیہ اس حدیث کا تعلق تثویب مسئول عنہ کے ساتھ سرے سے ہے ہی نہیں اور ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک گو اس تثویب سے مراد تثویب بعد از اذان ہی ہے مگر یہ

ﮯ نیز فرماتے ہیں لا یلتئم کونہ من عھد الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

حکم معلول بہ علتِ خاصہ وجوداً [للعه] اور عدماً [صه] ہے اور وہ ہے غفلت و تکاسل تو چونکہ اس پاک زمانہ میں نمازی غفلت سے پاک تھے البتہ وقتِ فجر میں احتمال تھا تو اس میں امر آیا اور باقی نمازوں میں ممانعت مگر چونکہ رفتہ رفتہ لوگوں میں غفلت و سستی پیدا ہو کر بڑھتی گئی تو وہ علت سب نمازوں کے وقتوں میں پائی گئی تو اسی حدیث کا تقاضا ہوا کہ ازالۂ غفلت کے لئے سب نمازوں میں تثویب ہو علمائے کرام نے جو امناءِ شرع متین ہیں، جائز و مستحسن کا فتوے دیا۔ بدائع ص۱۴۸ جلد ۱ میں ہے ان مشائخنا قالوا لا بأس بالتثويب المحدث فی سائر الصلوات لفرط الغفلة على الناس فی زماننا وشدة ركونهم الى الدنيا وتهاونهم بامور الدين فصار سائر الصلوات فی زماننا مثل الفجر فی زمانهم فكان زيادة الاعلام من باب التعاون على البر والتقوى فكان مستحسنا مبسوط ص۱۳۱ جلد ۱ میں ہے واما المتاخرون فاستحسنوا التثويب فی جميع الصلوات لان الناس قد ازداد بهم الغفلة وقلما يقومون عند سماع الاذان فيستحسن التثويب للمبالغة فی الاعلام ومثل هذا يختلف باختلاف احوال الناس اور ہدایہ وغیرہ سے لظهور التوانی فی الامور الدينية سن ہی چکے۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تثویبِ ظہر پر اور حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تثویبِ عشار پر کیوں ناراض ہوئے۔ چونکہ اس زمانہ میں لوگ غافل و متکاسل نہیں تھے اور تثویب غفلت پیدا ہونے کا سبب بنتی تھی تو اس سبب کی بنا پر ناراض ہوئے بحکم لا تعاونوا على الاثم والعدوان اور جب وہ بات نہ رہی بلکہ غفلت پیدا ہوگئی تو اب تثویب چونکہ غفلت پیدا نہیں کرتی بلکہ پیدا شدہ غفلت کا ازالہ کرتی ہے تو تعاونوا على البر والتقوىٰ کے ماتحت مستحسن بن گئی اور یہی ہمارے فقہائے عظام فرما رہے ہیں کما سمعت۔ نیز رسائل شامی ص۱۲۷ جلد ۲ میں ہے المسائل التی اختلف حکمها لاختلاف عادات اهل الزمان واحوالهم التی لابد للمجتهد من معرفتها وهی

للعه فی الفجر ۱۲ صه فی غیر الفجر ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

كثيرة جدا لا يمكن استقصاؤها

تنبیہ

سائل کے الفاظ "تثویب کرنے والوں کی مساجد میں نماز کیوں نہ ادا کی" اس کے تساہل و تغافل یا لاعلمی کا پتہ دیتے ہیں ورنہ تجاہلِ عارفانہ ہے کہ ان حضرات کے سامنے صرف ایک ایک تثویب کرنیوالا مؤذن تھا اور صرف ظہر یا عشاء کی تثویب تھی اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے اخراج من المسجد کا حکم دیا تھا نہ کہ خود باہر تشریف لے گئے اور نہ یہ کہ اس مسجد میں نماز ادا نہ کی۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی صراحۃً اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا ذکر نہیں۔ عنایہ ص۲۱۴ جلد ا وغیرہا میں ہے روی ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رای مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا هذا المبتدع من المسجد و روی مجاهد قال دخلت مع ابن عمر مسجدا یصلی فیها الظهر فسمع مؤذنا یثوب فغضب و قال قم حتی نخرج من عند هذا المبتدع فافهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

نمبر ۱ : اعتکاف میں حجامت بنوا سکتا ہے یا نہیں ؟

نمبر ۲ : نفلیں پڑھنی مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر ۳ : حضرت حسان نے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جو شعر عرض کئے ہیں وہ کونسے ہیں ؟ اور کتاب کونسی ہے ؟

Marfat.com

السائل: آپ کا فرزند پیارا عبد الخالق عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

ـ۱ : حجامت بنوانا سنت ہے اور سنت مسجد میں ادا کر سکتا ہے جبکہ ممانعت نہ آئی ہو کہ اصل اباحت ہے۔ ہاں مسجد میں ناخن، بال نہ گریں ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبرھان۔

ـ۲ : ہاں جائز بلکہ مستحب و مسنون ہیں۔ شعر اگر اچھے کلام اور فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔ یہ مضمون اتنی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جمع کی جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے لہذا صرف ابوداؤد ص۳۲۸ جلد ۲ کی ایک حدیث پر اکتفار کیا جاتا ہے ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ان من الشعر حکمۃ اور نعتیں یعنی وہ اشعار جن میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارکہ اور دشمنوں کی بدگوئی کا رد ہو، یقیناً حکمت میں داخل ہیں اور ان کا پڑھنا اور سننا تعظیم رب تعالیٰ اور تعظیم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو وہ یقیناً جائز ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے ورفعنا لک ذکرک ابوداؤد ص۳۲۸ جلد ۲ میں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان مخالفوں کا شعروں میں رد پڑھا کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام ان کی امداد کرتے رہتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد فیقوم علیہ فیھجو الحدیث۔ بخاری ص۶۴ جلد ۱ میں ہے باب الشعر فی المسجد اور اس میں حضرت حسان کی حدیث ذکر کی فتح الباری ص۴۳۵ جلد ۱ میں ہے واذا کان حقا جاز فی المسجد کسائر الکلام الحق ولا یمنع منہ۔ عینی علی البخاری ص۴۸۲ جلد ۲ میں ہے ان الشعر الحق لا یحرم فی المسجد غرضیکہ نعتوں کا مسجد میں پڑھنا صدہا آیات واحادیث سے ثابت ہے، یہ چند کلمات بطور نمونہ ذکر کئے۔

ـ۳ : وہ بہت سے شعر ہیں اور بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں۔ صرف ایک حوالہ پر اکتفار کیا جاتا ہے صحیح مسلم

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

مدا۳ جلد ۲ میں حضرتِ حسان کے قصیدہ کے تیرہ اشعار ہیں جو حضور کے ارشاد کے ماتحت حضرتِ حسان نے سنائے جن میں سے یہ تین ہیں :۔

ے هجوت محمدا فاجبت عنه — وعند الله فى ذالك الجزاء

هجوت محمدا برا تقيا — رسول الله شيمته الوفاء

فان ابى و والدتى و عرضى — لعرض محمد منكم وقاء

اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور بھی شاعر صحابی تھے جو نعتیں پڑھا کرتے تھے۔ مولیٰ تبارک تعالےٰ محبوب کے ثناخوانوں سے بنائے ۔ وصلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ ماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

الاستفتاء

نوٹ : مولانا قاضی غلام محمود صاحب خطیب جامع مسجد عیدگاہ نیا محلہ جہلم کے خط میں یہ سوال آیا تھا۔

تاریخ ۲۰-۱۱-۶۵

اگر مسجد کے صحن میں قبر ہو اور خوب ڈھکی ہوئی ہو تو صف میں اگر بالکل محاذی اور سامنے رہے تو کیا حرج ہوگا؟ بصورتِ حرج کے کیا صف میں وہ جگہ پیچھے میں کھلی چھوڑ دی جایا کرے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰهم اجعل لي النور والصواب

" مسجد کے صحن میں قبر خوب ڈھکی ہوئی ہو " سے کیا مراد ہے۔ اگر غلاف یا غلاف جیسی کسی چیز سے ڈھکی ہوئی ہو جیسے مزاراتِ شریفہ پر غلاف ہوتے ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ یہ کھلی قبر کے حکم میں ہے اور اگر قناتوں

Marfat.com

یا دیواروں جیسی کسی چیز سے ڈھکی ہو تو قطعاً حرج نہیں کہ صرف سترہ ہی جب کافی ہے تو ایسا بڑا حائل کیوں کافی نہ ہوگا اور یونہی اگر نمازی کے آگے اتنی دور ہو کہ خاشع نمازی کی نظر نہ پڑے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں، شامی ص۶۱۲ جلد ا میں ہے لاتکرہ الصلوٰۃ فی جہۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لوصلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ کما فی جنائز المفردات۔ اور یہی مستفاد ہے ہندیہ ص۵۶ جلد ا کی اس عبارت کا ان کانت القبور ما وراء المصلی لایکرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ ۶۵-۱۱-۲۶

الاستفتاء

نمبر ا: کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین شرعِ مبین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات کی چھوٹی سی مسجد میں چند آدمی عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے، دو آدمی اور آ گئے، جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بیٹھ گئے کہ سابقہ نمازی نماز پڑھ لیں ہم بعد میں پڑھیں گے اور بیٹھتے ہی مسخریاں شروع کر دیں۔ ایک نمازی نے روکا بھی مگر وہ برابر اپنے فعل کو ادا کرتے رہے، بعد میں خود بھی نماز ادا کی مگر بعد از فراغت بھی مسخریاں جاری رہیں۔ آخر کار سونے کا ٹائم آ گیا اور سونے کی ترکیبیں ہونے لگیں۔ اسی اثناء میں مسمّٰی مانجھا نے مسمّٰی غلام رسول سے کہا (جو ایک طالب علم اور چھوٹا بچہ ہے) کہ تم آج رات میرے پاس سو جاؤ تو میں تمہیں ٹیکہ (یعنی آلہ تناسل) پر سوار کر کے حج کرا کر لاؤں مدینہ کی، مکہ معظمہ کی؟

نمبر ۲۔ ایک شخص مسمّٰی گل محمد نے ایک عورت خرید کی ہے جس کے نکاح کا ثبوت نہیں ہے۔ ہر چند کوشش کی گئی ہے کہ اگر کوئی ثبوت مل جائے کہ کنواری ہے، بیوہ ہے، مطلقہ ہے یا منکوحہ ہے مگر کوئی پتہ نہیں چلا اسے کہا گیا ہے کہ اسے دفع کرو، اپنے گھر سے نکال دو، وہ ہاں جی، ہاں جی کرتا ہے مگر نکالتا نہیں۔ تقریباً

Marfat.com

تین ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اگر نہ نکالے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور اگر نکال بھی دے تو جتنا عرصہ وہ استعمال کرتا رہا ہے اس کی بھی کوئی سزا ہے یا نہیں؟ مفصل ارشاد فرمادیں۔

السائل: الحاج عبدالمجید صاحب برادر خورد صوفی رشید احمد بھٹی اوور سیر ورسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ع۱: ان شخصوں نے بڑا ظلم کیا۔ مسجد میں تو مباح دنیاوی گفتگو ہی نیکیوں کو نقصان پہنچاتی ہے چہ جائیکہ ہنسی مخول اور بیہودہ باتیں کی جائیں۔ پھر اس شخص کے مسمّٰی غلام رسول کو شرارت آمیز لفظ کہنے اس کی شقاوت قلبیہ کی دلیل ہیں یہ لفظ صریح کفر ہیں، بری بات کو حج کے ساتھ تشبیہ دینی، یہ حج کے ساتھ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ استہزاء ہے اور بدفعلی جو سخت حرام ہے اس کو حلال ظاہر کرنا یہ سب کفر سے خالی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص۲۸۷ جلد۲ میں ہے الھازل و المستھزیٔ اذا تکلم بکفر استخفافا واستھزاء و مزاحا یکون کفرًا عند الکل وان کان اعتقادہ خلاف ذٰلك۔ نیز فتاوٰے عالمگیر ص۲۸۸ جلد۲ میں ہے الاستھزاء باحکام الشرع کفر کذا فی المحیط۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فورًا دل سے توبہ کرے اور نئے سرے سے اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کرے کہ اس کا پہلا نکاح فاسد ہوچکا اور اگر نہ مانے تو مسلمانوں پر لازم کہ اس سے بالکل الگ تھلگ ہوجائیں اور اسے یوں الگ کردیں کہ جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینکی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا۔ پھر اس کی سزا بہت ہی سخت ہے مگر اسلامی حاکم کا کام ہے۔ آپ لوگ پنچایت طور پر قانونِ وقت کے لحاظ سے جتنی سزا دے سکیں، دیں حتی کہ مجبور ہو کر توبہ کرے۔

ع۲: وہ شخص بھی بڑا مجرم ہے بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے اور پھر استعمال (یعنی زنا) کرنا اگرچہ ایک مرتبہ ہی ہو بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے جو حکام اسلام

Marfat.com

کا کام ہے آپ لوگ دائرۂ قانون کے اندر رہتے ہوئے اسے مجبور کریں کہ صدقِ دل سے توبہ کرے اور اس عورت کے متعلق صحیح ثبوت مہیا کرے اور اگر پیچھے نکاح نہ ہو تو نکاح کرے ورنہ گھر سے نکال دے، اگر نہ نکالے تو بائیکاٹ کر دیں کہ مجبور ہو کر نکال دے یا کم از کم آپ لوگ تو اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ حدیثِ پاک صحیح مسلم[1] وغیرہ میں ہے من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ (الحدیث) قرآنِ کریم میں ہے یا ایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم (الآیۃ) واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۶ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۲ھ $\frac{5}{63}$ء

---

[1] ص۵۱ ج۱

Marfat.com

نماز

Marfat.com

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

(النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے اپنے مقرر وقت پر

Marfat.com

بَابُ الاَوقَات

تنویر فیئ الزوال
بنور عدل
فیئ الزوال

ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق

Marfat.com

كتاب الصلوٰة

باب الاوقات

تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد[1] لله الذی ارسل رسوله[2] شاهدا ومبشرا ونذیرا و داعیا الی الله باذنه وسراجا[3] منیرا وبه بلا واسطة او بها نور البصائر والابصار تنویرا وصلی الله تعالٰی علی من ابدعه محمدا[4] ممجدا[5] محبّبا مُحبِّبا رؤفا رحیما نصیرا ظهیرا ففازوا[6] و فاءوا[7] بفیئه الی فیئه الجنة فلا یرون فیها شمسا ولا زمهریرا[8]

---

[1] اللام للاستغراق ۱۲ منه غفرله [2] الاضافة للعهد ۱۲ منه غفرله [3] ای شمسا منیرا کما فی قوله تعالٰی سراجا وهاجا فهو صلی الله تعالٰی علیه وسلم منور بنفسه الشریفة بتجلیاته الزاهرة وعند غیبوبته الظاهرة بوساطة اقماره ونجومه المقتبسین من انواره وعلومه من الانبیاء الماضین والعلماء والفقهاء من الصحابة والتابعین والاٰخرین اللاحقین الی یوم الدین ولنعم ما قال العلامة البوصیری برد الله ضریحه حیث قال ؎ فانه شمس فضل هم کواکبها ۔ یظهرن انوارها للناس فی الظلم ولهذا المرام تمام فاستغن بالاصباح عن المصباح ۱۲ منه غفرله [4] علی زنة المفعول بالمعنی الوصفی ۱۲ منه غفرله [5] علی زنة الفاعل ۱۲ منه غفرله [6] ای المفهوم من ما قبل فان رأیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالکمالات الدینیة والدنیویة ۱۲ منه غفرله [7] ای لیفیئن بعد الحشر والماضی باعتبار تحقق وقوعه الحتمی ۱۲ منه غفرله ۔

Marfat.com

وعلیٰ ظلالہ واحبابہ اٰلہ واصحابہ وفیئہ الافخم الاکرم ابنہ الغوث الاعظم وعظم وفخم وسلم تسلیما کثیرًا کثیرًا

وبعد فیقول العبد المتوسل بمولاہ ابو الخیر محمد ن المدعو بنور اللّٰه الحنفی القادری النعیمی نورہ اللّٰه ربہ و قواہ انہ صُرِّح و نُصَّ علیٰ ان وقت الظھر ینتھی ببلوغ ظل کل شیئ مثلہ عندھما و مثلیہ عندہ رضی اللّٰه تعالیٰ عنھم سوی فیئ الزوال فی عامة المتون الموضوعة لنقل المذھب و فُسِّر[1] فی کثیر من الشروح و الفتاوی بظل[2] یکون[3] للشیئ عند الاستواء شمالا او جنوبا ولکن الظل الاستوائی لا یبقی علیٰ قدرہ بل ینتقص[4] فی زمان و ینتفی فی اٰخر ویحدث[5] اٰخر بعد انتفائہ فی الجھة الاخری فی اٰخر قبل صیرورة المثلین و ذا محسوس مُعایَن لا یخفی علیٰ مُعایِن و لھذا تری فی بعض الازمنة الشمس تاخذ الحیطان الشمالیة

---

[1] ای فیئ الزوال ۱۲ منہ غفرلہ [2] فترکت حقیقة الفیئ والزوال بلا مانع عنھا وعنی المجاز بدون علاقة معتدة بھا وایضا لا معنی علی ھذا لاضافة الفیئ الی الزوال ۱۲ منہ غفرلہ [3] فیبلغ مثلیہ اذا صار کلہ مثلیہ ای علی القدر مثلا اذا کان الشیئ سبعة اقدام والظل الاستوائی تسعة اقدام فیصیر مثلیہ اذا صار ثلاثا وعشرین قدما ھذا ھو الظاھر من کلام اکثرھم و منصوص علیہ فی کتب بعضھم وقال بعضھم اذا صار بعد الظل الزوالی من رأس الاستوائی قدر مثلی الشیئ یصیر مثلیہ وھذا مع ارتکابہ المجازین ومخالفتہ للاستثناء و صعوبة معرفتہ لان الاحتیاج غالبا یحدث اٰخر الوقت فمن این یعرف موضع رأس الاستوائی لا یستقیم ایضا بل یصیر المثلان علی ھذا التفسیر فی اکثر ایام السنة قبل المثلین بقدر ویظھر القدر فی الصیف و اوائل الخریف و اواخر الربیع ظھورا بینا کما یتبین مما سیأتی قریبا ان شاء اللّٰه تعالیٰ ۱۲ منہ غفرلہ [4] ای بدون انتفاء باعتبار المفھوم المخالف المعتبر فی الکتب والمخاطبات ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

من المساجد وامثالها فى بلادنا وذلك لان حركة الشمس
فى اكثر البلاد حمائلية فاذا طلعت ترتفع مائلة الى الجنوب
الى الاستواء وبعده الى الشمال فى البلاد الشمالية وفى الجنوبية
على العكس كما لا يخفى على اولى النهى فبقدر هذا ينتقص الظل
بعد فيلزم على هذا التفسير ان يكون اوائل وقت العصر
داخلا فى وقت الظهر او اواخر الظهر فى العصر فعلم
ان هذا التفسير غير مستقيم والتفسير الصحيح
المستقيم باعتبار منطوقه الحقيقى انه ظل كل شیئ
بعد الدلوك بميلان الشمس عن مسامتة خط المشرق
والمغرب جنوبا او شمالا لانه لا يلزم المحذور وهو
فیئ[1] حقيقة والمراد من الزوال اما زوال الشمس عن
مسامتة خط المشرق والمغرب جنوبا او شمالا واما
زوالها عن نصف النهار وايّاما كان فالزوال على معناه
الحقيقى واضافة الفيئ اليه اضافة المسبب الى سببه
فان الزوال بالمعنى الاول سبب وجود هذا الفيئ
وبالمعنى الثانى سبب تسمية الموجود بالفيئ والاضافة
عهدية على الثانى لانه يكون فى هذا الوقت فيئان مختلطان
باعتباره احدهما باعتباره وحده والآخرهما باعتباره

---

[1] فى مجمع البحار اصله الرجوع فاء يفيئ ومنه قيل للظل الذى بعد الزوال فيئ لانه رجع من جانب الغرب الى جانب الشرق وفى التفسير الكبير والفيئ فى اللغة هو رجوع الشیئ الى ما كان عليه من قبل ولهذا قيل لما تنسخه الشمس من الظل ثم يعود فيئ وفى رد المحتار (قوله فیئ) بوزن شيئ وهو الظل بعد الزوال سمى به لانه فاء اى رجع من جهة المغرب الى المشرق وما قبل الزوال انما يسمى ظلا وقد يسمى به ما بعده ايضًا ولا يسمى ما قبل الزوال فيئا اصلا - سراج ونهر وفى الصراح سايه زوال كه بعد از گشتن آفتاب باشد ۱۲ منه غفرله۔

Marfat.com

مع الاول و اللام للعهد على الاول و الحقيقة هو الاصل لا يصار الى المجاز الا لمانع عنها و ههنا لا مانع ولا مانعان بل موانع عن المجاز و مانع واحد يكفى فى ترك الاصل فكيف لا يجب ترك الخلف عند الموانع فثبت بنص منطوق المتون الحقيقى ما قلنا وما فى المتون و لو مفهوما مقدم على ما فى الشروح والفتاوى ولو منصوصا والله الهادى و هو الموفق ولهذا لم يصغ الشيخ المحقق المدقق زين الملة والدين ابن نجيم رحمه الله تعالى فى بحره الى ما قالوا بل صرح بخلافه حيث قال ناقلا عن السراج الوهاج.

والفيئ فى اللغة اسم للظل بعد الزوال سمى فيئا لانه فاء من جهة المغرب الى جهة المشرق اى رجع وبه اندفع ما قيل ان الفيئ هو الظل الذى يكون للاشياء وقت الزوال انتهى و هذا نص فى ما قلت كما ترى فيعتبر الظل دون ما كان من الفيئ وقت قياس المثل والمثلين كائنا ما كان و اين ما كان و ان انعدم فيه فالكل فان قلت اذا كان الفيئان مختلطين فلا يعلم قدره فكيف يسقط عند القياس قلت لترسم الدائرة الهندية بان تسوى الارض جدا فترسم عليه دائرة ء ب ج و ليقم مقياس قدر ربع قطرها على عين مركزها وظاهر ان ظل رأسه اول النهار يكون خارجا عن الدائرة فيدخل فضع على المدخل علامة و كذا يخرج آخر النهار فضع علامة على المخرج ايضا و صل منتصف قوسى محيطها

Marfat.com

بخط مستقيم وهذا خط نصف النهار مارٌّ على المركز البتة وارسم ايضا قطرا يقاطعه بالزوايا القوائم وذا خط المشرق والمغرب وليرسم خط مستقيم مار على نقطة الشرق بحيث يكون بعده عن خط نصف النهار في الجهتين متساويا ولنسمه بخط المثلين وايضا تخط مستقيما متقاطعا لنصف خط المشرق والمغرب منصفا له شرقيا ولنسمه بخط المثل ولترسم دائرة ح ه على مركز الاولى هكذا :

الدائرة الهندية

الشكل الاول

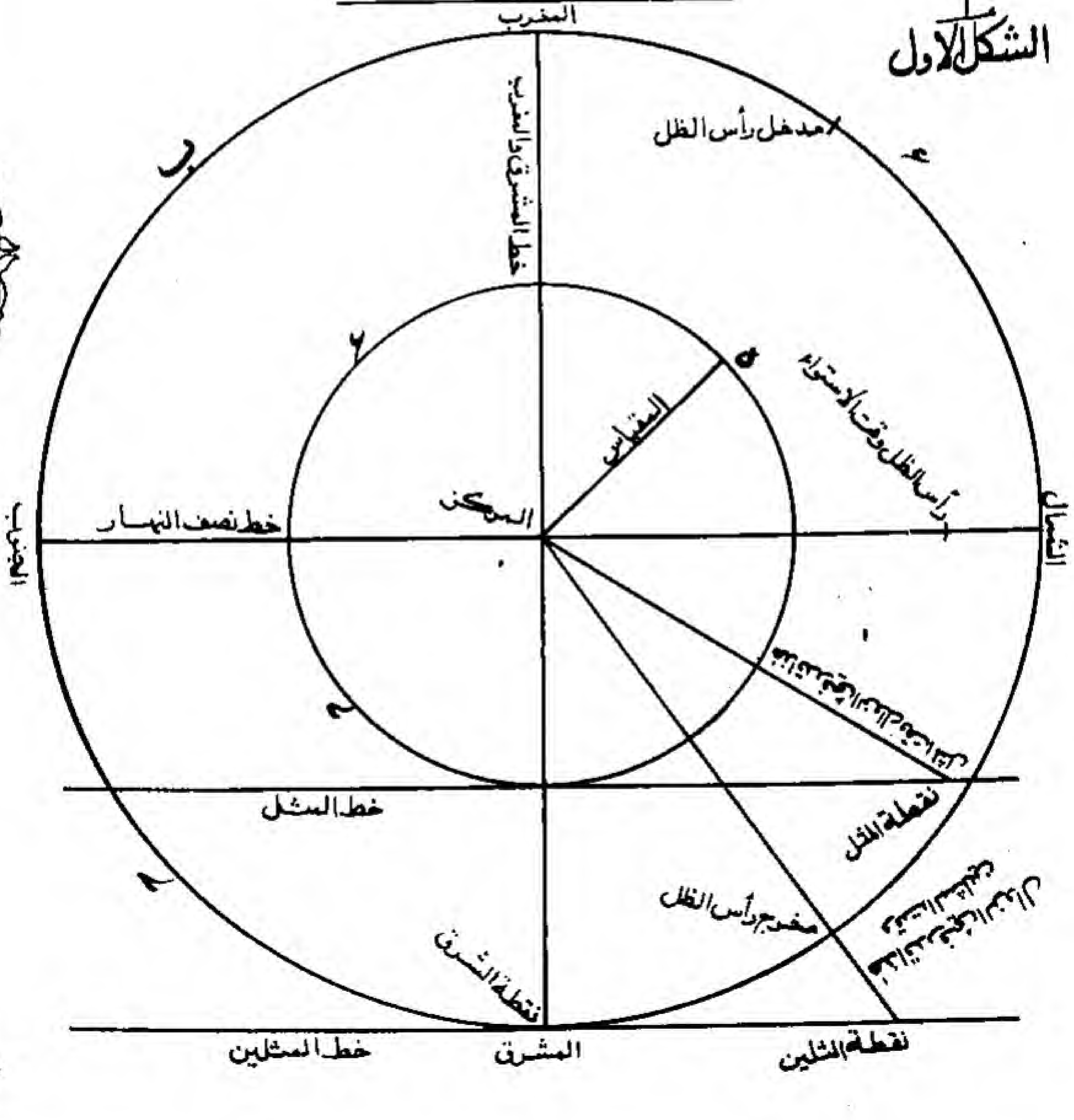

Marfat.com

فاذا بلغ ظل رأس المقياس على خط نصف النهار فذا وقت الاستواء ولتعلم على نقطة البلوغ فاذا صار ظل الرأس شرقيا عن هذا الخط دخل[1] وقت الظهر فاذا بلغ خط المثل فهذا وقت صيرورة ظل كل شيئ مثله لانه لا ريب فى ان فيئ الزوال انما هو باعتبار بعد الشمس وميلانها عن مسامتة خط المشرق والمغرب والا لم يختلف فى عصر ما ولا مصر ما ولا اثر لميلانها عن المسامتة الا ميلان الظل عن عين خط المشرق والمغرب الى الجانب المخالف لميلانها وعند عدم ميلانها يكون المثل ببلوغ الظل خط المثل لان بعده من هذا المبلغ الى المركز بربع قطر دائرة ء ب ج وهو قدر المقياس فلا بد ايضا عند الميلان ان يكون المثل ببلوغه خط المثل وقدر فيئ الزوال فى هذا الوقت ما بين خط المثل ومحيط دائرة ء ح ه من الظل لان الزائد بميلان الشمس هو هذا القدر لانه عند عدم الميلان يكون المثل ببلوغ الظل محيطها لان بعد المحيط من المركز بمثل المقياس وعند الميلان لا يصير ببلوغ المحيط بسبب الميلان بل ببلوغه خط المثل فعلم ان الزائد بالميلان قدر ما بين المحيط والخط فاذا بلغ خط المثلين فهذا وقت صيرورة ظل كل شيئ مثليه والدليل يتبين مما سبق وما بين خط المثلين ومحيط ء ب ج قدر فيئ الزوال فى هذا الوقت بنحو ما مر وبالجملة فكلما اردت معرفة قدر الظل والفيئ فصل رأس

---

[1] فى نظرنا القاصر واما عند الله وعند من عنده علم من عنده فقبله ۱۲ نور نور

الظل بنصف خط المشرق و المغرب الشرقی بخط مستقیم
بحیث تحدث قائمة بتلاقیهما وارسم علی مرکز ءب ج
دائرة یمر محیطها علی نقطة التلاقی فقدر الظل ما بین
المرکز و المحیط من الظل و قدر الفیئ ما بین المحیط و
هذا الخط وطریق اٰخر ایسر لمعرفة الفیئ وهو ان
یؤخذ شیئ عریض طویل خشبة او غیرها یکون سطحاه
الفوقانی و التحتانی مستویین متوازیین و یوضع علی خط
نصف النهار بحیث یکون احد طرفیہ الی الجنوب واٰخرها
الی الشمال علی الارض المستویة بحیث تحدث من تلاقی سطحه
الشرقی مع سطح الارض زاویة قائمة فاذا حدث الظل فی
الجانب الشرقی دخل وقت الظهر فوقت الاعتبار بخط
مستقیم ءب فان کان مثل عرضه الشرقی مرة فمثل و
ان مرتین فمثلان ولا حاجة الی اسقاط الفیئ لسقوطه بنفسه
وان شئت معرفة قدر الساقط فاسقط من خط طرف الظل
الشمالی او الجنوبی مثله فما بقی فهو قدر الفیئ هکذا :-

الشکل الثانی

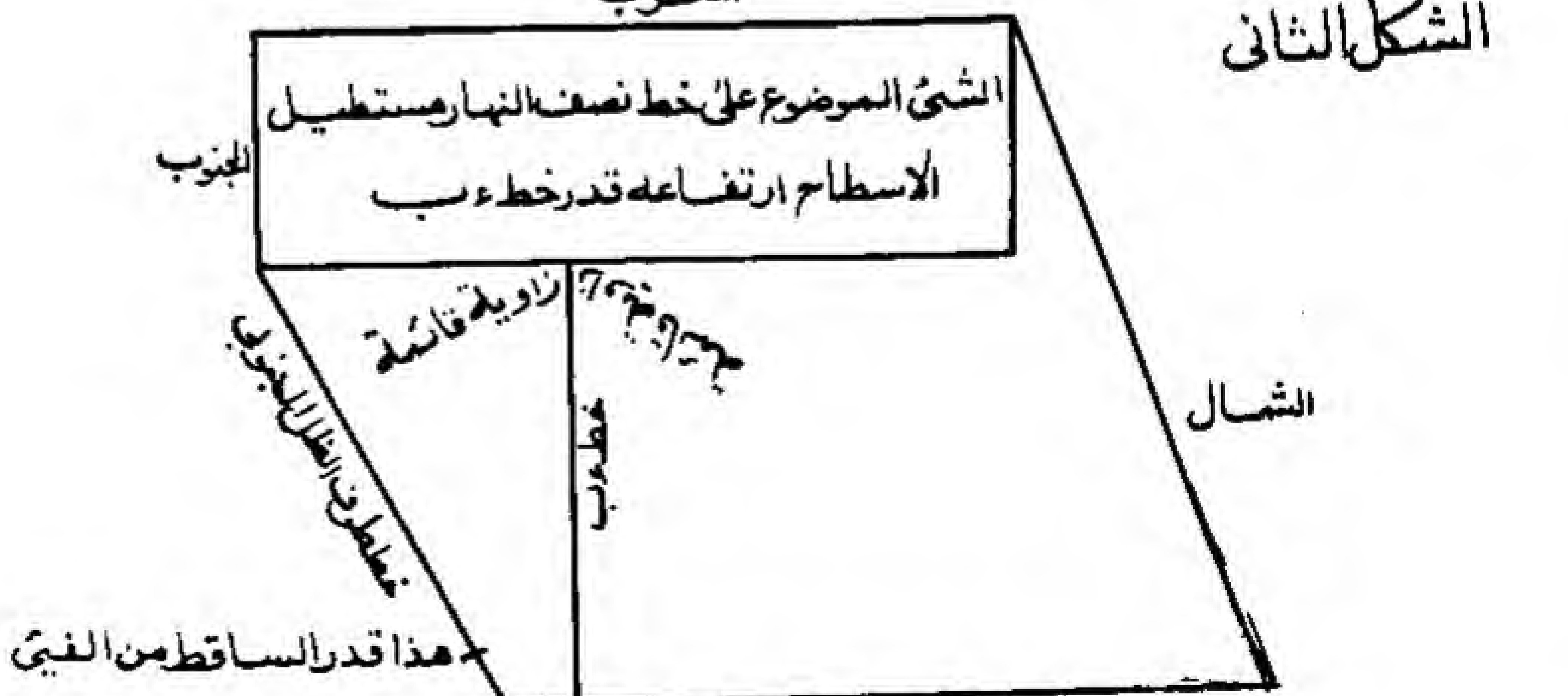

Marfat.com

وان كان طرق الفضل الحنفي والشافعي مشهورين بخط مذهب فهذا
زمان تقدم بعض و بعض قد يكون مستطيلا وقد يكون مربعا
وقد يكون معينا وفي وقت ما شبيها بالمعين والدلائل مما لا
على البعض وبعضها مبينة مما ذكرنا فلذا طوينا كشحا عن
ذكرها وايضا لا يخفى ما استبان من طرق المعرفة مما ذكرنا
وهذا آخر ما اردنا وبعد استراح القلم من تحرير المرام
يوم الاربع تسعة وعشرين من المحرم الحرام سنة ستين وثلثمائة
بعد الالف من هجرة من تم به الالف صلى الله تعالى عليه و
سلم ومما مأمول من الكرام ما هو معمول الكرام ان لا يبادر بالانكار
من دون الاستبصار فان وجد صوابا يطلعني مثابا وان خللا
زللا فلا يمل عن الاخبار ايضا مثلا وان استنصر وكم في الدين
فعليكم النصر ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله
عليه توكلت واليه انيب والله يعلم المفسد من المصلح حسبي
الله ونعم الوكيل واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى
الله تعالى على سيد الاولين والآخرين خاتم النبيين وآله وصحبه
وحزبه اجمعين.

العبد المفتقر الى الخبير محمد نور الله النعيمي غفرله

Marfat.com

یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا

اِبداءُ البشریٰ بقبول الصّلوٰۃ فی الضحوۃ الکبریٰ

نمازِ عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جا سکتی ہے

Marfat.com

محترم المقام حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔

براہِ کرم سوالات کے جوابات تحریر فرماکر رہینِ کرم فرمائیں یہاں یہ مسئلہ مندرجہ نہایت معرکۃ الآرار بنا ہوا ہے جس پر سخت لے دے ہو رہی ہے جوابی لفافہ مرسلِ خدمت ہے، رجسٹرڈ روانہ فرمائیں جس کے لئے مزید پچاس پیسے کے ٹکٹ جوابی لفافہ پر چسپاں کر دئے گئے، آنحضرت کو ڈاک خانہ سے ایک رسید رجسٹری ملے گی۔ فقط والسلام

چشم براہ :

محمد عبد الکریم قادری النعیمی غفرلہ مدرسہ عزیزیہ جلالیہ اسلامیہ ڈاک خانہ ملفت گنج
ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین حسبِ ذیل مسائل میں کہ معتبر کتابوں سے

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ :

نمبر ۱ : نمازِ عیدین کا آخری وقت نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نصف النہار حقیقی نماز کے اندر داخل ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، اس بارہ میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟ مکمل تحقیقی دلائل سے توضیح فرمائیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ضحوہ کبرے یعنی نصف النہار شرعی نماز کے اندر داخل ہوتے ہی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟

نمبر ۲ : ان معتبر کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک دوپہر کو یعنی صرف نصف النہار حقیقی کے وقت ہر قسم کی نمازیں ممنوع ہیں لیکن صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک ایک طویل وقت تک ہر قسم کی نمازیں ممنوع ہیں۔ اس مسئلہ میں معتبر و مکمل قطعی و ظنی دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

نمبر ۳ : زوال اور استواء کی کیا تعریف ہے؟ نیز صاحبِ موصوف نے جو استواء کو ایک طویل وقت یعنی نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک بتلاتے ہیں، قطعی اور ظنی معتبر و مکمل دلائل سے اس کی حل فرمائیں۔ بینوا هذه المسائل بالادلة الواضحة و توجروا عند الله بالاجور الكاملة و بالله التوفيق والسلام۔

چند معتبر کتابوں کی صریح عبارتیں یہ ہیں :-

(۱) زوال کی تعریف :-

کفایہ شرح ہدایہ وفی المبسوط طريق معرفة الزوال ان ينصب عود مستو فى ارض مستوية فما دام ظل العود فى النقصان علم ان الشمس فى الارتفاع لم يزل بعد وان استوى الظل علم انه حال الزوال فاذا اخذ الظل فى الزيادة علم انها زالت فيخط على رأس الزيادة فيكون رأس الخط الى العود فيئ الزوال۔

(۲) اوقاتِ مکروہہ :-

فى الهداية : لاتجوز الصلوٰة عند طلوع الشمس

Marfat.com

ولاعند قيامها فى الظهيرة ولاعند غروبها (ح) ولاعند قيامها فى الظهيرة اى وقت وقوف الشمس فى نصف النهار۔ فى شرح الوقاية: ولايجوز صلوٰة و سجدة تلاوة وصلوٰة جنازة عند طلوعها وقيامها وغروبها الاعصر يومه۔ مجمع الانهر: منع عن الصلوٰة و سجدة التلاوة وصلوٰة الجنازة عند الطلوع والاستواء والغروب الاعصر يومه۔ قد روى لايجوز الصلوٰة عند طلوع الشمس و لاعند غروبها الاعصر يومه ولاعند قيامها فى الظهيرة۔ منية المصلى: الاوقات التى تكره فيها الصلوٰة فخمسة ثلاثة منها يكره فيها الفرض والتطوع وذلك عند طلوع الشمس وعند غروبها الاعصر يومه ووقت الزوال۔ مراقى: الاوقات المكروهة اولها عند طلوع الشمس الى ان ترتفع وعند استوائها الى ان تزول وعند اصفرارها الى ان تغرب ويصح اداء ما وجب فيها مع الكراهة كجنازة حضرت و سجدة اية تليت فيها كما صح عصر اليوم عند الغروب۔

(۳) انتہاء وقت نماز عیدین :-

فى الهداية: واذا حلت الصلوٰة بارتفاع الشمس دخل وقتها الى الزوال واذا زالت الشمس خرج وقتها لان النبى صلى الله عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على قيد رمح او رمحين ولما شهدوا بالهلال بعد الزوال امر بالخروج الى المصلى من الغد (ح) امر بالخروج من الغد ولو جاز الاداء بعد الزوال لم يكن للتاخير معنى۔ فى شرح الوقاية: ووقتها من ارتفاع ذكاء الى زوالها (ح) قوله الى زوالها المراد بالزوال الاستواء

Marfat.com

فقد يطلق عليه الزوال للمجاورة والغاية ههنا خارجة عن المغيا فان وقت استواء الشمس على نصف النهار ليس بوقت لها فما بعده اولى ان لا يكون وقتا ۔ مجمع الانهر : وقت صلوٰة العيدين من ارتفاع الشمس قدر رمح و رمحين الى استواء الشمس والغاية غير داخلة في المغيا فاذا استوى الشمس على نصف النهار خرج وقت صلوٰة العيد ۔ قدوری : فاذا حلت الصلوٰة بارتفاع الشمس دخل وقتها الى الزوال فاذا زالت الشمس خرج وقتها (ح) قوله الى الزوال اى قبل نصف النهار لان النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلى العيد والشمس على قيد رمح او رمحين و قوله فاذا زالت الشمس خرج الخ لما روى انهم لما شهدوا بالهلال بعد الزوال امر بالخروج الى المصلى من الغد ولوجاز الاداء بعد الزوال لم يكن للتاخير معنى ۔ كبيرى مجتبائى : وابتداء وقت صلوٰة العيد من ارتفاع الشمس قدر رمح او رمحين الى زوالها ۔ ١ه‍ ملخصًا : تا پیش از زوال وقت نماز عیدین است (ح)[٣٦] ومراد از زوال عین نصف النہار است مجازاً کہ مبدأ زوال می باشد نہ انتقالِ آفتاب از خطِ نصف النہار جانبِ مغرب کہ آں ابتدائے وقتِ ظہر است ۔

المستفتی :

محمد کمال الدین غفرلہ امام دارالسلام جامع مسجد مقام ملفت گنج
ڈاکخانہ ملفت گنج ضلع فریدپور (مشرقی پاکستان)
مورخہ : یکم ربیع الاول ١٣٨٩ھ

سه لم اجد هذه العبارة في الكبيرى ١٢ ابو الخير النعيمي غفرله

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی جعل الليل والنهار خلفة لمن اراد ان يذكر او اراد شكورا وارسل نبيه و نجبه وصفيه محمدا صلی الله تعالیٰ عليه وسلم لنعبد ربنا فی جميع الاوقات عصورا و دهورا وجعل لنا العيدين ووسع وقتهما ليزيدنا بهجة و سرورا و تفضل بالدعوة العظمیٰ من الذكر والصلوات والضحايا الی ما بعد الضحوة الكبریٰ فصلی الله تعالیٰ علی حبيبه الاعلیٰ وعلیٰ اٰله و اصحابه مصابيح الهدیٰ وبارك وسلم دائما ابدا فی الاٰخرة والاولیٰ۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لی النور والصواب

عیدین کی نماز کا آخری وقت واقعی نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نمازِ عید میں حقیقی نصف النہار ہو جاتے تو فاسد ہو جائے گی اور ضحوۂ کبریٰ کا دخول مفسد نہیں بلکہ ضحوۂ کبریٰ میں عیدین اور باقی ہر قسم کی نمازیں بلاشک وشبہ وریب یقیناً جائز ہیں۔ یہ جواز قرآنِ کریم کی آیاتِ کثیرہ اور بکثرت احادیثِ شہیرہ اور نصوصِ فقہیہ وغیرہ سے روزِ روشن کیطرح ثابت ہے۔

الاٰیات الشریفة

۱ : وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ (البقرہ)

۲ : يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳ (سورة البقرة)

Marfat.com

ان آیتوں میں نماز سے مدد لینے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے کما فی احادیث ابی داؤد وغیرہ وقد ذکرھا المفسرون فی التفاسیر یہ امر "استعینوا" مطلق ہے اور انسان ہر وقت محتاج ہے اور استعانت کا ضرورت مند ہے لہذا ہر ایسے وقت میں یہ استعانت جائز ہے جس میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ یا اس کے نائبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ممانعت نہ ہو اور یونہی "الصلوٰۃ" بھی مطلق ہے لہذا ہر نماز سے استعانت جائز ہے اور چونکہ ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار حقیقی کے ماقبل تک کسی نماز سے کوئی آیت یا حدیث منع نہیں فرماتی تو لامحالہ جائز ہو گی اگرچہ نمازِ عید ہو۔

۳۔ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ○ (سورۂ طٰہٰ)

اس میں حکم ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو۔ تفسیر درمنثور ص ۲۹۳ جلد ۴ طبع مصر میں ہے اخرج احمد وعبد بن حمید والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن مردویہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رقد احدکم عن الصلوٰۃ اوغفل عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ قال أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ یعنی محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تمہارا نماز سے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جب اسے یاد کرے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔

اور اس مضمون کی اور حدیثیں بھی کتبِ احادیث و تفاسیر میں بکثرت ہیں۔ یہ امر بھی مطلق ہے اور نماز بھی مقید نہیں تو ہر ایسے وقت میں پڑھ سکتا ہے جس میں شرعاً کوئی ممانعت نہ ہو اور چونکہ نصف النہار حقیقی سے پہلے نمازِ عید سے منع نہیں فرمایا گیا تو یقیناً جائز ہو گی۔ اور اسی آیت کی دلالۃ النص سے یہ بھی یقیناً ثابت ہے کہ اگر کسی واقعی عذر کی وجہ سے نماز میں دیر ہو جائے تو وقت کے آخری حصہ میں بھی ادا کرنا جائز ہے و ذا ظاھر من ان یظھر۔

۴۔ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ○ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ○ (سورۃ العلق)

ان دو آیتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنے کی مذمت ہے لہذا کسی وقت میں کسی شخص کو نماز پڑھنے

Marfat.com

سے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہ کیا ہو، اپنی طرف سے منع کرنا ناجائز ہے وحیث لا منع عن صلوٰۃ العیدین فی الضحوۃ الکبری فتجوز ولا یجوز ان یمنع عنہا۔

الاحادیث المنیفة

ا۔ حضرتِ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین ساعتیں ایسی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان میں نماز پڑھنے سے یا اپنے مردوں کو ان میں دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جب سورج چمکتا ہوا طلوع ہوتا ہے حتی کہ بلند ہو جائے اور حین یقوم قائم الظہیرۃ حتی تمیل الشمس جب کھڑا ہو جاتا ہے دوپہر کا کھڑا ہونے والا حتی کہ سورج ڈھلے۔ اور جب جھکے سورج غروب کے لئے حتی کہ غروب ہو جائے۔ (صحیح مسلم ص۲۷۶ جلد۱ اصح المطابع، سنن ابی داؤد ص۴۵۴ اصح المطابع، نسائی ص۹۵، ص۲۸۳ جلد۱ مجتبائی، ترمذی ص۱۶۷ اصح المطابع، ابنِ ماجہ ص۴۸۷ جلد۱، شرح معانی الآثار طحاوی ص۹۰ جلد۱ رحیمیہ دہلی، ابوداؤد طیالسی ص۱۳۵ دائرۃ المعارف، بیہقی ص۴۵۴ جلد۲ دائرۃ المعارف، دارمی ص۲۷۴ جلد۱ طبع المدینۃ المنورۃ)

امام محی السنۃ نووی شرح میں فرماتے ہیں قولہ حین یقوم قائم الظہیرۃ الظہیرۃ حال استواء الشمس و معناہ حین لا یبقی للقائم فی الظہیرۃ ظل فی المشرق ولا فی المغرب۔ لسان العرب ص۵۰۰ جلد۱۲ طبع بیروت، نہایہ ص۳۲ جلد۳ طبع مصر، الدر النثیر ص۳۲۰ جلد۳ طبع مصر میں ہے قام قائم الظہیرۃ ای قیام الشمس وقت الزوال من قولہم قامت بہ دابتہ ای وقفت والمعنی ان الشمس اذا بلغت وسط السماء ابطات حرکۃ الظل الی ان تزول فیحسب الناظر المتامل انہا قد وقفت وھی سائرۃ لکن سیرا لا یظہر لہ اثر سریع کما یظہر قبل الزوال و بعدہ ویقال لذلک الوقوف المشاھد قام قائم الظہیرۃ۔ مرقاۃ ص۴۲ جلد۳ امدادیہ ملتان، میں ہے قلت ھذا ھو المعتمد قال الطیبی الشمس اذا بلغت

فتاوی نوریہ جلد اول

Marfat.com

وسط السماء ابطأت حركة الظل الى ان تزول فيتخيل للناظر المتامل انها وقفت وهى سائرة قلت قال تعالىٰ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ واللّٰه تعالىٰ اعلم بالصواب قال النووى معناه حين لا يبقى للقائم فى الظهيرة ظل فى المشرق والمغرب قال ابن حجر الظهيرة هى نصف النهار و قائمها اما الظل و قيامه وقوفه من قامت به دابته وقفت والمراد بوقوفه بطؤ حركته الناشئ عن بطئ حركة الشمس حينئذٍ باعتبار ما يظهر للناظر ببادى الرأى و الا فهى سائرة علىٰ حالها و اما القائم فيها لانه حينئذ لا يميل له ظل الى جهة المشرق و لا الى جهة المغرب انتهىٰ ما فى المرقات۔ زہر الربیٰ شرح سنن نسائی للسیوطی علیہ الرحمۃ ص۹۵ جلد ا میں ہے قائم الظهيرة قائم الظل الذى لايزيد ولا ينقص فى رأى العين و ذلك يكون منتصف النهار حين استواء الشمس وقال فى النهاية اى قيام الشمس وقت الزوال الخ شرح سندھی علی النسائی ص۹۵ جلد ا میں ہے اى يقف الذى يقف عادة عند الظهيرة حسب ما يرى ويظهر فان الظل عند الظهيرة لا يظهر له حركة سريعة حتى يظهر بمر أى العين انه واقف۔ نیز اسی شرح سندھی ص۲۸۳ جلد ا میں ہے اى يقف ويستقر الظل الذى يقف عادة عند الظهيرة حسب ما يبدو فان الظل عند الظهيرة لا يظهر له حركة سريعة حتى يظهر بمرأى العين انه واقف وهو سائر حقيقة والمراد عند الاستواء۔ اور یونہی شروح صحیح بخاری کرمانی ص۱۷۰ جلد ۱۴، فتح الباری ص۴۸۷ جلد ۶، عینی ص۵۶۲ جلد ۷، قسطلانی ص۷۰ جلد ۶، سندھی علی البخاری ص۱۸۳ جلد ۲ میں بھی ذرا اختصار سے ہے۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت جب سورج وسط السماء میں پہنچتا ہے تو سائے

Marfat.com

کی حرکت سورج ڈھلنے تک آہستہ ہوجاتی ہے تو غور کرنے والے کو بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ سورج ضرور ٹھہر گیا ہے حالانکہ وہ چل رہا ہوتا ہے مگر اس چلنے کا ایسا ظہور نہیں ہوتا جیسے زوال سے پہلے اور پیچھے ظاہر ہوا کرتا ہے اور سورج کے اس ٹھہر جانے کو جو صرف ظاہری نظر سے معلوم ہوتا ہے قام قائم الظهيرة کہا جاتا ہے اور اس وقت کھڑا ہونے والے کا سایہ مشرق کی طرف باقی نہیں رہتا اور نہ ہی مغرب کیطرف ہوتا ہے یعنی سورج وسطِ سما میں سر کے اوپر برابر ہوتا ہے۔ مرقاۃ[1] میں فرمایا وذلك كله كناية عن وقت استواء الشمس فی وسط السماء۔ طحطاوی علی المراقی ص۱۰۹ طبع مصر میں اس حدیث کے ماتحت فرمایا وهو وقت الاستواء فالمعنى عند استوائها حتى تزول تبيين الحقائق ص۸۰ طبع مصر میں ہے اذا وقف الی الظل ولم ينقص ولم يزد فهو قيام الظهيرة۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نصف النہار حقیقی یعنی جس وقت سورج سر پر ہو صرف اسی وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے ناجائز نہیں۔

۲۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث طویل میں ہے کہ محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ جتنے کہ سورج طلوع کرے اس حد تک کہ بلند ہو جائے۔ اس لئے کہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے اور اس وقت کافر سورج کے لئے سجدہ کرتے ہیں ثم صل فان الصلوٰة مشهودة محضورة حتى يستقل الظل بالرمح ثم اقصر عن الصلوٰة فان حينئذ تسجر جهنم " پھر نماز پڑھو اس لئے کہ نماز مشہودہ محضورہ ہے یعنی فرشتے اس نماز میں حاضر ہوتے ہیں اس حد تک کہ سایہ نیزے کے ساتھ مستقل ہو جائے پھر نماز سے بند ہو جاؤ اس لئے کہ اس وقت جہنم بھڑکایا جاتا ہے پس جس وقت سایہ ڈھلے تو نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز مشہودہ محضورہ ہے حتی کہ عصر پڑھو پھر نماز سے بند ہو جاؤ حتی کہ سورج ڈوب جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ڈوبتا ہے اور اس وقت کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں۔" (مسلم شریف ص۲۷۶ جلد۱، سنن بیہقی ص۴۵۵ جلد۲) علامہ

---

۱ ص۴۲ ج۲

Marfat.com

نووی فرماتے ہیں معنی یستقل الظل بالرمح ای یقوم مقابلہ فی جہۃ الشمال لیس مائلا الی المغرب ولا الی المشرق وھذہ حالۃ الاستواء و نقل عنہ القاری علیہ الرحمۃ فی المرقاۃ ص۲۳ج۳ مقررا۔

مجمع البحار کشوری ص۱۶۸ جلد ۳ میں ہے بمعنی یرتفع الظل معہ ولا یقع منہ علی الارض شیئ او الباء بمعنی فی ای یرتفع فی الرمح۔ اور تکملہ مجمع البحار ص۱۴۷ میں ہے یرتفع الظل معہ ولا یقع علی الارض منہ شیئ من استقلت السماء ارتفعت الخ اور یونہی مرقات ص۱۴۳ جلد ۳ میں بھی ہے۔ نیز مرقات میں ہے ای حتی یرتفع الظل مع الرمح او فی الرمح و لم یبق علی الارض منہ شیئ۔ نیز اسی میں ہے قال ابن الملک یعنی لم یبق ظل الرمح۔ نیز مجمع البحار ص۱۶۸ جلد ۳، نہایہ ص۳۰۸ جلد ۳، الدر النثیر ص۳۰۸ جلد ۳ میں بالفاظ متقاربہ ہے و النظم من النہایۃ ای حتی یبلغ ظل الرمح المغروس فی الارض ادنی غایۃ القلۃ و النقص لان ظل کل شیئ فی اول النہار یکون طویلا ثم لا یزال ینقص حتی یبلغ اقصرہ و ذلک عند انتصاف النہار۔ نیز نہایہ اور مجمع میں ہے و النظم منہا و ھذا الظل المتناھی فی القصر ھو الذی یسمی ظل الزوال ای الظل الذی نزول الشمس عن وسط السماء و ھو موجود قبل الزیادۃ نیز مرقات میں فرمایا و روی حتی یستقل الرمح بالظل ای یرفع الرمح ظلہ فالباء للتعدیۃ و علی الروایتین ھو مجاز عن عدم بقاء ظل الرمح علی الارض و ذلک یکون فی وقت الاستواء۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حتی یستقل الظل بالرمح سے مراد یہ ہے کہ ایسا نیزہ جس کو زمین میں بالکل سیدھا گاڑ دیا جائے اور سورج کے بلند ہوتے ہوتے اس کا سایہ مغرب کی طرف سے کم ہوتا ہوتا بالکل مٹ جائے اور مغرب و مشرق دونوں سمتوں میں سایہ نہ ہو تو یہ وقت نماز منع ہونے کا ہے۔ البتہ اس وقت صرف شمال کی طرف ہی عموماً سایہ رہتا ہے جس کو ظل الزوال

Marfat.com

یا فیئ الزوال کہا جاتا ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اوران کے حوالی میں بعض دنوں میں نہیں پایا جاتا۔
حدیثِ پاک میں بالخصوص نیزے اور سائے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرب کی عادت تھی کہ وقت کی پہچان کے لئے اپنے نیزوں کو زمین میں سیدھا گاڑ دیتے تھے پھران کا سایہ دیکھتے تھے۔ مرقاۃ ص۴۳ جلد۳ میں ہے وتخصيص الرمح بالذكر لان العرب كانوا اذا ارادوا معرفة الوقت ركزوا رماحهم فی الارض ثم نظروا الى ظلها۔ اور نہایہ، درنثیر، مجمع البحار کی مذکورہ عبارت میں ظل الرمح المغروس فی الارض الخ میں بھی اسی عادتِ عرب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ایسی عوامی واضح گھڑی ہے جس میں کسی کمی بیشی کا احتمال تک بھی نہیں، اس کی چال ہر وقت صحیح رہتی ہے اور بالکل عام فہم ہے۔ الحاصل اس حدیثِ پاک سے امس وشمس کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ صرف نصف النہارِ حقیقی کے وقت ہی نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے ضحوۂ کبریٰ میں جو نماز پڑھی جائے وہ جائز ومقبول ہے۔ اس نماز کے لئے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں نیز اسی حدیث میں سننِ ابوداؤد ص۱۸۰ جلد۱، سننِ بیہقی ص۴۵۵ جلد۲ میں حتی یستقل الظل بالرمح کے عوض حتی یعدل الرمح ظله ہے۔ اس کا حاصل معنیٰ بھی وہی ہے۔ اور سننِ ابن ماجہ ص۲۹۶ میں اسی حدیث میں حتی يقوم العمود على ظله ہے جو معنیٰ مذکور کی اور زیادہ وضاحت کرتا ہے۔ نیز اسی حدیث شریف میں ثم صل فان الصلوٰة مشهودة محضورة کی بجائے سننِ ابوداؤد اور سننِ بیہقی کی دوسری روایت میں صل ما شئت فان الصلوٰة مشهودة مكتوبة ہے۔ ابنِ ماجہ میں ثم صل ما بدا لك ہے، ان کلماتِ مبارکہ ثم صل ما شئت اور ما بدا لك میں ضحوۂ کبرےٰ میں جوازِ نماز اور عمومِ نماز کی تصریح ہے۔

۳:۔ حضرتِ صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر سوال کیا کہ رات اور دن کے وقتوں میں کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں نماز مکروہ ہو؟ تو حضور نے فرمایا ہاں جس وقت صبح کی نماز پڑھو تو سورج کے طلوع تک نماز نہ پڑھو اس لئے کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے ثم صل فالصلوٰة محضورة متقبلة حتی تستوی الشمس على رأسك كالرمح فاذا كانت على رأسك كالرمح فدع الصلوٰة فان

Marfat.com

تلک الساعۃ تسجر فیہا جہنم و تفتح فیہا ابوابہا حتی تزیغ الشمس عن حاجبک الایمن ۔ یعنی بعدازاں نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز محضورہ متقبلہ ہے حتی کہ سورج تمہارے سر پر نیزے کی طرح برابر ہو جاتے ، پس جب تمہارے سر پہ نیزے کی طرح ہو تو نماز چھوڑ دو ، اس لئے کہ بیشک وہ ایسا وقت ہے جس میں جہنم بھڑکایا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھولے جاتے ہیں حتی کہ سورج تمہارے دائیں ابرو سے ڈھل جائے ۔ پس جس وقت ڈھل جائے تو اس وقت کی نماز محضورہ متقبلہ ہے حتی کہ عصر پڑھو ، پھر نماز چھوڑ دو سورج ڈوبنے تک" (ابن ماجہ طبع مصر ص ۹۰ ج ۱) یہی حدیث مستدرک حاکم ص ۱۶۵ ج ۳ دائرہ معارف اور سنن بیہقی ص ۴۵۵ ج ۲ طبع الدائرہ میں بالکل انہی کلمات مبارکہ کیساتھ ملتی جلتی ہے جس کے متعلق حاکم نے فرمایا صحیح الاسناد اور علامہ ذہبی نے فرمایا صحیح ، اور یونہی مسند امام احمد ص ۳۱۲ ج ۵ طبع بیروت اور مجمع الزوائد طبع بیروت ص ۲۲۴ ج ۲ میں ہے جس کے کلماتِ متعلقہ یہ ہیں فاذا اطلعت فصل فان الصلوٰۃ محضورۃ متقبلۃ حتی تعتدل علی راسک مثل الرمح او اسکے متعلق مجمع میں فرمایا رواہ عبد اللہ فی زیاداتہ فی المسند و رجالہ رجال الصحیح الخ نیز مجمع الزوائد ص ۲۲۷ جلد ۲ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے جس میں فاذا دنت للزوال فارنہا ہے قال فی المجمع رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ موثقون ۔ اس حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے جائز اور ایسی مقبول ہے کہ اس کے لئے فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں۔

۴۔ مسند امام احمد بن حنبل ص ۲۳۵ جلد ۴ حضرت مرہ بن کعب یا کعب بن مرّہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ان کے سوال پر حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز مقبول ہے صبح کی نماز ادا کرنے تک پھر نماز (نفل) نہیں حتی کہ سورج طلوع کرے اور ایک یا دو نیزے کے قدر ہو جائے ثم الصلوٰۃ مقبولۃ حتی یقوم الظل قیام الرمح ثم لا صلوٰۃ حتی تزول الشمس یعنی ایک دو نیزہ سورج بلند ہونیکے بعد نماز مقبول ہے حتی کہ سایہ نیزہ کے کھڑا ہونے کی طرح کھڑا ہو جائے (سایہ مشرق و مغرب میں نہ ہو) پھر نماز نہیں حتی کہ سورج ڈھلے پھر نماز مقبول ہے حتی کہ عصر پڑھی جائے پھر سورج کے غروب ہونے تک نماز نہیں ۔ پھر اسی مسند طبع مصر کے ص ۳۲۱ ج ۴ میں حضرت کعب بن مرہ سے بغیر کسی شک کے بعینہا یہی کلماتِ مبارکہ ثم الصلوٰۃ مقبولۃ الخ ہیں اور مجمع الزوائد ص ۲۲۵ ج ۲ میں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ہے رواہ احمد من طریقین

Marfat.com

احدهما هذه والاخرى عن سالم عن رجل عن كعب بن مرة البهزى من غير شك وقال حتى يصلى الصبح بدل حتى يطلع الصبح وكذلك رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح الا ان الاسناد الثانى فيه رجل لم يسم۔

۵ حضرت عبداللہ الصنابحی سے ہے (جو صحابی ہیں یا جلیل القدر تابعی) کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک سورج طلوع کرتا ہے حالانکہ اس کے ساتھ قرن شیطان ہوتا ہے پس جب بلند ہو تو الگ ہو جاتا ہے پھر اذا استوت قارنها "جس وقت استوا کرے (یعنی بالکل سر پر آجائے) تو اس کے نزدیک ہو جاتا ہے پس جس وقت ڈھل جائے تو الگ ہو جاتا ہے پھر جس وقت غروب سے قریب ہو جائے تو نزدیک ہو جاتا ہے پس جس وقت ڈوب جاتے تو الگ ہو جاتا ہے ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوة فى تلك الساعات اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز سے منع فرمایا رواه الامام مالك فى المؤطا (طبع رحیمیہ) ص۸۲ و الامام محمد فى المؤطا (طبع یوسفی) ص۹۶ والبيهقى فى السنن ص۴۵۴ جلد ۲ والامام الشافعى فى الام (طبع مصر) مسند امام احمد ص۳۴۸ ج۴ ابن ماجہ ص۳۹۷ جلد۱ میں اسی حدیث میں اذا استوت قارنها کی بجائے فاذا كانت فى وسط السماء قارنها ہے جو استوا کا معنی اور زیادہ واضح کر رہا ہے۔ ابن ماجہ کے محشی نے لکھا ہے فى الزوائد اسناده مرسل ورجاله ثقات. نیز زرقانی شرح مؤطا طبع مصر ص۴۶ جلد۲ میں ہے ان الحديث صحيح بلاشك اذ رواته ثقات مشاهير وعلى تقدير انه مرسل فقد اعتضد باحاديث عقبة وعمرو وقد صححهما مسلم كما رأيت وبحديث ابى هريرة. نیز اسی میں ہے قال يحيى بن معين عبد الله الصنابحى روى عنه المدنيون يشبه ان له صحبة وقال ابن السكن يقال له صحبة مدنى اور یونہی تہذیب التہذیب ص۹۱، ۹۲ جلد۶ دائرۃ المعارف میں ہے۔ اور جس طرح ان کے صحابی یا تابعی ہونے میں اختلاف ہے یونہی ان کے نام میں بھی اختلاف ہے کہ

Marfat.com

عبد اللہ ہے یا عبد الرحمٰن کما فی التہذیب وغیرہ، اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ابنِ ماجہ میں ابو عبد اللہ ہے اور باقی حضرات کی روایت میں عبد اللہ ہے مگر یہ اختلاف قطعاً مضر نہیں کہ تقدیر صحابیت پر تو ظاہر ہے کہ کوئی حرج نہیں اور یونہی تابعی ہونے کی صورت میں بھی کیونکہ وہ جلیل القدر ہیں۔ تقریب التہذیب میں ہے ثقۃ من کبار التابعین۔ اور یہ تو مسلّم ہے کہ المرسل حجۃ عندنا اور اسماء و عنوانات کا اختلاف جبکہ معنون و مسمی ایک ہو قطعاً مضر نہیں، اور زرقانی نے اس حدیث کی تصحیح بالتفصیل کی ہے کما مر وقد استدل بہ فقہاءنا العظام کما فی المبسوط والبدائع والفتح والکبیری فعلیہ الاعتماد۔

۶۔ حضرتِ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کنا ننھی عن الصلوۃ عند طلوع الشمس وعند غروبھا ونصف النھار رواہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار صنفہ جلد ا رحیمیہ، نیز مجمع الزوائد ص۲۲۸ جلد ۲ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے واذا انتصف النھار فتحت لھا ابواب جھنم رواہ الطبرانی فی الکبیر و اسنادہ حسن۔ اس نصف النہار سے بھی نصف النہار حقیقی ہی مراد ہے لان الاحادیث یفسر بعضھا بعضا۔ بہرحال ان احادیثِ شریفہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نصف النہار حقیقی کے وقت ہی نماز ممنوع ہے اور نصف النہار حقیقی سے پہلے جائز ہے اور باعثِ ثواب ہے اگرچہ ضحوہ کبریٰ میں ہی ہو اور یہ حکم عام ہے تو نمازِ عید کو بھی شامل ہے۔

النصوص الفقہیہ

انہی احادیثِ مبارکہ کے حکم سے ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز نصف النہار حقیقی ہی میں مکروہ تحریمی ہے۔ ہمارے فقہائے عظام نے اس وقت کو چار مختلف عنوانوں سے ذکر فرمایا ہے:

۱۔ عند قیام الشمس فی الظھیرۃ (جو حدیث حضرتِ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے۔)

سہ الحصر اضافی بالنسبۃ الی الضحوۃ الکبریٰ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

۲۔ عند استواء الشمس (جو حدیثِ صنابحی وغیرہ سے مستفاد ہے)

۳۔ عند الانتصاف (جو حدیثِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے)

۴۔ وقت الزوال (جو حضرت صفوان بن معطل کی روایت طبرانی اور حدیث عقبہ بن عامر (کہ مبسوط وغیرہ میں اس حدیث کے کلمات میں وعند زوالها حتی تزول ہے) سے ماخوذ ہے)

مختصر القدوری ص۲۷ اصح المطابع، متن ہدایہ مجتبائی ص۶۸ میں ہے لا تجوز الصلوۃ عند طلوع الشمس ولا عند قیامها فی الظہیرۃ ولا عند غروبها۔ ہدایہ میں فرمایا لحدیث عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ثلاث اوقات نهانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نصلی وان نقبر فیها موتانا الخ وقررہ فی فتح القدیر ص۲۰۳ جلد ا طبع مصر بذکر حدیث عقبۃ والصنابحی وایضا قررہ فی الکفایۃ والعنایۃ شرحی الهدایۃ ص۲۰۳ جلد ا طبع مصر والجوہرۃ النیرۃ ص۸۲ جلد ا۔ نیز فتاویٰ سراجیہ ص۹ میں ہے عند طلوع الشمس وقیام الظہیرۃ والغروب۔ وقایہ مع الشرح طبع غلام رسول لاہور ص۱۳۱ جلد ا، نقایہ مطبوع مع جامع الرموز کشوری ص۵۳ میں ہے عند طلوعها وقیامها وغروبها۔ شرح وقایہ ص۱۳۲ جلد ا میں ہے واما سائر الصلوات فلا یجوز فی الاوقات الثلاثۃ لحدیث النهی۔ بدائع صنائع ص۲۹۵، ۲۹۶ جلد ا طبع مصر میں ہے والثانی عند استواء الشمس الی ان تزول۔ اور احادیث حضرت عقبہ اور صنابحی سے استدلال فرمایا کنز الدقائق اسلامیہ پریس لاہور ص۱۹، غرر درر ص۱/۵۳ طبع دار السعادۃ، ملتقی الابحر ص۱/۱۳، مطبوع عامرہ مصر، ..... مع الشرحین میں ہے والنظم منہ عند الطلوع والاستواء والغروب۔ ملتقی الابحر ص۷۳ میں فرمایا ای وقت وقوف الشمس فی نصف النهار۔ درر میں فرمایا للنهی الوارد عنها فی الحدیث الخ۔ عینی شرح کنز ص۱۹، تبیین الحقائق ص۸۵ جلد ا میں حدیث حضرت عقبہ بن عامر سے استدلال فرمایا۔ بحر الرائق ص۲۴۹ جلد ا طبع مصر میں فرمایا لما رواہ الجماعۃ الا البخاری من حدیث عقبۃ بن عامر الجهنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

والنهى فى حديث عقبة من الاول فكان الثابت به كراهة التحريم پھر فرمایا بعد ازاں حدیثِ صنابحی سے بھی استدلال فرمایا۔ نور الایضاح اور مراقی الفلاح ص۱۰۹ طبع مصر مع حاشیۃ الطحاوی میں ہے (و) الثانی (عند استوائها) فی بطن السماء (الی ان تزول) علامہ طحطاوی نے فرمایا وعلامته ان یمتنع الظل عن القصر ولا یاخذ فی الطول، پھر مراقی میں حضرت ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال فرمایا جس میں ہے وعند زوالها طحطاوی نے اس کی شرح میں فرمایا ای قرب زوالها وهو وقت الاستواء فالمعنی عند استوائها حتی تزول۔ کبیری شرح منیہ ص۲۴۲ میں ہے عند طلوع الشمس واستوائها وغروبها۔ تنویر الابصار ص۴۶ مطبوع مع الدر طبع احمدی میں ہے مع شروق واستواء وغروب۔ طحطاوی علی الدر ص۱۸۰ جلد ا طبع مصر میں ہے؛ قوله واستواء ای استواء الشمس فی کبد السماء۔ اور طحطاوی ص۱۷۳ جلد ا میں کبد السماء کی تفسیر یہ ہے ای وسط السماء بحسب ما یظهر لنا فتاویٰ قاضی خان ص۳۵ کشوری، خلاصۃ الفتاویٰ ص۶۸ مطبوعہ قصہ خوانی بازار پشاور میں ہے وعند الانتصاف الی ان تزول الشمس۔ نیز خلاصۃ الفتاویٰ ص۶۸، منیۃ المصلی ص۷ میں ہے والمنظم من الخلاصة الصلوٰة فی وقت طلوع الشمس والزوال والغروب یکره۔ فتاوےٰ عالمگیر ص۵ میں ہے الاوقات المکروهة من الزوال او تغیر الشمس للغروب او طلوعها۔ کبیری ص۲۳۵ میں حضرت عقبہ بن عامر اور صنابحی کی حدیثوں سے استدلال فرمایا ہے۔

ان نصوصِ فقہیہ سے ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیمِ روز کی طرح نمایاں ہو رہا ہے کہ ہر قسم کی نمازیں اوقاتِ ثلاثہ میں مکروہ تحریمی ہیں اور نصف النہار میں یہ کراہت صرف اس وقت ہے جب کہ سورج اور سایہ قائم معلوم ہوتے ہیں اور سورج وسطِ سما میں سر پر ہوتا ہے جبکہ مشرق یا مغرب میں سایہ بالکل نہیں ہونا چاہیے کہ احادیث شریفہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث اصول ہیں اور نصوصِ فقہیہ فروع اور کوئی فرع اپنے اصل کے خلاف نہیں ہوتی تو یوں بھی نصف النہار حقیقی ہی میں کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی پر ظاہر کہ روایاتِ فقہیہ

Marfat.com

میں تخصیص بالذکر مذکور کے ماسوا سے حکم کی نفی کرتی ہے۔ شرح الوقایہ مجتبائی ص۴۷ جلد۲ میں ہے لا خلاف فی ان التخصیص بالذکر فی الروایات یدل علی نفی الحکم عما عداہ لہٰذا ضحوہ کبرےٰ میں جواز ثابت ہوا اور ضحوہ کبرےٰ میں کراہت کا حکم کسی کتاب میں ہرگز ہرگز نہیں۔ اور قنیہ و قہستانی غیر معتبر ہیں اور کسی متاخر کا احتمالی رنگ میں کہنا جس کا مبنیٰ ہی غلط ہو، حکم نہیں بن سکتا کما سیجیئ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ نصوصِ فقہیہ تو عام ہیں اور ہر قسم کی نماز کے متعلق ہیں۔ اب نمازِ عید کے متعلق بالخصوص نصوصِ فقہیہ پیش کی جاتی ہیں اور چونکہ اس مسئلہ میں عید اور باقی نمازوں کا ایک ہی حکم ہے تو اس لحاظ سے پہلی نصوص کی طرح ان سے بھی تمام نمازوں کا وہی حکم عام ثابت ہو رہا ہے جو سب نمازوں کو شامل ہے یعنی وقتِ استوا میں کوئی نماز بھی جائز نہیں اور اس سے پہلے جائز ہیں۔

بدائع صنائع ص۲۷۶ جلد۱، فتاویٰ قاضی خان ص۸۸، خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۱۴ جلد۱، سراجیہ ص۱۸ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من البدائع وقت صلوٰۃ العید من حین تبیض الشمس الی ان تزول۔ کنز الدقائق ص۵۰ طبع الٰہی بخش لاہور مع تقریر الشروح، ملتقی الابحر مع تقریر الشرحین ص۱۷۳ جلد۱، نور الایضاح مع تقریر الشرح والحاشیہ ص۳۲۰، وقایہ مع تقریر الشرح ص۲۰۳ جلد۱، نقایہ مع تقریر القہستانی ص۱۳۰، قہستانی ص۱۳۰ میں ہے والنظم من الکنز وقتہا من ارتفاع الشمس الی زوالہا۔ قدوری مع تقریر الجوہرۃ ص۱۱۲ جلد۱، غرر مع تقریر الدرر ص۱۴۳ جلد۱، تنویر الابصار مع تقریر الدر والشامی ص۷۷۹، متن ہدایہ مع تقریر الہدایہ ص۱۵۳ جلد۱، فتح القدیر ص۴۲ جلد۲، بحر الرائق ص۱۶۲ جلد۲، شامی ص۳۴۴ وغیرہ میں ہے اذا حلت الصلوٰۃ بارتفاع الشمس دخل وقتہا الی الزوال۔ مراقی الفلاح میں (الی) قبیل (زوالہا) ہے۔ قہستانی، درالمختار، طحطاوی علی الدر ص۳۵۴/۱، شامی ص۷۷۹ جلد۱، ملتقی الابحر ص۱۷۳ جلد۱ میں ہے ای الی ما قبل زوال الشمس والغایۃ غیر داخلۃ فی المغیا بقرینۃ ما مر ان الصلوٰۃ الواجبۃ لم تجز عند قیامہا۔ شامی ص۷۷۹ جلد۱، طحطاوی ص۳۵۴ جلد۱ میں ہے وھذا یرشد الی ان المراد بالزوال الاستواء واطلق

Marfat.com

علیہ للمحاورۃ۔ قدوری، جوہرہ ص۱۱۲ جلد ۱، در المنتقیٰ ص۱۷۳ جلد ۱، در المختار شامی ص۶۷۹ جلد ۱، طحطاوی ص۳۵۴ جلد ۱، بحر الرائق ص۱۶۱ جلد ۲ میں ہے فاذا زالت الشمس خرج وقتہا امام طحاوی شرح معانی الآثار ص۳۲۷ جلد ۱ میں فرماتے ہیں اخروہ نزوال الشمس و کل قد اجمع علی انہا اذا لم تصل یومئذ حتی زالت الشمس لاتصلی بقیۃ یومہا۔ اور یونہی اور بھی صدہا جزئیاتِ فقہیہ اس کی صریح دلیل ہیں جن میں "زوال، زالت، نزول الشمس" کے الفاظ ہیں مثلاً شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نمازی جمع نہ ہو سکیں یا ابر تھا اور سلام کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز بعد زوال کے ہوئی، تو دوسرے دن پڑھے، یا امام نے بلا وضو نماز پڑھی اور زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہو تو دوسرے دن پڑھے اور یونہی ذبح قربانی وغیرہ کے جزئیات جو متفرق طور پر قدوری، عالمگیر، جوہرہ نیرہ، صغیری، کبیری، غرر، نور الایضاح، در المختار، طحطاوی، شامی، قہستانی، قاضی خان، ہدایہ، تبیین الحقائق وغیرہا کتبِ فقہیہ میں مذکور ہیں والنظم من الہندیۃ تؤخر صلوٰۃ عید الفطر بعد الزوال الی الغد اذا منعہم من اقامتہا عذر بان غم علیہم الہلال و شہد عند الامام بعد الزوال او قبلہ بحیث لایمکن جمع الناس قبل الزوال او صلاہا فی یوم غیم فظہر انہا وقعت بعد الزوال نیز اسی میں ہے ومن ذبح بعد العلم لایجوز ذبحہ حتی تزول الشمس اور اس زوال سے مراد استواء ہے جو حقیقی زوال کے قبل یا قبیل ہوتا ہے، محاورت کے لئے مجازاً استواء کو زوال سے تعبیر کیا گیا اور راس استواء سے مراد نصف النہار حقیقی ہی ہے کہ استواء کا حقیقی معنی وہی ہے اور مجاز کا سلسلہ یوں نہیں چلتا کہ زوال سے مراد استواء اور استواء سے مراد ضحوۂ کبریٰ ہو کما سیتضح فی مسئلۃ نیۃ الصوم ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

چودھویں صدی سے پہلے کی کسی کتابِ فقہ میں بالتخصیص یہ نہیں ملا کہ انتہائے وقتِ عید ضحوۂ کبریٰ ہے یا استواء و زوال ہے جو بمعنے ضحوۂ کبریٰ ہے۔ نیز ہمارے فقہائے کرام کی عادتِ مستمرہ ہے کہ ایسے مواضع میں بعض حضرات ضرور متنبہ فرما دیا کرتے ہیں چنانچہ روزۂ ماہِ رمضان اور نذرِ معین و نفل کے وقت نیت

Marfat.com

کے متعلق قدوری وغیرہ کتبِ معتمدہ ومعتبرہ میں ہے کہ زوال تک جائز ہے چنانچہ قاضی خان ص۹۵، بدائع صنائع ص۸۵ جلد۲، قدوری ص۶۹، خلاصۃ الفتاوےٰ ص۲۵۱ جلد۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من القدوری فان لم ینو حتی اصبح اجزأته النیة ما بینه و بین الزوال تواس پر ہدایہ ص۱۹۲،۱۹۱ جلد۱، فتح القدیر ص۲۳۷ جلد۲، غرر ص۱۲۷ جلد۱، وقایہ شرح الوقایہ ص۳۰۵ جلد۱، بحرالرائق ص۲۶۰ جلد۲، تبیین الحقائق ص۳۵۱ جلد۱، نورالایضاح، مراقی، طحطاوی ص۳۸۸، ص۳۸۹، شامی ص۱۱۶ جلد۲، منحۃ الخالق، بحرالرائق ص۲۶۰ جلد۲ وغیرہا میں ہے والنظم من الشامی وعدل عن تعبیر القدوری والمجمع وغیرهما بالزوال لضعفه لان الزوال نصف النهار من طلوع الشمس و وقت الصوم من طلوع الفجر كما فی البحر عن المبسوط قال فی الهداية و فی الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الاصح لانه لا بد من وجود النية فی اكثر النهار و نصفه من وقت طلوع الفجر الی وقت الضحوة الكبرىٰ لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتتحقق فی الاكثر اهـ وفی شرح الشیخ اسمٰعیل وممن صرح بانه الاصح فی العتابية والوقاية وعزاه فی المحيط الی السرخسی وهو الصحيح كما فی الكافی والتبيين۔ اهـ

دیکھئے پہلے قول کا بلا حجاب رد کر رہے اور دوسرے قول (کہ ضحوۂ کبرےٰ تک نیت کا وقت ہے) کو اصح بلکہ صحیح فرما رہے ہیں مگر نمازِ عید یا دوسری نمازوں کے متعلق ایسی تصریح کسی ایک معتمد کتاب میں بھی نہیں اور بالخصوص عید کے متعلق تو بکثرت "الی الزوال" کا لفظ ہی ہے بلکہ قہستانی تک بھی "الی الزوال" ہی کہہ رہے ہیں کما مر اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ "الی الزوال" صحیح نہیں بلکہ "الی الضحوة الكبرىٰ" صحیح یا اصح یا اولیٰ ہے بلکہ اشارۃً تک بھی نہیں کیا بلکہ لطف یہ ہے کہ کسی ایک نے بھی مسئلہ روزہ میں یوں تطبیق نہیں کی کہ زوال سے مراد ضحوۂ کبرےٰ ہے اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ضحوۂ کبرےٰ اور زوال کے درمیان کافی انفصال ہے تو مجاورت برائے نام بھی نہیں بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ قبل الزوال کا معنی ضحوۂ کبرےٰ

Marfat.com

نہیں بن سکتا۔ بسوط صـ۶۲ جلد ۳ میں ہے واذا نوی قبل الزوال لم یوجد هٰذا المعنیٰ لہذا زوال اور نصف النہار والی دو عبارتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے صاف صاف فرمارہے ہیں کہ نیتِ روزہ کے متعلق " الزوال " کہنا غیر اولیٰ ، غیر اصح ، ضعیف ، غیر صحیح ہے تو مسئلہ نماز میں یہ تطبیق کہ " الزوال " سے مراد ضحوۂ کبریٰ ہے ، کیسے ہوسکتی ہے اور پھر کسی نے یہ لکھا بھی نہیں کہ زوال سے مراد ضحوۂ کبرےٰ یا حقیقی نصف النہار ہے۔

نیز مسئلۂ روزہ میں اس اختلاف کی بنا اس پر ہے کہ عمل کی بنا نیت پر ہے جو اول میں ہونی ضروری ہے اور اگر اول میں نہ ہو تو اکثر حصہ میں تو ضرور ہونی چاہئے اور نہار کے اکثر حصہ میں نیت تب ہی پائی جاتی ہے جبکہ ضحوۂ کبرےٰ سے پہلے ہو کیونکہ نہارِ صوم طلوعِ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور چونکہ یہ مبنی نماز میں جاری نہیں ہو سکتا چنانچہ ہدایہ میں بھی ہے بخلاف الصلوٰۃ والحج ، تو بلا وجہ صیام پر نماز کا قیاس کرتے ہوئے ضحوۂ کبرےٰ کو انتہائے وقت قرار دینا مناسب نہیں۔ روزہ کا دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے تو اس کا نصف ضحوۂ کبرےٰ ہے مگر نماز کے یہ اوقاتِ ثلاثہ طلوعِ شمس سے شروع ہوتے ہیں تو ان کے دن کا نصف ، نصف النہار حقیقی ہی ہے اور ضحوۃ الکبرےٰ نہیں۔

تنبیہ

مسئلۂ روزہ میں ضحوۃ الکبرےٰ اس لفظِ نصف النہار سے مستفاد ہے جو امامِ محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر میں واقع ہے یعنی اس " النہار " سے مراد نہارِ شرعی لیا گیا ہے مگر انہی حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع کبیر میں دہی لفظِ " الزوال " ہے جو اس پر دال ہے کہ اس " النہار " سے مراد نہارِ عرفی ہے تو اس سے پہلے قول کی تصحیح ہوتی ہے حتی یتفقا کلاما الامام علیہ الرحمۃ فی المسئلۃ الواحدۃ ولا یختلفا۔ جامع کبیر صـ۱۵ میں ہے ولو قال للہ علی ان اصوم غدًا فاصبح (من الغد) لاینوی الصوم ثم نواہ قبل الزوال اجزأہ وان نواہ تطوعًا فھو مما اوجبہ اور اندریں صورت "جواز نیت الی الزوال" کا اصل مبنیٰ وہ آیت اور حدیثیں ہیں جو ہمارے فقہائے عظام نے ذکر فرمائی ہیں کما فی البدائع وغیرھا

Marfat.com

اور یہ مبنی نہیں کہ نہار کے اکثر حصہ میں نیت پائی جائے۔

بہرحال روزہ کے متعلق یہ دو قول ہیں۔ ایک طرف مشائخ کرام کی کثرت ہے تو دوسری طرف قائلین عظام کی عظمت وجلالت۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر بالفرض جامع صغیر وجامع کبیر کی عبارتیں متعارض ہوں تو ترجیح اسی کو ہے جو جامع کبیر میں ہے۔ بحر الرائق ص۱۵۷ جلد۲ میں ہے ان الجامع الصغیر صنفه بعد الاصل فما فیه هو المعول علیه۔ شامی علی الدر ص۶۵ جلد ا میں ہے وفی باب العیدین من البحر والنهر ان الجامع الصغیر صنفه محمد بعد الاصل فما فیه هو المعول علیه ثم قال فی النهر سمی الاصل اصلا لانه صنف اولا ثم الجامع الصغیر ثم الکبیر ثم الزیادات کذا فی غایة البیان۔ اور ثلاثینِ شامی ص۱۹ جلد ا میں ہے وقال فی البحر فی باب صلوٰة العید عن غایة البیان سمی الاصل اصلا لانه صنف اولا ثم الجامع الصغیر ثم الکبیر ثم الزیادات انتهی وقال ان الجامع الصغیر صنفه محمد بعد الاصل فما فیه هو المعول علیه انتهی **اقول** ولذا بعینه اقول فما فی الجامع الکبیر هو المعول علیه۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ روزہ میں بھی نہار عرفی کا اعتبار ہے چہ جائیکہ نماز میں معتبر نہ ہو۔

فائدہ

ضحوۂ کبرے میں کراہتِ نماز وہ بھی صرف احتمال کے رنگ میں عبد العلی برجندی نے شرح النقایہ میں ذکر کی ہے کما نقل عنه الشامی فی ص۲۴۴ جلد ا، اور حموی نے شرح اشباہ ص۵۶۴ میں اس کی نسبت قہستانی کیطرف کی ہے مگر اس میں یہ ملا نہیں۔ اور طحطاوی ص۱۸۰ جلد ا میں حموی سے منقول ہے اور قہستانی نے ص۵۴ میں وثوق سے اس کی نسبت ائمہ خوارزم کیطرف کی ہے۔ اور علامہ شامی نے بھی قہستانی سے اس نسبت کو نقل کیا ہے۔ نیز شامی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعلق قنیہ سے بھی نقل کیا ہے۔ علامہ شامی کی پوری عبارت یہ ہے:

وفی شرح النقایة للبرجندی قد وقع فی عبارات الفقهاء

Marfat.com

ان الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار الى ان تزول الشمس ولا يخفى ان زوال الشمس انما هو عقيب انتصاف النهار بلا فصل وفى هٰذا القدر من الزمان لا يمكن اداء صلوٰة فيه فلعل المراد انه لا تجوز الصلوٰة بحيث يقع جزء منها فى هٰذا الزمان او المراد بالنهار هو النهار الشرعى وهو من اول طلوع الصبح الى غروب الشمس وعلى هٰذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به اسمٰعيل ونوح وحموى وفى القنية واختلف فى وقت الكراهة عند الزوال فقيل من نصف النهار الى الزوال لرواية ابى سعيد عن النبى صلى الله عليه وسلم انه نهى عن الصلوٰة نصف النهار حتى تزول الشمس قال ركن الدين الصباغى وما احسن هٰذا لان النهى عن الصلوٰة فيه يعتمد تصورها فيه وعزا فى القهستانى القول بان المراد انتصاف النهار العرفى الى ائمة ما وراء النهر و بان المراد انتصاف النهار الشرعى وهو الضحوة الكبرى الى الزوال الى ائمة خوارزم شامى ص ۲۴۳، ص ۳۴۵ جلد ا فالق السمع واستمع بقلب شهيد۔

اوّلاً برجندی نے صرف اس شبہ کی بنا پر کہ نصف النہار حقیقی کا وقت اتنا کم ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہو سکتی اور "نہی" کا تقاضا ہے کہ ادا ممکن و مقدور ہو صرف ایک احتمال کے رنگ میں "لعل" کے ساتھ دوسرے مرتبہ میں یہ کہا او المراد بالنهار هو النهار الشرعى تو اس سے تمام کتب متقدمین و متاخرین، متون و شروح و فتاویٰ کا صریح حکم کیسے بدل سکتا ہے۔ برجندی تو برجندی

Marfat.com

ہیں حضرت ابن ہمام سب جیسے مجتہد[1] حضرات کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ایسی ابحاث جو منقول کے خلاف ہوں معتبر نہیں۔ شامی ص۲۵۵ جلد ۱ میں ہے وقد قال العلامة القاسم لاعبرة بابحاث شیخنا یعنی ابن الهمام اذا خالفت المنقول نیز شامی ص۱۵۱ جلد ۱ میں ہے البحث فی المنقول غیر مقبول اور یہ بھی مسلم ہے کہ "ما فی المتون" "ما فی الشروح" پر مقدم ہوتا ہے اور ما فی الشروح مقدم ہوتا ہے ما فی الفتاوے پر، شامی ص۶۶ جلد ۱ میں ہے ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح و ما فی الشروح مقدم علی ما فی الفتاوی۔ تو ایک شارح برجندی کا محض احتمالی قول تمام متون و شروح و فتاوے پر کیسے مقدم ہو سکتا ہے؟ اور قنیہ و قہستانی تو متون و شروح و فتاوے کے مقابلہ میں کیا آ سکتی ہیں جبکہ وہ محض غیر معتبر اور ضعیف اور ساقط الاعتماد ہیں۔ زاہدی مصنفِ قنیہ معتزلی ہے اور قہستانی اس کا خوشہ چین ہے۔ کشف الظنون ص۱۳۵۷ جلد ۲ طبع تہران میں قنیہ کے متعلق ہے ــــ مشهورة عند العلماء بضعف الرواية و ان صاحبها معتزلی اور قہستانی کے متعلق ص۱۹۷۳ جلد ۲ میں ہے انما کان دلال الکتب فی زمانه ولا کان یعرف بالفقه ولا غیره بین اقرانه و یؤیده انه یجمع فی شرحه هذا بین الغث و السمین و الصحیح و الضعیف من غیر تحقیق و لا تصحیح و تدقیق فهو کحاطب اللیل جامع بین الرطب و الیابس فی النیل۔

یہی علامہ شامی عقود الدریہ ص۳۵۶ جلد ۲ طبع مصر میں فرماتے ہیں نقل الزاهدی لا یعارض نقل المعتبرات النعمانیة فانه ذکر ابن وهبان انه لا یلتفت الی ما نقله صاحب القنیة یعنی الزاهدی مخالفا للقواعد مالم یعضده نقل من غیره و مثله فی النهر ایضاً۔ نیز اسی میں ہے و القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصاً و استناده الی کتب الزاهدی المعتزلی

---

[1] شامی ص۵۵ جلد ۱ میں ہے کہ بلغ رتبة الاجتهاد ۱۲ منه غفرله

Marfat.com

رسائلِ ابن عابدین ص۱۳ جلد ا طبع الآستانہ میں ہے و من الکتب الغریبۃ مُلّا مسکین شرح الکنز و القہستانی لعدم الاطلاع علی حال مؤلفیہما او لنقل الاقوال الضعیفۃ کصاحب القنیۃ۔ اور اس سے پہلے ہے الکتب المتأخرۃ خصوصا غیر المحررۃ کشرح النقایۃ للقہستانی۔ بعد ازاں فرمایا لا یجوز الافتاء من ہذہ الکتب الا اذا علم المنقول منہ و الاطلاع علی ماٰخذہا اور یونہی شامی علی الدر ص۶۵ جلد ا میں بھی ہے۔ طحطاوی علی الدر ص۴۶ جلد ا میں ہے ان القنیۃ لیست من کتب المذہب المعتبرۃ فلا یعارض ما فی الفتح والنہایۃ والعنایۃ اور مسئلہ زیر بحث میں تو قنیہ و قہستانی کی نقل صرف فتح و نہایہ و عنایہ کے خلاف نہیں بلکہ جمیع متون و شروح و فتاویٰ متقدمین و متأخرین کے سراسر منافی ہے تو کیونکر معتبر ہو۔

ثانیاً:۔ برجندی کا احتمال اور قنیہ و قہستانی کے نقل صرف لفظِ نصف النہار سے ہی ماخوذ ہیں یعنی وہ "النہار" سے مراد نہارِ شرعی لیتے ہیں حالانکہ ائمہ و مشائخ مذہب کے کلماتِ مبارکہ میں صرف لفظِ نصف النہار ہی نہیں بلکہ الفاظِ "استواء الشمس" اور "قیام قائم الظہیرہ" اور "وقت الزوال" بھی بکثرت وارد ہیں کما مر، حالانکہ ان سے ضحوہ کبریٰ مراد نہیں لیا جاسکتا کما مر، اور جب یہ سب کلمات ایک ہی چیز کے متعلق ہیں تو نصف النہار کا ایک ایسا معنیٰ جو ان دوسرے کلمات کے مخالف ہو، کسطرح مراد لیا جاسکتا ہے تو ثابت ہوا کہ وہ احتمال و نقول محض غلط ہیں اور قابلِ التفات نہیں۔

ثالثاً:۔ وہ صرف متون و شروح و فتاویٰ کے خلاف ہی نہیں بلکہ احادیثِ مبارکہ کے بھی خلاف ہیں کما مر، اور اکثر احادیث میں لفظِ نصف النہار نہیں بلکہ وہ کلماتِ مبارکہ ہیں جن میں ان کی تاویل چل ہی نہیں سکتی، زاہدی اور قہستانی جیسوں کی کیا حیثیت جبکہ امام الائمہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضرات فرماتے ہیں اذا صح الحدیث فہو مذہبی۔ پھر صرف احادیث ہی نہیں بلکہ آیاتِ سابقہ کے بھی خلاف ہے۔

رابعاً جس کو وہ نہارِ شرعی کہتے ہیں وہ روزہ کے لحاظ سے تو نہارِ شرعی ہے مگر ان اوقاتِ ثلاثہ متعلقہ نماز کا نہارِ شرعی تو وہی ہے جس کو وہ نہارِ عرفی بتا رہے ہیں کیونکہ ان سب احادیثِ "نہی" میں کلماتِ

Marfat.com

طلوع وغروب اور استوا ریا قائم الظہیرہ وغیرہ کی تصریح ہے اور طلوع وغروب بالاتفاق طرفین ہیں تو اگر "النہار" سے نہارِ شرعی ہی مراد لینا ہے تو وہ نہارِ شرعی مراد لیں جو متعلقہ اوقاتِ ثلاثہ ہے نہ کہ نہارِ شرعی صیامی مراد لیں کہ یہاں نیتِ روزہ زیرِ بحث نہیں اور نہ ہی نہارِ صیامی کے ساتھ لفظِ نہارِ شرعی کی تخصیص کسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے حتیٰ کہ نہارِ صلاتی یا اوقاتی پر اس کا اطلاق ناجائز ہو بلکہ اکثر احادیث میں تو لفظِ "النہار" ہے ہی نہیں۔

خامسًا وہ شبہ جس پر برجندی کا احتمال اور قنیہ وقہستانی کے نقل مبنی ہیں وہ سرے سے محض بے جا اور بادر ہوا ہے کیونکہ "نہی" کی بہ نسبت امر امکان وقدرتِ ادا کا زیادہ تقاضا کرتا ہے۔ امر میں عمل مطلوب ہوتا ہے اور "نہی" میں کفّ یعنی رک جانا، اور عمل رک جانے کی بہ نسبت قدرت کا زیادہ تقاضا کرتا ہے حالانکہ امر کے متعلق اہلِ اصول نے تصریح فرمائی کہ صرف قدرتِ ممکنہ ہی کافی ہے اور اس کا بھی صرف توہم ہی شرط ہے چنانچہ نماز کا ایسا آخری وقت جس میں صرف "اللہ اکبر" ہی کہا جا سکے، اس میں لڑکا بالغ ہو جائے یا کافر اسلام لائے یا حائض و نفسا پاک ہو جائے یا دیوانہ ہوش پاتے تو ان پر بالشروط المعتبرہ نماز لازم ہو جاتی ہے یعنی وہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ کے مخاطب ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسے کم وقت میں اگرچہ عادۃً نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر اس کا امتداد متوہم ہے کیونکہ اللہ رب العالمین سورج کو ٹھہرا کر ایسے کم وقت کو طویل بنا سکتا ہے تو ادا ہو سکتی ہے۔

حسامی رحیمیہ ص ۴۱،۴۰ ، منار اور نور الانوار طبع سراجدین لاہور ص ۴۹،۴۸ ، شرح المنار لابن الملک طبع عامرہ ص ۵۳،۵۲ ، شرح المنار لابن العینی طبع عامرہ ص ۵۳ ، افاضۃ الانوار شرح المنار اور اس کے حاشیہ نسمات الاسحار للعلامہ ابن عابدین الشامی ص ۳۷،۳۶ طبع مصر ، تحریر اور اس کی شرح تیسیر التحریر ج ۲ ص ۱۴۴ طبع مصر ، تنقیح ، توضیح تلویح ص ۱۹۵ جلد ا طبع مصر میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم للحسامی جعل القدرۃ الممکنۃ شرطا لوجوب الاداء (الیٰ ان قال) والشرط کونہ متوھم الوجود لا کونہ متحقق الوجود فان ذلک لا یسبق الاداء و لھذا قلنا اذا بلغ الصبی او اسلم الکافر فی اٰخر الوقت تلزمہ الصلوٰۃ لجواز ان یظھر فی الوقت امتداد بتوقف الشمس کما کان لسلیمان علیہ السلام الخ تو یونہی وقتِ استواء کم ہونے کے باوجود متوہم الامتداد ہے تو موردِ نہی

Marfat.com

بن سکتا ہے لہذا وہ شبہ زائل ہو گیا۔

سادساً اس نہی سے مطلوب کف عن الصلوٰۃ ہے یعنی نماز کے ادا کرنے سے رک جانا اور یہ ایسا فعل ہے جو زمانِ طویل کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ اگر اس وقتِ استواء سے پہلے نماز شروع کرنے والا استواء ہوتے ہی نماز سے رک جائے یا استواء کے وقت سرے سے نماز شروع کرنے سے پرہیز کرے تو دونوں طرح اس نہی کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

الحاصل مکمل نماز ادا کرنے کے لئے جتنا وقت ضروری ہے، کف عن الاداء کے لئے اتنے وقت کی ضرورت نہیں وذا مما لا غبار علیہ اصلاً مگر وہ حضرات نہی عن الصلوٰۃ الکاملۃ بجمیع اجزائہا من اولہا الی اٰخرہا سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات نے " الصلوٰۃ " کو بمعنٰے مفعول تصور کر لیا اور بجمیع اجزائہا مراد لیا حالانکہ یہ مصدر بمعنٰے فعل ہے۔ اگر مصدری معنٰی میں نہ لیں تو " الصلوٰۃ " فعل نہیں بنے گا تو نہی عن الافعال الشرعیۃ کا حکم یعنی مقدور العبد ہونا اس پر حادی نہیں ہوگا تو وہ شبہ خود بخود زائل ہو جائے گا کہ اس کی بناء ہی اس پر ہے کہ نصف النہار حقیقی کا وقت اتنا تنگ ہے کہ اس میں فعلِ صلوٰۃ سما نہیں سکتا، اور جب " الصلوٰۃ " کو بمعنٰی مصدر لیا جائے تو اداء جمیع الصلوٰۃ کی طرح اداء بعض الصلوٰۃ بھی اس کا مصداق بنے گا حالانکہ بعض کا اداء ضرور مقدور ہے تو وہ شبہ مٹ گیا اور یوں بھی یہ شبہ باطل ہے کہ اگر " نہی عن الصلوٰۃ بجمیع اجزائہا " مراد ہو تو بعض الصلوٰۃ کا پڑھنا جائز ہوگا کہ وہ منہی عنہ نہیں اور جب بعض اجزاء کا پڑھنا جائز ہوا تو ایسی نمازِ عید یا قضائے فرض و واجب جو اس وقت نہی سے پہلے شروع کی جائے اور نماز کے اندر وقتِ نہی آجائے، فاسد نہ ہو کہ یہ بعض ہے اور بعض سے نہی ہی نہیں اور یونہی نفل نماز جو پہلے سے شروع کی ہو وہ مکروہ نہ ہو اور ایسے ہی وہ نماز قضا یا واجب و نفل جو اس وقت نہی میں شروع کرے اور ظہر کے وقت میں ختم کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہ ہوتا کیونکہ نہی بعض سے ہے ہی نہیں حالانکہ یوں نہیں بلکہ پہلے کی شروع کردہ نماز بھی وقتِ نہی کے داخل ہونے سے فاسد یا مکروہ ہو جاتی ہے اور یونہی نماز کا وقت نہی میں شروع کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ وقت ختم ہونے کے بعد ہی پوری کرے، تو معلوم ہوا کہ بجمیع اجزائہا والی قید غلط ہے لہذا برجندی کا پہلا احتمال ہی درست ہے کہ لعل المراد انہ لا تجوز الصلوٰۃ

Marfat.com

بحيث يقع جزء منها فی هذا الزمان (شامی ص۳۴۴)، تو احتمالی رنگ میں "لعل" کہنا درست نہیں اور علامہ طحطاوی نے تو اس شبہ کے جواب میں فرمایا ہے یمکن تصویرها بان یکون شرع قبل الاستواء ثم طرأ الاستواء فی اثنائها قبل القعود قدر التشهد فانه بذلك یفسد الفرض و یکون النفل مکروها یعنی اس وقتِ استوار یعنی نصف النہار حقیقی میں ادائے نماز کی صورت یوں بنائی جاسکتی ہے کہ استوار سے پہلے نماز شروع کی جائے۔ پھر نماز کے اندر قعود قدر التشہد سے پہلے استوار طاری ہو جائے۔ اس لئے کہ بے شک طاری ہونے سے فرض فاسد ہو جاتا ہے اور نفل مکروہ ہو جاتے ہیں۔ نیز مرقاۃ ص۴۲ جلد ۳ میں ہے قال ابن حجر و وقت الاستواء المذکور وان کان وقتا ضیقا لا یسع الا التحریمة فیحرم تعمد التحریم فیه یعنی وقتِ استوار یعنے نصف النہار حقیقی اگرچہ وقت تنگ ہے اور پوری نماز کو سما نہیں سکتا مگر بے شک تکبیر تحریمہ کو سما سکتا ہے تو نماز کا قصداً شروع کرنا اس میں حرام ہوگا۔ اور ان دونوں جوابوں سے ثابت ہوا کہ نماز بجمیع اجزائہا کا امکان الاداء فی الوقت ضروری نہیں بلکہ پہلے سے شروع کردہ پر استوار طاری ہو جائے یا وقتِ استوار میں شروع کی جائے تب بھی موردِ نہی بن جاتی ہے۔

سابعاً وہ احادیثِ شریفہ جن سے نصف النہار میں نہی عن الصلوۃ ہے انہی احادیث سے ضحوۂ کبرے میں نماز پڑھنے کا جواز روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کما مر۔ بلکہ احادیثِ شریفہ نمبرات دو، تین، چار میں تو اس نماز کو مشہودہ محضورہ متقبلہ مقبولہ فرمایا گیا ہے یعنی وہ نماز ایسی جائز ہے کہ اس کے لئے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ مقبولِ بارگاہِ عزت ہے کما مر بالتفصیل، تو اگر نصف النہار سے مراد ضحوۂ کبرے ہو تو لازم آتا ہے کہ ان حدیثوں میں سے ہر ایک حدیث کا ایک حصہ دوسرے حصہ سے متعارض ہو یعنی پہلے حصے میں تو ضحوۂ کبرے میں نماز کا جائز و مقبول ہونا بیان ہوا اور دوسرے حصے میں اسی نماز کا ناجائز ہونا و ذا باطل قطعاً لا یجوز فی کلام عاقل فضلاً عن کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ثامناً اگر بالفرض ضحوۂ کبرے میں جوازِ نماز آیات و احادیث اور اقوالِ ائمہ و مشائخ مذہب سے

Marfat.com

ثابت نہ بھی ہوتا تب بھی بلا دلیل کراہت ثابت نہ ہوتی کیونکہ اہل السنت والجماعت کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ "اشیاء میں اصل اباحت ہے" بلکہ ہمارے مشائخ عظام نے تصریح فرمائی کہ کراہت تحریمی ہو تنزیہی بھی بلا دلیلِ خاص ثابت نہیں ہوسکتی۔ اختصاراً صرف شامی ہی کی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ شامی صـ۱۱۶ جلد ۱ میں ہے لایلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذلابد لها من دليل خاص نیز یہ بھی ہے لایلزم منه ان يكون مكروها الابنهى خاص لان الكراهة حكم شرعى فلابد له من دليل اور صـ۵۹۷ جلد ۱ میں مکروہ تحریمی کے متعلق فرماتے ہیں، انه فى رتبة الواجب لايثبت الابما يثبت به الواجب يعنى بالنهى الظنى الثبوت او الدلالة۔

تاسعاً علی سبیل ارخاء العنان: نصف النہار حقیقی کے بعد گو بلا فصل زوالِ شمس ہوجاتا ہے اور حقیقۃً وہ وقت اتنا کم ہوتا ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہوسکتی مگر چونکہ ہماری نظروں میں اس وقت سورج یا سایہ حرکت سے ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ غور و تامل سے دیکھنے والا بھی ٹھہرا ہوا ہی محسوس کرتا ہے تو فی الواقع نصف النہار حقیقی ہونے سے ذرا پہلے ہی نصف النہار کا ظن ہوجاتا ہے جو ذرا بعد تک بھی رہتا ہے اور فی الواقع زوال ہونے سے ذرا بعد ہی زوال کا علم ہوتا ہے چنانچہ بعض نے تو یہ قول بھی کر دیا کہ سورج حقیقۃً حرکت سے تھوڑی دیر کے لئے بند ہوجاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں، سورج حرکت کرتا رہتا ہے اور کمالِ

سـ۵ قوت القلوب شریف صـ۵ جلد ۱ میں ہے کہ ضرور مروی ہے کہ محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا زوال ہوگیا ہے؟ تو جبریل نے عرض کی "لا نعم" یعنی نہیں ہوا ہاں ہوا"، تو حضور نے فرمایا یہ کس طرح؟ تو عرض کی کہ میرے لا نعم عرض کرنے کی مدت میں سورج نے آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کیا ہے ونصه وقد روى فى الخبر ان النبى صلى الله عليه وسلم سأل جبريل عليه السلام فقال هل زالت الشمس فقال لانعم فقال كيف هذا فقال بين قولى لك لانعم قطعت فى الفلك خمسين الف فرسخ۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲ میں صـ۳۵۶ سے صـ۳۶۱ تک وقت مابین ظہر و عصر کے متعلق یہ تفصیلی افادہ فرمایا ہے جو وقت زوال و قبل زوال کے مابین میں بھی باقاعدہ جاری و ساری ہے۔ فرماتے ہیں "وقت ظہر و مثل کچھ خواہ ایک اس کی حقیقتِ واقعیہ کا ادراک طاقتِ بشری سے خارج ہے (الیٰ ان قال)، و لہٰذا ملتقیٰ وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عامۂ خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے۔ اسی کو وقت بین الوقتین کہتے ہیں اس میں نظرِ ناظر کبھی حالتِ شک رہتی ہے، کبھی بقائے وقتِ اول، کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے"۔

Marfat.com

عروج کے باعث حرکت کا ظہور نہیں ہوتا تو غور و تامل سے بھی قائم و واقف ہونے کا ظن ہوتا ہے۔ مرقاۃ ص۲۲۳ جلد۳ میں ابن الملک کا قول نقل کیا سکون الشمس واقفة عن السير وتثبت فى كبد السماء لحظة ثم تسير وقيل يظن انها واقفة قلت هذا هو المعتمد قال الطيبى الشمس اذا بلغت وسط السماء ابطأت حركة الظل الى ان تزول فيتخيل للناظر المتأمل انها وقفت وهى سائرة الى اخر ما مر من المرقاة۔

حدیث ۱ کے تحت نووی، نہایہ، درنثیر، مجمع، لسان العرب وغیرہا سے بھی یہ تفصیلاً گزر چکا ہے اور حضور محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس قیامِ شمس کا اعتبار فرمایا ہے کہ حين يقوم قائم الظهيرة فرمایا ہے یعنی جتنے وقت تک قائم معلوم ہوتا ہے نماز ممنوع ہے۔ نہایہ وغیرہا میں اسی اعتبار کے لحاظ سے تشریح ہے، تو اس ظاہری و ظنی وقت نصف النہار میں اتنی وسعت ہے کہ دو رکعت نماز ادا ہو سکتی ہے تو برجندی، قہستانی، زاہدی کا وہ شبہ سرے سے ہی زائل ہو گیا و لله تعالى الحمد والمنة۔

تنبیہ

رسائلِ ابنِ عابدین ص۱۳ میں بھی علامہ شامی فرماتے ہیں قلت وقد يتفق نقل قول فى نحو عشرين كتابا من كتب المتأخرين ويكون القول خطأ اخطأ به اول واضع له فيأتى من بعده و ينقله عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض۔ پھر ص۱۵ میں فرمایا ولهذا الذى ذكرناه نظائر كثيرة اتفق فيها صاحب البحر والنهر والمنح والدر المختار وغيرهم وهى سهو منشأها الخطا فى النقل او سبق النظر۔ تو مسئلہ زیرِ بحث کا صرف چھ کتابوں میں آجانا اور وہ بھی بعض میں صرف احتمالی رنگ میں اور بعض میں رد کے ساتھ اور ان کی بعض بالکل غیر مشہور یا غیر معتبر ہی ہیں تو یہ کیونکر مقبول و معتمد ہو سکتا ہے؟ بہرحال وہ شبہ اور اس پر مبنی احتمال و اقوال سب باطل ہیں اور بلاشک و شبہ و ریب ضحوۂ کبریٰ میں اور اس کے بعد نصف النہار حقیقی تک

Marfat.com

طویل وقت مندرج فی السوال میں ہر قسم کی نمازیں یقیناً جائز و روا اور باعثِ ثواب و جزا و عطا ہیں اور عیدین کا آخری وقت بھی یقیناً نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نمازِ عید میں نصف النہار حقیقی کا وقت ہوجائے تو فاسد ہوجائے گی مگر ضحوۂ کبریٰ کے داخل ہونے سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ ضحوۂ کبریٰ ہونے کے بعد بھی نمازِ عید یقیناً جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس کا پڑھنا واجب و لازم ہوجاتا ہے۔ مثلاً شہادت دیر سے آئی کہ ضحوۂ کبریٰ سے پہلے نہیں پڑھی جاسکتی، یا امام نے نماز پڑھائی اور ضحوۂ کبریٰ ہونے پر ظاہر ہوا کہ وضو نہیں تھا یا جسم یا لباس پر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی تھی تو اعادہ لازم ہوا، تو ایسی صورتوں میں ضحوۂ کبریٰ کے داخل ہونے پر بھی نصف النہار حقیقی سے پہلے پڑھنا ضروری و واجب ہے لانہ وقت العید بتصریحات جمیع کتب المذھب حتی الشامیة والقھستانی کما مر ولا یجوز تاخیر الصلوٰة عن وقتھا بلا عذر اور اس جواب سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ استواء سے نصف النہار شرعی صیامی مراد نہیں بلکہ شرعی صلوٰتی یا اوقاتی ہے جس کو نصف النہار حقیقی و عرفی بھی کہا جاتا ہے یعنی جس وقت سورج سر پر ہو اور مشرق و مغرب میں سایہ معدوم ہو جسے مجازاً بوجہ مجاورت زوال بھی کہا جاتا ہے ومن اراد زیادة تفصیل المقال و تحقیق الحال فعلیه برسالتنا فیئ الزوال و شرحه تیسیر المقال۔

الحمد للہ! کہ تمام سوالات کے جواب بقدرِ ضرورت تفصیل سے تحریر ہوئے فما کان صوابا فمن الله تعالٰی بمنه و کرمه وما کان خطأ فمنی ومن الشیطٰن فرحم الله تعالٰی فاضلا مستدینا دلنی علی الخطأ والنسیان وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم واسمی الجواب **بابداء البشریٰ بقبول الصلوٰة فی الضحوة الکبریٰ** جعله الله تعالٰی البشریٰ فی الحیوة الدنیا والاخریٰ وما ذٰلک علی الله تعالٰی بعزیز۔

والله تعالٰی اعلم وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومحبوبنا محمد

Marfat.com

وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
۴ ؍جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فجر کے بعد قبل طلوعِ آفتاب قضاء فرض نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ بادلیل تحریر فرمادیں۔ حوالہ کتاب بھی ہو۔

آپ کا ثناء گو: سگِ آستانہ خادم حقیر پُرتقصیر خادم الفقراء عبد الحلیم غفرلہٗ از موضع بریت متصل حویلی لکھا منتظر الجواب۔

(۱۷؍ ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

بلاشبہ طلوعِ صبح سے طلوعِ آفتاب تک قبل از نمازِ فجر اور بعد از نمازِ فجر فرض نماز کی قضاء ادا کرسکتا ہے۔ تمام کتبِ فقہ تصریحاتِ جلیہ سے گونج رہی ہیں۔ ہدایہ ص۷ جلد۱، فتاویٰ عالمگیر ص۲۷ جلد۱، درالمختار شامی

Marfat.com

ص۳۴۳ جلد ا وغیرہا میں ہے والنظم من الاولیٰ ولا بأس بان یصلی فی ھٰذین الوقتین الفوائت الخ والمولیٰ المتعال اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم والصلوٰة والسلام علیٰ حبیبہ الاکرم الانور وعلیٰ الہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

اذان

Marfat.com

بَابُ الاذان

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کیا ولد الزنا کا مذبوح اور اس کی اذان جائز ہے یا نہیں! باوجودیکہ صلوٰۃ وصوم کا پابند ہے اور مدرسہ بھی کچھ پڑھا ہوا ہے اور دوکانداری کرتا ہے ظاہرا تو احوال اچھے ہیں مگر ریش بریدہ ہے اور اس کی والدہ نے بعدہٗ توبہ کر لی ہے اور نکاح کر لیا ہے۔ ابُ یافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں حق حق بیان کر دیں۔

السائل: علم الدین ولد حاجی غلام فرید قوم رنگریز منڈی اسٹیشن وسادے والا ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

حلتِ ذبیحہ کے لئے شرعاً ذابح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔ فتاوٰے عالمگیر ص۲۸۵ جلد ۴ میں ہے فمنہا ان یکون عاقلا۔ نیز اسی میں ہے ومنہا ان یکون مسلمًا الخ تو ولد الزنا جبکہ مسلمان سمجھدار پابندِ صوم وصلوٰۃ ہے تو اس کی ذبیحہ بلاکراہت جائز ہے اور ایسے ہی اس کی اذان بھی جائز ہے اور ولد الزنا ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص۵۳ جلد۱ میں ہے ویجوز اذان العبد والقروی واھل المغانۃ و ولد الزنا (الی ان قالوا) من غیر کراھۃ البتہ اگر ریش بریدہ مشت بھر سے کم رکھنے والا ہے تو فاسق ہوا اور اس وجہ سے اس کی اذان مکروہ ہوگی۔ فتاوٰے عالمگیر میں ہے و

Marfat.com

یکرہ اذان الفاسق۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین بیچ اس مسئلہ کے اذان کے متعلق کہ مؤذن اذان مسجد سے باہر کہتا ہے یعنی مسجد کے پیچھے متصل ایک کھوہ ہے اور اس میں رہائش بھی ہے اور اس جگہ میں لاؤڈ سپیکر بھی فٹ کرکے رکھا ہوا ہے اور آبادی بھی صرف اذان کے لئے کی ہے کیا وہاں اذان کہنی جائز ہے یا نہیں؟ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا فتوےٰ ہے۔ مفصل جواب سے نوازیں۔ اہلِ سنت وجماعت جواب دیکر مشکور فرماویں

السائل: محمد حنیف نظامی مدینہ مسجد محراب پور تحصیل کنڈیارو ضلع نواب شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے۔ ہمارے مذہب حنفی میں بھی یہی لکھا ہے۔ غنیۃ المستملی ص ۳۶۲، فتح القدیر ص ۲۱۵ جلد ۱، خلاصۃ الفتاوےٰ ص ۴۹ جلد ۱ میں ہے والنظم منہا فی الاصل وینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد یعنی اصل میں ہے کہ لائق یہ ہے کہ اذان منارہ پر کہی جائے یا مسجد سے باہر اور مسجد میں اذان نہ کہی جائے اور (اصل) امام محمد علیہ الرحمۃ تلمیذِ رشید حضرتِ امام اعظم علیہما الرحمۃ کی کتاب کا نام ہے جو مذہب حنفی کی نہایت مستند کتاب ہے۔ بہرحال اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے اور منارہ بھی نماز کی جگہ سے باہر ہی ہوتا ہے تو متصل کنواں

Marfat.com

پر اذان کہنے میں کیا حرج ؟ بلا شبہ جائز ہے اور محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانے میں بھی مسجد کے باہر ایک بہت او نچے مکان پر حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے۔ سنن ابوداؤد صفحہ جلد ا میں ایک صحابیہ انصاریہ کی روایت ہے کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیہ الفجر یعنی میرا گھر مسجد پاک کے آس پاس تمام گھروں سے اونچا تھا تو حضرت بلال اس پر فجر کی اذان کہا کرتے تھے اور منارہ کو (مئذنہ) بھی اسی لئے ہی کہتے ہیں کہ وہ اذان کے لئے اونچا بنایا جاتا ہے اور مسجد کے متصل مسجد سے باہر ہوتا ہے اور یونہی جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے امام کے سامنے مسجد کے دروازہ پر چنانچہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بھی مسجد کے باہر دروازہ پر ہوا کرتی تھی' ابوداؤد شریف ص۱۵۵ ج۱ میں حضرت سائب بن یزید سے ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب آپ منبر پر جمعہ کے دن جلوہ گر ہوتے تھے تو مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی تھی اور یونہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بھی اور یہ سامنے والی اذان تو برقرار رہی اور اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کے بازار کے ساتھ مکانِ زوراء پر اذان کا حکم دیا۔ ابوداؤد کے اسی صفحہ میں ہے فلما کان خلافۃ عثمان وکثر الناس امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان الثالث فاذن بہ علی الزوراء یعنی جب حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی اور لوگ پہلے سے بھی زیادہ ہوگئے تو آپ نے جمعہ کے دن پہلی اذان کا حکم دیا تو وہ اذان زوراء پر کہی گئی۔ بہرحال روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اذان جمعہ کی ہو یا دوسری، مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے، منارہ پر ہو یا کسی دوسرے مکان پر، مقصود نمازیوں کو سنانا اور خبردار کرنا ہے اور وہ عموماً مسجد سے باہر ہی ہوتے ہیں تو جس مکان سے وہ اچھی طرح سن سکتے ہیں وہاں اذان ہونی چاہئے اور جو مسجد سے باہر ہاں جمعۃ المبارکہ کی دوسری اذان جو امام کے سامنے ہوتی ہے وہ سامنے ہی دروازہ پر سنت کے مطابق کہی جاتے اور کھوہ پر نہ کہیں کہ سامنے نہ رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان وعلمائے دین دریں مسئلہ کہ آیا کہ اذانِ ثانی جمعہ مسجد کے اندر پڑھنی جائز ہے کہ نہیں؟ حوالہ کتب سے تحریر فرما کر جواب سے مشرف فرمادیں بینوا توجروا۔

السائل: الفقیر محمد یار خطیب مسجد چک ۸۴ ۹ ایل حلقہ شیخ فاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسجد کے اندر نہ پڑھی جائے فتاوٰی قاضی خان ص۳۷ جلد۱، خلاصۃ الفتاوٰی ص۴۹ جلد۱، فتاوٰی عالمگیر ص۲۹ جلد۱ میں ہے لا یؤذن فی المسجد (ترجمہ) مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے"۔ اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منبر پر جمعہ کے دن جلوہ فرماتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی۔ اور ایسے ہی حضرت ابوبکر اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بھی، تو ثابت ہوا کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہونی ضروری ہے۔ ہاں اگر اول سے مسجد میں اذان کے لئے مسجد بنانے سے پہلے ہی جگہ اذان کی معین بنالی جو دیوار مسجد میں الماری کیطرح ہو تو اس میں جائز ہے کیونکہ وہ جگہ حکماً مسجد سے باہر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ / ۲۵-۷-۶۷

الاستفتاء

بخدمت گرامی قدر مکرمی معظمی حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب

Marfat.com

السلام علیکم کے بعد عرض مندرجہ ذیل ہے۔ برائے کرم اس مسئلہ کا جواب بحوالہ قوی جلد روانہ فرما کر مشکور فرمائیں ـــــ نماز جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا باہر، فقہ و حدیث نبوی سے جواب منتقل ہو، جواب مسئلہ مندرجہ بالا کا تفصیل سے ہو، مسجد کے اندر ہونے سے مطلب ہے کہ مسجد کے مکان کے اندر اذان ہونی ضروری ہے یا کہ باہر احاطہ مسجد میں جیسے کہ اذان اول ہوتی ہے۔

السائل: مولوی در محمد بستی صادق آباد موضع کوٹ قاضی ڈاکخانہ کرم پور براستہ دہاڑی ضلع ملتان۔

۲۲-۱۲-۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جمعہ کی اذانِ ثانی امام کے سامنے سنت ہے اور اذان اول دوسری نمازوں کی اذانوں کی طرح منارہ یا بلند مکان پر دی جاتی ہے جس کی تفصیل کتبِ فقہیہ میں ہے مگر امام کے سامنے کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کے مکان کے اندر یا باہر مکان کے سامنے نماز کی جگہ پر ہو بلکہ نماز کی مقرر کردہ جائے مسجد جو اصالۃً وہی مسجد ہے اس میں نہ دی جائے بلکہ اس جگہ سے باہر کہیں جائے پھر خواہ مکان کے دروازہ میں ہو یا بیرونی مسجد کے دروازہ پر ہو یا مکان کی شرقی دیوار میں الماری نما جگہ میں ہو جو امام کے سامنے ہو حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں ہے من باب کان وحباہ المنبر۔ سنن ابوداؤد میں ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فتاویٰ قاضیخان ص۳۷، خلاصۃ الفتاویٰ ص۴۹ جلد۱، فتاویٰ عالمگیر ص۲۹ جلد۱، بحر الرائق ص۲۵۵ جلد۱ میں ہے لا یؤذن فی المسجد، غنیہ شرح منیہ ص۳۶۲ میں ہے الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد۔ فتح القدیر ص۲۹ جلد۲ میں ہے لکراھۃ الاذان فی المسجد۔ بہرحال اذانِ ثانی

Marfat.com

بھی اذان ہے، مسجد سے باہر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ ۲۶-۱۲-۶۳

الاستفتاء

نمبر ۱۔ آیا کہ جب جمعۃ المبارکہ کی جو دوسری اذان کہی جاتی ہے تو اس اذان کا جواب دیا جائے یا کہ نہیں اور اس دوسری اذان کے بعد اور خطبہ سے پہلے اس اذان کی دعا مانگی جائے یا کہ نہیں؟

نمبر ۲: آیا کہ جب نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے تو جب امام سلام کہتا ہے اور دائیں طرف منہ پھیرتا ہے تو اس وقت دائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہیئے اور جب بائیں طرف سلام کہتا ہے تو بائیں ہاتھ چھوڑ دینا چاہیئے، یا کہ دونوں طرف سلام کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں؟

السائل: جناب محمد یار صاحب خطیب و امام مسجد چک ۲۹۷/ ج ب، ڈاکخانہ چک ۱۹۶/ ج ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب ؎

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

۱: ہاں اس اذان کا جواب بھی جائز ہے اور بعد اذان دعائے اذان بھی جائز ہے کہ اجابت

؎ جوابی کارڈ پر "الجواب النور والصواب" لکھا ہے اور یونہی "اللہ تعالیٰ اعلم" کی جگہ "المولیٰ تعالیٰ اعلم" اور درود پاک "وصلی علیٰ حبیبہ وسلم" لکھا ہے کہ ادب کا یہی تقاضا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اذان و دعا کی حدیثیں مطلق ہیں اپنے اطلاق سے اذان ثانی کو بھی شامل ہیں اور بالخصوص اس اذان کے جواب کی حدیث صحیح بخاری ص۱۲۵ جلد ۱ میں بڑے واضح طور پر موجود ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شروع خطبہ سے پہلے پہلے ایسا کلام جو دنیاوی نہ ہو۔ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ طحطاوی علی المراقی ص۳۱۲ میں ہے انما یکرہ ما کان من جنس کلام الناس اما التسبیح وغیرہ فلا۔

۳: نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعد ازاں دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور پھر دونوں سلام کہے۔ خلاصۃ الفتاوٰے ص۲۲۵ جلد ۱ میں ہے فالصحیح انہ یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین ھکذا فی الذخیرۃ۔ (ترجمہ) صحیح یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والا دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں سلام کہے، اس طرح ذخیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مولانا صاحب آئندہ مسئلہ کے لئے کارڈ نہ بھیجا کریں بلکہ لفافہ ہونا چاہیئے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۰-۱۱-۶۱

Marfat.com

تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین

جمعہ کی اذانِ ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

Marfat.com

جمعہ کی اذان ثانی کے جواب دینے اور اس اذان میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں یہ رسالہ ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء میں سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔

اس رسالہ کا آغاز باقاعدہ خطبہ سے ہوتا ہے مگر اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔۔۔۔۔ برادر گرامی حضرت علامہ ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے رسالہ قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے فتاوی نوریہ جلد اول کی فہرست میں درج ذیل تعارفی کلمات تحریر فرمائے:

"جمعہ کی اذان ثانی کا جواب اور اس اذان میں نام پاک آنے پر انگوٹھے چومنے کے جواز میں نہایت مدلل اور مبرہن رافع اشکالات رسالہ"

(فتاوی نوریہ حصہ اول پہلا ایڈیشن ص۵۳۶)

اب اس رسالے کو "تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین" یعنی "جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم" کا عنوان دیا جا رہا ہے۔

محمد محب اللہ نوری

۵/ اگست ۱۹۹۱ء

Marfat.com

الاستفتاء [ل]

نمبر۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ جمعۃ المبارکہ کی اذانِ ثانی کے بعد دعا مانگنا جائز ہے ؟

نمبر۲ : اذانِ ثانی کا جواب جائز ہے ؟ نامِ پاک آنے پر انگوٹھے چومنے جائز ہیں ؟ اگر یہ امور جائز ہیں تو بعض کتابوں میں جو حدیثِ پاک اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ و لا کلام کے تحت عدم جواز لکھا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے ؟

نمبر۳ : مشکوٰۃ شریف باب حرمِ مکہ حرسہا اللہ تعالیٰ ص۲۳۷ اصح المطابع پر ہے عن جابر قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الضبع قال ھو صید و یجعل فیہ کبشا اذا اصابہ المحرم رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ والدارمی کی وضاحت فرماویں، عین نوازش وشفقت ہوگی۔

مستفتی :۔ منظور احمد غفرلہ مدرس دار العلوم عالیہ عربیہ مدینہ مسجد ساہیوال

۲۸-۵-۱۳ ہجری المقدس

(جواب ص۲۸۱ پر ملاحظہ کریں)

[ل] یہ استفتاء تین سوالوں پر مشتمل ہے پہلے دو سوالوں کا حضرت مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیلی جواب دیا ہے جب کہ تیسرے سوال کا جواب فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے میں بھی درج نہیں ہے ---
اس دوسرے سوال میں مذکور حدیث پاک میں "بجو" کے شکار کا ذکر ہے۔ سائل کے استفسار کا مقصد غالباً یہ ہے کہ اگر بجو شکار ہے تو پھر کیا اسے کھانا حلال ہے؟

(باقی اگلے صفحے پر)

Marfat.com

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

جواباً معروض کہ صید یعنی شکار سے مراد' ایسے وحشی جانور ہیں جو خلقتاً انسانوں سے غیرمانوس ہوں چنانچہ نیل گائے اور ہرن وغیرہ شکار ہیں اور گائے' بکری وغیرہ شکار نہیں۔ بحالت احرام خشکی (جنگل) کا شکار منع ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ حرم علیکم صید البر مادمتم حرما (المائدہ 96) یعنی حرام ہے تمہارے لئے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں رہو۔ وحشی جانور کا شکار کر بیٹھے تو جزاء لازم ہے۔ البتہ کوا' چیل' چوہا' کاٹنے والا کتا' بچھو اور سانپ کو حضور علیہ السلام نے مستثنیٰ قرار دیا لہٰذا محرم یا غیر محرم کے لئے حرم یا غیر حرم میں بطور عادت ابتداءً حملہ کرنے والے ان موذی جانوروں کے قتل کی اجازت ہے۔ اسی طرح وہ جانور یا درندے جو اکثر و بیشتر عادتاً حملہ کرنے میں پہل نہیں کرتے (جیسے بجو' لومڑی وغیرہ) حملہ آور ہوں تو ان کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ حدیث مذکور میں حضرت جابر کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا بجو ان موذی جانوروں میں سے ہے جن کا قتل معاف ہے۔ یا یہ شکار ہے جس پر کفارہ و جزا لازم آتی ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بجو شکار ہے محرم جب اس کا شکار کرے تو اس کے عوض چھترا دے دے۔

شکار کا لفظ احناف کے نزدیک تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا حرام۔ لہٰذا اس حدیث پاک میں بجو کو شکار کہنے سے اس کی حلت ثابت نہیں ہوتی۔

مشکوٰۃ شریف کی محولہ بالا حدیث سے اگلی حدیث میں ہے' حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجو کے بارے میں دریافت کیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "او یاکل الضبع احد" کیا کوئی بجو بھی کھاتا ہے؟ (یعنی کوئی مسلمان اسے کھانا پسند نہیں کرتا۔)

نیز حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر کیل دار جانور کو ناجائز قرار دیا ہے اور بجو بھی کیل دار جانور ہے لہٰذا اسے کھانا منع ہے۔

(محمد محب اللہ نوری)

11 اگست 1991ء

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لی النور والصواب

الحمد لله الذی بذکره تطمئن قلوب الذین یذکرون الله قیاما وقعودا و علیٰ جنوبهم و قال بکرمه یا ایها الذین اٰمنوا اذکروا الله ذکرا کثیرا فان الذکر ماحی عیوبهم وصلی الله تعالیٰ علیٰ من رفع ذکره و جعله ذکرا من ذکره وجعل اکثار الصلوٰة علیه غرفا من بحره وعلیٰ اٰله و اصحابه المتأدبین باٰدابه ۔

امورِ مذکورہ سوال بلاشک وشبہ وگنجائشِ ریب شرعًا جائز بلکہ مستحسن ومطلوب ہیں ۔ اطلاقات وعموماتِ آیاتِ متکاثرہ واحادیثِ متظافرہ واجماع ائمہ وجمیع امت سے جواز وحسنِ دعا روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح و ہویدا ہے کما بیناہ فی فتاوانا ۔ اور اطلاق وعموم سے استدلال سلف وخلف سے شائع وذائع ہے اس کا انکار ہوش وخرد کا انکار ہے کما بینه مجدد المأة الحاضرة علیه الرحمة فی اقامة القیامة ص٣٦ تا ٣٨ و بذل الجوائز ص٤٢ وغیرها من تصانیفه المنیفة و فتاویه الشریفة تو لامحالہ یہ دعا بھی جائز ومستحسن ہی ہوگی ۔ پھر اس دعا کی ابتداء بالخصوص درودِ پاک سے ہے اور درودِ پاک کا استحسان فرمانِ فرقانِ مبین اور فرامینِ احادیثِ شریفہ واجماع سے بروجہِ اتم ثابت[عہ] بلکہ یہ دعائے مخصوص احادیثِ مرفوعہ مسندہ کتب

عہ اور اسی بناء پر فقہائے کرام نے بھی اس کا ذکر عام فرمایا ۔ شامی ص٣٤٣ جلد١ میں ہے قوله ویدعو (الخ) ای بعد ان یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم لما رواه مسلم وغیره اذا سمعتم المؤذن الخ اور بالخصوص یوم جمعہ اکثار کا امر ہے فاکثروا علی من الصلوٰة فیه (ای یوم الجمعة) فان صلوٰتکم معروضة علی ۔ مرفوعا ابن کثیر ص١٤٣ جلد٣ ١٢ منہ غفرلہ

فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

معتمدہ صحاح ستہ وغیرہا سے ثابت، مثلاً اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علیّ فانہ من صلی علیّ صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ہو فمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ رواہ مسلم ص۱۶۶ جلد۱ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ اس امر صلوا اور سلموا کا عموم بوجہ ظرفیت اذا سمعتم اور حیثیت لام المؤذن مستمع اذان ثانی پر بھی حاوی، تو لامحالہ یہ درود و دعا یقیناً مستحسن ومطلوب ہے بلکہ بالخصوص خود محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اذان جمعہ کے بعد دعا رحدیث صحیح سے ثابت کما صرح بہ فی الفتاویٰ الرضویۃ ص۴۶۳ جلد۳ حالانکہ اصل عدم خصوص ہے لقولہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الآیۃ تو جب تک کسی دلیل خاص سے اس کو خاصۂ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ کیا جائے اس وقت تک ہمارے لئے بھی جائز وحسن ومسنون ہی رہے گی چہ جائیکہ عموم "صلوا" اور "سلموا" خصوصیت کے نافی ہیں۔ نیز یہ درود و دعا وجواب اذان سب ذکر اللہ ہیں اور ذکر اللہ کا استحسان صدہا آیات مبارکہ اور ہزارہا احادیث متبارکہ سے امس وشمس سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور صرف جواز و استحسان ہی نہیں بلکہ بلا حد وعد بکثرت کرتے رہنے کے بکثرت احکام کتاب وسنت سے نہایت ہی عیاں و تاباں ہیں مثلاً قال اللہ تعالیٰ یاایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اور حدیث عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال لسانک رطبا بذکر اللہ تعالیٰ ابن کثیر ص۴۹۵ جلد۳ بحوالہ ائمہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ۔ نیز اسی میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا کی تفسیر میں ہے ان اللہ تعالیٰ لم یفرض علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اہلہا فی حال العذر غیر الذکر فان اللہ تعالیٰ لم یجعل

سه رواہ البخاری ص۱۲۵ جلد۱ ۱۲ منہ غفرلہ

سه وسیجئ تخریجہ ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

له حدا ينتهى اليه ولم يعذر احدا فى تركه الا مغلوبا على تركه فقال اذكروا الله قياما وقعودا وعلى جنوبكم بالليل والنهار فى البر والبحر وفى السفر والحضر والغنى والفقر والسقم والصحة والسر والعلانية وعلى كل حال۔ اور جب بلاحد وعد تمام حالات میں ذکر اللہ مستحسن و مطلوب ہوا تو لامحالہ یہ اذکار درود و دعا و جوابِ اذان بھی جائز ہوئے الا ان یمنع مانع خاص۔ اقامۃ القیامہ ص۲۶ میں ہے ،مطلق ذکر الٰہی کی خوبی قرآن وحدیث سے ثابت ،تو جب کبھی کہیں کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتر ہی ہوگی۔ ہر ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پائخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت الخ بلکہ جوابِ اذان دعا و درود کی طرح بالخصوص بھی بکثرت احادیثِ مرفوعہ صحاح ستہ وغیرہا سے صراحۃً ثابت جس کی مثال مسلم سے گزر چکی۔ وہ احادیث اتنی عام ہیں کہ ان کا ظاہری تقاضا ان اذانوں کے جوابوں کو بھی ثابت کرتا ہے جو کسی نماز کے لئے نہیں جیسے اذانِ نومولود ،شامی ص۳۶۹ جلد ا میں ہے بقی هل يجيب اذان غير الصلوٰة كالاذان للمولود لم اره لائمتنا والظاهر نعم ولذا يلتفت فى حيعلته كما مر وهو ظاهر الحديث نیز اسی ص۳۶۹ میں یوں بھی بیانِ عموم ہے ويظهر لى اجابة الكل بالقول لتعدد السبب وهو السماع۔ اور انہی احادیث کے حکم عام کی بنا پر ہمارے بعض فقہائے کرام اور ائمہ عظام نے جوابِ اذان میں اجابتِ قولیہ کا وجوب اختیار فرمایا۔ بدائع صنائع ص۱۵۵ جلد ا ،بحر الرائق ص۲۹۵ جلد ا ،شلبی علی الزیلعی ص۸۹ جلد ا ،در المختار ص۳۶۷ ، ہندیہ ص۲۹ جلد ا وغیرہا میں ہے والنظم من الدر والظاهر وجوبها باللسان لظاهر الامر فى حديث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول الخ اور عینی علی البخاری ص۶۳۵ جلد ۲ میں ہے احتج بقوله صلى الله عليه وسلم "فقولوا" اصحابنا ان اجابة المؤذن واجبة على السامعين لدلالة الامر على الوجوب اور بعض حضرات نے مستحب فرمایا کہ یہ امر استحبابی ہے۔ شامی ص۳۷۱ جلد ا میں امام طحاوی سے ہے ان الامر للاستحباب

Marfat.com

والندب (الى ان قال) وبه تايد ماصرح به جماعة من اصحابنا من عدم وجوب الاجابة باللسان وانها مستحبة (الى ان قال) والذى ينبغى تحريره فى هذا المحل ان الاجابة باللسان مستحبة۔

بہرحال استحباب سے کم کسی کا قول نہیں تو ثابت ہوا کہ اذانِ ثانی کا جواب کم از کم مستحب ضرور ہے بلکہ حدیثِ مرفوع صحیح بخاری سے صراحۃً ثابت کہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پہ اس اذان کا جواب دیا۔ صحیح بخاری ص۱۲۵ جلد ا میں ہے کہ حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے، مؤذن نے اذان شروع کی پس کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر کہا اشهدان لا اله الا الله تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا وَاَنَا، پھر کہا واشهدان محمد رسول الله تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا وَاَنَا، پھر جب اذان پوری ہوئی تو حضرتِ معاویہ نے فرمایا ايها الناس انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على هذا المجلس حين اذن المؤذن يقول ماسمعتم منى مقالتى یعنی اے لوگو! بیشک میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس پر جبکہ مؤذن نے اذان دی فرماتے ہوئے وہ جو تم نے میرا کہا مجھ سے سنا ہے اور پہلے گذر چکا کہ اصل عدم الخصوص ہے جو یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب دینے سے بھی صراحۃً ثابت ہو رہا ہے لہٰذا عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے فوائد میں فرماتے ہیں وفيه اجابة الخطيب للمؤذن وهو على المنبر اور خطیب کے لئے جائز ہوا تو دوسرے حاضرین کے لئے بھی ضرور جائز ہوگا عہ لعدم الفارق والمانع اور یونہی تقبیل الابہامین بھی جائز و مستحسن کہ یہ عرفاً محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آیاتِ متواترہ واحادیثِ متظاہرہ سے یقیناً

عہ كما سيجئ عن الطحطاوى الاستدلال بهذا الحديث على جواز كلام الغير الدنيوى عموما ۱۲ منہ ص۲۱۴

Marfat.com

ثابت، تو تقبیل الابہامین بھی ضرور ثابت ہوئی وذا مما لا یخفی وقد بینہ بما لا مزید علیہ المجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی منیر العین ونہج السلامۃ وغیرھا۔ رہی وہ حدیث پاک اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام تو اس سے تقبیل الابہامین اور درود و دعا و جوابِ اذان و اذکار کا حرام ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس کا عموم و اطلاق بایں معنی کہ ہر نماز اور ہر کلام حرام ہو ہرگز ہرگز مراد نہیں، کیا اذان اور خطبہ[عہ] کلام نہیں؟ اور نمازِ جمعہ نماز نہیں؟ کیا صاحب ترتیب پر نمازِ فائتہ کی قضاء لازم[عہ] نہیں؟ کیا خروج امام کے ساتھ تمام جہان میں نماز و کلام سے بندش ہو جاتی ہے یا کم از کم صرف روئے زمین پر؟ نہیں نہیں بلکہ کسی ایک اقلیم میں بلکہ ایک علاقہ یا ایک شہر یا کم از کم ایک محلہ میں ہی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر وقتِ خروج سے قیامت تک کے لئے ثابت ہے یا کسی ایک صدی کے لئے یا کم از کم سال، یا یہ بھی نہیں تو ایک مہینہ یا ہفتہ یا کم از کم اسی دن کے آخر تک ثابت رہتی ہے، ہرگز نہیں، تو ثابت ہوا کہ اس نماز و کلام ممنوع سے مراد خاص نماز اور خاص ہی کلام ہے، نماز میں تو کوئی نزاع نہیں لہذا بیانِ کلام پر اکتفا ہے فاستمع بقلب شہید اصح یہ ہے کہ اس کلام[للعہ] سے مراد حاضرینِ[عہ] مسجد کی دنیاوی کلام ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ ص۳۷ جلد ۲، کفایہ ص۳۸ جلد ۲، بحر الرائق ص۱۵۵ جلد ۲، شامی ص۷۶۰ جلد ۱، طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱، ۳۱۲ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم للشامی (قولہ ولا کلام) ای من جنس کلام الناس اما التسبیح ونحوہ فلا یکرہ وھو الاصح طحطاوی علیہ الرحمۃ نے یہ اور فرمایا ومن ثمہ قال فی البرھان وخروجہ قاطع للکلام ای کلام الناس اھ فعلم بھذا انہ لا خلاف بینھم فی جواز

عہ بحر الرائق ص۱۵۵ جلد ۲ وغیرہ میں مصرح کہ یہ ممانعت امام کو بھی شامل ہے اطلق فی المنع فشمل الامام ۱۲ منہ وقد صرح باللزوم قاضیخان علیہ الرحمۃ وغیرھم ۱۲ للعہ یعنی وہ کلام جو صرف عند الامام الاعظم ممنوع ہے قبل الخطبہ ۱۲ منہ
شامی علیہ الرحمۃ ثلاثین ص۲۳۵ جلد ۱ میں فرماتے ہیں قال الامام الحافظ العلامۃ محمد بن طولون الحنفی فی بعض رسائلہ ان اطلاقات الفقہاء فی الغالب مقیدۃ بقیود یعرفہا صاحب الفہم المستقیم الممارس للفن وانما یسکتون اعتمادا علی صحۃ فہم الطالب اور یونہی ص۳۳ جلد ۱ میں حضرت علامہ ابن نجیم سے نقل فرماتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

غیر الدنیوی علی الاصح ویحمل الکلام الوارد فی الاثر علی الدنیوی ویشهد له ما اخرجه البخاری ان معاویة اجاب المؤذن الی اخر ما ذکر الطحطاوی تو صاف صاف ثابت ہوا کہ اذکار وغیرہ سے یہ حدیث مانع نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ حدیث مذکور سوال قابل استدلال بھی ہے۔ فتح القدیر ص۳۶۷ جلد ۲، طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱، شامی ص۶۶۷ جلد ۱، مرقاۃ ص۲۶۹ جلد ۳ میں ہے ان رفعه غریب والمعروف کونه من کلام الزهری یعنی اس کا مرفوع ہونا ضرور غریب ہے اور وہ کچھ جو پہچانا گیا ہے یہ ہے کہ یہ زہری تابعی کا کلام ہے۔ نصب الرایہ ص۲۰۱ جلد ۲ میں ہے قلت غریب مرفوعا قال البیهقی رفعه وهم فاحش انما هو من کلام الزهری یعنی میں کہتا ہوں کہ مرفوع ہونے کی حیثیت سے غریب ہے۔ امام بیہقی نے فرمایا اس کا رفع وہم ظاہر ہے تو زہری ہی کا کلام ہے۔ غنیۃ المستملی ص۲۴۰ میں ہے وانما لم نستدل بما استدل به فی الهدایة وغیرها وهو اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام لان رفعه غریب والمعروف کونه من کلام الزهری یعنی ہم نے ہدایہ وغیرہا کے مستدل بہ اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام سے صرف اسلئے استدلال نہیں کیا کہ اس کا رفع غریب اور معروف یہی ہے کہ زہری کا اپنا کلام ہے۔ ان حضرات کا اس حدیث کے متعلق "رفعہ غریب اور المعروف الخ" فرمانا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ غریب بمعنیٰ شاذ ہے اور شذوذ اقسام طعن فی الحدیث سے ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ مشکوٰۃ ص۶ میں ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ ای شذوذا هو من اقسام الطعن فی الحدیث۔ پھر لطف مزید یہ کہ امام زہری تابعی نے بھی بعینہٖ یہ کلمات نہیں فرمائے۔

فتح القدیر، نصب الرایہ، غنیہ، مرقاۃ میں متصلاً ہی فرمایا "رواه مالك فی الموطا قال خروجه یقطع الصلوٰة وکلامه یقطع الکلام یعنی امام مالک نے مؤطا میں اس کو روایت فرمایا کہ زہری نے فرمایا کہ امام کا نکلنا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا کلام بند کر دیتا ہے۔ نصب الرایہ میں یہ اور فرمایا" وعن مالك رواه محمد بن الحسن فی موطاه کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے اس کو

Marfat.com

امام مالک علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے مؤطا میں روایت فرمایا۔ امام زہری کا یہ کلام یونہی مؤطا امام مالک ص۳۶ طبع دارالاشاعت، مؤطا امام محمد ص۱۰۱ طبع یوسفی میں ہے۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ زہری تابعی یوں فرماتے کیوں ہیں؟ تو مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد اور سنن بیہقی ص۱۹۳ جلد۳ طبع حیدرآباد، سے صراحۃً مستفاد کہ امام زہری کا یہ ارشاد اپنے استاذ حضرتِ ثعلبہ بن مالک کے بیان مسند سے مستفاد ہے والنظم من مؤطا مالک۔ مالک عن ابن شہاب عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی انه اخبره انهم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعة حتی یخرج عمر بن الخطاب فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر اذن المؤذنون قال ثعلبة جلسنا نتحدث فاذا سکت المؤذنون وقام عمر یخطب انصتنا فلم یتکلم منا احد قال ابن شهاب فخروج الامام یقطع الصلوٰة وکلامه یقطع الکلام۔ بلکہ امام ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار ص۲۱۷ جلد۱ میں اور امام بیہقی سنن بیہقی ص۱۹۳ جلد۳ میں اپنی اپنی سندوں سے ابن شہاب زہری سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرتِ ثعلبہ بن ابی مالک نے یہ خبر دی والنظم عن الطحاوی عن ابن شهاب قال اخبرنی ثعلبة بن ابی مالک القرظی ان جلوس الامام علی المنبر یقطع الصلوٰة وکلامه یقطع الکلام وقال انهم کانوا یتحدثون حین یجلس عمر ابن الخطاب علی المنبر حتی یسکت المؤذن فاذا قام عمر علی المنبر لم یتکلم احد حتی یقضی خطبتیه کلتیهما ثم اذا نزل عمر عن المنبر وقضی خطبتیه تکلموا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری ص۳۱۶ جلد۳ طبع عامرہ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں اخرجه الطحاوی ایضا باسناد صحیح۔ یہ حضرتِ ثعلبہ صحابی ہیں یا تابعی جو زمانِ فیض توامان حضرتِ فاروقِ اعظم

؎ تقریب التہذیب ص۳۰ میں ہے مختلف فی صحبته وقال العجلی تابعی ثقة ۱۲

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دیتے ہیں کہ ان کے منبر پر جلوہ فرما ہونے کے وقت جمعہ کے دن اختتامِ اذان تک انهم كانوا يتحدثون یعنی بے شک وہ حاضرین گفتگو کرتے رہتے تھے اور یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ امام کا منبر پر بیٹھنا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا (خطبہ دینا) کلام بند کر دیتا ہے و لا شك فی وفور الصحابة فی زمنه المقدس و انهم لا يسكتون علی باطل رضی اللہ تعالی عنهم فسقط ما قیل هذا استدلال[عہ] بالسكوت۔ تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اس حدیث سے حرمتِ کلام قبل الخطبہ پر استدلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے کلمات موثوق بہا جوازِ کلام کی صریح دلیل ہیں اور جب جوازِ کلام ثابت ہوا تو اس کلام سے مراد ہمارے نزدیک کلام متعلق بآخرت ہے تاکہ اس کے متعارض نہ ہو جو حضرتِ مولیٰ علی اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ وہ امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام پسند نہ فرماتے تھے لتتفق كلماتهم و لا تتعارض پھر نظرِ فقہی نے حکمِ فقہی اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام کا مبنٰی یہ پایا کہ خروجِ امام خطبہ کے لئے ہوتا ہے اور استماعِ خطبہ فرض اور اذانِ ثانی مقدمۂ مسنونہ ہے تو اگر حاضرِ مسجد نماز شروع کر دے یا دنیاوی[عہ] کلام تو ہو سکتا ہے کہ امام خطبہ شروع کر دے اور استماع فوت ہو جائے۔ مبسوط منہ۳ جلد۲ میں ہے فيجعل بعد الخروج كالشارع فيها من وجه۔ شامی ص۷۶۹ جلد۱ میں ہے ينتظرون خروج الخطيب متهيئون لسماعه۔ پھر جب خطبہ شروع نہ کیا اور اذان شروع ہوگئی تو وجہِ وجیہ شرعی نے بتا دیا کہ اختتامِ اذان تک خطبہ ملتوی ہے تو اب وہ انتظار بھی اتنی دیر تک نہ رہی تو کلام اخروی بطریقِ اولٰے جائز ہوئی لارتفاع علة المنع۔ اور یونہی جب امام سلے دعاتے اذان شروع کی تو حاضرین کو بھی فرصتِ دعا مل گئی، یہ تو صرف وقت قبل الخطبہ ہے۔ ہم بفضلہ و کرمہ تعالٰی اس کی نظیر عینِ خطبہ میں ثابت کرتے ہیں۔ صحاح ستہ وغیرہا کی احادیثِ صریحہ کثیرہ بامر الركعتين لجائی وقت

عہ كما فی البدائع ۱۲ عہ یہ ایسا کلام ہے جو طول پکڑ سکتا ہے اور بوجہ غفلت سماع فوت ہو سکتا ہے اور اخروی کلام باعثِ غفلت نہیں اور امام کے کھڑے ہوتے ہی بند ہو سکتا ہے بخلاف نماز کہ وہ بلا تشہد خاص تک پہنچے اختتام پذیر نہیں ہو سکتی فاتضح الفرق و استبان الحق ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

الخطبہ مروی ہیں۔ حضرتِ امام شافعی ان کی بنا پر مجوزِ نماز ہیں مگر ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک دورانِ خطبہ میں بوجہ فرضیت استماع و انصات نہیں پڑھ سکتا تو ان احادیثِ کثیرہ کا ایک جواب مستقل یہ دیا کہ ہوسکتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنے والے کے لئے اس کے نماز سے فارغ ہونے تک خطبہ بند فرما دیا ہو۔ مبسوط ص۲۹ جلد۲، تبیین الحقائق ص۸۰ جلد۱، کبیری ص۲۳۹، فتح القدیر ص۳۷ جلد۲، نصب الرایہ ص۲۰۳ جلد۲، عمدۃ القاری ص۳۱۳ جلد۳، مرقاۃ ص۲۵۳، ص۲۶۹ جلد۳ میں ہے والنظم من الفتح لجواز کونہ قطع الخطبۃ حتی فرغ وھو کذلک عـــہ رواہ الدارقطنی فی سننہ من حدیث عبید بن محمد العبدی الخ تو روزِ روشن کیطرح معلوم ہوا کہ جب ایک وقت مقرر تک خطیب خطبہ دائرہ بند کردے تو اس دوران میں نماز جائز ہے تو کلام بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی لعدم الفارق مع عدم لزوم امتدادہ کالصلوٰۃ۔

اور ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ عـــہ کی نظر میں اولیٰ یہ کہ ان حدیثوں کو وقتِ قبل الخطبہ پر محمول کیا جائے مرقاۃ ص۲۵۳ جلد۳ میں فرماتے ہیں فالاولی ان یقال معنی قولہ یخطب ای یرید ان یخطب ولیس قولہ امسک عن الخطبۃ نصا فی قطع الخطبۃ لانا نقول المراد امسک عن شروعھا۔

بہرحال مقصود واضح ہے۔ نیز دورانِ خطبہ میں جب خطیب کا رکنا متیقن ہوجائے تو صراحۃً جوازِ کلام کلام عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دورانِ خطبہ میں مجمع صحابہ کرام میں عرض کیا اور کسی نے قطعاً انکار نہ کیا فکان ذا اجماعا منھم بمثل ذلک الحال رواہ الائمۃ مالک فی الموطا ص۳۵ ومحمد فی الموطا ص۵۶ والبخاری

عـــہ زیلعی نے فرمایا بل ھو الظاھر ۱۲ عـــہ عمدۃ القاری ص۳۱۳ جلد۳ میں ہے الجواب الثانی ان ذلک کان قبل شروعہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخطبۃ وقد بوب النسائی فی سننۃ الکبری علی حدیث سلیک قال باب الصلوٰۃ قبل الخطبۃ ثم اخرج عن ابی الزبیر عن جابر قال جاء سلیک الغطفانی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد علی المنبر الحدیث ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ابن عمر عن وغیرھم علیمی مطبع ۶۵ صہ الترمذی و ۲۸۰ صہ ومسلم ۱۲۱ صہ
وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و النظم من الامام محمد
ان رجلا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عثمان بن عفان صہ)
دخل المسجد یوم الجمعۃ وعمر بن الخطاب یخطب
الناس فقال ایۃ ساعۃ ھذہ فقال الرجل انقلبت من السوق
فسمعت النداء فما زدت علی ان توضأت ثم اقبلت قال عمر و
الوضوء الحدیث، اور اس کی نظیر نماز میں اذا امن الامام فامنوا رواہ البخاری
۱۰۸ صہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ استماعِ قرأت
نماز فرض ہے مگر تامینِ امام کے وقت امرِ تامین ہے، تو ماہِ نیم ماہ و مہر نیم روز کیطرح واضح ہوا کہ جوابِ
اذان جائز ہے۔ اور جب امام دعائے اذان کرے تو مقتدی بھی کر سکتے ہیں۔ نیز یہ حکمِ فقہی کراہتِ کلام
بعد خروج الامام اس لئے ہے کہ وہ وقتِ انتظارِ خطبہ ہے، مبسوط سے سن چکے فیجعل بعد الخروج
کالشارع فیھا من وجہ تو یہ نظیر منتظرِ نماز ہے جو شرعاً حکمِ نماز میں ہے لا یزال احدکم
فی صلوۃ ما کانت الصلوۃ تحبسہ رواہ البخاری ۹۰ صہ عن ابی ھریرۃ
مرفوعًا حالانکہ منتظرِ نماز پر کلامِ اخروی مکروہ نہیں حالانکہ وہ حکمًا نماز میں ہے تو منتظرِ خطبہ پر کیوں مکروہ
ہوئی؟ تو لامحالہ تحقیق یہی ہے کہ جن آثار سے کراہتِ کلام ثابت ہو رہی ہے۔ اس کلام سے مراد کلامِ دنیوی
ہے اور جن دلائلِ کثیرہ سے جواز ثابت ہو رہا ہے تو وہ کلامِ اخروی کا ہے۔ پھر نصوصِ مجوزہ کی کثرت و
صراحت کا بھی یہی تقاضا ہے اور اصل انعدام تعارض اور توفیق و تطبیق ہی ہے۔ غنیۃ المستملی ۲۴۰ صہ میں ہے
اذھی (المعارضۃ) خلاف الاصل فلا یحکم بھا الا عند عدم امکان التوفیق پھر صدہا آیات
متظافرہ واحادیثِ متظاہرہ اور اقوالِ متکاثرہ عامہ وخاصہ جو قیودِ حد و عد سے بالا تر ہیں وہ بھی مجوزِ اذکار و
ادعیہ واجابتِ قولیہ اذان ہیں کمامر، تو کیا چند آثارِ موقوفہ ومحتملہ سے نصوصِ متواترہ منسوخ ہو سکتی ہیں

عہ کما صرح بہ ابو ھریرۃ رواہ مسلم ۱۲ عہ تقیید المطلق نسخ الاطلاق عندنا کما صرح بہ فی الاصول ۱۲

Marfat.com

ہیہات ہیہات ، ہرگز نہیں ہرگز نہیں ۔ احادیثِ اجابت و ادعیۂ اذان جو صحاح وصراح ہیں کیا وہ سب صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہیں کہ وہی مخاطب ہیں لہذا ہمیں اجازت نہ ہو ، یا صرف ملکِ عرب کی اذانوں کے لئے یا اذانہائے مؤذنین محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، یا ان میں سے کسی ایک کی اذانوں ، یا ان اذانوں سے کسی ایک اذان کے ساتھ مختص ہوں ، یا کسی خاص زمانے یا قوم کے مؤذنین کے متعلق ہو ، کیا خالد یا ولید کی اذانیں قابلِ اجابت دعا ہیں یا نہیں ؟ الیٰ غیر ذلک من الصور العامۃ والخاصۃ المتجاوزۃ آلاف الوف آلاف الالوف ۔ بالاتفاق ایسے بے سروپا اوہام خیالاتِ خام اور اوہام ناتمام قطعاً قابلِ سماع نہیں کہ وہ احادیث یقیناً عام وشامل ہیں اور صورتِ مسؤلہ بھی اسی عموم کے تحت داخل اور بہ اسے شامل ،

اذان علی القبر جو کسی نماز کے لئے نہیں اور اس کے متعلق شامی ص۳۵۸ جلد ا میں ردہ ابن حجر اور ص۸۳۷ جلد ا میں لا یسن ہے ۔ اس کا جواز فضائل ذکر و دعا ، و درود کی آیات واحادیث اور احادیثِ متعلقہ اذان سے اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں ثابت فرمایا ہے جو جائز و مسلّم ہے مگر سخت ترین حیرت یوں دامن گیر کہ وہی دلائل آیات واحادیث اور احادیثِ اذان اس اذانِ واقعی (جو خصوصی نماز کی اذان ہے) کے جواب و دعا ثابت کرنے سے قاصر کہے جاتے ہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔ فقیر نے آج تک امام اہلِ سنت اعلحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی کتاب میں باوجود کثرتِ مطالعہ یہ قطعاً نہیں پایا کہ امورِ مذکورہ سوال ناجائز ہیں اور آیات واحادیث ان کے اثبات سے قاصر ہیں بلکہ ایسا کوئی اشارہ تک نہیں ملا البتہ بعض حضرات نے درالمختار کے حوالہ سے فرمایا کہ اس اذان کا جواب مقتدیوں کے لئے ناجائز ہے تو ۔۔۔۔۔۔ عبارتِ درالمختار کی تنقیح و

عہ بہارِ شریعت حصہ سوم مسئلہ میں حکم فقہی مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے ، کے عموم سے استدلال فرماتے ہوئے کہا : یہ حکم ہر اذان کے لئے ہے فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان اس سے مستثنےٰ نہیں ۔ اذانِ ثانی جمعہ بھی اسی میں داخل ہے حالانکہ احادیثِ اجابت و دعائے اذان عام ہیں کوئی اذان ان سے مستثنیٰ نہیں ، اذانِ ثانی جمعہ اسی میں داخل ہے ۔ کیا عموم احادیث عموم کلام مشائخ جتنی طاقت بھی نہیں رکھتا ، اور ساتھ ہی کتب فقہیہ کا عموم بھی بلا استثناء ہی ہے ، یا صرف نہر الفائق کی رائے سب کو اڑا دے گی ! ہرگز نہیں ! منہ غفرلہ

Marfat.com

جواب ہی اس کا جواب ہے۔ درالمختار ص۳۷۱ جلد۱ مطبوع مع الشامی میں ہے قال وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب۔ شامی میں ہے (قولہ قال ای فی النھر۔

تو اس عبارتِ درمختار کا حاصل یہ ہوا کہ صاحبِ نہر نے نہرؔ میں: فرمایا چاہیے کہ جواب نہ دے زبان سے بالاتفاق اس اذان میں جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے تو اولًا اسؔ "چاہیے" سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منقول فی المذہب نہیں بلکہ صاحبِ نہر کی رائے ہے جو مذہب نہیں بن سکتی و ذا ظاھر جدا علی من رأی کلمات القوم بلکہ خود صاحبِ نہر نے تصریح فرمائی کہ میں کہتا ہوں کما سیجیٔ عن المنحۃ پھر یہ رائے بھی اسی قدر ہے کہ جواب نہ دینا چاہیے اور یہ نہیں فرمایا کہ ناجائز ہے تو اس سے ناجائز سمجھنا جائز نہیں۔ غالبًا اسی بنا پر درِمختار میں جب ان لوگوں کا بیان کیا جن پر جوابِ اذان نہیں تو اس کی طرف اشارۃً تک بھی نہ کیا۔ درمختار ص۳۶۸ میں یجیب من سمع الاذان کی شرح میں ہے لا حائضا و نفساء و سامع خطبۃ و فی صلوٰۃ جنازۃ وجماع ومستراح الخ حیض ونفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نمازِ جنازہ پڑھنے والے اور جو جماع میں مشغول یا قضائے حاجت میں ہو ان پر واجب نہیں، تو معلوم ہوا کہ صاحبِ درِمختار کو یہ مختار نہیں کہ منتظرِ خطبہ پر بھی جواب نہیں چہ جائیکہ ناجائز بتائیں۔

ثانیًا۔ اس رائے کا مبنیٰ دوسری رائے ضعیف پر ہے کہ عند الامام الاعظم قبل الخطبہ کلامِ اخروی بھی مکروہ ہے وقد بینا فساد المبنی والمبنی علی الفاسد فاسد طحطاوی علی الدر ص۱۸۹ ج۱ میں ہے ولکن سیأتی ان الاصح جواز الاذکار عندہ قبل شروعہ فی الخطبۃ فی الجمعۃ فلا مانع من الاجابۃ۔

ثالثًا یہ نقلِ درِمختار صحیح بھی نہیں بلکہ کاتب نے "لا تجب" کو بگاڑ کر "لا یجیب" لکھ دیا ہے۔ منحۃ الخالق ص۲۵۹ جلد۱ میں ہے قال فی النھر اقول ینبغی ان لا تجب باللسان

عہ وقد اختلط الامر علی صاحب الدر والا فالمنقول عن النھر کما فی المنحۃ والطحطاوی علی المراقی "لا تجب" فاتضح الحق واستبان وقد کتبت ھذا علی ھامش الشامی ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اتفاقا علی قول الامام فی الاذان بین یدی الخطیب و ان تجب بالقدم الخ اور یونہی طحطاوی علی المراقی ص۱۳۰ میں بھی نہر سے "لا تجب" ہے جس کا معنٰی یہ بنا کہ صاحبِ نہر الفائق نے نہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں چاہئے کہ زبان کے ساتھ بالاتفاق اجابتِ اذان واجب نہ ہو الخ اور جب منقول عنہ میں نفیِ وجوبِ اجابت ہے اور نفیِ جوازِ اجابت نہیں تو اس سے ناجائز سمجھنا کسی طرح جائز نہیں، وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاعِ خاص مستلزمِ ارتفاعِ عام نہیں۔

رابعًا بلکہ الٹا جواز سمجھ آرہا ہے بحسب المفہوم المخالف المعتبر فی الروایات کما فی الدر والشامی ص۳۱ جلد ا وغیرھما اور یہاں تو سیاق وسباقِ کلامِ نہر کا تقاضا ہی یہی ہے کہ وہ وجوبِ اجابتِ قولیہ اور عدمِ وجوب[عہ] کے متعلق اختلافِ حلوانی اور غیرِ حلوانی پر فرماتے ہیں مالا یخفی علی من رای و اما ما ینفھم من "علی قول الامام" فھو الکراھۃ وھی لا تنافی الجواز فافھم تو عبارتِ در سے عدمِ جواز پہ استدلال غلط در غلط بنا۔

خامسًا اگر واقع میں "لا تجب" نہ ہوتا اور "لا یجیب" ہی ہوتا اور در اول میں "لا ینبغی" بھی نہ ہوتا تب بھی اس کا معنٰی نفیِ وجوب بن سکتا ہے، بقرینۃ السیاق، شامی علیہ الرحمۃ یہیں ردالمختار کے اس "لا یجیب" کے متعلق جو اجابتِ اقامت کے حق میں ہے، یہی معنٰی ممکن بتاتے ہیں و یمکن حملہ علی نفی الوجوب بدلیل قول الخلاصۃ لیس علیہ جواب الاقامۃ۔

سادسًا یہ صرف درالمختار اور نہر الفائق کا بیان ہے اور صرف ان دونوں پر فتوٰی سرے سے جائز ہی نہیں تو یوں بھی وہ "ناجائز" جائز[عہ] نہیں رہتا۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ ردالمحتار ص۶۵[عہ] جلد ا، اور ثلاثین ص۱۳ ج ا

عہ عدم الاستحباب عند الحلوانی ۱۲ عہ اس قسم کے تطفلات بے ادبی نہیں بنتے لہذا امام اہل السنت والجماعت اعلحضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فتاوٰی رضویہ شریف میں اکابر فقہائے کرام اور مشائخ عظام کے اسمائے مبارکہ ذکر کر کے تطفلات کئے ہیں صرف جلد اول میں ہی ایک ہزار نو سو بیالیس تک ہیں مثلاً فتاوٰی رضویہ ص۸۲۶ جلد ا میں ہے فظھر ان ما وقع فی مسئلۃ الجنب المذکورۃ فی الخانیۃ الشریفۃ من قولہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

میں فرماتے ہیں والنظم من الاول لا یجوز الافتاء من الكتب المختصرة كالنهر وشرح الكنز للعينى والدر المختار شرح تنوير الابصار نیز رسائل کے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں لا ثقة بما يفتى به اكثر اهل زماننا بمجرد مراجعة كتاب من الكتب المتأخرة خصوصًا غير المحررة كشرح النقاية للقهستانى والدر المختار و الاشباه والنظائر ونحوها فانها لشدة الاختصار والايجاز كادت تلحق بالالغاز مع ما اشتملت عليه من السقط فى النقل فى مواضع كثيرة وترجيح ما هو خلاف الراجح بل ترجيح ما هو مذهب الغير مما لم يقل به احد من اهل المذهب نیز اسی صفحہ میں ہے وقد يتفق نقل قول فى نحو عشرين كتابا من كتب المتاخرين ويكون القول اخطأ به اول واضع له فيأتى من بعده وينقله عنه وهكذا ينقل بعض عن بعض پھر اسی کی کئی نظیریں بتاکر فرماتے ہیں ولهذا الذى ذكرناه نظائر كثيرة اتفق فيها صاحب البحر والنهر والمنح والدر المختار وغيرهم وهى سهو منشأها الخطأ فى النقل او سبق النظر نبهت الخ تو معلوم ہوا کہ صرف در المختار اور نہر پر اعتماد کرتے ہوئے اگر ان میں عدمِ جوازِ اجابتِ مذکورہ صراحۃً بھی ہوتا تب بھی اس پر فتوے نہیں دیا جاسکتا تھا چہ جائیکہ اس عبارتِ مستدل بہا سے حسب القواعد جواز مفہوم ہورہا ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

احدث اولم يحدث سبق قلم من الامام الاجل فقيه النفس رحمه الله تعالى رحمة واسعة ورحمنا به فى الدنيا و الأخرة امين ولاغرو فلكل جواد كبوة ولكل صارم نبوة ولاعصمة الا لكلام الالوهية ثم النبوة ۱۲ سه اقامة القيامة کے صفحہ میں رد المحتار اور رسائل شامی وغیرہا کے متعلق فرمایا کہ تمام حنفی دنیا میں ان پر اعتماد ہو رہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

فائدہ

"خروجِ اذا خرج الامام" سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق بعض حضرات نے "صعود المنبر" فرمایا ہے۔ تبیین الحقائق ص۲۲۳ جلد۱، عینی علی الکنز ص۴۹، غنیۃ المستملی ص۵۱۹ میں ہے و النظم من العینی ومعنی خرج اذا صعد علی المنبر اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر امام حجرہ میں ہو تو اس سے نکلنا ورنہ منبر پر چڑھنا۔ در المنتقی ص۱۷۱ جلد۱، در المختار ص۷۶۷ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱، بحر الرائق ص۱۵۵ جلد۲ میں ہے و النظم من البحر ان الامام ان کان فی خلوۃ فالقاطع انفصاله عنها وظهوره للناس والا فقیامه للصعود۔ اور درحقیقت ان دو تفسیروں میں کوئی اختلاف نہیں کہ جن حضرات نے صرف صعود علی المنبر کہا وہ اپنے اقالیم کے لحاظ سے فرماتے ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ نہیں اور جن حضرات نے تفصیل فرمائی تو ان کی نظر میں وہ علاقے بھی ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ ہوتی ہے۔ بحر الرائق میں ہے وفی شرح المجمع عبارة الخروج وارادة علی عادة العرب من انهم یتخذون للامام مكانا خاليا تعظيما لشانه فيخرج منه حين اراد الصعود هكذا شاهدناه فی ديارهم والقاطع فی ديارنا يكون قيام الامام للصعود۔

اور وہ جو سراج الوہاج سے ہے فان لم يكن فی المسجد مقصورة يخرج منها لم يترك القراءة والذكر الا اذا قام الامام الی الخطبة۔ اس "قام الامام الی الخطبة" سے مراد یہ ہے کہ وہ قیام کرے جو بعد از معمولاتِ وقتیہ منتہی الی الخطبہ ہوتا ہے اور اس معنی کا قرینہ "الی" انتہائیہ ہے اور دوسرا قرینہ اس کے بعد متن میں فاذا صعد الامام المنبر جلس "فاء" کے ساتھ آنا اور اس بنا پر یہ معنی بھی اس تفصیلی معنی کے مطابق ہو جائے گا

البتہ فقیر کی نظرِ قاصر میں تفصیلی معنے خروج میں ایک اور شق بھی ہونی چاہئے۔ اور تفصیل یوں ہو کہ اگر امام ایسی خلوت گاہ میں ہو جو داخلِ مسجد ہے اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے تو اس سے نکلے اور اگر

Marfat.com

ایسی خلوت گاہ میں نہ ہوا ور مسجد سے باہر ہو تو مسجد میں داخل ہوا ور اگر قبل از وقتِ اذانِ ثانی ہی مسجد میں بیٹھا ہے تو منبر پر چڑھے اس کی وجہ ظاہر کہ اولینِ امام امام الائمہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے تو اتصالِ بابِ معلّٰی کے باعث حجرہ سے باہر تشریف لانا ہی مسجد میں داخل ہونا تھا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۵۲ جلد۲ میں ہے فاذا اخرج الامام اراد نفسہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فالمراد الخروج الحقیقی من الحجرۃ الشریفۃ۔ اور جو امام باہر سے آتا ہے تو اس کا مسجد میں داخل ہونا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس داخل ہونے کی صورت میں ہے جو حجرۂ مبارکہ سے خارج ہونا تھا، لہٰذا ایسا داخل ہونا اسمِ خروج کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر پہلے سے ہی مسجد میں ہو تو چونکہ ایسا دخول نہیں ہوتا، اور وقت سے پہلے بندش حرج ہے اور حرج شرعاً مدفوع تو اس کا منبر پر چڑھنا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تشریف آوری کے معنے میں ہوگا کہ چڑھنے سے ہی تعین الوقت ہوتا ہے۔ اسی مرقاۃ میں ہے؛ او المعنی اذا ظہر الامام بدخولہ الی المسجد او بطلوعہ علی المنبر۔

رہا علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا ص۷۶۹ جلد۱ میں فرمانا واجابۃ الاذان حینئذٍ مکروہ[عہ] تو وہ بھی قابلِ استدلال نہیں کہ یہ تو صاحبِ درکی متابعت میں ان کے کلام فالترقیۃ المتعارفۃ الخ کی توجیہ کے ضمن میں فرما رہے ہیں جس کا مبنی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعاً ہے حالانکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ خود اس کے خلاف صرف ایک ہی صفحہ پہلے تصریح فرما چکے ہیں (اما قولہ ولا کلام) ای من جنس کلام الناس اما التسبیح ونحوہ فلایکرہ وھو الاصح۔ عنایہ شرح ہدایہ ص۳۷ جلد۲ میں ہے ایں ید بہ ما سوی التسبیح ونحوہ علی الاصح وقال بعضھم کل کلام کفایہ شرح ہدایہ ص۳۸ جلد۲ میں مبسوط شیخ الاسلام سے بحر الرائق ص۱۵۵ جلد۲ میں نہایہ اور عنایہ سے طحطاوی علی المراقی ص۳۱۱ تا ص۳۱۲ میں بحر سے ہے والنظم لہ اختلف المشائخ علی قول

عہ وکذا قال الطحطاوی ایضا فی حاشیۃ الدر ص۳۴۷ جلد۱ مکرراً مفسراً ۱۲

Marfat.com

الامام (ای ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کما فی الکفایۃ والبحر) فی الکلام قبل الخطبۃ فقیل انما یکرہ ما کان من جنس کلام الناس اما التسبیح[ع] ونحوہ فلا وقیل ذلک مکروہ والاول اصح علامہ طحطاوی اس کے متصل فرماتے ہیں ومن ثم قال فی البرھان وخروجہ قاطع للکلام ای کلام الناس عند الامام اھ اور اس پر متفرع فرماتے ہیں فعلم بھذا انہ لاخلاف بینھم فی جواز غیر الدنیوی علی الاصح ویحمل الکلام الوارد فی الاثر علی الدنیوی ویشھد لہ ما اخرجہ البخاری ان المعاویۃ اجاب المؤذن بین یدیہ الحدیث۔ علامہ عینی اس کی شرح ص۲۹۳ جلد۳ میں فرماتے ہیں وفیہ[سہ] اجابۃ الخطیب للمؤذن وھو علی المنبر تو معلوم ہوا کہ صاحبِ دُرکا والخلاف فی کلام یتعلق بالاخرۃ اور یونہی اما غیرہ فیکرہ اجماعًا فرمانا شامی وغیرہ مذکورین کی نظر میں محض غیر محقق ہے اور اس " اجماعًا " سے اجماعِ ائمہ کرام تو کیا اجماعِ جمیع مشائخِ مذہب بھی مراد نہیں ورنہ "اختلافِ مشائخ علٰے قولِ ابی حنیفہ" کا کیا معنٰی؟ البتہ اس " اجماعًا " سے مراد صرف لبعض علماء کا اجماع ہوسکتا ہے جو ہمارے اوپر کسی صورت میں بھی حجت نہیں۔ اس کی نظیر درالمختار اور شامی کے ص۳۰۷ میں گذر چکی (ویجیب الاقامۃ) ندبا اجماعا۔ شامی نے فرمایا (قولہ اجماعًا) قید لقولہ ندبا ای ان القائلین باجابتھا اجمعوا علی الندب ولم یقل احد منھم بالوجوب کما قیل فی الاذان فلا ینافی قولہ وقیل لا فھم واہل " قیل لا " قرینہ ہے تو یہاں " یکرہ اجماعا " سے کچھ آگے صاحبِ دُرکا اذنو ا

سہ وکذا فی البنایۃ للعینی علی الھدایۃ ص۱/۱۸ ۱۲ منہ غفرلہ

ع فی الطحطاوی علی الدر ص۱۸۸/۱ وص۱۸۹ ان الاصح جواز الاذکار عندہ (ای الامام الاعظم علیہ الرحمۃ) قبل شروعہ فی الخطبۃ فلاما نع من الاجابۃ (ای اجابۃ الاذان الثانی بین یدی الامام) قالہ ردا لنقل الدر عن النھر ۱۲

Marfat.com

واحدا بعد واحد فرمانا قرینہ ہے کہ سنتِ اذان تو پہلی سے ادا ہو گئی باقی زائد ہیں اور جائز بھی ہیں کما سیجیئ بفضلہ تعالٰی تفصیل ما۔

نیز علامہ شامی باب الاذان ص۳۶۹ میں فرماتے ہیں کہ اجابتِ اذان کا سبب سماعِ اذان ہی ہے تو میری نظر میں پہلی اور دوسری سب اذانوں کی اجابتِ قولیہ کا ہونا ظاہر ہے و یظھر لی اجابۃ الکل (ای الاذان الاول والثانی) بالقول لتعدد السبب وھو السماع بلکہ وہ تو اسی سببِ اجابت (سماع الاذان) کی بنا پر ظاہر احادیثِ اجابت کا تقاضا اس حد تک عام بتاتے ہیں کہ اذان غیر نماز کو بھی شامل ہے اور اس کا جواب بھی دینا چاہیے (چہ جائیکہ نمازِ خصوصی کی اذان کا جواب نہ دیا جائے) فرماتے ہیں ھل یجیب اذان غیر الصلٰوۃ کالاذان للمولود لم ارہ لائمتنا والظاھر نعم ولذا یلتفت فی حیعلتیہ کما مر وھو ظاھر الحدیث۔ پھر احتمال پر اضمحلال الا ان یقال ان "ال" فیہ للعھد ہیں قطعاً مضر نہیں کہ اذانِ نماز کے سوا کوئی معہود نہیں تو نہایت ہی نمایاں ہوا کہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے نزدیک کلامِ اخروی اور جوابِ اذان مکروہ وممنوع نہیں تو یہ جملہ (اجابۃ الاذان حینئذٍ مکروھۃ) محض متابعت ومماشاتِ دُر میں ہے وکم لہ من نظیر فی کلام الشراح والمحشین۔ پھر علامہ کا یہ جملہ اس اذانِ ثانی کے متعلق ہے جو تلقینِ مرقی پر مترتب ہوتی ہے کہ ان کی رائے قوی یہ ہے کہ وہ تلقین (جو اذان سے پست آواز کے ساتھ ہوتی ہے) ہی اصل اذان بن جائیگی اور وہ اذان جسے مؤذن باقاعدہ اذان سمجھتے ہوتے لہجۂ اذان میں ادا کرتا ہے جوابِ اذان بن جائیگا فرماتے ہیں والظاھر ان مثل ذلک یقال ایضا فی تلقین المرقی الاذان للمؤذن والظاھر ان الکراھۃ علی المؤذن دون المرقی لان سنۃ الاذان الذی بین یدي الخطیب تحصل باذان المرقی فیکون المؤذن مجیبا لاذان المرقی واجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ الخ

اور جب یہ باقاعدہ اذان ظاہر اس تلفظ کلماتِ اذان کا جواب ہونے کی وجہ سے مکروہ

Marfat.com

ہے جو مرقی محض غرضِ تلقین سے ادا کرتا ہے تو اذانِ جماعت ہیں جو خطیب کے سامنے اذانوں کے ہی لہجہ ہیں بہ نیتِ اذان ہوتی ہے۔ دوسری اور تیسری بطریقِ اولی ممنوع ہونی چاہیئے حالانکہ شامی علیہ الرحمۃ کے نزدیک مکروہ قطعاً نہیں بلکہ جائز ہیں اور حدیثِ موقوف متلقی بالقبول سے موثوق ہیں اور سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے اس کی تائید نقل فرماتے ہیں۔ اسی رد المحتار ص۲۶۳ میں ہے "قال الرملی فی حاشیۃ البحر ولم ار نصا صریحا فی جماعۃ الاذان (الی ان قال) ففیہ دلیل علی انہ غیر مکروہ لان المتوارث لا یکون مکروھا وکذلک نقول فی الاذان بین یدی الخطیب فیکون بدعۃ حسنۃ اذ ما راٰہ المؤمنون حسنا فھو حسن آہ ملخصا اقول وقد ذکر سیدی عبدالغنی المسئلۃ کذلک اخذاً من کلام النھایۃ المذکور" پھر تصنیفِ رد المحتار کے بعد العقود الدریہ کے ص۷ میں یہی دہراتے ہوئے فرماتے ہیں اما الاذان الاول فقد صرح فی النھایۃ بان المتوارث فیہ اجتماع المؤذنین (الی ان قال) وکذلک الذی بین یدی الخطیب المتوارث کونہ بجماعۃ فھو مثلہ غیر مکروہ بدعۃ حسنۃ اذ ما راٰہ المسلمون الخ اور ان اذانوں اور مؤذنوں کے تعدد کا تذکرہ قدوری ص۳۳ ، ہدایہ ، کفایہ ص۳۸ جلد ۲ ، غنیۃ المستملی ص۵۲۰ میں نمایاں طور پر ہے و النظم من الھدایۃ واذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلک جری التوارث لطف یہ کہ در المختار میں فرماتے ہیں (ویؤذن) ثانیا (بین یدیہ) ای الخطیب افاد بوحدۃ الفعل ان المؤذن اذا کان اکثر من واحد اذنوا واحدا بعد واحد ولا یجتمعون کما فی الحلابی والتمرتاشی ذکرہ القھستانی۔

توروزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ بوقتِ اذانِ ثانی کلامِ اخروی مکروہ نہیں بالخصوص کلماتِ اذان کا تلفظ جائز ہے اور جوابِ اذان میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ہاں جماعتِ مؤذنین کا معاً یا متعاقباً

Marfat.com

بلند آواز سے ادا کرنا چونکہ زمانِ سعادت توأمانِ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں روایاتِ مشہورہ سے ثابت نہیں بلکہ بخاری وغیرہ سے صراحۃً توحدِ موذن ثابت لہٰذا اس کا جواز توارث اور حدیث ما راٰہ المسلمون سے ثابت کر رہے ہیں فاتضح الحق واستبان۔

ماضی قریب کے متبحر عالم اور ذکی فاضل عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ صـ۲۴۴ جلد ا میں فرماتے ہیں واما الکلام فانما یکرہ منہ قبل شروع الخطبۃ الدنیوی لا الدینی کالاذکار والتسبیح وبعد الشروع فیہا یکرہ مطلقا ھذا ھو الاصح کما فی النہایۃ وغیرھا فلا تکرہ اجابۃ الاذان الذی یؤذن بین یدی الخطیب وقد ثبت ذٰلک من فعل معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی صحیح البخاری ولا دعاء الوسیلۃ الماثور بعد ذٰلک الاذان ھذا عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

تنبیہ

یہ وہی عمدۃ الرعایہ ہے جس سے فتاویٰ رضویہ صـ۴۹۰ جلد ۲ میں اسی اذانِ ثانی بین یدی الخطیب کے دروازۂ مسجد پر ہونے کے متعلق خود اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال فرمایا ہے و نصہ۔ "یہاں تک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ صـ۲۴۵ جلد ا میں لکھتے ہیں الخ نیز کاسر السفیہ الواہم کے صـ۱۵۷ میں ان کے متعلق فرمایا" ذکی، طبّاع، عالم" پھر تعجب کہ اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام سے تقبیل الابہامین جیسی حرکتِ قلیلہ تعظیمیہ کی ممانعت کیسے متصور ہوتی ہے حالانکہ ہمارے فقہائے کرام نے ہمارے ائمۂ ثلاثہ کی تصریح نقل فرمائی کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے آنے والا چل کر لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے۔ فتاوٰے خانیہ صـ۸۵، درالمختار مع تقریرالشامی صـ۷۷۲ جلد ا، بحرالرائق صـ۱۵۷ جلد ۲، عالمگیری صـ۶۷ جلد ا، غنیۃ المستملی صـ۵۲۳ میں ہے والنظم منہا والخانیۃ

سہ بخاری صـ۱۲۴ میں ہے باب المؤذن الواحد یوم الجمعۃ اور اس باب میں حضرت سائب بن یزید کی روایت مسندہ میں ہے ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن غیر واحد ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

والهندية ذكر الفقيه ابو جعفر عن اصحابنا[ع] لا باس بالتخطي مالم ياخذ الامام فى الخطبة ويكره اذا اخذ لان للمسلم ان يتقدم ويدنو من المحراب اذا لم يكن الامام فى الخطبة ليتسع المكان على من يجيئ بعده وينال فضل القرب من الامام (الى ان قال) امامن جاء والامام يخطب فعليه ان يستقر فى المسجد لان مشيه وتقدمه عمل فى حال الخطبة
نیز ہمارے حضرات نے تصریح فرمائی کہ قوم کے لئے مستحب ہے کہ امام کی طرف منہ کرے بوقتِ خطبہ غنیۃ المستلی صہ ۵۲۰ اور دوسری کتبِ معتمدہ میں ہے والنظم من الغنية وفى المبسوط يستحب للقوم ان يستقبلوا الامام عند الخطبة وعن ابى حنيفة انه كان اذا فرغ المؤذن من اذانه ادار وجهه الى الامام و عن عدى بن ثابت كان عليه السلام اذا خطب استقبله اصحابه بوجوههم ذكره ابن بطال فى شرح البخارى لكن الرسم الأن انهم يستقبلون القبلة للحرج فى تسوية الصفوف لكثرة الزحام كذا فى شرح الهداية للسروجى۔
جب اتنی حرکاتِ کثیرہ جائز ہیں تو اس قلیل میں کیا حرج؟ حالانکہ یہ تعظیم محبوب معظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے جو مطلقاً مطلوبِ شرعی ہے جب کہ نہی خصوصی نہ آئے لہذا جائز و مستحسن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالٰى على محبوبنا الاكرم ما اذن واجيب اذان ودعى له بالوسيلة فى الجنان

[ع] شامی صہ ۶۲۳ جلد ۲ میں ہے المشهور اطلاق اصحابنا على ائمتنا الثلاثة ابى حنيفة وصاحبيه كما ذكره فى شرح الوهبانية ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بالجنان وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم فی کل حین وآن۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

مورخہ شب ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ ۸ بجے

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایسا نمازی جو اقامتِ نماز کے دوران مسجد میں آیا جبکہ امام بھی آچکا ہو تو کیا اس کا بیٹھ جانا ضروری ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑا ہو کیونکہ اس وقت قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے حالانکہ مستحب کا موقوف علیہ بھی مستحب ہوتا ہے۔ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

المستفتی : محمد اجمل نوری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور یوں بھی آیا کہ دو رکعتوں کے پڑھنے تک نہ بیٹھے (متفق علیہ) اس حکم کی بنا پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور کے نزدیک نماز تحیۃ المسجد مستحب مؤکد ہے بلکہ ہمارے مشائخ کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی کہ سنت[لعہ] ہے جو کسی بھی سنت یا فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے جس سے پہلے بیٹھنا تاکیدی مستحب بلکہ سنت کا خلاف اور غیر اولیٰ ہے لہٰذا ایسا داخل ہونے والا جس کے متعلق سوال ہے

[لعہ] تبیین الحقائق للزیلعی ص ۱۶۳ ج ۱ عینی علی الہدایہ ص ۸۴۳ ج ۱ طحطاوی علی الدر ص ۲۸۶ ج ۱ شرح الاشباہ والنظائر للحموی ص ۵۵ نیز فتاوی ظہیریہ سے اس کے ص ۵۹ اور رافعی علی الشامیہ ص ۹۰ میں ہے والنظم للزیلعی تحیۃ المسجد سنۃ۔ تنویر الابصار تحریراً اور در المختار اور شامی تشریحاً ص ۶۳۵ ج ۱ نیز طحطاوی علی الدر تقریراً ص ۲۸۶ ج ۱ میں ہے والنظم للغزی یسن تحیۃ المسجد نور تنصیصاً اور درر تعلیلاً ص ۱۱۶ ج ۱ نور الایضاح تصریحاً اور مراقی اور طحاوی تعلیلاً ص ۲۳۳ میں ہے سن تحیۃ المسجد۔ بحر الرائق اور شامی میں ہے وقد حکی الاجماع علی سنیتہا۔ شرح الاشباہ میں ہے وھو سنۃ اجماعاً شامی میں ہے (قولہ یسن تحیۃ) کتب الشارح فی ہامش الخزائن (اسم شرحہ الکبیر للتنویر) ان ھذا رد علی صاحب الخلاصۃ حیث ذکر انہا مستحبۃ اور شرح الاشباہ میں ہے وانما اطلق المصنف علیہا الاستحباب لاشتمال السنۃ علی الاستحباب ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ادا نماز سے قبل نہ بیٹھے اور چونکہ امام حاضر ہے لہذا حدیث لا تقوموا حتی ترونی کا تقاضا بھی نہیں کہ قیام نہ کرے۔ رہا سائل کا استدلال کہ ہمارے نزدیک حی علی الفلاح پر قیام مستحب ہے جو قعود پر موقوف ہے لہذا قعود بھی مستحب ہوا، تو یہ محض باطل ہے کیونکہ یہ قیام مستحب تو مقدمہ ہے اسی قیام کا جو بحکم قوموا للہ قانتین نماز فرض میں فرض ہے حالانکہ منفرد یا امام و مقتدی پر فرض نماز سے قبل قعود قطعاً فرض نہیں بلکہ منفرد کے لئے تو کسی نے مستحب تک بھی نہیں کہا تو معلوم ہوا کہ قیام قعود پر موقوف نہیں ورنہ قعود بھی قیام کی طرح فرض ہوتا ولم یقل بہ احد۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ مضمرات شرح قدوری میں مولانا صوفی یوسف بن عمر کادوری کا ایسے داخل مسجد کے لئے قعود کا حکم دینا اور قیام مکروہ بتانا بے دلیل ہے اور صحیح نہیں اسمیں حضور پر نور روحی فداہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مذکور کی صریح خلاف ورزی ہے جو ہمارے کسی بھی امام کا قول ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا مقبول نہیں اور ہندیہ اور دُرّ وغیرہ کا مضمرات سے نقل کرنا بھی صحیح نہیں بنا سکتا کہ غیر صحیح نقل کر دینے سے صحیح نہیں بن جاتا۔[ص]

تعجب ہے کہ امام کی موجودگی کی صورت میں تکبیر سے پہلے حاضرین کے لئے قیام عند الفلاح ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک مستحب تو ہے مگر مستحب کا خلاف دلیل خاص کے بغیر مکروہ نہیں بن سکتا کما صرح بہ الشامی وغیرہ تو وقت پر آنیوالے کے لئے کیوں مکروہ ہوا؟! اس مبارک اور صحیح حدیث کو بکثرت ائمہ دین نے اپنی اپنی مبارک تصانیف میں باسانید معتبرہ متصلہ روایت فرمایا ہے چنانچہ مؤطا امام مالک ص ۱۴۶ (طبع اصح)، مؤطا امام محمد ص ۱۱۹ (یوسفی) مسند امام احمد ص ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۳ ج ۵، صحیح بخاری ص ۶۳ باسنادین صحیح مسلم ص ۲۴۸ ج ۱، سنن ابی داؤد ص ۶۷ (مجیدی) باسنادین ترمذی ص ۴۳ ج ۱ (اصح) ابن ماجہ ص ۷۲ (اصح) شرح السنۃ ص ۳۶۵ ج ۲ وغیرہا میں بکلمات متقاربہ ہے والنظم من البخاری وغیرہ عن ابی قتادۃ السلمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس مصنف عبد الرزاق ص ۴۲۸ ج ۱، بخاری ص ۱۵۶ ج ۱، مسلم ص ۲۴۸ ج ۱ میں بایں کلمات متقاربہ بھی ہے اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین۔ اور ابن ماجہ ص ۷۲ میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع میں بھی یہی

ص شامی علیہ الرحمۃ کے مجموعۃ الرسائل الشامیہ ص ۱۳ سے ص ۱۵ تک ہے قلت وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتاخرین و یکون القول خطأ اخطأ بہ اول واضع لہ فیأتی من بعدہ وینقلہ عنہ وھکذا ینقل بعضھم عن بعض کما وقع ذالک (الی ان قال) ولھذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیھا صاحب البحر والنحر والمنح والدر المختار وغیرھم وھی سھو منشاھا الخطأ فی النقل او سبق النظر الخ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی کسی کتاب کا مصنف کوئی غلط بات سہواً درج کر دیتا ہے اور بعد میں آنیوالے یونہی نقل کرتے جاتے ہیں حتی کہ بیس کے قریب کتابوں میں نقل ہو جاتا ہے حالانکہ وہ بھول ہوتی ہے اور اس کی بکثرت نظیریں ہیں جن میں بحر و نہر اور منح و در المختار وغیرہ کے مؤلفین نے نقل میں اتفاق کیا حالانکہ وہ بھول اور سہو ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

كلماتِ مبارکہ ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہٗ ربی وحدہ وصلی اللہ علی حبیبہ الذی لانبی بعدہٗ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۴ صفر المظفر ۹۳ھ
۹۰-۳-۲۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں اذان یا اور جگہ حضور پُرنُور رسید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ نامی اور اسمِ سامی لیا جائے اور سامع اپنے دونوں انگوٹھے چومے تو کیا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو نصِ حدیث شریف سے دلیل دے کر تحریر فرماویں،

بینوا توجروا۔

المستفتی :- سلطان احمد اختر عزیزپوری چک نمبر ۴/۴۵ ایل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اہل السنۃ والجماعت کا مذہب ہے اور قرآنِ کریم واحادیث حبیبِ ومحبوبِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے واضح طور پر ثابت ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے یعنی جب تک شرعِ مطہر کسی شئی کی حرمت وکراہت ثابت نہ ہو تو اسے حرام ومکروہ نہیں کہہ سکتے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے عفی اللہ عنہا۔ اس کی تفسیر میں تفسیرِ خازن ص۹۳ جلد۲ مصری میں ہے عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن اشیاء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ و الحرام ما حرمہ اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما قد عفی عنہ فلا تتکلفوا۔ اور یونہی تفسیر کبیر ص۴۵۹ جلد۳، معالم التنزیل ص۸۳ جلد۲ مصری

Marfat.com

سنن ابن ماجہ ص۲۴۹ ، سنن الترمذی ص۲۱۹ جلد۱ وغیرہا میں ہے۔ اور ہدایہ مطبوع مع الشروح عنایہ شرح ہدایہ، فتح القدیر ص۲۷۳ جلد۳ ، منحۃ الخالق ص۱۷ جلد۱ ، شامی ص۹۸ جلد۱ میں ہے کہ اصل اشیاء اباحت ہے۔ شامی کے یہ لفظ ہیں وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمہور من الحنفیۃ والشافعیۃ اھ وتبعہ تلمیذہ العلامۃ قاسم وجری علیہ فی الھدایۃ من الحداد وفی الخانیۃ من اوائل الحضر والاباحۃ۔

تو روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ انگوٹھوں کا چومنا اصل میں کم از کم مباح ضرور ہے کہ شریعِ مطہر سے اس کی ممانعت نہیں آئی اور جب نیتِ تعظیم محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چومے جاتے ہیں تو مستحب و عبادت بن جاتا ہے۔ حضرتِ عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات۔ صحیح بخاری شریف کی پہلی حدیث یہی ہے اور ایسے ہی مسندِ امام حضرت سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سب سے پہلی حدیث یہی ہے کہ الا انما الاعمال بالنیات۔ حضرت امام قاضی عیاض مالکی شفا شریف ص۱۲۸ جلد۲ ، حضرت شیخ الامام الکمال ابن الھمام فتح القدیر ص۱۰۱ جلد۳ ، علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار ص۴۳۸ جلد۱ ، علامہ ابراہیم حلبی غنیہ ص۱۵ ، علامہ شامی علیہ الرحمۃ ردالمحتار ص۴۸۵ جلد۵ ، امام محی الدین ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں والنظم لذی الشرف المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات

اب بحمدہ تعالٰی کھل گیا کہ تقبیل الابہامین بتعظیم اسم المحبوب صلی اللہ علیہ وسلم شریعِ اطہر میں جائز و مستحب ہے۔ نیز قرآن کریم سے صحیح طور پر ثابت اور حدیث شریف اور ائمہ قدیم و حدیث سے بھی کثیر التاکید محبوب طالب و مطلوب کی تعظیم و اجلال شرعًا نہایت ہی ضروری و لابدی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ معالم ص۱۵۹ جلد۶ میں ہے (وتعزروہ) ای تعینوہ وتنصروہ (وتوقروہ) تعظموہ وتفخموہ ھذہ الکنایات راجعۃ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونحوہ فی الخازن وایضًا فیہ والتعزیر نصر مع التعظیم شفا شریف ص۳۲ جلد۲ میں ہے قال ابن

Marfat.com

عباس تعزروه تجلوه و قال المبرد تبالغوا فی تعظیمه ۔ مجمع البحار ص۲۳۹ جلد۲ میں ہے تعظیمه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم افضل القرب اور اصول کا مسلّمہ قاعدہ ہے کہ المطلق یجری علیٰ اطلاقه تو جو قول و فعل تعظیم پر دال ہوگا وہ کم از کم جائز و مستحسن ضرور ہوگا لہذا فتح القدیر ص۹۴ جلد۳ ، فتاویٰ عالمگیری ص۱۳۵ جلد۱ میں ہے کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا پس تقبیل الابہامین جو دال بر تعظیم ہے ضرور جائز و مستحسن ہوئی۔

نیز حدیث میں وارد ہے کہ ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن[1] اور تقبیل الابہامین کو اہلِ اسلام حسن جانتے ہیں اور نفی ورود حدیث مرفوع صحیح خاص جزئیہ میں نفیِ وجود صحیح نہیں اور ایسے ہی نفی پر صحیح سے نفیِ حسن و ضعیف نہیں ہو سکتی اور وہ بھی فضائلِ اعمال میں مقبول اور یونہی نفی مرفوع سے نفی موقوف نہیں ہو سکتی اور موقوف بھی حجت ہے۔ خاتمہ مجمع البحار ص۵۰۶ قولنا لم یصح لایلزم منه اثبات العدم الخ تفسیر کبیر ص۲۴۶ جلد۱ میں ہے عدم الوجدان لایدل علیٰ عدم الوجود ۔ غنیہ وغیرہا میں ہے مذهب الصحابی حجة یجب تقلیده ۔ فتح القدیر ص۹۵ جلد۲ میں ہے والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع بلکہ حدیث صحیح کی نفی صاف صاف بتاتی ہے کہ حدیث حسن یا ضعیف مرفوع یا موقوف صحیح ثابت ہے کہ مفہوم مخالف روایات میں ضرور بالضرور معتبر ہے۔ در المختار میں ہے المفهوم معتبر فی الروایات اتفاقا ومنه اقوال الصحابة ۔ شامی ص۳۰۱ جلد۱ میں ہے انه فی الروایات ونحوها معتبر باقسامه حتی مفهوم اللقب ، پس جراحی کا " لم یصح فی المرفوع " کہنا ثبوت بطریق مذکورہ کا صاف طور پر پتہ دیتا ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے تقبیل الابہامین کو مستحب بھی لکھا اور قولِ جراحی بھی نقل کیا۔ ص۳۷۰ جلد۱ میں ہے یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة صلی اللہ علیک یارسول اللہ وعند الثانیة منها قرة عینی بک یارسول اللہ

---

[1] مسند احمد ص۳۷۹ ج۱ ، مجمع الزوائد ص۱۷۷، ۱۷۸ ج۱

Marfat.com

ثم یقول اللّٰھم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع الابھامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائداً لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد او قھستانی و نحوہ فی فتاوی الصوفیۃ و فی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابھامیہ الحدیث۔

منیر العین ص۱۰ میں موضوعاتِ ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے قلت و اذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی العمل بہٖ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین ۔معارج النبوۃ ص۲ رکنِ اول میں ہے "گویند در وقتِ اذان در حینِ استماع اشھد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوسیدن و انگشت بر دیدہ نہادن نیز سنتِ آدم علیہ السلام است و احادیث در فضلِ آں آوردہ اند" اور وہابیہ کے نزدیک بھی سنت ہی ہونا چاہئے کہ ان کا اپنا حکیم بہشتی زیور کے ص۲ پر لکھتا ہے " سنت وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم الخ نے کیا ہو" اور گنگوہی براہین کے ص۲۸ پر کہتا ہے " جو شے باوجود شرعی قرونِ ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے مگر عجب کہ اسکا انکار کرتے ہیں اور فرمانِ باری تعالےٰ جل جلالہ و لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب سے نہیں ڈرتے ۔مگر ان کا مذہب ہی یہی چاہتا ہے کہ تعظیم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکا جائے ۔چنانچہ براہین ص۵۱ میں روئے زمین کا علم شیطانِ لعین کے لئے تو رشید احمد نے مان لیا اور سرکارِ دو عالم دانائے ماکان و مایکون سے نفی کیا بلکہ اسی صفحہ میں دیوار کے پیچھے کے علم سے بھی انکار کیا اور وہ بھی حدیث موضوع سے ۔ بہرحال یہ ثابت ہوا کہ تقبیل الابھامین عند ذکر الاسم الشریف ضرور بالضرور جائز و مستحب ہے الا ان یمنع مانع کالخطبۃ و القراءۃ فیمتنع ھناک خصوصا لا مطلقا ۔ واللہ و رسولہ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

امامت

Marfat.com

بابُ الامامۃ

الاستفتاء

بسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ حامدا ومصلّیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ دیوبندیوں، مرزائیوں، اہلحدیثوں، شیعوں کے جلسوں میں جانا کیسا ہے؟ اور امرِ معروف میں مل جل کر کام کرنا کیسا ہے؟ اور اعلیٰحضرت بریلی شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مسلک تھا؟ یاد رہے کہ ان سے مِل کر کام کرنے سے عوام یہی سمجھیں گے کہ سب پکے مسلمان ہیں اور ان کے اختلاف جزوی فروعی ہیں۔ سب کے پیچھے نمازیں جائز ہیں، صرف حلوے مانڈے کا اختلاف ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبد الغفور ہزاروی غفرلہٗ خطیب وزیرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اجلاس اہالیٔ ابتداع وارتداد میں بحالتِ اختیار دیدہ ودانستہ[1] شریک ہونا ناروا وحرامِ محض ہے

---

[1] انما قلت ھذا لان الذھاب قد یجوز لغرض المناظرۃ والرد وازالۃ الاشر ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

آیہ کریمہ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین وغیرہا آیاتِ متکاثرہ و احادیثِ متوافرہ کا یہی تاکیدی تقاضا ہے جس پر ائمہ سلف وخلف کا اطباقِ قولی وعملی ہے جیسے امامِ اہلِ السنت والجماعت مجددِ مائۃِ حاضرہ عظیم البرکۃ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیفِ جلیلہ و جمیلہ میں ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز سے بھی زیادہ واضح دھونڈا فرمادیا حتیٰ کہ وصایا شریف میں بھی اس کا پرزور اعادہ فرمایا۔

اور سوال کی شقِ ثانی "امرِ معروف میں مل جل کر کام کرنا کیسا ہے؟" نہایت ہی مجمل ہے حتیٰ کہ معروف کی تفصیل بھی غیر معروف ہی رہی کہ شرعی مراد ہے یا عرفی یا لغوی؟ اجمالی جواب یہ ہے کہ صُوَرِ کثیرہ میں بحکمِ دلائلِ مشار الیہا اختلاط حرام ہے اور بکثرت ایسی صورتیں بھی ہیں کہ تنفرِ قلبی کے ساتھ اختلاطِ صوری کی متحمل ہو سکتی ہیں مثلاً دورِ حاضر میں سفر و ادائے افعالِ حج میں اکثر اختلاط ہو جاتا ہے۔ ملکی فوج میں بھی شمولیت ممنوع نہیں، جہادِ کشمیر وغیرہ بھی جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ الا ان تتقوا منہم تقٰۃ[عہ] ابوالسعود ص۲۳ جلد۲ نیشاپوری ص۱۷۸ جلد۳ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم لہ رخص لہم فی موالاتہم اذا خافوہم والمراد بتلک الموالاۃ محالفۃ ومعاشرۃ ظاہرۃ والقلب مطمئن بالعداوۃ والبغضاء وانتظار زوال المانع من قشر العصا واظہار الطویۃ کقول عیسیٰ علیہ السلام کن وسطا وامش جانبا۔ اور ایسے ہی روح البیان ص۳ جلد۲ میں ہے الا فیہا شق العصا بدل قشر العصا۔ اور قول کلمۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی تشریح میں فرمایا ای کن فیما بینہم صورۃ وتجنب عنہم سیرۃ۔ احکام القرآن ص۱ جلد۲ میں امام ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں وہذا ہو ظاہر ما یقتضیہ اللفظ وعلیہ الجمہور من اہل العلم

عہ المحجۃ المؤتمنہ ص۱ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے مگر صورۃ ضروریہ خصوصاً اکراہ قال تعالیٰ الا ان تتقوا منہم تقٰۃ وقال تعالیٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

نیز اسی میں فرمایا فهذه الآى و الأثار دالة على انه ينبغى ان يعامل الكفار بالغلظة و الجفوة دون الملاطفة و الملاينة ما لم تكن حال يخاف فيها على تلف نفسه او تلف بعض اعضاءه او ضررا كبيرا يلحقه فى نفسه فان اذا خاف ذلك جاز له اظهار الملاطفة والموالاة الخ روح البیان ص۱۳۱ جلد ۲ میں ہے و اذا كان الرجل مبتلى بصحبة الفجار فى سفره للحج او للغزاء لا يترك الطاعة بصحبتهم ولكن يكره بقلبه۔ والله تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه و اٰله وصحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر الوا لخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۴ جمادی الاخری ۱۳۷۶ھ بروز بدھ بوقتِ عصر

الاستفتاء

(مقدمہ کے حالات یعنی بیان) ہمارے چک میں پہلے ایک امام رکھا ہوا تھا۔ اس امام میں کئی ایک خامیاں تھیں۔ مثلاً جھوٹ بھی بول لیتا تھا، خفیہ سود بھی لے لیتا تھا، جھوٹی شہادت بھی دے دیتا تھا اور ایک دفعہ معاذ اللہ! یہ بھی کہہ دیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ ۸ ر آنے کی خاطر جھوٹ بولا تھا۔ یعنی ایسی ایسی خامیاں تھیں چنانچہ گاؤں والوں نے اس امام کو نکال دیا کہ اس کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اور اس کی جگہ ایک سید امام جو اپنے علم کے مطابق عالم بھی تھا اور حنفی بھی تھا، لے آئے اور چک والوں نے اسے قبول کر لیا اور نماز اس کے پیچھے پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد دو تین گھر اس امام کے بھی خلاف ہو گئے کہ اس کو بھی نکال دو، ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہی پہلے والا امام آجائے۔ ان ہی شخصوں نے اس کو جواب دیا تھا کہ یہ امام ٹھیک نہیں ہے اس کو نکال دو۔ پھر ان آدمیوں میں سے ایک کا نام کریم بخش ہے اس نے حسد شروع کر دیا کہ یہ حاجی صاحب لائے ہیں

Marfat.com

اس کو بالکل نہیں رہنے دیا، امام پر یہ بات لگادی کہ اس نے مردار گائے یا بھینس کا چمڑا اتارا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے چمڑا ضرور اتارا تھا اور رنگ کر بیچ دیا تھا، اور ایک دو جھوٹے الزام لگائے اور لوگوں کو مجبور کیا کہ اس امام کو نکال دو جو کہ سید تھا، اور لائیں گے، حاجی صاحب ان کو خیر لول دیا کہ ہماری طرف سے جواب ہے باقی لوگوں سے پوچھ لو۔ سید امام صاحب نے آوان پارٹی کو پوچھا، ان نے کہا کہ ابھی نماز پڑھایا کرو، چونکہ ان لوگوں نے ۱۰-۱۲ دن نہیں بتایا اور جو پارٹی حسد کرتی تھی کہ سید صاحب کے پیچھے بھی نہیں ہوتی ان نے دہی پہلا امام لاکہ مسجد میں کھڑا کر دیا اور دو جماعت ہونے لگی۔ چار یا پانچ دن دو جماعت ہوتی رہی، آخر ایک دن مغرب کی نماز پڑھنے کے واسطے گئے اور میں بھی ساتھ ہی تھا تو ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور شاہ صاحب کو بولا کہ نماز کراؤ، تو بات پر کریم بخش نے کہا کہ ہم جماعت نہیں ہونے دیں گے چنانچہ اس نے مصلے کو اٹھا کہ دوسری طرف پھینک دیا جس پر کہ امام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھانی تھی اور یہی کہتا رہا کہ ہمارا پہلا جماعت نہیں کرائے گا اور تمہارے امام کو بھی جماعت نہیں کرانے دیں گے تو ہم پھر مسجد کے صحن سے باہر مصلی لے گئے اور کہا کہ ہم یہاں جماعت کرالیں گے تو اسی کریم بخش نے وہاں سے بھی مصلے اٹھا کر اندر پھینک دیا اور مغرب کی نماز نہیں ہونے دی اور سب لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھی اور اس کو روک بھی لیتے، اس نے مسجد کے باہر چند آدمی جو کہ بے نماز تھے لڑائی کے واسطے کھڑے کئے ہوئے تھے۔

یہ مقدمہ کے پورے حالات ہیں اس مقدمہ کا صحیح فیصلہ لکھ کر بھیج دیں اور کریم بخش پر کوئی جرم لگتا ہو تو وہ بھیج دیں اور حدیث کا حوالہ دیں اور لکھیں کہ اس کو کیا تعزیر لگنی چاہیے، اس کا جلدی سے جلدی جواب دیں اور فتوے پورا صحیح لکھ کر بھیج دیں اور یہ جو کاغذ ہے ساتھ بھیج دیں تاکہ فیصلہ کرنے کے وقت سب کو سنا دیں کہ جھوٹی بات کوئی نہیں ہے، مصلے اٹھا کر پھینکنے والے کریم بخش کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا اس کا نام یاد نہیں ہے، اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ یہ مصلے امام کا دو دفعہ اٹھا کر پھینکا گیا۔ یہ قصہ میرے سامنے ہوا ہے۔

سائل : صوفی بشیر احمد نوری کانٹے والا ریلوے اسٹیشن ٹوبہ ٹیک سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ سوال اور حالات امام سابق صحیح اور واقعی یہی ہیں تو وہ امام بدلگام اہل اسلام کا امام قطعاً نہیں بن سکتا

Marfat.com

جھوٹ بولنا، جھوٹی شہادت دینا، سود لینا، یہ ایسے جرم ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک کسی ایک مرتبہ کسی سے ظہور پذیر ہو تو اسے بلا توبہ امام بنانا مکروہ تحریمہ ہے چہ جائیکہ وہ ان تین بڑے جرموں کا عادی مجرم مُصِر تھا جیسے سائل کے الفاظ "بول لیتا تھا" "لے لیتا تھا" "دے دیتا تھا" سے ظاہر ہے مگر وہ تو حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف (خاکش بدہن) جھوٹ بولنے کی نسبت کرکے اور وہ بھی اس خبثِ باطن کے ساتھ کہ آٹھ آنہ کی خاطر کہا، بے ایمان ہو گیا اور دائرۂ اسلام سے بالاجماع خارج ہو گیا اور مرتد ہو گیا، اس کا کفر یہود و نصاریٰ اور ہندو و سکھوں سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ کلمہ گو ہو کر مرتد ہوا، اللہ رب العالمین نے فرمایا والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم پ ۱۰ ع ۱۴" وہ جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔" نیز فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا پ ۲۲ ع ۴" بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

اللہ عزوجل ایذاء سے پاک ہے، اسے کون ایذاء دے سکتا ہے؟ مگر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شان میں گستاخی کو اپنی ایذاء فرمایا" اور ان کے سوا اور بہت سی آیات سے اور احادیث سے حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب و گستاخ کا خائب و خاسر و مردود ہونا اظہر من الشمس ہے درالمختار شامی کے صـ۲۹۴ جلد ۳ میں فتاوےٰ بزازیہ و دُرَر و شفا سے اور فتاویٰ خیریہ صـ۱۰۳ جلد ۱ وغیرہا میں ہے والنظم من الشامی علیہ الرحمۃ اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر "تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔" شامی صـ۳۹۲ جلد ۳ میں ہے ان مجرد نسبۃ الکذب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم کفر" صرف جھوٹ کی نسبت حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر ہے۔" بلکہ کفر کہتے ہی اسے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف جھوٹ کی نسبت کسی ایسی چیز میں کرے جس کا لانا

Marfat.com

ضروریاتِ دین سے ہے۔ درالمختار شامی صـ۳۹۲ جلد ۳ وغیرھا میں ہے الکفر لغۃ الستر وشرعا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا قطعاً یقیناً ضروریاتِ دین سے ہے بلکہ سب ضروریات کا صدق اسی پر مبتنی ہے لہذا وہ بوجہ کفر وارتداد امامت کے قابل نہیں رہا۔

باقی حسد شرعاً بڑا سخت حرام ہے پھر اس حسد کی وجہ سے اس پہلے امام کو امامت کی دعوت دینا اور سخت حرام ہے اور بڑا سخت ظلم ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم "تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا و رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں"

اس آیتِ کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا، جس کا صریح مفاد یہ ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا، پھر اس حکم کا قطعاً عام ہونا صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا، یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے گمان میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو، ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے، اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ ہوگے۔ حاجی صاحب اور گاؤں والوں نے ٹھیک کہا کہ اس کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی اور وہ سید صاحب جو حنفی اور علم دار ہیں اور تمام چک والوں نے انہیں قبول بھی کر لیا اور امام بنا لیا تو ان کی مخالفت ہرگز ہرگز جائز نہیں جب کہ ان سے کوئی شرعی عیب سرزد نہ ہوا ہو، جھوٹے الزام لگانے اور بہت بری چیز ہے جیسے سورۂ احزاب سے ثابت ہے۔

باقی رہا مردار گائے یا بھینس کا چام اتار کر رنگنے کے بعد بیچنا، تو یہ کوئی عیب نہیں بلکہ شرعاً جائز ہے اور بہت مضبوط حدیثوں سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری صـ۲۰۲ جلد ۱، صـ۸۳۰ جلد ۲ صحیح مسلم صـ۱۵۸ جلد ۱، سننِ نسائی صـ۱۹ جلد ۲، سننِ ابوداؤد صـ۲۱۳ جلد ۲، سننِ ابن ماجہ صـ۲۶۶ میں بالفاظِ متقاربہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ کنیز کی مرا بکری

Marfat.com

کے متعلق حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھلا انتفعتم بجلدھا ۰ تم نے اس کے چام کے ساتھ کیوں نہیں نفع اٹھایا " قالوا انھا میتۃ " صحابہ کرام نے عرض کیا بے شک یہ مردار ہے " قال انما حرم اکلھا " حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مردار کا صرف کھانا ہی حرام کیا گیا ہے " اور اس کے سوا بہت حدیثوں سے ثابت کہ مردار کا چام رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اس سے ہر طرح کا نفع اٹھایا جا سکتا ہے ، اس میں کوئی حرج نہیں ، تو سید صاحب اس الزام سے بھی پاک ہیں ۔

باقی رہا کریم بخش کا جماعت سے روکنا اور مصلّٰی باہر پھینک دینا ، یہ بہت بڑا ظلم ہے اور مسجد کو غیر آباد کرنا ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے ۔ پ ۱ ع ۱۴ میں ہے و من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۰ " اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے " باقی رہی تعزیر تو وہ بہت ہی زیادہ سخت ہے اور حاکم اسلام ہی لگا سکتا ہے ۔ البتہ اہالیانِ اسلام پر لازم کہ اس کو مجبور کریں کہ ان عادتوں سے باز آ جائے اور نیک بن جائے ، آپس میں برادری کے لوگ بائی کاٹ وغیرہ سے ڈرا دھمکا کر بہت کچھ کر سکتے ہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ و اٰلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

مورخہ ۶ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

Marfat.com

الاستفتاء

علمائے دین و شرع متین ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور اسے صحیح العقیدہ حنفی تصور کرنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے چند عقائد و اعمال ذیل میں درج ہیں :-

۱. اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے متعلق گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے مثلاً یہ کہتا ہے کہ وہ معاذ اللہ کوڑھے ہو کر مرے تھے۔ اس کے باوجود لوگوں کے سامنے صحیح حنفی ہونے کا دعوے کرتا ہے۔

۲. اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے، خطبہ کے دوران کئی بار اس نے کہا "میرے جیسے کئی بے ایمان ملاں ہیں۔

۳. مسجد سے خاصی آمدنی کے باوجود روٹیاں مانگتا ہے۔

۴. چھوٹی موٹی چیزوں کی چوری کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔

۵. خود کو سید کہلانے کے باوجود قربانی کی کھالیں گاؤں کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعے دباؤ ڈال کر حاصل کرتا ہے۔

۶. لوگوں کو ایسے تعویذ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا جو دوسروں کی موت کا باعث بن سکتے ہیں۔

ان افعالِ ذمیمہ کے باعث مجھے اس سے سخت نفرت ہے کیوں کہ روکنے پر بھی وہ نہیں رکتا۔ اس لئے میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ براہِ نوازش یہ بھی تحریر فرمائیں کہ میرا یہ فعل حق بجانب ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا۔

السائل :

جمال الدین ایف۔اے، مولوی فاضل، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پرائمری سکول بڑھ سوھنڈیاں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے تو وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا، اسے مسجد کا آباد کرنا، اس میں بیٹھنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ منصب امامت کے لائق ہو، بے ایمان کافر ہوتا ہے اور کافر کے متعلق رب العالمین فرماتا ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر (ترجمہ) مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دیکر" (پ۱۰ ع ۹ سورۃ التوبہ) امام اہل سنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے ایسے کلمات استعمال کرنا اس کے خبث باطنی کی دلیل ہے اور چوری جیسے ذلیل کام گداگری اور فتنہ آمیز تعویذات یہ سب اسی خبث باطنی کا نتیجہ ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اور نفرت نہایت لازم ہے آپ نے اپنا فرض ادا فرمایا آپ حق بجانب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴/ شوال المکرم ۱۳۸۷ھ ۱۵-۱-۶۸

الاستفتاء

علامۂ زماں فقیہ دوراں شیخ الحدیث و مہتمم صاحب جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور دامت برکاتہم

سلام مسنون : حسب ذیل استفتاء میں از روئے شرع کیا ارشاد ہے؟

۱: جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالکل افضل سمجھے وہ سنی ہو سکتا ہے؟ کیا اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے؟

Marfat.com

نمبر۲ : جو شخص حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو واجب الاحترام نہ مانے بلکہ آپ کی شان میں گستاخی کرے اور فاسق تک کہے کیا وہ سنی ہے اور کیا اس کے پیچھے سنی کی نماز جائز ہے ؟ بینوا توجروا

مخلص : محمد سرور[1] قادری مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ رجسٹرڈ

خطیب نور المساجد چیچہ وطنی ۶۹-۹-۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عالی جناب حضرت قادری صاحب مد ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :- اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد الانبیاء والرسل افضل البشر ہیں اور یونہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہذا ایسے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمہ اور واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ ۶۹-۱۰-۶

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا مولوی صاحب دام فیوضکم العالیہ

---

[1] یہ مستفتی حضرت مفتی غلام سرور قادری (حال مہتمم جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور) ہیں کیونکہ اس عرصے میں موصوف مسجد نور المساجد چیچہ وطنی کے خطیب رہے ہیں۔

(محمد محب اللہ نوری)

فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ : ایک آدمی ایک گاؤں کا پیش امام ہے اور اس کی دو بیویاں ہیں۔ ایک بیوی کے لئے نفقہ وسکنیٰ دیتا ہے اور دوسری بیوی کے لئے نفقہ وسکنیٰ نہیں دیتا اور نہ وہ طلاق دیتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ آیا وہ آدمی کس حال میں متصور ہوگا، کافر یا مسلمان یا فاسق وغیرہ؟ اب وہ حج کا ارادہ کرتا ہے اسی بیوی کو جس کے لئے نفقہ وسکنیٰ ہے اپنے ساتھ لے جاتا ہے، آیا اس کی حج ہوگی یا نہیں؟ ثواب وغیرہ کے متعلق بھی لکھیں (نص قرآن وحدیث کی رو سے جواب)۔

المستفتی: پیر شہادت علی شاہ جبو کے گوردنہ ڈاک خانہ جھیٹھ پور
تحصیل دیپالپور ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

سائل نے نہایت اجمال سے کام لیا ہے۔ ایسے مسائل میں پوری تفصیل سے سوال کرنا چاہیے۔ اللہ رب العالمین کا حکم ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو" اور یہ بھی قرآنِ کریم کا ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ یعنی مرد افسر ہیں عورتوں پر" اور حدیثِ پاک میں تو حقوقِ زوجین کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو جو بھی خاوند ہو یا بیوی دوسرے کے حق بلا وجہ ادا نہ کرے تو وہی مجرم ہے تو اگر وہ شخص اپنی فرمانبردار اور وفادار بیوی کو نفقہ وسکنیٰ سے محروم رکھتا ہے تو گنہگار ہے اور اگر بیوی اس کے گھر آباد نہیں ہوتی اور بے فرمان ہے تو بیوی گنہگار ہے اور طلاق دینا بھی ہمیشہ مرد پر جھگڑا یا فساد میں لازم نہیں ورنہ خلع کی صورت میں مرد گنہگار ہوتا حالانکہ قرآنِ کریم گنہگار نہیں بتاتا بلکہ فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس میں

عـہ قرآنِ کریم اولٰئک ھم الظّٰلمون فرماتا ہے ۱۲

Marfat.com

جو بدلہ دیگر عورت چھیٹی لے ۔"
اور ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ جو زیادتی اور ظلم کرے وہ فاسق کہلاتا ہے اور فاسق کو امام مسجد نہ بنایا جائے۔ مگر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ زیادتی خاوند کی ہے یا بیوی کی، یہ تو آج کل کے جاہلوں کا عام رواج بن گیا ہے کہ مولویوں پر بہانے بنا بنا کر اعتراض شروع کر دیتے ہیں حالانکہ قرآنِ کریم فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً یعنی اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کا گلہ نہ کرو۔" اور یونہی حج کا ارادہ کرنا یا فرمانبردار بیوی کو ساتھ لے جانا جرم نہیں، اور سے فرمان بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بھی گناہ نہیں، ایسی صورت میں حج جائز ہے اور کارِ ثواب ہے، ہاں اگر خاوند ظالم ہو تو ثواب میں فرق آئیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ (۶۴-۱-۲۹)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس میں کہ ایک شخص نے اپنی دو لڑکیوں کے عوض چھ سو روپیہ لے کر نکاح کر دیا حالانکہ اس کو اس کے باپ نے منع کیا اور وہ نہ مانا آیا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

سائل:
مولوی سلطان محمود از موضع ٹھاکرہ متصل حویلی لکھا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئلہ یہی فی الواقع ہے تو شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمہ ہے۔ مقتدیوں پر واجب کہ طاقت ہوتے ہوئے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں کہ شخص مذکور سخت فاسق ہے، اس نے جو روپیہ لڑکیوں کے عوض لیا ہے وہ رشوت ہے چنانچہ بحر الرائق، فتاوٰی عالمگیری میں اس کی تصریح ہے، باپ کا حکم ماننا خصوصاً جب حکم شرع پر پابندی کا حکم کرے نہایت ضروری اور فرضِ اہم ہے اور اس شخص نے نہ مانا تو سخت فاسق ہوا اور فاسق کی امامت کا یہ حکم اسفارِ اطہار فقہ میں مشرح و مصرح ہے ہاں صحیح طور پر توبہ کرے تو اس کی امامت میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

(۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی منکوحہ کو سسرال کے ناجائز تنگ کرنے کے باعث اپنے گھر ٹھہرا لیا ہے، تو کیا اندریں صورت زید امامتِ نماز کر سکتا ہے یا نہیں! بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ مسئولہ واقعی درست اور صحیح ہے تو زید بلاشبہ امامت کر سکتا ہے کہ ناجائز تنگ کرنا ظلم ہے اور

Marfat.com

مظلوم کی امداد مستحسن ہے تو اس امر مستحسن کی وجہ سے امامت سے کیونکر روکا جا سکتا ہے؟ قرآن کریم کا فرمان جلیل ہے وبالوالدین احسانا وذی القربیٰ یعنی ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ "۔ حالانکہ لڑکی بھی قرابت والی ہے اس کے ساتھ بھی احسان ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ

الاستفتاء

اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک ہی مسجد ہے جس کے دو پیش امام زید اور بکر ہیں جو کہ باری باری امامت کرتے ہیں، زید نے بکر کے خلاف زنا کرنے کا الزام لگایا جو کہ گاؤں کی پنچایت کے روبرو پیش ہوا لیکن وہ الزام شہادتوں سے پایۂ ثبوت کو نہ پہنچ سکا۔ اب سوال یہ ہے کہ ان ہر دو کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ہر دو یا کسی ایک کے خلاف کوئی شرعی تعزیر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو کیا ہر دو کے متعلق علیحدہ علیحدہ مفصل طور پر تحریر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

السائل قطب الدین بھٹی سکنہ بسنت پورہ

نیز یہ کہ اگر زید بکر سے معافی مانگ لے اور بکر معافی دے دے تو اس معاملہ کی تلافی ہو جائیگی،

نوٹ: زید عینی شاہد نہیں تھا بلکہ گواہاں کے اکسانے پر اس نے یہ الزام لگایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

زید نے ظلم کیا اور جھوٹ کہا، قرآن کریم میں ہے فاذ لم یأتوا بالشہداء فاولٰئک عند اللہ

Marfat.com

هم الكاذبون (ترجمہ) پس جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔" قرآن کریم نے اس کی سزا اسّی کوڑے مقرر فرمائی فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا (ترجمہ) تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔" واولئك هم الفاسقون" اور وہی فاسق ہیں۔" جھوٹے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ واجب الاعادہ ہے۔ مگر سچے دل سے توبہ کر دے اور بکر سے بھی معافی لے لے تو نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحوا فان الله غفور رحيم۔ مگر وہ جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور سنور جائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور بکر بچارے کا کیا قصور؟ قرآنِ کریم تو صرف ناحق تہمت لگانے والے کو فاسق اور کاذب فرماتا ہے هم الفاسقون اور هم الكاذبون فرمایا تو بکر کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو۔ والله تعالى اعلم وعلمه اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيبه واله وصحبه وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۷ ذی القعدہ ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید اپنے پیشوا کا حلیہ لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہے کہ ؎

یوسفِ ثانی ست در حسن و جمال　　　　ہمچو موسیٰ ہست در جاہ و جلال

اور ایک دوسری غزل میں یوں رقمطراز ہے کہ ؎

آج کیوں زاہد و واعظ نکل آتے ہیں　　　　مسجدیں چھوڑ کر خادم تیرے میخانے میں

دونوں شعروں کے متعلق حکم شرعی صادر فرمائیں۔ نیز زید کے امام و خطیب ہونے کی صورت میں زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

(از رضوی دواخانہ تپوکی ۶۵-۹-۱)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

سوال وضاحت طلب ہے، زید کا پیشوا کیسا ہے؟ اگر سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل اور حقیقی عالم وعارف ہے تو بحکم ان العلماء ورثۃ الانبیاء[1] علیہ ظاہری و باطنی کے لحاظ سے زید نے اپنی نیازمندی کے طور پر کہا ہے تو کیوں جائز نہیں؟ اور اس کی اقتداء میں نمازیں کیوں ناروا ہیں؟ اور اگر بے علم و بے عمل طالب دنیا ہے متبع ہوائے نفسانی اور پیرو شیطانی ہے اور بدعقیدہ ہے تو یہ شعر ناجائز و سخت ترین جرم ہیں، اور ایسے کی امامت درست نہیں اور خطابت ناروا، خود حالات و واقعات کے مطابق سمجھ سکتے ہیں اور ہمیں خود بھی عمل کی از حد ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

(۴-۹-۶۵)

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے باؤلے کتے کا جگر نکلوایا تاکہ باولے کتے کے کاٹے ہوئے کو علاجاً کھلا دے، پھر کھلایا نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید بایں وجہ از روئے شریعت محمدی گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: احقر فیض احمد چشتی چک ۲۶۹/ ۸-۱۰ ڈاکخانہ ٹبہ عالمگیر تحصیل فورٹ عباس ضلع بہاولنگر (۶-۵-۶۷)

---

[1] ترمذی ج۲ ص۹۳ ابوداؤد ج۲ ص۱۵۷

ع[a] اور ایسی زاہدوں اور وظیفوں کا ایسے اولیاء کرام کے پاس حاضر ہونا بھی برا نہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لي النور والصواب

زید نے اگر کسی نیک، دیندار طبیب یا ڈاکٹر کے کہنے سے بطورِ علاج وہ جگر کھلانا چاہا تھا جو مسلم معالج ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس کا اس کے ماسوا کوئی اور علاج نہیں اور موت کا صحیح اور واقعی خطرہ ہے تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ایسا عادۃً ناممکن ہے تو اس بنا پر اس نے غلط اور ناجائز و حرام کا ارادہ کیا مگر بچ گیا۔ اب دیکھا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس نے یہ ارادہ بدلا ہے تو اس کے لئے نیکی لکھی گئی کما فی الحدیث المتفق علیہ اور اگر کسی اور وجہ سے نہیں کھلایا تو اس ارادۂ بد سے توبہ سے گناہ معاف ہو سکتا ہے تو امامت کے لائق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ - ۵ - ۶۷

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کا پہلا امام فوت ہو گیا ہے اور اس کا لڑکا جو کہ انگریزی تعلیم یافتہ اور ماسٹر بھی رہ چکا ہے، نمازیں بھی قضا کرتا ہے اور داڑھی بھی منڈواتا ہے، اور زنا کی بھی بدعادت ہے، کیا وہ امامت کا مستحق ہے؟ بینوا توجروا

مستفتی

سروان دیپالپور ضلع منٹگمری

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لی النور و الصواب

داڑھی منڈوانا، زناکاری، نمازوں کا قضا کرنا، یہ بہت بڑے عیب ہیں ورنہ انگریزی تعلیم اور اوورسیر ہونا کوئی عیب نہیں۔ اگر مندرجاتِ سوال صحیح اور واقعی ہیں تو شخص مذکور اپنے عاداتِ شنیعہ اور حرکاتِ قبیحہ کے سبب مجرم و بدکار و فاسق ہے، امامتِ نماز کے منصبِ رفیع کا سزاوار نہیں اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے اس کا امام بنانا ناروا و گناہ ہے، امام بنانا تعظیم ہے اور وہ شرعاً تعظیم کا مستحق نہیں بلکہ واجب الاہانۃ ہے تبیین الحقائق ص۱۳۴ جلد ۱، مراقی الفلاح ص۱۸۱، شامی ص۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للزیلعی لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ و قد وجب علیہما الاھانۃ شرعًا۔ غنیۃ المستملی ص۴۷۹، طحطاوی علی المراقی ص۱۸۱، شامی ص۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للطحطاوی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ۔ غنیہ میں اضافہ فرمایا وفیہ اشارۃ الی انہم لو قدموا فاسقا یأثمون۔ ایسے بدکار کو مسلمان برا جانتے ہیں اور حدیثِ پاک میں ہے کہ اس شخص کی نماز بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں جو قوم کا امام ہے حالانکہ وہ اسے برا جانتے ہوں ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلثۃ لا یقبل اللّٰہ منہم صلوٰۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون (الحدیث) رواہ ابوداؤد ص۸۸ جلد ۱ عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما وسکت علیہ وکذا ابن ماجۃ ص۶۹، سنن ترمذی ص۴۸ جلد ۱ میں حضرتِ ابوامامہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضرت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے نہیں گزرتی (یعنی قبول نہیں ہوتی) ان تینوں سے ایک یہ بیان فرمایا۔ امام قوم وھم لہ کارھون لہٰذا وہ امامت کے قابل نہیں واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک عورت جو اپنے خاوند کے ساتھ لڑکر اپنے میکے آگئی اور تین ماہ پورے ہونے پر خاوند نے طلاق دی تو ایک امام مسجد نے اپنی لاعلمی سے یہ سمجھا کہ چونکہ عورت عرصہ تین ماہ سے اپنے خاوند سے الگ ہے لہٰذا اس طلاق کی عدت گزر گئی، تو اس نے طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام مسجد کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور امام مسجد اپنی غلطی کا مقر ہے اور تائب ہونا چاہتا ہے۔ بینوا توجروا (نوٹ: عورت مدخول بہا ہے۔)

السائل: غلام حسین نوری بصیرپوری خطیب چک ۵۸ گنوں ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عدت وقتِ طلاق سے شروع ہوتی ہے۔ اس امام مسجد نے بڑی سخت غلطی کی، اس پر لازم تھا کہ علمائے کرام سے دریافت کرتا، مگر اس فعلِ حرام کے سبب وہ کافر نہیں ہوا اور نہ ہی اس کا نکاح فاسد ہوا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہوا ہے، اگر دیدہ دانستہ حلال جانتے ہوئے کرتا تو کفر اور فسادِ نکاح کا حکم وارد ہوتا قرآنِ کریم میں ہے ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا اور احادیثِ شریفہ میں ہے رفع عن امتی الخطأ والنسیان، اور جب وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے اور توبہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے الا من تاب و اٰمن وعمل عملاً صالحا فاولٓئک یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات، حدیث پاک میں ہے ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ۔ بہرحال امام مسجد توبہ کر سکتا ہے بلکہ توبہ کرنا فرض ہے بحکم توبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا اور جب تائب ہو جائے تو امام بھی بن سکتا ہے ہاں وہ

Marfat.com

عدت میں کیا گیا نکاح شرعاً نکاح نہیں، عورت و مرد پر لازم ہے کہ بالکل الگ تھلگ رہیں اور پورے پورے پرہیز سے رہیں اور عدت پوری ہو جائے تو حسبِ دستورِ شریعت نکاح صحیح کر سکتے ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہٖ واصحابہ و بارک وسلم۔

فقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ (۲۶ محرم الحرام ۱۳۷۹ھ)

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ فقیہِ اعظم علامہ ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج شریف!

مندرجہ ذیل مسئلہ زیرِ بحث ہے لہٰذا التماس ہے کہ بواپسی، قرآن وحدیث سے مسئلہ ذیل کا صحیح جواب عنایت فرمائیں :-

مولوی ولی محمد ولد حاجی فتح دین ارائیں سکنہ چک ۴/۱۔ ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری جو اہل حدیث فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں پیش امام فرقہ مذکورہ چک ہذا ہیں جنہوں نے اپنے مکان متروکہ ضلع فیروزپور کا کلیم فارم پہلے دس ہزار کا اور بعد ازاں ترمیم کرا کے سترہ ہزار روپے سے زائد رقم کا منظور کرا لیا ہے چونکہ ہم اس کی برادری اور اس کے سابقہ وموجودہ گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان کے مکانات وغیرہ و دیگر حالات سے بخوبی واقف ہیں، ان کے مکانات متروکہ اڑھائی تین ہزار روپے سے زیادہ مالیت کے کسی طرح بھی نہیں تھے۔ چونکہ پیش امام مذکور نے گورنمنٹ کو دھوکا دیکر اور جھوٹ بول کر ناجائز طور پر اپنا کلیم فارم منظور کرا لیا ہے، تو کیا ایسے دھوکا باز اور جھوٹے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا من رب العلمین۔

المستفتیان : باشندگان چک نمبر ۴/۱۔ ایل ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا عبدالغنی ولد فرید قوم ارائیں + نشان انگوٹھا عمردین ولد بلاقی قوم ارائیں +

نشان انگوٹھا رشید ولد عبدالرحمٰن قوم ارائیں +

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو پیش امام مذکور بہت بڑا بدکار ہے جس نے دیدہ دانستہ کئی مرتبہ جھوٹ اور دھوکا کا ارتکاب کیا اور اب بھی اسی بدکاری پر اڑا ہوا ہے۔ سترہ ہزار سے زائد روپے کی محبت میں گرفتار ہے اور توبہ نہیں کرتا۔ اس کے ان جرموں کی شناعت و قباحت بکثرت آیاتِ قرآن کریم اور صدہا حدیثوں سے روزِ روشن کیطرح ثابت ہے۔ جھوٹے اور دھوکا باز کو تو کافر قومیں بھی معیوب جانتی ہیں تو قومِ مسلم کیونکر برا نہ جانے، لہذا ہر مسلمان قوم ایسے بدکار کو ضرور برا جانتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا جو ایسی قوم کا امام بنے جو اُسے بُرا جانتی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلثۃ لا یقبل اللہ منہم صلوٰۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ ابو داؤد ص۸۸ جلد ا عن ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسکت علیہ وکذا ابن ماجۃ ص۶۹۔ یہ بھی حدیث میں آیا کہ ایسے شخص کی نماز اس کے سر سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا ترفع صلوتہم فوق رؤسہم شبرًا رجل ام قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ ابن ماجۃ ص۶۹ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز حدیث میں ایسے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت آئی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا ام قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ الترمذی ص۴۷ جلد ا عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نماز اس کے کانوں سے بھی نہیں گزرتی (قبول نہیں ہوتی) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلثۃ لا تجاوز صلوتہم اذانہم العبد الأبق حتی یرجع و

Marfat.com

امرأة باتت و زوجها عليها ساخط و امام قوم وهم له كارهون
رواه الترمذی ص ۴۵ جلد ا عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنہ۔ نیز حدیث
میں مرفوعاً ہے کہ نیکوں کو امام بناؤ اس لئے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان وفد (واسطے)
ہوتے ہیں اجعلوا ائمتکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم و
بین الله عز وجل رواه الدارقطنی ص ۱۹۷ جلد ا عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ
عنهما و کذا البیهقی ص ۹۰ ج ۳۔ نیز حدیث میں ہے کہ جب تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول
کی جائے تو تمہارے نیک تمہارے امام بنیں کہ وہ تمہارے وفد ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان
اذا سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم فانهم وفدکم
فیما بینکم و بین ربکم رواه الدارقطنی ص ۱۹۷ جلد ا عن مرثد بن
ابی مرثد الغنوی رضی الله تعالیٰ عنہ مرفوعا و کذا الحاکم فی
المستدرک ص ۲۲۲ جلد ۳۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں اپنی نمازوں کا صاف اور ستھرا بنانا
خوش کرے تو اپنے نیکوں کو آگے کرو (امام بناؤ) ان سرکم ان تزکوا صلوٰتکم فقدموا
خیارکم الخطیب عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنہ۔ کنز العمال ص ۱۳۵ جلد ۴۔ نیز صحیح بہاری
ص ۲۶۴ جلد ۲ کی حدیث ہے عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنہ قال قال
رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم لا یؤمن فاجر مومنا الا
ان یقهره بسلطان یخاف سیفه او سوطه رواه ابن ماجة
یعنی کوئی بدکار کسی مؤمن کا امام ہرگز ہرگز نہیں بن سکتا مگر یہ کہ بدکار مؤمن پر اپنی حکومت سے غالب آجائے
مومن اس کی تلوار یا کوڑے سے ڈرے۔"

ان احادیث کی روشنی میں بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ ایسا فاجر فاسق ہرگز ہرگز امامت کے لائق
نہیں، اہالیانِ اسلام اپنے اختیار سے اُسے بالکل امام نہ بنائیں، اگر امام ہوتے ہوتے ایسے پاپڑ
بیلے تو طاقت والوں پر لازم کہ اسے امامت سے ہٹادیں۔ قرآنِ کریم تو بُروں کے پاس بیٹھنے سے بھی
منع فرماتا ہے، چہ جائیکہ ان کو امام رکھا جائے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم

Marfat.com

الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ الانعام)

اور بھی بہت سی آیات و احادیث سے روز روشن کی طرح ثابت کہ بُروں کا ساتھ بُرا ہے اور نیکوں کا ساتھ اچھا ہے ہاں کسی ظالم بادشاہ وغیرہ سے جان کا خطرہ ہو تو اجازت ہے مگر وہ حکم ہر جگہ جاری نہیں، ایسے خطرے کے وقت تو اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ سے اجازت خاصہ بھی آئی ہے مگر جب ایسا سخت خطرہ نہ ہو تو قطعاً اجازت نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت کہ جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل) تو لازم کہ کسی بدکار کو امام نہ رکھا جائے کہ اس کے ظاہری معنی کی زد سے بچاؤ ہو سکے۔ نیز ایسا بدکار شرعاً تعزیر و تذلیل کا مستحق ہے اور امام رکھنا توقیر و تعظیم ہے تو طاقت ہوتے ہوئے اسے امامت سے الگ کرنا ضروری ہے، پھر الگ کرنے میں یہ مصلحت بھی ہے کہ شاید وہ پشیمان ہو کر تائب ہو جائے۔ بہرحال ایسے بدکار کو منصب امامت سے الگ کرنا بشرط طاقت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۳ صفر المظفر ۱۳۶۹ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اندریں کہ فاسق کا خود بخود اپنی طاقت سے امام نماز بن جانا یا طاقت والوں کا اسے امام بنانا جب کہ اس سے احق بالامامت موجود ہو کیسا ہے؟ پھر اس صورت میں جو نمازی بوجہ مجبوری اس جماعت میں شامل ہوں کہ اگر شامل نہ ہوں تو فتنہ و فساد کا صحیح خطرہ ہو یا خطرہ تو نہ ہو مگر کسی اور مسجد میں امام متقی کی اقتداء حاصل نہ کر سکتا ہو یا کوئی اور احق بالامامت ہو ہی نہ تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے اور اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتداء حاصل کر سکتا ہو تو کیا کرے، بینوا توجروا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

فاسق کا احق بالامامت کی موجودگی میں طاقت یا اثر ورسوخ سے امام بن جانا یا اصحابِ اقتدار کا امام بنا دینا شرعاً سخت ناجائز اور ظلمِ مبین ہے جبکہ کسی حقدار کا حق غصب کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے تو امامتِ نماز کا شرعی حق جو احق بالامامت کے لئے حاصل ہے بلکہ تمام نمازیوں کی اقتداء بالاحق کے حقوق خانۂ خدائے سبوح وقدوس میں غصب کرنے کیونکہ ظلم وناروا نہ ہوں گے، کیا اللہ رب العالمین جل وعلا نے یہ حکم محکم نہیں فرمایا ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامٰنٰتِ الیٰ اھلھا۔ کیا احادیثِ ابنِ ماجہ وابوداؤد و ترمذی میں صراحۃً یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ایسے شخص کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی جو ایسی قوم کا امام بن جائے جو اسے ناپسند کرتی ہو، کیا یہ ارشاد نہیں فرمایا اجعلوا ائمتکم خیارکم، اسی موضوع پر اور بھی کافی حدیثیں ہیں وقد مر البعض فی ھذہ الفتاویٰ۔

فقہائے کرام نے بھی مکروہ تحریمہ فرمایا ہے بحر الرائق ص۳۴۸ جلد ۱، درالمختار، طحطاوی علی الدر ص۲۴۳ جلد ۱، شامی ص۵۲۲ جلد ۱ میں ہے والنظم من الدر مع التنویر (لو أمّ قوماً وھم له کارھون ان الکراھۃ لفساد فیه او لانھم احق بالامامۃ منه کرہ له ذلك تحریماً۔ نیز قدوری ص۴۲، ہدایہ ص۱۰۱ جلد ۱، منیہ وکبیری ص۳۵۱، مبسوط ص۴۰ جلد ۱ میں ہے والنظم من القدوری یکرہ تقدیم العبد والاعرابی و الفاسق۔ کبیری ص۴۷۹، طحطاوی علی الدر ص۲۴۳ جلد ۱، شامی ص۵۲۳ جلد ۱ میں ہے والنظم للحلبی علیه الرحمۃ کراھۃ تقدیمه (ای الفاسق) کراھۃ تحریم۔ تو ایسے امام اور مقتدیوں پر لازم کہ ایسی مکروہ تحریمہ نمازوں کا اعادہ کریں یعنی دوبارہ بلاکراہت ادا کرتے ہوئے سبکدوش بنیں۔ ہاں اسمیں شک نہیں کہ اصل فرض ادا ہو جاتا ہے للدلائل الآتیۃ مگر اعادہ لازم ہے للکراھۃ التحریمیۃ بناءً علی الدلائل الماضیۃ۔ باقی وہ نمازی جو سوال کی پچھلی شقوں میں مذکور ہیں ان سب کی

Marfat.com

نمازیں جائز ہیں اور واجب الاعادہ نہیں، البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ تنزیہی ہیں جن کا اعادہ مستحب ہے کما ستتبین، قرآنِ کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين "نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کرو" یہ امر مطلق ہے اور یہاں کوئی مقتضائے کراہتِ تحریم نہیں تو نمازیں بلاشبہ جائز ہیں، احادیثِ شریفہ میں صراحتہً اس اطلاق کی تائید یں اور تصریحاتِ جواز موجود ہیں۔ سننِ ابوداؤد ص۸۸، سننِ بیہقی ص۱۲۱ جلد۳ حضرتِ ابوہریرہ سے اور سننِ دارقطنی ص۱۸۴ تا ص۱۸۵ جلد۱ میں حضرتِ ابوہریرہ، حضرتِ ابوالدرداء، حضرتِ ابن عمر، حضرتِ علی، حضرتِ واثلہ بن اسقع اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باسانیدِ متکاثرہ اور کلماتِ متقاربہ متعاضدہ مرفوعہ میں ہے صلوا خلف کل بر وفاجر۔ ان اسانید سے طریق مکحول عن ابی ھریرۃ کے سب راوی ثقہ ہیں البتہ یہ مرسل ہے جو ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول اور حجت ہے، فتح القدیر ص۳۰۵ جلد۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۸۶ جلد۳، کبیری ص۴۷۹ میں فرمایا والنظم منہ انہ مرسل وھو حجۃ[عہ] عندنا وعند مالک وجمھور الفقھاء اور باقی اسانید ضعیف ہیں مگر کثرتِ طرق سے درجۂ حسن وقبول پر فائز ہیں۔ فتح القدیر ص۳۰۵ جلد۱، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۸۶ جلد۳ میں ہے وقد روی ھذا المعنی من عدۃ طرق للدارقطنی وابی نعیم والعقیلی کلھا مضعفۃ من قبل بعض الرواۃ وبذلک یرتقی الی درجۃ الحسن عند المحققین وھو الصواب۔ شرح سفر السعادۃ ص۵۳۵ میں ہے "وبالجملہ وسے از حیثیتِ حدیث ظنی واز حیثیت اجماع قطعی" پھر یہ اطلاقاتِ آیت واحادیث صحابہ کرام اور تابعین کرام کے دستور العمل سے اور واضح ہو رہا ہے۔ مبسوط ص۴۰ جلد۱، بدائع صنائع ص۱۵۶ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ ص۳۰۵ جلد۱، زیلعی اور شلبی ص۱۳۵ جلد۱ وغیرہا میں ہے والنظم للسرخسی علیہ الرحمۃ لان الصحابۃ والتابعین کانوا لا یمتنعون من الاقتداء بالحجاج فی صلوٰۃ الجمعۃ وغیرھا مع انہ کان افسق اھل زمانہ۔ سننِ بیہقی ص۱۲۲ جلد۳ میں حضرتِ عبداللہ بن عمر کے اقتداء بالحجاج وغیرہ باقاعدہ اسنادوں سے بیان کرنے کے

عہ فتح و مرقات میں ہے وھو مقبول عندنا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بعد عبد الکریم بکار سے باسناد روایت کیا ادرکت عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یصلی خلف ائمۃ الجور۔ نیز اسی میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باسناد روایت کیا ان الحسن والحسین کانا یصلیان خلف مروان قال فقال ما کانا یصلیان اذا رجعا الی منازلھما؟ فقال لا واللہ ما کانا یزیدان علی صلوٰۃ الائمۃ۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر شریف صفحہ ۶۶ میں فرماتے ہیں وکان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبۃ وکان یشرب الخمر۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۸۶ جلد ۳، حدیث والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر، کے تحت بعد ذکر کلام ابن ہمام متعلقہ توثیق وتحسین حدیث فرمایا وقال ابن حجر ویوافقہ خبر الدارقطنی اقتدوا بکل بر وفاجر وھو وان کان مرسلا لکنہ اعتضد بفعل السلف فانھم کانوا یصلون وراء ائمۃ الجور وروی الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج وکذا کان انس یصلی خلفہ ایضا واحتمال الخوف یمنعہ ان ابن عمر کان لا یخافہ لان عبد الملک کان ممتثلا لما یامرہ بہ ابن عمر فیہ وفی غیرہ ومن ثم کان یجعل امر الحج لہ ویامر الحجاج باتباعہ فیہ۔

بخاری صفحہ ۹۶ جلد ا میں بالاسناد ہے کہ عبید اللہ بن عدی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حالانکہ آپ محصور تھے تو عرض کیا ہمیں امام فتنہ (یعنی باغیوں کا سرغنہ کنانہ بن بشر) نماز پڑھاتا ہے اور ہم حرج سمجھتے ہیں، تو آپ نے جواب دیا الصلوٰۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساؤا فاجتنب اساء تھم۔ عینی صفحہ ۶۶۷ جلد ۲ اس کی شرح میں فرماتے ہیں وفیہ ان الصلوٰۃ خلف من تکرہ الصلوٰۃ خلفہ اولی من تعطیل الجماعۃ، اور صفحہ ۶۶۵

Marfat.com

ہیں محیط سے لو صلی خلف فاسق او مبتدع یکون محرز الثواب الجماعۃ ذکر فرمایا۔ شاہ عبد الحق علیہ الرحمۃ اسی حدیثِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت اشعۃ اللمعات ص۵۱۳ جلد امیں فرماتے ہیں "ودریں دلیل است درگذاردنِ نماز خلف ہر بر و فاجر چنانکہ مذہب اہل سنت و جماعت است" مرقاۃ ص۱۴۲ جلد ۲ میں ہے وفیہ دلیل علی جواز الصلوٰۃ خلف الفرقۃ الباغیۃ و کل فاجر حالانکہ اس وقت سائل وغیرہ کو باغیوں سے کوئی کسی قسم کا خطرہ نہیں کہ وہ تو صرف سیدنا ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درپے ایذا رہتے انہی احادیث و دستورِ صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے باعث ہمارے ائمہ دین اور فقہا و متکلمین حضرات بھی یہی فرماتے ہیں۔

فقہ اکبر شریف میں حضرتِ سراج الامہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ پاک ہے والصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر من المؤمنین جائزۃ. ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس کی شرح ص۹۱ میں اس کی دلیل وہی حدیث اور عملِ صحابہ قرار دیتے ہیں۔ نیز اسی صفحہ میں منتقیٰ سے نقل کرتے ہیں سئل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن مذہب اہل السنۃ والجماعۃ فقال ان تفضل الشیخین ای ابابکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و تحب الختنین ای عثمان و علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہما وان تری المسح علی الخفین و تصلی خلف کل بر و فاجر اور یونہی شرح الو المنتہی ص۲۰ میں ہے۔ فتاوےٰ قاضی خان ص۴۳ میں ہے و من شرائط اہل السنۃ و الجماعۃ ان یری الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر، عقائد و شرح عقائد ص۱۱۵ میں ہے وتجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر الخ تکمیل الایمان ص۷ میں شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں" و یجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر جماعت در نماز از دست نباید داد و مقید بامامِ متقی و متورع نباید بود و بجہتِ آں فضیلتِ جماعت کہ بے شبہ از سننِ مؤکدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم است ترک نباید کرد و آں قدر کہ آنحضرت را تاکید در التزام جماعت و اجتماع و ائتلاف بود در جائے

Marfat.com

دیگر نبود نعم اگر مردے صالح ومتقی برائے امامت پیدا شود بہتر والا ہر کہ باشد نماز بجماعت گذارد و ہر چند کہ فاسق بود بشرطیکہ فسق وفجور دے منجر بکفر نگردد وعلم باحکام وارکانِ نماز وقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ از قرآن یاد داشتہ باشد "۔ نیز شرح سفر السعادۃ ص۵۲۵ میں فرمایا " وعلمائے اہل سنت وجماعت برآں اجماع کردہ و درکتبِ عقائد آں را ذکر کردہ وآں را از علامات سنت وجماعت داشتہ اند "

اسی حدیث کے ذکر میں حضرت ابو الشکور سالمی رضی اللہ عنہ "تمہید شریف" ص۱۷۲ میں چالیس جلیل القدر تابعین (جو کہ ایک ایک یا دو دو اہلِ بدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کر چکے ہیں) سے ایک حدیثِ مرفوع اس مدعیٰ کی نقل کرتے ہیں جس میں ہے و اشہدوا الصلوات الخمس و الجمعۃ بالجماعۃ مع کل امام۔ مجموعۂ ظاہر الروایۃ متنِ مبسوطِ سرخسی ص۴۰ جلد۱ میں ہے ویجوز امامۃ الاعمٰی و الاعرابی والعبد وولد الزنا والفاسق وغیرہم احب الی۔ حضرتِ محررِ مذہب امام محمد علیہ الرحمۃ کا یہ " وغیرہم احب الی " فرمانا روزِ روشن سے بھی واضح دلیل ہے کہ ایسی صورت میں کراہتِ تحریمیہ قطعاً نہیں کہ "احب" کا مقابل جائز ومحبوب ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی ناجائز ہوتا ہے البتہ مکروہ تنزیہی بن سکتا ہے کہ وہ بھی جائز ہوتا ہے اور محبوب بن سکتا ہے لہٰذا بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱ میں مجتبی ومعراج الدرایہ سے، پھر شامی ص۵۲۳ جلد۱ میں فرمایا والنظم من البحر وھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی۔ در المنتقی ص۱۰۸ جلد۱ الطحطاوی علی الدر ص۲۴۳ جلد۱ میں ہے والنظم لہ (قولہ تنزیھیا) ای فی الکل لقول محمد فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی، خلاصۃ الفتاوے ص۱۴۵ جلد۱ میں بھی " وغیرھم احب الی " فرمایا۔ بدائع صنائع ص۱۵۶ جلد۱ میں ہے وغیرھم اولی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہی ہو سکتا ہے جو احب اور اولیٰ کا مقابل ہوتا ہے اور یہ صورتِ امامت جس کا ذکر ہو رہا ہے صورتِ تقدیم نہیں بلکہ صورتِ تقدم ہے کیونکہ تقدم کا معنے آگے ہونا ہے اور امامت کا معنیٰ امام بننا، یعنی وہ لوگ فاسق وغیرہ خود بخود آگے ہو جائیں اور امام بن جائیں اور یہ مراد نہیں کہ امام بنائے جائیں۔ بحر الرائق ص۳۴۹ جلد۱، شامی ص۵۲۳ جلد۱ میں ہے والنظم من البحر فالحاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم

Marfat.com

ویکرہ الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة قدوری ص۴۴ ، ہدایہ ص۱۰۱ جلدا ،
فتح القدیر، کفایہ، عنایہ شروح ہدایہ ص۳۰۵ جلدا، زیلعی ص۱۳۴ جلدا میں ہے والنظم من الهدایة
ویکره تقدیم العبد (الیٰ ان قال) وان تقدموا جاز لقوله علیه
السلام صلوا خلف کل بر و فاجر۔

بہرحال تقدیم و تقدم کا فرق واضح ہے اور یہ بھی واضح کہ "صلوٰۃ خلفہم" مامور بہ ہے اور مامور بہ حسن
ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو لامحالہ ان کی نمازیں
مکروہ تحریمی نہیں ہوں گی ۔ بلکہ فقہائے عظام نے تو یہ بھی تصریح فرمائی کہ فاسق کی اقتدا میں ثوابِ جماعت
حاصل ہو جاتا ہے، گو اتنا نہیں جتنا کہ متقی کی اقتدا سے ، فتاویٰ قاضی خان ص۴۳ ، فتح القدیر ص۳۰۴ ،
کبیری ص۵۱۳ ، بحرالرائق ص۳۴۹ جلدا ، درالمختار ، شامی ص۵۲۵ ، شلبی علی الزیلعی ص۱۳۵ جلدا ، مراقی عن
مجمع الروایات ۱۸۱ ، ہندیہ ص۴۳ جلدا ، خلاصۃ الفتاوی ص۱۵۰ میں ہے والنظم منها ولوصلی
خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لکن لاینال
مثل ما ینال خلف تقی ۔ اس سے صاف صاف معلوم ہوا کہ انفراد سے اقتدا بہتر ہے
شامی ص۵۲۵ جلدا میں ہے افاد ان الصلوٰة خلفهما اولیٰ من الانفراد ۔ بحرالرائق
ص۳۴۹ جلدا میں ہے فان امکن الصلوٰة خلف غیرهم فهو افضل وان
لا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد ۔ ہاں اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدا حاصل
کر سکتا ہو تو بہتر کہ دوسری مسجد میں چلا جائے تبیین الحقائق ص۱۳۵ جلدا ، بحرالرائق ص۳۴۹ ، مجمع الانہر ص۱۰۸ ،
شامی ص۵۲۳ وغیرہا میں ہے والنظم من البحر ان الفاسق اذا تعذر منعه
یصلی الجمعة خلفه وفی غیرها ینتقل الی مسجد اخر ۔
اور یہ "ینتقل الی مسجد اخر" ایجاب نہیں بلکہ اباحت و استحباب کے لئے ہے ۔
اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ گو اپنی مسجدِ محلہ کا حق ہے کہ اس میں نماز ادا کی جائے مگر اس عذر
کی بنا پر جا سکتا ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان ص۴۳ ، خلاصہ ص۱۵۰ ، فتح القدیر ص۳۰۴ جلدا ، ہندیہ
ص۴۵ کے اسی جزئیہ تفصیلیہ سے واضح ہو رہا ہے ۔ امام قاضی خان نے فرمایا الفاسق اذا کان

Marfat.com

يوم وعجز القوم عن منعه تكلم الناس فيه قال بعضهم في صلوة الجمعة يقتدى به ولا يترك الجمعة بامامته لان في الجمعة لا يوجد غيره ومن شرائط السنة والجماعة ان يرى الصلوة خلف كل بر وفاجر واما في غير الجمعة من المكتوبات فهو بسبيل من ان يتحول الى مسجد اخر ولا يأثم بذلك لان قصده الصلوة خلف تقى۔ خلاصہ کے یہ لفظ ہیں والفاسق اذا كان يوم الجمعة وعجز القوم عن منعه قال بعضهم يقتدى به في الجمعة ولا يترك الجمعة بامامته وفي غير الجمعة بسبيل من ان يتحول الى مسجد اخر ولا يأثم بذلك۔ اور فتح القدیر میں خلاصہ سے ہے، ہندیہ میں فرمایا والفاسق اذا كان يؤم يوم الجمعة وعجز القوم عن منعه قال بعضهم يقتدى به في الجمعة ولا تترك الجمعة بامامته وفي غير الجمعة يجوز ان يتحول الى مسجد اخر ولا يأثم به هكذا في الظهيرية۔ تو یہ "بسبيل من ان يتحول" اور (لا يأثم بذلك) اور "يجوز" واضح کر رہے ہیں کہ وہ امر "انتقال الی مسجد آخر" وجوبی قطعی نہیں لہذا خانیہ، خلاصہ، فتح القدیر وغیرہا میں جزئیہ مذکورہ کے بعد متصلاً فرمادیا والنظم من الفتح ولو صلى خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعة، ہاں کراہت تنزیہیہ ضرور ہوگی جو موجب اعادہ نہیں، پھر جمعہ اور غیر جمعہ کی تفریق اس بنا پر ہے کہ پہلے زمانہ جمعہ میں تعدد نہیں ہوتا تھا یعنی شہر میں ایک ہی مسجد میں قائم کیا جاتا تھا لہذا کسی اور مسجد میں مل نہیں سکتا تھا اور دوسری فرض نمازیں شہر کی اور مسجدوں میں بھی ہوتی ہیں لہذا مشائخ کرام نے تصریح فرمادی کہ اگر جمعہ بھی متعدد ہو تو دوسری مسجد میں اقتدائے متقی میں ادا کرے اور فاسق کے پیچھے مکروہ ہوگا۔ فتح القدیر، بحرالرائق، شامی وغیرہا میں ہے وعلى هذا فيكره في الجمعة اذا تعددت اقامتها

Marfat.com

فی المصر علیٰ قول محمد وھو المفتی بہٖ لانہ بسبیل من التحول حینئذٍ ۔ اور تقریر کی اس بناء سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ اگر دوسری فرض نمازیں بھی کسی اور متقی کی اقتدا میں ادا نہ کر سکتا ہو کہ اس آبادی میں مسجد ہو ہی ایک، یا اور مسجد ہو مگر امام متقی نہ ہو تو وہ فرض نمازیں بھی جمعہ کیطرح اس امام کی اقتدا میں ادا کرے کہ یہاں بھی جمعہ کی طرح وھو بسبیل من التحول الی مسجد اخر نہیں پایا گیا حالانکہ اسی پر مدار ہے اور یہ تو کسی نے نہیں فرمایا کہ اکیلا پڑھ لے یا اپنے گھر میں جماعت قائم کرلے، اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی تاکید ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے بلکہ انہی تصریحاتِ خانیہ وغیرہا کے مفہومِ مخالف کے لحاظ سے جو کتبِ فقہیہ میں معتبر ہے (کما فی الشامیۃ وغیرھا) یہ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں اس کی اقتدا میں نماز پڑھے تو گنہگار ہوگا اور جائز نہیں ہوگا اور شامی اور بحر الرائق سے بالفاظِ متقاربہ گزر ہی چکا کہ فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد، نیز بحر الرائق ص ۳۴۹، در المختار، شامی ص ۵۲۵ میں ہے والنظم من البحر وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھۃ کما لا یخفی، شامی نے "غیرھم" کی تفسیر میں فرمایا ای من ھو احق بالامامۃ منھم۔

اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوا کہ جزئیہ مذکورہ میں یصلی اور یقتدی اور لا یترک الجمعۃ بامامتہ کے امر و نہی وجوبی ہیں اگر خلاف ورزی کرے گا تو گنہگار ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اسے ابتداع قرار دیا، شرح فقہ اکبر ص ۶۶ میں فرمایا فمن ترک الجمعۃ والجماعۃ خلف الامام الفاجر فھو مبتدع عند اکثر العلماء والصحیح انہ یصلیھا ولا یعیدھا۔

عـہ "یصلی" اور "یقتدی" مضارع کے صیغے بمعنے امر ہیں اور لا یترک مضارع منفی بمعنے نہی ہے کما لا یخفی علی الفقہاء ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

تنبیہ

لایلزم من کراھۃ التقدیم تحریما ان یکون الصلوٰۃ خلفہ علی الاطلاق مکروھۃ تحریما لانہ لیس بواجب الاھانۃ مطلقا کالکافر حتی لا یعظم بنوع تعظیم من السلام و الغسل و الجنازۃ و الدفن فی المقابر وامثالہ کیف لاو ھو مؤمن مسلم و الاسلام یعلو ولا یعلی فلا یلزم من کراھۃ تعظیمہ بالتقدیم ان یکون صلوٰۃ غیر المقدمین خلفہ تعظیما مکروھا و ذا ظاھر من الدلائل المتقدمۃ ظھورا تاما و قد قال الطحطاوی فی حاشیۃ الدر ص۲۴۳ جلد۱ " وظاھر ما فی البحر حیث خص التحریمۃ بالامام للحدیث السابق ان الکراھۃ فی حقھم تنزیھیۃ" و ایضا عدم الاھتمام بالامور الدینیۃ لیس بلازم کل فاسق و کذا احتمال عدم الاھتمام لایستلزم کراھۃ الصلوٰۃ خلفہ تحریما فان امثال ھذہ الظنون وان اعتبرت فی التقدیم فلا یعتبر مطلقا فان الاصل فی المسلم عدمہ فتذکر المسائل التی لم یعتبر المشائخ الظاھر البین فیھا انظر مسئلۃ الحیوان الحی الواقع فی البیر فی الخانیۃ و الفتح و البحر وغیرھا من اسفار المذھب المھذب کما فی الشامیۃ ص۱۹۶ جلد۱ ، قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانھم قالوا فی البقر و نحوہ یخرج حیا لایجب نزح شیئ وان کان الظاھر اشتمال بولھا علی افخاذھا لکن یحتمل طھارتھا بان سقطت عقب دخولھا ماءا کثیرا مع ان الاصل الطھارۃ اھ ومثلہ فی الفتح و ایضا فیھا و فی

Marfat.com

الخانية لو نقعت الشاة وخرجت حية ينزح عشرون دلواً لتسكين القلب لا للتطهير حتى لو لم ينزح وتوضأ جاز وكذا الحمار والبغل لو خرج حيا ولم يصب فمه الماء وكذا ما يؤكل لحمه من الابل والبقر والغنم والطيور والدجاج المحبوسة اهـ ومثل في مختارات النوازل

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى الله تعالى على حبيبه الاكرم وعلى اله وصحبه وبارك وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

حامئ شریعت وماحئ شرک وبدعت ومفتیانِ عظام دینِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دام اقبالہ۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ومغفرتہ :- بعد آداب و نیاز کے عرض ہے کہ فرمایئے کہ ایک پانچ وقت نماز پر پابندی کرنے والا یعنی پانچوں نمازیں باقاعدہ اور وقت پر ادا کرنے والا اگر ہر روز دو یا ایک نماز قضاء کرنیوالے کے پیچھے نماز باجماعت پڑھے تو آیا نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں جو پیش امام ہر روز دو نمازیں قضاء کرے یا صبح کی نماز پہلی اور ظہر عصر کی چھوڑ دے، آیا اس امام کے پیچھے صاحبِ ترتیب کی اقتدا صحیح ہے یا نہیں بحضرت! اس کا حوالہ دیا، دیگر تراویح کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا ضروری ہے یا نہیں یعنی تراویح کی نیت تحریر فرمادیں، ہمارا بہت جھگڑا رہتا ہے ماآپ فیصلہ کردیں کہ نمازِ تراویح میں نیت کس طرح مستحب ہے؟ اور حضرت صاحب دونوں مسئلے تحریر فرما کر مجھ جیسے جاہل کا مغالطہ نکال دیں، میں آپ حضور کا بڑا مشکور ہونگا چونکہ ہمارے پیش امام کہتے ہیں کہ تراویح وقت نمازِ عشاء کہنے کے بغیر تراویح ہوتی ہی نہیں، حوالہ دیناً واجباً عرض ہے کہ جواب تحریر فرمادیں۔

السائل: خاکسار محمد اسلم عاجز ساکن شاہو بلوچ ۲۳-۱۰-۶۳

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ومغفرتہ :-

جو شخص قصداً بلاعذر ایک نمازِ فرض کسی ایک دن نہ پڑھے تو وہ فاسق ہے چہ جائیکہ ہر روز ایک یا دو نمازیں قضا کرے ایسے شخص کے سخت فاجر و فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ فاسق کی اقتدار مکروہ ہے اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا حکم یہ ہے کہ اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے لہٰذا ایسے شخص کی اقتدار سے پرہیز کی جائے۔ شامی ص۵۲۳ جلد ۱ میں ہے واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ لانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا (الیٰ ان قال) مشی فی شرح المنیۃ علیٰ ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔ نیز ص۴۲۵ میں درالمختار سے ہے کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ تحریم تجب اعادتھا۔

تراویح کی نیت میں عشار کا وقت کہنا بالکل ضروری نہیں، تراویح سے ہی وہ نماز جو عشار کے وقت میں پڑھی جاتی ہے اور زبان سے نیت ہر نماز میں صرف مستحب ہے اور دل کی نیت ضروری ہے نفل اور سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنتِ وقت کی یا قیام اللیل کی (یعنی اس رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی) فتاویٰ عالمگیر ص۳۴ جلد ۱ میں ہے ویکفیہ مطلق النیۃ للنفل والسنۃ والتراویح ھو الصحیح کذا فی التبیین وھو ظاھر الجواب واختیار عامۃ المشائخ کذا فی التجنیس والاحتیاط فی التراویح ان ینوی التراویح او سنۃ الوقت او قیام اللیل۔ واللہ تعالیٰ[1] اعلم وصلی اللہ تعالیٰ

[1] کاڑ پر والمولیٰ تعالیٰ اعلم وصلی تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم لکھا ہے کہ ادب کا یہی تقاضا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

على حبيبه وآله واصحابه وبارك وسلم۔

نوٹ :۔ مسائل دریافت کرنے کے لئے کارڈ نہیں بھیجنا چاہئے بلکہ لفافہ میں بھیجنا چاہئے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظِ قرآن ہے، اس کے اوپر اہل و عیال کا بہت بوجھ ہے، گھر کے دس افراد کھانے والے ہیں اور کوئی کمانے والا نہیں ہے، وہ شخص نابینا بھی نہیں ہے لیکن صرف نظر تھوڑی کمزور ہے، دور کی چیز نہیں دیکھ سکتا نزدیک سے دیکھ سکتا ہے، مجبوری کی وجہ سے ریل گاڑی میں سوال کرتا ہے، نظر کی کمزوری کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا گذشتہ سال ماہِ رمضان شریف میں مسجد قادری میں اس نے قرآنِ پاک ختم کیا ہر سال کہیں نہ کہیں رمضان شریف میں قرآنِ پاک سناتا ہے۔ گذشتہ سال جب اس نے یہاں مسجد قادری میں تراویح پڑھائیں تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا اب بھی پیش امام کے غیر حاضر ہونے کیوجہ سے نمازی حضرات اس حافظِ قرآن کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑا کرتے ہیں اور اس حافظِ قرآن کو دو چار مرتبہ کہتے ہیں تب نماز پڑھاتے ہیں وہ خود یہ کہتے ہیں کہ کوئی اور صاحب نماز پڑھائیں تو بہتر ہوگا لیکن کوئی صاحب تیار نہیں ہوتے۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ حافظِ قرآن گاڑیوں پر سوال کرتا ہے، مانگنے کو وہ خود بھی پسند نہیں کرتا، مجبوری کیوجہ سے سوال کرتا ہے لہذا براہِ کرم اس نزاع میں احکامِ شرع سے واضح طور پر مع دلائل و حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں بینوا توجروا۔

السائل :۔

محمد عنایت اللہ منتظم مسجد قادری اسٹیشن روڈ حیدرآباد سندھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نماز ہو جاتی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے صلوا خلف کل بر و فاجر۔ ہاں یہ بھی واضح ہے کہ اس حافظ صاحب کا غیر ہی بہتر ہے کیونکہ منصب امامت نہایت اعلیٰ و ارفع ہے اور گداگری اگرچہ اصل میں ضرورت پر مبنی ہو مگر حد ضرورت پر اکتفاء عادۃً بڑا مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وآلہ وصحبہ وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۹/۱۰/۶۸ ، ۱۴/ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ داڑھی منڈانے والا امام مسجد بنانا جائز ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

السائل : بشیر احمد ٹیچر سکول چک ۴۳/ایس۔پی کھرڑیہ ۱۹-۳-۵۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

منصبِ امامت بہت ہی بڑا دینی منصب ہے۔ داڑھی منڈانے والا فاسق اور گنہگار اس بلند منصب

Marfat.com

کے لائق نہیں لہذا اسے امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے لہذا اس کا لوٹانا واجب ہے کما هو مبين من كتب المذهب المهذب - والله تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبه واٰله واصحابه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بجواب حادثہ مندرجہ ذیل کے کہ بوقت عدم موجودگی امام الحی و دیگر قابل امامت علی سبیل السنۃ کسی ایسے آدمی کی اقتدا کرلی جاوے جس کی داڑھی قبضہ سے کم ہو، ضرورت وفتنہ کے مدنظر بطابق صلّوا خلف کل بر و فاجر الخ اقتدا کرلیویں تو کیا اس صورت میں بھی بسبب مسئلہ مشہورہ ادائیگی بصورت کراہت موجب اعادہ ہے یا کہ نہ ؟

نوٹ : نماز جمعہ تھی۔ بینوا بالحوالۃ توجروا بالکمالۃ

الجواب الموفق للصدق والصواب

بشرط صحت وصدق مسئلہ مسئولہ بوجہ ضرورت شخص مذکور کے پیچھے نماز صحیح و درست بلکہ اولیٰ ہے ، فان قلت فما الافضلیۃ ان یصلی خلف ھؤلاء او الانفراد قیل اما فی حق الفاسق فالصلوٰۃ خلفہ اولی (بحرالرائق) پس جبکہ نماز درست ہوئی اور کراہت پائی نہیں گئی تو پھر اعادہ کیسے ؟

محب النبی صدر مدرس جامعہ غوثیہ نظامیہ وزیرآباد

(اس سوال وجواب پر مندرجہ ذیل جواب لکھا گیا ۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر واقعی ضرورت وفتنہ شرعیہ کی بنا پر اقتدا کیا گیا ہے تو بلا گنجائش شک وشبہ در ریب جائز درواد بجا ہے

Marfat.com

اللہ رب العالمین جل وعلا کا ارشادِ مبین ہے وارکعوا مع الراکعین والاطلاق حجۃ بمنزلۃ النص حتی لا یتخصص بخبر الواحد والقیاس کما نصوا علیہ قاطبۃ پھر اس اطلاق کی تائید حدیثِ صلوا خلف کل بر وفاجر سے ہو رہی ہے، جس کا معنی صحیح وثابت، متعدد صحابہ کرام سے مرفوعًا، سنن ابوداؤد اور بیہقی و دارقطنی وغیرہا میں باسانیدِ کثیرہ مروی اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مجمع علیہ ہے اور صحابہ کرام اور سلف صالحین کے دستور العمل سے موثوق بہ ہے کما لا یخفی علی من خدم کلمات الائمۃ الکرام اصلًا حتے کہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر شریف صـ۹۶ میں حضرت امام الائمہ سراج الامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد والصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر من المؤمنین جائزۃ کے تحت فرماتے ہیں فمن ترک الجمعۃ والجماعۃ خلف الامام الفاجر فھو مبتدع عند اکثر العلماء والصحیح انہ یصلیھا ولا یعیدھا۔ پھر تعجب ہے کہ جب کوئی اور قابلِ امامت علی سبیل السنۃ موجود ہی نہیں تو کراہت واعادہ کا شبہ ہی کیوں جاتا ہے؟

بحر الرائق صـ۳۴۹ جلد ۱، درالمختار، شامی صـ۵۲۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من البحر وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھۃ کما لا یخفی۔ شامی نے "غیرھم" کی تفسیر میں فرمایا ای من ھو احق بالامامۃ منھم، نیز بحر و شامی میں بالفاظِ متقاربہ ہے فان امکن الصلوٰۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد۔ پھر تعجب بالائے تعجب یہ کہ یہ صورت ہے ہی نماز جمعہ کی، حالانکہ اس کی ادا موقوف بر جماعت ہے اور چونکہ فرض کا موقوف علیہ فرض ہوتا ہے لہٰذا یہ جماعت بھی فرض ہوگی اور اقتدار ضروری ہوگا یہاں تک کہ مشائخ کرام نے مطلقاً تصریح فرمادی کہ اگر فاسق زبردستی امامت کراتا ہے اور منع نہیں کرسکتے تو اس کی اقتدار میں جمعہ ادا کیا جائے جبکہ کسی اور احق بالامامت کی اقتدار حاصل نہ ہوسکتی ہو، فتاویٰ قاضی خان صـ۴۳، خلاصۃ الفتاویٰ صـ۱۵ جلد ۱، فتح القدیر صـ۳۰۴ جلد ۱، غنیۃ المستملی صـ۴۷۹، ہندیہ صـ۴۵ جلد ۱، مجمع الانہر صـ۱۰۸ جلد ۱، شامی صـ۵۲۳ جلد ۱،

Marfat.com

تبیین الحقائق ص۱۳۵ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۴۹ جلد ۱ میں ہے والنظم منہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ۔

تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہوا کہ صورتِ سوال میں اقتدا روا، بلکہ ضروری تھا اور کوئی ایسی کراہت جو موجبِ اعادہ بنے قطعاً نہ تھی لہذا یہ اقتدا موجبِ اعادہ نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت شرعیہ فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے کما صرحوا بہ والتفصیل فی الفتاوی النوریۃ

(نوٹ) ظاہر سوال یہ کہ اس امام وقتی کی داڑھی قبضہ سے کم کتراتے رہنے کے سبب ہے[*] اور وہ تائب بھی نہ ہوا ورنہ اگر داڑھی پوری ہوئی ہی نہ ہو یا تائب ہوگیا تو کیا حرج؟ بلکہ اگر سرے سے خلقۃً ہوئی نہ تب بھی امامت بلا کراہت جائز، جب کہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ (۳-۱۲-۶۱)

الاستفتاء

مندرجہ ذیل مسائل بھی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی:

نمبر۱: امام مذکور داڑھی خشخاشی رکھتا ہے تو جب کبھی وہ جماعت کراتا ہو، بعد میں اگر مجھے شامل ہونا جائز ہے یا نہیں حالانکہ میں نے اسے سمجھا دیا ہے مگر وہ نہیں مانتا بلکہ کہتا ہے شرعی ہے بھی یہی؟

نمبر۲: مسوڑے سے خون نکالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

نمبر۳: اویس قرنی کے والدِ ماجد کا کیا نام ہے؟

نمبر۴: گندم و دیگر غلہ کو عشر یا نصف عشر کھانے کی گندم رکھنے کے بعد کو ہے یا تمام کے حساب سے؟

السائل: ابو الطیب غلام رسول فاروقی از چک ۱۰/ایس۔پی

---

[*] یہ امام وہ نہیں جو پہلے سوال میں مذکور ہے بلکہ اس کا غیر ہے جو اس سوال کے خط میں مذکور ہے، [redacted] اور یہ فتوے ۲۰، ۱۳۸۱ھ کا یعنی سات سال پہلے کا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ج۱: آپ پرہیز کریں اور محتاط بھی رہیں یعنی کوئی ایسی صورت نکالیں کہ وہ سمجھ جائیں اور فساد بھی نہ ہو۔

ج۲: ہاں شرعاً داڑھی کا مشت بھر رکھنا واجب ہے۔ صحیح مسلم ص۱۲۹ جلد ۱، سنن ترمذی ص۱۰۰ جلد ۲، نسائی ص۲۷۷

جلد ۲، ابن ماجہ ص۲۵ میں "عشر من الفطرۃ" کی حدیث میں ہے واعفاء اللحیۃ، صحیح بخاری ص۸۷۵

جلد ۲، مسلم ص۱۲۹ جلد ۱، ترمذی ص۱۰۰ جلد ۲، نسائی ص۲۷۷ جلد ۲، میں بروایات متعددہ ابن عمر سے

مرفوعاً وارد ہے وفروا اللحی، اعفوا اللحی، اوفوا اللحی بلکہ مسلم میں ابوہریرہ سے مرفوعاً

ارخوا اللحی بھی آیا ہے۔ اور مسلم و ترمذی نے ابن عمر سے یہ بھی روایت کیا ان رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحی اور امر "وجوب"

کے لئے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ داڑھی بڑھانا نہایت ضروری ہے اور کترنا بالکل جائز ہی نہ ہوتا مگر دوسری احادیث

سے معلوم ہوا کہ مشت بھر سے زائد کترنا جائز ہے تو مشت بھر رکھنا ضروری ہوا، شامی ص۳۵۹ جلد ۵ میں ہے

وھو ان یقبض الرجل علی اللحیۃ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا

ذکرہ محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال و بہ ناخذ۔ فتح القدیر ص۲۷۰

جلد ۲، بحر الرائق، درالمختار شامی میں ہے والنظم من الدر و اما الاخذ منھا وھی دون ذلک

کما یفعلہ بعض المغاربۃ و مخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد۔ حاصل یہ کہ مشت بھر

سے کم کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

ج۳: مسوڑے سے خون نکالنا مفسدِ صوم نہیں و ذا ظاھر جدا۔

ج۳: حضرتِ خیر التابعین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عامر ہے کما فی تقریب التھذیب

وغیرہ۔

ج۴: عشر یا نصف العشر کل پیداوار سے لیا جاتا ہے کما صرح بہ الفقہاء الکرام

Marfat.com

قاطبة وهو حكم الكتاب والسنة لعموم كلمة ما ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ ر رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ)

الاستفتاء

علامۂ زماں بیہقیٔ دوراں شیخ الحدیث فقیہ اعظم حضرت قبلہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللّٰہ صاحب نعیمی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۔ براۓ مہربانی درج ذیل مسئلہ تفصیلاً تحریر فرمائیں ۔

مسئلہ ۱ :۔ داڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم ترشوانا کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک مٹھی داڑھی رکھنا کہیں صحیح حدیث سے ثابت نہیں مفصلاً تحریر فرمادیں ۔

مسئلہ ۲ :۔ ایک مولوی نے ایک امام مسجد کے نام کے ساتھ "مظہر اعجاز نبوت" لکھا ہے ایسے لکھنے والے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

مسئلہ ۳ :۔ مسجد میں بیٹھ کر جھوٹی قسمیں اٹھا کر لوگوں میں فتنہ وفساد پھیلانا کیسا ہے ؟ فقط والسلام

ناچیز : غلام سرور جادوی خطیب جامع مسجد غوثیہ رضویہ کالا گیٹ فوجی ملز جہلم

۱۸ ر ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :۔ مزاج گرامی !

آپ کے مرسلہ مسائل محتاج تفصیل جدید نہیں ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے جس میں کسی شک وشبہ کی

Marfat.com

گنجائش نہیں اعفاء اللحیہ کی مکمل و مفصل تحقیق اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالے لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ" میں بکثرت آیات واحادیث کی روشنی میں دیکھیں ، اور ایسے کی امامت مکروہ ہے ۔اپنے اختیار سے امام بنانا اور اس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی کا بنایا ہوا ہے اور نمازی کو اس کے ہٹانے کا اختیار نہیں تو تنزیہی ہے هٰذا هو عطر التحقیق ۔ اگر امام مسجد واقعی عالم عامل کامل و مکمل معلم و مبلغ پابند سنت ہے اور ولی صاحب کرامات تو ایسا عالم مظہر اعجاز نبوت ہی ہوتا ہے یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعجاز کے ظہور کا ذریعہ ہے تو شرعاً جائز ہے ، اور اگر اس کے خلاف ہے تو خلاف کے مقدار پر نا جائز ہے مسجد میں بیٹھ کر جھوٹی قسمیں اٹھانی جو فتنہ و فساد کا ذریعہ ہو نہایت ہی سخت حرام ہے جس کا استحلال کفر ہے جھوٹی قسم اٹھانا قرآن کریم کے احکام سے فسق مبین ہے چہ جائیکہ ایسی قسم فتنہ و فساد بھی پھیلائے چہ جائیکہ مسجد کے اندر ہو ، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

(۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ ، ۷۰-۵-۳۱)

الاستفتاء

نمبر(ا) ہمارے محلہ شمالی کی مسجد گلاب شاہ کے خزانچی میاں محمد گلزار صاحب داڑھی کترواتے ہیں جو کہ ایک مشت سے کم ہو جاتی ہے ۔امام صاحب اور ناچیز کی عدم موجودگی میں امامت کے لئے خود کھڑے ہو جاتے ہیں یا کسی دوسرے داڑھی کتروانے والے کو کھڑا کر دیتے ہیں اور بعض وقت مودودی صاحب کے آدمی کو کھڑا کر دیتے ہیں ، داڑھی کے اعتبار سے وہ بھی ناقص ہوتا ہے ، اگر انہیں داڑھی پورا رکھا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو بے دریغ کہتے ہیں کہ ہم داڑھی کو استرے سے صاف کرا دیں گے اور ہم داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھیں گے ، ہماری نماز ہو جاتی ہے ۔ایسے آدمی کے لئے کیا حکم ؟ اور ایسا آدمی مسجد اہل سنت میں خزانچی رہ سکتا ہے یا نہیں ؟

(ب) ایک دوسرے آدمی جو کہ مقامی نہ تھے باہر کسی جگہ امامت کراتے اور داڑھی کترواتے ہیں جو کہ ایک

Marfat.com

مشت سے کم ہے امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ جب انہیں داڑھی کے بارے میں کہا گیا کہ داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے تو بہت جرأت سے بولے، داڑھی فرعون کی تھی، داڑھی سکھوں کی ہے! اعمال نیت پر ہیں ایسے آدمی کے لئے شرعی حکم فرمادیں جس نے داڑھی کا یہ احترام کیا؟

(7) شخص مذکور میاں گلزار صاحب ایک نئی بات خاندانِ اہلِ چشت کے ذمہ کہتے ہیں کہ خاندانِ اہلِ چشت کے نزدیک پوری کرانا منع ہے، باقی داڑھی کی کوئی قید نہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟

سوال نمبر ۲ حضورِ والا! امام صاحب کی عدم موجودگی میں جبکہ امام صاحب دو چار دن چھٹی جائیں اور انتظامیہ مسجد کسی دوسرے آدمی کا انتظام نہ کر سکے اور وقتِ جماعت تمام آدمی بے ریش یا داڑھی کتروانے والے موجود ہوں تو ایسی صورت میں کیا ان آدمیوں سے کسی کو امامت کے لئے کھڑا کر سکتے ہیں، کیا یہ امامت جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس نماز کا دہرانا واجب ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

السائل: محمد نور الٰہی مرزا، رضا ہومیو ہسپتال بخشی مارکیٹ جہلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ:۔

واقعی ایسا شخص خزانچی نہیں ہونا چاہیے مگر شرعاً یہ حکم بھی نہیں لگا سکتے کہ نہ رہے، داڑھی منڈانے یا کترا کر ایک مشت سے کم رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور برطرف کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کی نماز اس کے اقتداء میں مکروہ تحریمی ہے اور واجب الاعادہ ہے اس میں مقامی یا غیر مقامی کا فرق نہیں، پھر یہ جرأت کہ فرعون اور سکھوں کی داڑھی کیطرف نسب کر کے داڑھی پر استہزاء کیا جائے۔ نہایت ہی ظلم اور فسق و فجور ہے۔ حضراتِ چشت اہلِ بہشت کیطرف ایسی بات منسوب کرنی بھی بدترین جھوٹ اور سخت افتراء ہے، اپنے جیسے فاسق کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا بھی وہی حکم ہے یعنی فرض ادا ہو جائے گا اور نماز واجب الاعادہ ہے البتہ اگر قدرتی طور پر داڑھی نہ ہو یا تازہ بالغ ہوا اور ابھی داڑھی اتری نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیٰ حبیبہ وسیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

(نوٹ) مزید استفسارات کے لئے آپ اپنے شہر کے مفتی حضرت مولانا غلام محمود صاحب خطیب عید گاہ کیطرف رجوع فرمایا کریں۔ والسلام۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ ۲۵/۹/۷۱

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کی داڑھی مٹھ بھر نہیں اور قینچی سے کترتا ہے اور داڑھی پر سیاہ رنگ کا خضاب لگاتا ہے کیا وہ امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں، کیا خضاب سیاہ رنگ کا لگانا جائز ہے یا نہیں، کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں!

السائل: محمد اشرف بقلم خود ۷۱-۱۱-۱۴

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم اجعل لی النور والصواب

داڑھی مشت بھر سے کم کرانی حرام ہے اور یونہی خضاب بھی ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز ہے کما فی اسفار المذہب المھذب الحنفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پورے اٹھارہ سالہ لڑکے کے پیچھے نماز باجماعت ہوسکتی ہے کہ نہیں

Marfat.com

حالانکہ وہ لڑکا کہتا ہے کہ مجھے احتلام آتا رہتا ہے اور اب تک داڑھی نہیں اتری اور بڑا خوبصورت نہیں، بینوا توجروا۔

سائل : غلام رسول تعلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بصورتِ صحتِ سوال وہ لڑکا شرعاً بالغ ہے۔ تمام ائمہ دین کے نزدیک تنویر الابصار میں ہے بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال۔ نیز اسی میں ہے فان لم یوجد فیہما فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وقررہ فی الدر وقال الشامی فی الغائیۃ[عہ] ھذا عندھما وھو روایۃ عن الامام وبہ قالت الائمۃ الثلاثۃ وعند الامام حتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنۃ ولہا سبع عشرۃ سنۃ لہٰذا نماز اس کے پیچھے بلا کراہت جائز ہے، شامی میں ہے (قولہ وکذا تکرہ خلف امرد) الظاہر انہا تنزیہیۃ ایضًا والظاہر ایضًا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۲ر جمادی الاولٰی ۱۳۷۷ھ بوقتِ ظہر)

عہ ای فی الجملۃ التی بنیت الغایۃ للصغیر ۱۲ ابوالخیر غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمتِ اقدس جناب قبلۂ کونین وکعبۂ دارین والد صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ آپ کے فرمان کے مطابق آج مورخہ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ کو ٹبکے بہادل پہنچے، بات چیت ہونے کے بعد انہوں نے یہ کہا ہے کہ حافظ نذیر احمد صاحب بغیر داڑھی کے ہیں اور اس کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں، یہ حضرت صاحب قبلہ سے لکھوا کر لے آؤ۔ تو اب فقیر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مہربانی فرماکر تحریر فرمادیں کہ جائز ہے یا نہیں؟ حضور کی عین نوازش ہوگی۔

آپ کا کمترین غلام : عبدالنبی منیر احمد نوری بقلم خود ساکن بہادل واس
تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں جائز ہے جبکہ امام بالغ ہو۔ شرائطِ امامت بالغین سے ہے کہ امام بھی بالغ ہو۔ نور الایضاح، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی میں ہے والنظم من المتن و البلوغ اور یہ شرط کسی آیت یا حدیث یا کتابِ فقہ میں ہرگز ہرگز نہیں کہ بالغ ہونے کے بعد داڑھی بھی اتر چکی ہے تو نماز جائز ہے ورنہ نہیں، جو یہ کہے کوئی دلیل لائے اور کسی معتبر کتاب سے دکھائے کہ نماز ناجائز ہے۔ قوم کے نوجوان ہونہار حافظوں کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ قرآنِ کریم سنائیں تو حکم وتعاونوا علی البر والتقوٰی انہیں موقع دینا چاہیے کہ یہ عبادت انجام دے سکیں نہ یہ کہ انہیں منع کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

الاستفتاء

مفتیان دین وشرع متین شریعت میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا جس کی پیدائش ۱۹۴۷ء (۱۶ سال) میں ہوئی اور وہ ایک سال سے قرآن مجید کا حافظ ہوچکا ہے اور دو یا تین جماعت سکول بھی پڑھا ہوا ہے اور اس کو ایک سال سے احتلام بھی آتا ہے چونکہ اس کو داڑھی ابھی نہیں اتری اس لئے چہرہ صاف عورتوں کی مانند ہے، لڑکا رنگ کا سانولا ہے۔ ایک دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ اس کے پیچھے نماز منع ہے کیونکہ اس کا چہرہ عورتوں کی طرح صاف ہے۔ اس کے بارے شریعت میں کیا فرماتے ہیں نیز دیوبندی صاحب کہتا ہے کہ فرض نماز ہرگز نہیں ہوتی، اس کے پیچھے نفل نماز ہوسکتی ہے۔ اس کے بارے میں بھی تحریر فرماکر مشکور فرمائیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ میری بروئے شریعت مدد فرماکر تحریر کا جواب دیں گے۔

السائل :۔ محمد حنیف حصہ دار ولٹوہا (۶۳-۱۲-۳۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً بلاشبہ اس لڑکے کو امام بنانا جائز ہے کہ شرعاً یقیناً وہ بالغ ہے۔ جب ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوا ہے تو اس کی عمر ۱۶ سال سے بھی یقیناً زیادہ ہے کہ شرعی سال انگریزی سال سے تقریباً دس دن کم ہوتا ہے تو اگر ۱۹۴۷ء کے آخر میں بھی پیدا ہوا تو تب بھی تقریباً ساڑھے سولہ سال بنتا ہے حالانکہ شرعاً پندرہ سال لڑکا بالغ ہوجاتا ہے اگرچہ اسے احتلام نہ آئے اور اس لڑکے کو تو احتلام بھی سال کا آتا ہے تو وہ یقیناً بالغ ہے کما فی الدر و الشامیۃ والھندیۃ وغیرھا من الاسفار المذھبیۃ اور داڑھی کا اترنا امامت کی شرط کسی امام کے نزدیک قطعاً نہیں بلکہ اطلاقِ قرآن کریم اور حدیث پاک سے کئی وجوہ سے اس کی امامت

Marfat.com

جائز ہے۔ وہ دیوبندی منع بتانیوالا کوئی بالکل بے علم اور جاہل معلوم ہوتا ہے یا پھر اس کے دل میں کوئی عناد یا فساد ہے۔ کسی دیوبندی کی کتاب میں بھی یہ قطعاً نہیں لکھا کہ داڑھی کا اترنا شرط ہے تو وہ کیوں بلاوجہ کہتا ہے، دیکھئے قرآن کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين (پ الٓمٓ) "یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس آیت سے جماعت وامامت ثابت ہو رہی ہے اور اس کا اطلاق اس جماعت وامامت کو بھی یقیناً شامل ہے جس کا امام بالغ ہو مگر داڑھی نہ اتری ہو والاطلاق فی حكم النص عندنا كما نصوا عليه في الاصول اور مسلم شریف ص۲۳۶ جلد۱، ابوداؤد ص۸۶ جلد۱، نسائی ص۱۲۶ جلد۱، ترمذی ص۳۲ جلد۱، ابن ماجہ ص۷۰، مستدرک حاکم ص۲۴۳ جلد۱، دارقطنی ص۱۰۴ میں محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک بالفاظ متقاربہ ہے ويؤم القوم اقرئهم لكتاب الله "یعنی قوم کی امامت کرے ان میں سے قرآن کریم کو زیادہ پڑھنے والا" حالانکہ حافظ دوسروں سے زیادہ پڑھنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ حدیث پاک میں یہاں تک آیا والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم یعنی نماز اے مسلمانو تمہارے اوپر لازم ہے ہر مسلمان کے پیچھے رواه ابو داؤد ص۳۴۳ جلد ا کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور، سنن بیہقی ص۱۲۱ جلد۳، تو کیا وہ حافظ جو گاؤں کے لوگوں سے قرآن کریم زیادہ پڑھنے والا ہے اور مسلمان اور سنی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی؟ ناجائز کہنا قرآن کریم اور حدیث پاک کے خلاف ہے اور یونہی کتب فقہ مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ سب کے خلاف ہے۔ کسی ایک امام نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ داڑھی اُگی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں بلکہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سات آٹھ سال کا لڑکا بھی نماز نفل اور فرض دونوں میں امام بن سکتا ہے مگر دوسرے ائمہ فرماتے ہیں۔ بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑکے کی امامت سے منع فرمایا ہے جب کہ اسے احتلام نہ آیا ہو۔ ان کی حدیث کے لفظ یہ ہیں ونهانا (امير المؤمنين عمر بن الخطاب) ان يؤمنا الا المحتلم۔ (صحیح بخاری ص۴۶۵ جلد۲) اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کشف الغمہ ص۱۳۳ جلد ا میں ہے لا يؤم الغلام حتى يحتلم اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلمات پاک یہ ہیں لا يؤم الغلام حتى تجب عليه الحدود۔

ان سب کا حاصل یہ کہ احتلام آنے سے پہلے لڑکا امام نہیں بن سکتا مگر تعجب کہ یہ چودھویں صدی کا دیوبندی

Marfat.com

یہ کہنا ہے کہ احتلام آنے کے بعد بھی امام نہیں بن سکتا جس کی داڑھی نہ اگی ہو عورت کے حکم میں نہیں اگرچہ بالغ نہ بھی ہوا ہو اور یہی وجہ ہے کہ لڑکوں کی صف بالغوں کے پیچھے ہوتی ہے اور عورتوں سے آگے۔ پھر شرعی مسئلہ ہے کہ عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر لڑکا کھڑا ہو جائے تو نہیں ٹوٹتی بلکہ اکیلا لڑکا ہو تو حکم ہے کہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہو اور جب بالغ ہو جائے تو بالغوں کے ساتھ ہی ضرور کھڑا ہوگا تو عورت کے حکم میں کیسے ہوا؟ ہاں اگر کوئی لڑکا ایسا ہو جو بڑا خوبصورت ہو جس کی صورت بڑی دلکش ہو کر برے اور ذلیل لوگ اسے دیکھ کر شیطانی اور شہوانی خیالات میں پڑتے ہوں تو ایسے بالغ لڑکے کی امامت خلافِ اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں مگر ناجائز پھر بھی نہیں۔ شامی ص۵۲۵ جلد۱ میں ہے الظاهر انها تنزيهية ايضًا والظاهر ايضًا كما قال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة پھر اسی میں ہے علة الكراهة خشية الشهوة وهو الاظهر۔ فتح القدیر ص۳۰۷ جلد۱ میں ہے ومرجعها (اى كراهة التنزيه) الى خلاف الاولى۔

بہر حال ایسے بالغ حافظ لڑکے کا امام بننا فرضی و نفلی سب نمازوں میں شرعاً یقیناً جائز ہے جبکہ وہ صحیح معنیٰ میں مسلمان ہو۔ ہاں اگر ایسے لوگ جو حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ ہوں یا حضور کے پیچھے کسی اور نئے نبی کے آنے کے قائل ہوں یا کوئی اور کفریہ عقیدہ رکھیں تو ان کی امامت فرض اور نفل کسی نماز میں بھی جائز نہیں اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں اور داڑھیاں بڑی بڑی رکھیں، جب ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۸-۱۲-۶۳

الاستفتاء

بحضور فیض گنجور فیض مآب جناب مفتی صاحب مدظلکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بازار میں دکان ہے اس کے

Marfat.com

بغیر کوئی شرعی مانع نہیں، کیا اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا من رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

مسلمان شرعی موانع سے مبرا بلاشک وشبہ وریب امامت کر سکتا ہے۔ بازار میں دوکان ہونا بلا وجہ مانع نہیں ہو سکتا۔ تجارت بلاشبہ جائز ہے قرآنِ کریم میں ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض اور بازار کی ذات میں کوئی خرابی نہیں، جب محرماتِ شریعت سے مجتنب رہے تو "مشی فی الاسواق"[1] منافی نبوت بھی نہیں چہ جائیکہ یہ امامتِ صغریٰ، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ رجسٹر نکاح کوئی مسلمان لیکر رجسٹراری کا کام کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی امام یا خطیب موجودہ رجسٹر لیکر رجسٹری کا کام کرے آیا اس کا وعظ وخطبہ سننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شرعِ شریف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی:۔
قادری عبد الکریم مدرس جامع صدیقیہ لوکوشیڈ لاہور ۲۳/۹/۶۶

---

[1] کہ قرآنِ کریم میں مطاعنِ کفار سے منقول ہے یمشی فی الاسواق ۱۲ ابوالخیر غفرلہ

فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

باقاعدہ حدودِ اسلام کی پوری پوری پابندی کرتے ہوئے کرسکتا ہے ہاں اگر کوئی نکاح خواں ناجائز نکاح کرے یارشوت وغیرہ لے تو یہ ناجائز ہے اور اسکا وبال اسی پر ہے مگر جو ایسا نہ کرے تو وہ مجرم نہیں بلکہ پابندی مذکورہ کے ساتھ یہ کام کرنا مستحسن ہے اگر کوئی مسلمان یہ کام نہ کرے تو کیا اہلِ اسلام کے نکاحوں کا رجسٹرار کوئی غیر مسلم مقرر کیا جائے؟ یہ عجیب سا سوال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ جمادی الاخرے ۱۳۸۶ھ ۶۶-۹-۲۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید جو باقاعدہ مرد باریش ہے اور صرف مردوں والا عضو رکھتا ہے عورتوں والا عضو برائے نام بھی نہیں اور نہ ہی پستان عورتوں کیطرح ابھرے ہوئے ہیں مگر اس کے مردانہ عضو میں سوراخ ہے جس سے پیشاب آتا ہے اور احتلام مردوں کی طرح ہوتا ہے اور منی بھی مردانہ عضو سے اسی سوراخ سے خارج ہوتی ہے تو کیا ایسا شخص شرعاً مرد ہے اور مردوں کا امام بن سکتا ہے یا خنثیٰ ہے اور مردوں کا امام نہیں بن سکتا ہے بینوا توجروا۔

مستفتی :

مولوی محمد اسحاق از لدھیال مؤرخہ ۵۹-۱۲-۳۰)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی الثبوت والصواب

ایسا شخص بلاشک وشبہ یقیناً مرد ہے اور خنثیٰ بالکل نہیں، شرعاً خنثیٰ وہ انسان ہے جس کے مردانہ اور زنانہ دونوں عضو ہوں یا دونوں ہی نہ ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری ص۳۹۸ جلد۴ میں ہے یجب ان یعلم بان الخنثیٰ من یکون لہ مخرجان قال البقالی رحمہ اللہ تعالیٰ او لا یکون لہ واحد منہما اور یونہی تمام کتب معتبرہ مذہبیہ میں ہے۔ اور مردانہ عضو کے سوراخ درمیانہ سے پیشاب آنا بھی کوئی مضر نہیں بلکہ یہ تو واقعی خنثیٰ کے حق میں بھی مرد ہونے کی دلیل ہے کہ مردانہ عضو سے پیشاب آئے۔ فقہائے کرام نے اس کو مطلقاً عہ مرد ہونے کی دلیل قرار دیا ہے اور یہی احادیث شریفہ سے بھی ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے فان کان یبول من الذکر فھو غلام۔ اور مردوں کی طرح احتلام آنا یا پستانوں کا عورتوں کی طرح نہ ہونا جوان کے حق میں مرد ہونے کا نشان ہے فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے وکذا اذا احتلم کما یحتلم الرجل او کان لہ ثدی مستو (الی ان قالوا) لان عدم نبات الثدیین کما یکون للنساء دلیل شرعی علیٰ انہ رجل کذا فی المبسوط لشمس الائمۃ السرخسی اور داڑھی بھی مردانگی کی دلیلِ خاص ہے۔ فتاوےٰ مذکورہ وغیرہا میں ہے خرجت لحیۃ فھو رجل کذا فی الذخیرۃ حالانکہ زید کا زنانہ عضو برائے نام بھی نہیں تو یہ چیزیں اس کے حق میں اس کی واقعی مردانگی کے نشان کیوں نہیں بنتیں تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ زید مرد ہے تو اس کی امامت مردوں کے لئے جائز ہوگی جس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، و اللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ

عہ ای غیر مقید بخروج البول من رأس الذکر و اثنائہ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

مکبر الصوت

لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

Marfat.com

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

اور اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

(الحج، آیت ۷۸)

Marfat.com

لاؤڈ سپیکر لگا کر نماز پڑھانے کے جواز میں یہ معرکۃ الآراء رسالہ سیدی حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء میں تحریر فرمایا۔۔۔۔۔ اور حق یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

ہر چند کہ یہ ایک خالص علمی تحقیق تھی مگر علمی و تحقیقی انداز میں اس کا جائزہ لینے کی بجائے بعض حلقوں نے اسے تعصب کی نظر سے دیکھا اور اس تحقیق کو بہت بڑا "جرم" قرار دیا۔ اس وقت غازی کشمیر حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیہ اعظم سے فرمایا:

"مولانا آپ کی تحقیق انیق لائق تحسین ہے۔۔۔۔۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام علماء کرام لاؤڈ سپیکر لگا کر نمازیں پڑھائیں گے اور آپ کا فتویٰ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا"۔

شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

"میں خود ہی مکبر الصوت کی تقریظ ہوں۔۔۔۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بہت سے علماء سے تقاریظ حاصل کر کے روانہ کروں گا"

حقیقت ہے کہ یہ مدلل و مبرہن رسالہ اپنے موضوع پر نہایت ہی جامع ہے۔ وفاقی شرعی عدالت کے جج مفتی سید شجاعت علی قادری رقم طراز ہیں:

"لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ پر (حضرت فقیہ اعظم کا) فتویٰ آپ کی فقاہت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور فقیر کی نگاہ سے جتنے فتاویٰ اس موضوع پر گزرے ہیں، ان سب میں مدلل ہے۔۔۔۔۔ کسی نئی چیز کو خلاف اسلام قرار دے دینا بڑا آسان کام ہے

Marfat.com

مگر حکم شرع دریافت کرلینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے"۔

(مکتوب محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں:

"لوگ اس مسئلہ میں اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ "کبر الصوت" کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔۔ اب تو بیس برس سے زیادہ گزر گئے اور مانعین میں سے کوئی شخص تاحال اس رسالے کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا"۔

(تقریظ محررہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ ر ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء)

حضرت فقیہ اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ نے للیت و خلوص کے ساتھ اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ کبر الصوت کا اختتامیہ ملاحظہ ہو:

"حضرات علمائے کرام و فقہائے عظام کے حضور پر زور معروض کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق براہ کرم قیمتی آرائے عالیہ سے ضرور مطلع فرمائیں اور بصورت اختلاف دلائل تحقیقیہ شرعیہ و مذہبیہ کی روشنی میں رہنمائی کی سعی جمیل فرمائیں۔ بفضلہ وکرمہ تعالیٰ مجھے قبول حق سے قطعاً عار نہیں اور اعتراف خطا بھی دشوار نہیں۔۔۔۔۔ ہاں محض لکیر کا فقیر بننا اور دلائل شرعیہ کے خلاف محض شخصیتوں کے سامنے جھک جانا یا توہمات باطلہ و اشتباہات عاطلہ کا شکار ہو جانا، میں کیا آپ کی انصاف پسند نظریں بھی پسند نہیں فرماتیں۔ خدارا اپنی بھاری ذمہ داری کا احساس فرمائیں اور حق خوب ظاہر و واضح کر دکھائیں"۔

کبر الصوت (پہلا ایڈیشن ۳۹)

یہ رسالہ پہلی بار "کبر الصوت لیس فوت" کے تاریخی نام سے ۷۵ ۱۳ھ "۱۹۵۶ء" میں اردو پریس لاہور سے چھپ کر انجمن حزب الرحمٰن بصیر پور کی طرف سے شائع ہوا فروری ۱۹۵۹ء میں اس کا ضمیمہ چھپا۔۔۔۔۔ ازاں بعد ۷۸ ۱۳ھ ر ۱۹۵۹ء میں یہ مکمل رسالہ ترتیب

Marfat.com

جدید کے ساتھ خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری قصوری نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر جمعیت اہل سنت قصور کی طرف سے شائع کیا۔۔۔۔۔ سیدی فقیہ اعظم نے اس کا انتساب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نام کیا:

"یہ چھوٹا سا مجالہ چونکہ حضرت امام اہل السنت والجماعت حامیٔ سنت، ماحیٔ بدعت، عظیم البرکت، کریم اللعت، مجدد مأۃ حاضرہ، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصوصی فیوض و برکات سے ہی مستفاد ہے۔ لہٰذا ان ہی کے نام نامی و اسم سامی سے منتسب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

۷ ر ذی القعدۃ المبارکہ ۷۸ ۱۳ھ"

۱۹۷۴ء میں جب فتاویٰ نوریہ حصہ اول پہلی بار شائع ہوا تو سیدی فقیہ اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس میں حوالہ جات کا اضافہ فرما کر فتاویٰ نوریہ میں شامل کر دیا۔

محمد محب اللہ نوری
۹ راگست ۱۹۹۱ء

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ اگر امام امامت سے پہلے لاؤڈسپیکر نصب کرادے کہ تکبیرِ تحریمہ وانتقالات سے وہ مقتدی جو دور ہوں مطلع ہوتے رہیں تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز ہوگئی جو لاؤڈسپیکر کے ذریعہ مطلع ہوکر افعالِ نماز میں متابعتِ امام کرتے رہے ہیں ؟ بعضے علماء کرام فسادِ نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈسپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے وہ نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ "من لم یدخل فی الصلوٰۃ" کی اقتدا بنی جو مفسدِ نماز ہے کما فی الشامی ایک بہت بڑے عالم نے تو اسے جزئیہ صریحہ لاؤڈسپیکر کا حکم دیا ہے اور ایسے ہی "تلقن من الخارج" بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعالِ نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسد ہے۔ ایک بہت بڑے اور مشہور مدرسے کے صدر المدرسین نے کہا " نماز میں کسی ایسے شخص کی آواز سے جو داخلِ نماز نہ ہو، استفادہ کرنا باتفاقِ فقہاء مفسدِ نماز ہے "، صدا سے سجدۂ تلاوت کی آیت سُنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہرِ مُفرِط پایا جاتا ہے جو مفسدِ نماز ہے لہٰذا نمازیں نہ ہوئیں اور لاؤڈسپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کرے اس پر توبہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈسپیکر پر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں ؟ کیا قرآنِ کریم سے باوجود دعوائے " تبیاناً لکل شیئ " اس کا کوئی حل نہیں ملتا ؟ احادیثِ شریفہ سے کوئی ہدایت نہیں ملتی ؟ پھر اجماعِ امت اور اجتہادِ مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا ؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

السائل : ابوالنصر گول چکہ منٹگمری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزّل الکتٰب تبیانا لکل شیئ وتفصیل الکتاب ، وبشّر عبادہ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ فی کل باب ، اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ و اولٰئک ھم اولوالالباب ، وصلی اللہ تعالٰی وبسلم علٰی حبیبہ الذی علمہ مالم یکن یعلم وکان فضلہ علیہ عظیما بلا ارتیاب ، فانبأ بما کان وما یکون الی یوم الحساب ، فحفظ من حفظ و نسی من نسی لیصیب مجتھد والصواب ، ثوابا علی ثواب ، وعلی الہٖ خیر اٰل واصحابہ خیر اصحاب ، کلما قرّر سوال وحرّر جواب ، بنصوص الکتاب والسنۃ واجماع الامۃ واجتھاد الائمۃ واضح الخطاب ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وگنجائش ریب قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ اور اجماعِ عملی ونقولِ مذہبیۂ فقہیہ سے اس کا جواز آفتابِ بے حجاب سے بھی زیادہ واضح وبے نقاب ہے ، تفصیلِ جواب سے قبل ان مقدمات ضروریہ پر نظرِ غائر نہایت ضروری ہے :۔

Marfat.com

مقدمہ اُولیٰ

اشیاء میں اصل اباحت ہے،

اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے، استعمال کرنے والے پر شرعاً کوئی گرفت نہیں کہ وہ معاف ہے۔ قرآن کریم نے صاف صاف فرمادیا عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا (المائدہ) ترجمہ: "اللہ انہیں معاف کرچکا ہے" سنن ترمذی ص ۲۱۹ جلد ۱، ابن ماجہ ص ۲۴۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فہو مما عفا عنہ ترجمہ: "حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں حلال کیا اور حرام وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کردہ چیزوں سے ہے" یعنی اس کے کرنے پر کچھ گرفت نہیں۔ سنن بیہقی ص ۳۲۰ جلد ۹ میں ہے فقد عفا عنہ۔ اور اسی کے ص ۱۲ جلد ۱۰ میں ہے فہو عفو، اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع سنن بیہقی ص ۱۲ جلد ۱۰، مستدرک ص ۳۷۵ جلد ۲ میں ہے وما سکت عنہ فہو عافیۃ فاقبلوا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیا ترجمہ: "اور جس چیز کا ذکر نہ فرمایا تو وہ معاف[عہ] ہے پس اللہ تعالیٰ سے معافی قبول کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں" پھر یہ آیت پڑھی وما کان ربک نسیا یعنے تمہارا رب بھولنے والا نہیں" حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا۔ اور ذہبی نے یہ تصحیح برقرار رکھی، سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ جلد ۲، مستدرک ص ۳۱۷ جلد ۲ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث موقوف میں ہے فہو عفو" کہ وہ معاف ہے" قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین واقرہ الذہبی۔

عہ منتہی الارب میں ہے عافیۃ کصاحبۃ دور کردن خدا از بندہ مکروہ را وسلامت از بیماری و بلا و مکروہات در بدن باطن و در دین و دنیا و آخرت اسم مصدر است ۱۲

Marfat.com

اور ان کے علاوہ اور آیاتِ متعددہ واحادیثِ کثیرہ سے بھی یہ قاعدہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہے، مفسرینِ کرام ومشائخ عظام کی تصریحات بھی یہی فرماتی ہیں اختصاراً صرف شامی کی ایک ہی عبارت پر اکتفار کیا جاتا ہے ص۹۵ جلد ۱ میں ہے وصرح فی التحریر بان المختار ان الاصل الاباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية اھ وتبعه تلميذه العلامة قاسم وجرى عليه فی الهداية من فصل الحداد وفی الخانية من اوائل الحضر والاباحة جس کا خلاصہ یہ کہ جمہور احناف اور شوافع کے نزدیک مختار یہ ہے کہ بلاشبہ اصل اباحت ہے۔ امام اہل السنت والجماعت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بکثرت اپنے مبارک رسالوں اور فتوؤں میں اس قاعدۂ مبارکہ کی توضیح وتصریح فرمائی ہے مثلاً فتاویٰ افریقیہ ص۵۸ میں فرمایا "جواز کو یہی کافی ہے کہ شرعاً ممانعت نہیں، جس چیز کو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع بننا اور نئی شریعت گھڑنا ہے۔" پھر کافی دلائل کے بعد ص۵۹ میں فرمایا "اللہ عزوجل فرماتا ہے ما اٰتٰكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا" جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں، وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔" تو معلوم ہوا کہ جس کا نہ حکم دیا نہ منع کیا وہ نہ واجب نہ گناہ، اور فرماتا ہے عزوجل يا ايها الذين اٰمنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم وان تسئلوا عنها حين ينزل القراٰن تبد لكم عفا الله عنها والله غفور حليم۔ "ایمان والو! نہ پوچھو وہ باتیں کہ ان کا حکم تم پر کھول دیا جائے تو تمہیں برا لگے اور اگر اس زمانے میں پوچھو گے جبتک قرآن اتر رہا ہے تو تم پر کھول دیا جائے گا، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔"

یہ آیتِ کریمہ ان تمام حدیثوں کی تصدیق اور صاف ارشاد ہے کہ شریعت نے جس بات کا ذکر نہ فرمایا وہ معافی میں ہے۔ جبتک کلامِ مجید اتر رہا تھا احتمال تھا کہ معافی پر شاکر نہ ہو کر کوئی پوچھتا تو اس کے سوال کی شامت سے منع فرما دی جاتی اب کہ قرآنِ مجید اتر چکا، دین کامل ہو لیا، اب کوئی حکم نیا آنے کو نہ رہا جتنی باتوں کا شریعت نے نہ حکم دیا نہ منع کیا، ان کی معافی مقرر ہو چکی جس میں اب تبدیلی نہ ہو گی۔ وہابی جو کہ اللہ کی معافی پر اعتراض کرتا ہے، مردود ہے، وللہ الحمد! احکامِ شریعت ص۱۳۳ میں فرمایا "اصل اشیاء میں طہارت و

Marfat.com

حلّت ہے قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ب۔ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ۔

مقدمۂ ثانیہ

بلا دلیلِ خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے

بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے اور حضرت رب العالمین جل وعلا پر افترا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ ترجمہ: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ان کا بھلا نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ صفحہ ۹ جلد ۲ میں ہے "جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرتے اور اسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو، جان لو کہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعویٰ اسی پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تمسک بہ اصل موجود"۔ اقامۃ القیامہ صفحہ ۳۶ میں فرمایا" ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟ اگر ثبوت نہ دو اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے شرعِ مطہر پر افترا کیا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ سبحان اللہ! الٹا سند کا مطالبہ ہم سے! شامی صفحہ ۱۱ جلد ۱ میں بحر الرائق سے ہے ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص، شامی فرماتے ہیں اقول وھٰذا ھو الظاھر اذ لا شبھۃ ان النوافل من الطاعات کالصلوٰۃ والصوم ونحوھما فعلھا اولیٰ من ترکھا بلا عارض ولا یقال ان ترکھا مکروہ تنزیھا۔ خلاصہ یہ کہ کراہتِ تنزیہیہ بلا دلیلِ خاص ثابت نہیں ہوسکتی۔ یہ مقدمہ بھی پہلے کی طرح بکثرت آیات و

Marfat.com

احادیث وتصریحات ائمہ عظام سے اس کشمس کی طرح ثابت ہے مگر اختصار مطلوب ہے۔

مقدمہ ثالثہ

بلاتحقیق وثبوتِ کامل حرام ومکروہ کہنا افترا ہے

بلاتحقیق وثبوتِ کامل حرام ومکروہ کہنا افترا ہے۔ امام اہل سنت والجماعت کے کلمات طیبات میں ہی سنئے "احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ وثبوت کامل کسی شے کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مبین خود مبیّن۔ سیدی عبد الغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لہما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ واثرہ ابن عابدین فی الاشربۃ مقررا (فتاوی رضویۃ ص۹۹ جلد۲) ترجمہ: یہ کچھ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالٰی پر افترا کرو کہ حرمت وکراہت کے لئے تو دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے اور ضرور توقف فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شراب کے حرام فرمانے میں جبکہ حضور پر نصِ قطعی اتری باوجودیکہ وہی مُشرّعِ ہیں اھ اور علامہ شامی نے کتاب الاشربہ میں اسے نقل کرکے مقرر رکھا۔

مقدمہ رابعہ

قوی گمانِ ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں

امام اہل سنت والجماعت کے پاکیزہ کلمات میں ہے" جب تک خاص اسی شئے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی ضرورت نہیں۔ مسلمان

Marfat.com

کو روا ہے کہ اصل حلّ وطہارت پر عمل کرے اور یمکن و یحتمل وشاید ولعلّ کو جگہ نہ دے۔ فی الحدیقۃ لاحرمۃ الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمہ السوال عن شیئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بہا فیحرم علیہ (فتاوٰی رضویہ ص۱۱۹ جلد ۲) ترجمہ: حدیقہ میں ہے حرمت نہیں مگر جبکہ یقینی طور پر ثابت ہو اس لئے کہ اصل حلال ہونا ہی ہے اور انسان پر کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا بھی لازم نہیں، اس حد تک کہ اس شئی کی حرمت پر اطلاع پائے اور ٹھوس ثبوت حاصل کرلے تو اس پر حرام ہوگی؛" نیز ص۹۸ میں ہے وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الا مع العلم لا مع الشک والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل یعنی حدیقہ میں ہے کہ یقینِ حرمت کے سوا شک یا گمان کے ساتھ حرمت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ اشیا میں اصل حلال ہونا ہی ہے؛ بلکہ قرآن کریم میں صراحۃً ارشاد فرمایا یا ایہا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیاء (المائدہ) کہ اے ایماندارو! چیزوں سے سوال نہ کرو" یہ اور اس کے سوا متعدد آیات واحادیث سے بھی یہ مقدمہ ثابت ہے۔

مقدّمۂ خامسہ

اطلاقِ مطلق بمنزلۂ نص ہے

اطلاقِ مطلق بمنزلۂ نص ہے یعنی کسی امر کو کسی قید سے مقید نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس امر کی ادائیگی اس قید پر موقوف نہیں اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے مثلاً کوئی کہے پانی پلا اور یہ نہ کہے کہ پیالے میں، تو پیالے میں پلایا جائے یا گلاس یا کوزے میں ہر طرح پلانا پایا گیا، حکم اقامتِ نماز بلا مصلّٰی زمین پر پڑھنے کی قید سے مطلق ہے تو زمین پر پڑھی جائے یا نہ ہر طرح حکم ادا ہوجاتا ہے اور یونہی یہ قید بھی نہیں کہ اذان سن کر ہی نماز قائم کرو تو اذان کے سننے پر نماز موقوف نہیں بلکہ نمازی بہرہ یا دور ہو کہ اذان سن نہ سکے یا سرے سے ہو ہی نہ، تب بھی نماز کا ادا کرنا معتبر ہے حتی کہ جماعتِ جمعہ میں بھی شامل ہوجائے تو فرض ادا

سہ ظن غالب بھی شرعاً یقین کے حکم میں ہے کما صرحوا بہ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ہوجائے گا۔ اصول الشاشی صدا، تنقیح وتلویح ص۱۶۹ وغیرہا میں ہے والنظم لصدر الشریعۃ حکم المطلق ان یجری علی اطلاقہ۔ نیز تنقیح وتوضیح ص۱۷۳ میں ہے (ولنا قولہ تعالیٰ لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم) فہذہ الآیۃ تدل علی ان المطلق یجری علی اطلاقہ۔ تحریر الاصول مع الشرح ص۳۳۳ جلد ا میں ہے (بل) العمل بہ (ان یجزئ کل ما صدق علیہ) المطلق (من المقیدات) بیان لما یعنی ان یحمل علی اطلاقہ بحیث امکن للمکلف ان یأتی بما شاء من افرادہ سواء کان ذٰلک المقید المنصوص او غیرہ فیکون کل فرد من افراد المطلق مجزئیا عما ھو الواجب علیہ۔

ان سب کا حاصل یہ کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھا جاتا ہے یعنی وہ تمام افراد جن پر مطلق سچا آتا ہے ان میں سے مکلف جسے چاہے ادا کرسکتا ہے۔ کسی ایک فرد کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہوجاتا ہے۔

مقدمہ سادسہ

صوت وصدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ

صوت وصدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ مواقف وشرح مواقف وغیرہا سے مکبر الصوت کی طبع اول میں درج ہوئی تھیں مگر بعدازاں امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ" الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا "سے منقولہ حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب مدظلہم صوت وصدا کی ملخص تعریفیں بمع فوائد جو نہایت ہی جامع ومانع ومفید ہیں، ہفتہ وار رضوان لاہور، ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۹ء ص۵ میں غنیمت باردہ کی صورت میں دستیاب ہوئیں لہٰذا تبرکاً وہی نقل کی جاتی ہیں۔ ایک

ف اس رسالہ مکبر الصوت چھپنے کے بعد اصل رسالہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ " الکشف شافیا " بھی چھپ کر آگیا جس میں صوت وصدا کا بیان ص۱ سے ص۳۵ تک بڑی تفصیل سے ہے جس کی مختصر تلخیص رضوان سے منقول ہے کہ اس وقت یہ رسالہ " الکشف شافیا " چھپا نہیں تھا بلکہ چھپا ہوا تھا۔"

منہ غفرلہ

Marfat.com

جسم کا دوسرے جسم سے بقوت ملنا جسے "قرع" کہتے ہیں یا بہ سختی جدا ہونا کہ "قلع" کہلاتا ہے جس ملاءِ لطیف مثل
ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل و تکیف لاتا ہے اسی شکل و کیفیتِ مخصوصہ
کا نام "آواز" ہے۔ اس صورتِ قرع کی فرع ہے کہ زبان وگلوئے متکلم وقتِ تکلم کی حرکت ہوائے دہن
کو بجا کر اس میں اشکالِ حرفیہ پیدا کرتی ہے۔ یہاں وہ کیفیتِ مخصوصہ اس صورتِ خاصۂ کلام پر بنتی ہے جسے
قدرتِ کاملہ نے اپنے ناطق بندوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداءً وہ قرع وقلع واقع ہوا
جیسے صورتِ کلام میں ہوائے دہنِ متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوشِ سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں
لہذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوشِ سامع تک پہنچانے یعنی ان مشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے
کے لئے سلسلۂ تموج قائم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں
کوئی پتھر ڈالو، یہ اپنے مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا، وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک
کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت و
رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرعِ اول سے کہ ہوائے اول متحرک و متشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے
برابر والی ہوا کو قرع کیا۔ اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا
اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں، یونہی ہوا کے حصے بہ وجہِ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہِ قرع
وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخِ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھنچا ہے۔ یہ موجی سلسلہ
اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا۔ یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس
قرع نے اس میں بھی وہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا، پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوحِ مشترک میں مرتسم
ہو کر نفسِ ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالیٰ ادراکِ سمعی حاصل ہوا۔
الغرض ہر شئے کا سببِ حقیقی ارادۃ اللہ تعالیٰ ہے، بے اس کے ارادے کے کچھ ممکن نہیں۔ وہ ارادہ
فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالمِ اسباب میں حدوثِ آواز کا سببِ عادی یہ قرع وقلع ہے اور اس
کے سننے کا وہی تموج وتجددِ قرع وطبع تا ہوائے جوف سمع ہے متکلم کے قرع سے ملاءِ مجاور میں شکل و کیفیتِ مخصوصہ بنی تھی کہ شکلِ حرفی
ہوئی تو وہی الفاظ و کلمات تھے نہ اور قسم کی آواز، اس کے قرع نے بوجہِ لطافت اس مجاور کو جنبش بھی دی۔ اس کی

Marfat.com

جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ یہاں اس ہیں بنا تھا اس میں اتر گیا یونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں، اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائل زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں، تموّج قرع میں ضعف آتا جاتا ہے اور ٹھپا ہلکا پڑجاتا ہے ولہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حرف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموّج کہ موجبِ قرع آئندہ تھا ختم ہوجاتا ہے اور عدمِ قرع سے اس کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اترتی، آواز یہیں تک ختم ہوجاتی ہے۔ یہ تموّج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک و محرک اول کیطرف ہے اور راس اس کے تمام اطرافِ مقابلہ میں جس طرح زمین سے مخروطِ ظلی اور آنکھ سے مخروطِ شعاعی نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروطِ نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروطِ ظلی کے کہ مقابلِ جرم اور مخروطِ شعاعِ بصر کے کہ تنہا سمتِ مواجہ میں بنتا ہے۔ ان مخروطاتِ تموّج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچیگا، سب اس آواز کو سنیں گے ٹھپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی۔ یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی۔

اس تقریر سے بحمد اللہ تعالٰی منکشف ہوگیا کہ:۔

۱ آواز اس شکل وکیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع وقلع سے پیدا ہوئی۔

۲ اس کا اور تمام حوادث کا سببِ حقیقی محض ارادۂ الٰہی ہے، دوسری چیز اصلاً نہ مؤثر نہ موقوف علیہ اور آواز کا ظاہری وعادی سببِ قریب قلع وقرع ہے۔

۳ سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بہ شکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموّج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

۴ ذریعۂ حدوث قرع وقلع ہیں اور وہ آنی ہیں، حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل وکیفیت جس کا نام آواز ہے، باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں۔

۵ آواز ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔

۶ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملاءِ متکیّف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔ آواز کنندہ کی حرکت قلعی و قرعی سے پیدا ہوتی ہے ولہذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

Marfat.com

۷ جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملاءِ متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔

۸ انقطاعِ تموج انعدامِ سماع کا باعث ہو سکتا ہے نہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے، صوت باقی ہے۔

۹ دوبارہ تموج ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

۱۰ وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخصِ اول کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے، گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں "صدا" کہتے ہیں۔

اس بیانِ فیض توامان سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ صدا اسی وحدتِ نوعیہ کی بنا پر وہی پہلی آواز ہی ہے[عــہ] کہ تعریفِ صدا میں صراحۃً فرمادیا کہ "خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے"۔ پھر یہ دوبارہ سنائی دینا اگر تموجِ اول ہی کی بنا پر ہے جیسے بعض نے فرمایا، تو مدعیٰ ثابت، اور اگر دوبارہ نیا تموجِ تازہ اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آیا ہے تو پھر بھی وہی آواز باقی کہ انکشاف[۹] میں دوبارہ فرما دیا کہ دوبارہ تموج ہو تو اس سے تجدیدِ سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی۔ رہا نسبۃً صدا کا بلند ہونا تو وہ مغایرت کی دلیل نہیں کہ بلند و پست ہونا تو اس شکل و کیفیت (آواز) کی دو متوارد صفتیں ہیں جو بدلتی رہتی ہیں ان کے بدلنے سے نفسِ کیفیت میں فرق نہیں آتا۔ مشاہدہ شاہد اور اعلیٰحضرت سے اس کی تفصیل بھی سن چکے کہ بولنے والے کے نزدیک آواز اونچی ہوتی ہے اور دور کم سنائی دیتی ہے حالانکہ اس دور والی پست آواز کو قطعاً غیر نہیں کہا جاتا تو صدا کو بوجہ بلند ہونے کے کیوں غیر کہا جائے۔ رہا سجدۂ تلاوت کا واجب نہ ہونا تو یہ حضرتِ امامِ اعظم یا ان کے کسی تلمیذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کا بظاہر قول نہیں بلکہ تخریجِ متفقہین ہی ہے اور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد " ہمارے علماء تصریح کرتے ہیں کہ اس کے سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں " میں فقط ہمارے علماء کا فرمانا بھی یہی ظاہر کرتا ہے ورنہ اپنی عادتِ کریمہ کے مطابق اوصافِ جلیلہ و القابِ جمیلہ سے ائمہ کرام کا نام لیتے۔ پھر اس کے تخریج ہونے کے باوجود بطورِ استدراک اس کی ایک توجیہ فرمادی اور یہ قطعاً نہ

عــہ الکشف شافیا کے ص۳۵ میں ہے" اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے ۱۲ منہ غفرلہ

فرمایا کہ صدا پہلی آواز کا غیر ہے لہٰذا سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ حضرت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خان صاحب باوجودیکہ لاؤڈسپیکر پر نماز کے قائل نہیں مگر اپنے فتویٰ کی قسطِ دوم مندرجہ رضوان، رجنوری ۱۹۵۰ء ص۱۱" کے پہلے کالم میں امام اہلِ سنت والجماعت کے بیانِ سابق سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ گنبد کی گونج اور اس آلہ سے سنی ہوئی آواز دونوں صدا ہونے میں برابر ہیں۔ پھر تیسرے کالم میں لاؤڈسپیکر سے سنی گئی آواز کے متعلق صراحۃً فرماتے ہیں " وہی اصل متکلم کی آواز ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس آواز کی کاپی دوسری میں اتر گئی "۔ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان کی نظر میں بھی صدا اور لاؤڈسپیکر سے سنی گئی آواز پہلی ہی آواز ہے، البتہ لاؤڈسپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا کہنا حقیقتِ واضحہ کے خلاف دکھائی دیتا ہے۔ صدا میں قوتِ دافعہ سے آواز پلٹ کر سنائی دیتی ہے اور اس میں قوتِ برقیہ آخذہ پکڑ کر میکروفون میں جمع کر کے چھوٹے سے سوراخ سے بذریعہ مضبوط تار کے سپیکر کے تنگ منفذ سے سپیکر میں پہنچا کر نشر کر دیتی ہے۔

الحاصل صدا میں قوتِ دافعہ آواز کو پہلی ہی طرف واپس دھکیل دیتی ہے اور لاؤڈسپیکر میں قوتِ آخذہ جمع کر کے (بعکسِ صدا) اگلی طرف نکال کر نشر کر دیتی ہے تو صدا کا عکس صدا کیسے بن سکتا ہے پھر چونکہ قوتِ آخذہ صوت کے ظلِ مخروطی میں بکھری ہوئی بکثرت اشکال وکیفیات (جن میں سے ایک ایک مستقل آواز ہے) کو مجتمع کر دیتی ہے لہٰذا بہت بلند ہو کر سنا جاتا ہے اور یونہی صدا میں قوتِ دافعہ دفع میں اشکال وکیفیاتِ کثیرہ کو ملا دیتی ہے تو اس میں بھی بلند سنا جاتا ہے، بہرحال سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی اصل آواز ہے۔

مقدمۂ سابعہ

صدا اور سپیکر سے سنی گئی آواز متکلم ہی کی آواز ہوتی ہے

مقدمۂ سابقہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ صدا متکلم کی اپنی ہی آواز ہے اور یونہی لاؤڈسپیکر سے سنی گئی آواز بھی متکلم کی ہی آواز ہوتی ہے بالوحدۃ المعتبرۃ فی الصوت، اور اگر بالفرض غیر ہی ہو تو تب بھی سننے والے کے لئے یہ تاثر ضرور پیدا کرتی ہے کہ متکلم یقیناً یہی کلمات ادا کر رہا ہے کہ متکلم کے بولے

ف چنانچہ متکلم اگر میکروفون کے قریب منہ کر لے تو اسے آواز کا کھینچنا صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ متکلم چپ ہو جائے تب بھی لاؤڈسپیکر کے چالو ہونے کی صورت میں میکروفون کی گونج سنی جاتی ہے کہ وہ ہوائے متحرکہ مجاورہ کو کھینچتا رہتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

بلغیریہ آوازیں بالکل نہیں آسکتیں اور اگر حقیقتِ واقعیہ کا انکار کرتے ہوئے یہی رٹ لگائی جائے کہ یہ آواز آوازِ متکلم کی غیر ہے جو الفاظِ متکلم پر دلالت بھی نہیں کرسکتی تو ایسے مدعی کے قول پر یہ آواز محض لغو اور شور و شغب اور لہو و لعب بنے گی تو لازم کہ اذان و وعظ و قرآن خوانی میں بھی اس کا استعمال ناجائز و حرام بنے اور واجب الاحتراز ہو کہ قرآن خوانی اور وعظ و اذان میں بھی شور و شغب اور لہو و لعب قطعاً جائز نہیں، یہ تو کفار بدکردار کا شیوہ ناز یبا تھا قرآنِ کریم فرماتا ہے وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ۰ اور فرماتا ہے واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوا ولعبًا حالانکہ اذان وغیرہ میں سب استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب کے نزدیک آوازِ متکلم پر اطلاع کا واضح ذریعہ اور بلاشبہ ٹھوس دلیل ہے۔ الحاصل لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آوازیں یقیناً تکبیرات کا پتہ دیتی ہیں اور حرکاتِ انتقالیہ امام کی یقینی دلیل ہیں۔

مقدمۂ ثامنہ

آنکھ کان وغیرہ حواس خمسہ

آنکھ، کان وغیرہ حواسِ خمسہ اور سچی خبریں اور عقل یہ سب ذرائع ہیں جن سے یقینی علوم حاصل ہوتے ہیں، متن شرح العقائد ص۱۷ میں ہے اسباب العلم للخلق ثلثۃ الحواس السلیمۃ والخبر الصادق والعقل۔ شرح میں ہے ان العلم عندھم مقابل للظن اور تصریحاتِ جلیلۂ کتاب و سنت سے بھی یہی روزِ روشن کی طرح واضح و ہویدا ہے اور یہ بھی پُر ظاہر کہ یہ ذرائع دورانِ نماز میں بھی کارآمد رہتے ہیں، آنکھ وغیرہ کھلے رہتے ہیں اور خبریں بھی پہنچتی رہتی ہیں اور عقل بھی قائم رہتی ہے ورنہ دیوانہ پر تو کچھ فرض ہی نہیں لہذا سہوِ امام کی صورت میں مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اور امام لے سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ نمازی بالخصوص امام و مقتدی کا ان ذرائع سے مستفید ہونا اتمامِ نماز کے لئے مطلوبِ شرعی ہے۔

مقدمۂ تاسعہ

جب یقینی طور پر انسان جان لے کہ اس چیز کی انجام دہی اسی وقت میرے ذمہ فرض و لازم ہے تو طاقت

Marfat.com

ہوتے ضرور انجام دے اگرچہ نماز میں ہو مثلاً نماز میں پتہ چلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر پھر جائے متیمم پانی پر قادر ہو جائے تو وضو لازم الیٰ غیر ذٰلک من الصور المتکاثرۃ حتی کہ فقہائے کرام نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ اگر کسی کو چھت سے گرنے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ دامنگیر ہوا اور نمازی سے فریاد کر دی تو نمازی پر نماز توڑ کر مدد کرنا ضروری ہے۔ ہندیہ ص۵۷ جلد ۱ میں ہے وکذا الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرقہ النار او یغرق فی الماء واستغاث بالمصلی وجب علیہ قطع الصلوٰۃ اور یونہی درالمختار اور شامی وغیرہا میں ہے تو، چہ جائیکہ وہ چیز ہو جو امام نماز کے لئے وذا معلوم من الکتب والسنۃ ضرورۃ۔

مقدمۂ عاشرہ

اقتدائے حقیقی اور اقتدائے صوری کی تعریفیں

اقتدائے حقیقی مقتدی کا اپنی نماز کو نماز امام کے ساتھ مربوط کرنا اور اس پر بنا کرنا اور تمام ارکان میں امام کی مشارکت اور متابعت کرنا ہے۔ شامی ص۵۱۳ جلد ۱ میں ہے فنفس ھذا الارتباط ھو حقیقۃ الامامۃ وھو غایۃ الاقتداء نیز ص۵۱۵ میں ہے الاقتداء البناء نیز ہدایہ ص۱۰۷ جلد ۱، زیلعی ص۱۴۳ جلد ۱ میں ہے الاقتداء شرکۃ وموافقۃ کفایہ ص۳۲۵ جلد ۱ میں ہے شرکۃ ای فی التحریمۃ وموافقۃ ای فی الافعال وکذا فی غیرھا من المعتبرات۔ اور یہ بھی پر ظاہر کہ کسی کی موافقت (یعنی اس کے ساتھ ساتھ افعال نماز کا ادا کرنا) بلا نیت اقتدار حقیقۃً اقتدار نہیں بلکہ صرف موافقت صوریہ ہی جسے اقتدار صوری کہا جا سکتا ہے۔ شامی ص۵۱۴ جلد ۱ شروط اقتدار میں ذکر فرمایا ونیۃ الاقتداء اور حدیث شریف میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ موافقت صوریہ بلا نیت اقتدار ہرگز ہرگز مفسد نماز نہیں اگرچہ اپنے امام یا اس کے مقتدی کے علاوہ کسی اور نمازی کے ساتھ ہی ہو (یعنی اس کی ادا کے ساتھ ساتھ ادا کرتا ہے یا اس کی ادا کو دیکھ کر اپنی نماز کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہوئے افعال نماز ادا کرے، بلکہ بوقت ضرورت اس سے اتمام اور اصلاح نماز بھی ہو سکتی ہے جو جزئیات ذیل سے واضح ہے:

Marfat.com

م۱ خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۶۳ جلد۱، فتح القدیر ص۳۳۹ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۴۰، بحرالرائق ص۳۷۸ جلد۱، ہندیہ ص۴۸ جلد۱ درالمختار، ردالمحتار بحوالہ قاضی خان وغیرہا ص۵۵۸ جلد۱ میں ہے والنظم للشامی حاصلہ انہ لو اقتدیٰ اثنان معًا بامام قد صلی بعض صلوٰتہ فلما قاما الی القضاء نسی احدھما عدد ما سبق بہ فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء بہ صح کما فی الخانیۃ والفتح یعنی دو شخصوں نے ایک ساتھ ایسے امام کی اقتدار کی جو ایک یا زیادہ رکعتیں پڑھ چکا ہے اور امام کی نماز پوری کرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعتیں پڑھنے اٹھے تو ان کا ایک بھول گیا کہ کتنی رکعتیں رہ گئی تھیں! لہٰذا اس نے دوسرے کو دیکھتے ہوئے پڑھ لیں بغیر اس کی اقتدار کے (جو نیتِ اقتدار پر موقوف ہے) تو اس کی نماز صحیح ہو گئی حالانکہ انہی کتابوں میں یہیں صاف صاف وضاحت ہے کہ مسبوق جب اپنی رہی ہوئی نماز پڑھتا ہے تو وہ حقیقۃً و حکماً ہر طرح منفرد ہوتا ہے والنظم من الفتح منفرد حقیقۃ و حکما لہٰذا وہ کسی کی اقتدار نہیں کرسکتا اور نہ کوئی اس کا مقتدی بن سکتا ہے والنظم من الشامی (قولہ لا یجوز الاقتداء بہ) وکذا لا یجوز اقتداؤہ بغیرہ حتی کہ اگر دوسرے کی اقتدار کی نیت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بحرالرائق ص۱۳۵ جلد۲ میں بدائع صنائع سے ہے فلو اقتدی احدھم بالآخر فسدت تو روزِ روشن کی طرح بے غبار ہوا کہ موافقت و متابعتِ صوریہ مذکورہ مفسدِ نماز نہیں بلکہ مصلح ہے۔

م۲ جامع صغیر ص۱۶، مبسوط ص۹ جلد۲، بدائع صنائع ص۱۸۷ جلد۱، سراجیہ ص۱۴، قاضی خان ص۷۶، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۸۵ جلد۱، ہدایہ، عنایہ ص۴۶۸ جلد۱، وقایہ ص۲۳، کنزالدقائق، بحرالرائق ص۱۳۱ جلد۲، تبیین الحقائق ص۲۰۶ جلد۱، کبیری ص۴۶۸، تنویرالابصار، درالمختار، ردالمحتار ص۷۲۵ جلد۱، نورالایضاح، مراقی الفلاح ص۲۹۵، ہندیہ ص۶۹ جلد۱ میں ہے والنظم من البدائع لو سمعھا فی صلوٰتہ ممن لیس معہ فی الصلوٰۃ لم یسجدھا فی الصلوٰۃ وان سجدھا کان مسیئا لما ذکرنا ولا تسقط عنہ السجدۃ لکن لا تفسد صلوٰتہ فی ظاھر الروایۃ یعنی نمازی نماز میں کسی ایسے شخص سے آیتِ سجدہ سنے جو اس کی نماز میں شریک نہیں تو نماز میں سجدۂ تلاوت نہ کرے اور اگر کرلے تو برا کیا اور سجدہ بھی

Marfat.com

ساقط نہیں ہوتا، مگر ظاہر الروایۃ میں اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی تو یہ ایسی موافقت و متابعتِ صوریہ ہے جس میں وہ کام جو غیر کو دیکھ کر کیا، نماز کی جز نہیں اور شرعاً مطلوب بھی نہیں بلکہ ممنوع ہے، تو اگر نماز کی جز جو شرعاً ممنوع نہیں بلکہ مطلوب ہے، ایسی متابعت کے ساتھ ادا کرے تو نماز بطریقِ اولیٰ جائز رہنی چاہیے بلکہ اسی صورتِ مذکورہ میں اگر سجدہ کی وہی آیت پہلے پڑھ چکا ہو، پھر سن کر سجدہ کرے تو ظاہر الروایۃ میں سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور دوبارہ نہیں کرنا پڑتا۔ ہندیہ میں ہے ھذا اذا لم یقرأ المصلی السامع غیر المؤتم فان قرأھا اولا ثم سمعھا فسجدھا لم یعدھا فی ظاھر الروایۃ۔ اس کی وجہ ظاہر یہی کہ اس سجدہ کا وجوب پہلے ثابت ہو چکا اور عارضی طور پر نماز کی جز بن چکا تھا، پھر اس غیر سے سننا دوسرا سببِ وجوب بن گیا تو حسب القاعدہ اتحادِ مجلس کے سبب ایک ہی سجدہ کافی ہو گیا، اور جب عارضی جزء کا بوجہِ جزئیت ادا کرنا روا ہوا تو اصلی جز کی ادائیگی بوجہِ اصالت بطریقِ اولیٰ روا ہو گی۔ رہا یہ کہ صورتِ مذکورہ میں سجدہ کرنا اس غیر شریکِ نماز کی متابعتِ صوریہ کیوں ہے تو یہ اس لئے کہ آیت سجدہ کا پڑھنے والا، سننے والے کے لئے بمرتبۂ امام ہے۔ بدائع صنائع صـ۱۸۷ جلد ۱ میں ہے التالی بمنزلۃ الامام للسامعین۔ مبسوط صـ۵ جلد ۲ میں حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ تالیِ آیتِ سجدہ کو فرمایا کنت امامنا لو سجدت سجدنا اس سے یہ ثابت کیا کہ فکانوا فی حکم المقتدین من وجہ۔ فتح القدیر، عنایہ، کفایہ صـ۴۶۷ جلد ۱ میں ہے کہ خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیِ آیتِ سجدہ کو فرمایا کنت امامنا الخ

تنبیہ

صورتِ مذکورہ میں موافقت و متابعتِ صوریہ صرف اس وقت ہے جب اس پڑھنے والے کی متابعت کی نیت کے سوا سجدہ کرے ورنہ متابعتِ حقیقیہ بن جائے گی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ فتاویٰ خانیہ صـ۸۷، خلاصۃ الفتاویٰ صـ۱۸۷ جلد ۱، ہندیہ صـ۱۶۹ جلد ۱ میں ہے المصلی اذا سمع آیۃ سجدۃ من غیرہ و سجد مع التالی ان قصد بہ اتباع التالی تفسد صلوتہ۔ بحر الرائق صـ۱۲۱ جلد ۲، شامی صـ۲۵۷ جلد ۱ میں ہے لان المصلی سواء کان لہ امام اولا اذا تبع احدا غیر امامہ فسدت صلوتہ۔ نیز

Marfat.com

انھی میں ہے ان زیادۃ سجدۃ واحدۃ بنیۃ المتابعۃ لغیر امامہ مبطلۃ لصلوٰتہ۔

۳ مسافر امام مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو دو رکعتیں پوری کر کے اقامت کی نیت صرف اس لئے کر لے کہ مقتدیوں کو پوری نماز پڑھا سکے تو وہ امام اس نیت سے مقیم نہیں بنتا اور اس کا فرض دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں نہیں بنتا، تو اگر مقیم اس امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لیں تو ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ (پچھلی دو رکعتوں میں ان مقتدیوں کی اس امام کے ساتھ اقتدار) فرض پڑھنے والوں کی (یعنی ان مقیموں کی) نفل پڑھنے والے (امام مسافر) کے ساتھ اقتدار ہے۔ علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں یہ قید لگانی واجب ہے کہ ان مقیموں نے اس امام سے جدا ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو اور جب مفارقت کی نیت کر چکے تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ صورۃً اتمامِ نماز میں امام کی موافقت کرتے رہے۔ شامی ص۴۸۱ جلد ا، منحۃ الخالق ص۱۳۵ جلد ۲ میں ہے والنظم من المنحۃ (قولہ لا یصیر مقیما ولا ینقلب فرضہ اربعا) قال فی الظھیریۃ تلوہ حتی لو اتم المقیمون صلوٰتھم معہ فسدت صلوٰتھم لان ھٰذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا یصح اھ قال الرملی یجب تقییدہ بما اذا لم ینووا مفارقتہ اما اذا نووا مفارقتہ لا تفسد صلوٰتھم وان وافقوہ فی الاتمام صورۃً اذ لا مانع من صحۃ مفارقتہ بعد اتمام فرضہ واتصال النفل منہ بصلوٰتہ لا یمنعھا بلاشبھۃ وفی قولہ لو اتم المقیمون معہ اشارۃ الی ذلک و سکوت قاضیخان و صاحب الخلاصۃ عن صلوٰۃ المقیمین ربما یکون لھٰذا التفصیل واللہ تعالیٰ اعلم۔

تو آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہوا کہ ظاہری و صوری موافقت سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور موافقتِ حقیقیہ نیت پر موقوف ہے اگرچہ بظاہر موافقتِ حقیقیہ ہی معلوم ہو، بلا نیتِ حقیقیہ، حقیقیہ نہیں بنتی جیسے صورتِ مذکورہ میں کہ اسی امام کے ساتھ اقتدائے حقیقی سے آدھی نماز ادا کر چکے اور اس نے بلا سلام پچھلی دو رکعتیں پڑھنی شروع کیں

Marfat.com

اور اپنے امتیازی مقام میں اپنی طرف سے اس منصب پر پڑھانے کا ارادہ بھی کیا اور وہ لوگ بظاہر اسی طرح اسی کی اقتدا میں پڑھتے رہے مگر جب مفارقت کی نیت ہے تو نماز ہوگئی کہ نماز امورِ قضاء سے نہیں کہ ظاہر پر مبنی ہو بلکہ امورِ دیانت سے ہے جو نیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ شامی ص۵۸۲ جلد ا میں ہے لان ذلك من امور الدیانة لا القضاء حتی یبنی علی الظاهر اور متابعتِ مکبر (امام کی تکبیرات سنانے والے کی) بھی یہی متابعتِ صوریہ ہی ہے کہ اس کی تکبیرات سنکر امام کی متابعتِ حقیقیہ کی جاتی ہے، اگر متابعتِ مکبر بھی یہی حقیقیہ ہو تو لازم کہ امام بن جائے حالانکہ دو اماموں کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ تبیین الحقائق ص۱۴۳ جلد ا، ثلاثینِ شامی ص۱۳۹ جلد ا میں "یقتدی الناس بصلوٰة ابی بکر" کا یہ معنی بیان فرمایا ان ابابکر کان مبلغا اذ لا یجوز ان یکون للناس امامان فی صلوٰة واحدة یعنی حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کی اقتدا کا یہ معنی ہے کہ وہ مبلغ تھے (تکبیرات سنانے والے، یعنی اس وقت (جبکہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکبیرات سنا رہے تھے) حقیقةً لوگ ان کے مقتدی نہ تھے کہ یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں لوگوں کے دو امام ہوں۔ مبسوط ص۲۳۱ جلد ا اداء صلوٰة بامامین لا یصح "دو اماموں کے ساتھ ادائے نماز صحیح نہیں" شامی ص۵۴۳ جلد ا میں ہے الاقتداء لا یصح بمن نوی بناء صلوته علی غیره یعنی جس کی نماز اپنے غیر کی نماز پر مبنی ہو (جیسے مکبر) اس کی اقتدا صحیح نہیں۔ شامی ص۲۵۷ جلد ا میں ہے ان زیادة سجدة واحدة بنیة المتابعة لغیر امامه مبطلة لصلوته یعنی اپنے امام کے غیر کی متابعت کی نیت سے ایک سجدہ کی زیادتی بھی نماز باطل کر دیتی ہے تو آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہوا کہ متابعتِ مکبر بھی متابعت و موافقتِ صوریہ ہی ہے جو کسی ایسے دوسرے کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے جو نماز میں شریک نہ ہو۔

مقدمہ حادیہ عشرہ

نمازی کو غیر نمازی ہدایت دے سکتا ہے۔

نمازی کسی عارضہ کے سبب نماز میں کوتاہی کر رہا ہو یا کرنے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں،

Marfat.com

اسے ہدایت دے سکتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر نیز فرماتا ہے وتعاونوا علی البر و التقوی اور حدیث صحیح ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ الحدیث الی غیر ذلک من الآیات و الاحادیث اور وہ بھی اس ہدایت کے مطابق اصلاح نماز کرتے ہوئے ادا کر سکتا ہے۔ یہ اصلاح باعث فساد نہیں بنتی بلکہ جائز و درست بناتی ہے قال اللہ تعالٰی فبشر عبادِ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ و اولٰئک ھم اولوا الالباب (ترجمہ) تو خوشخبری سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کے بہترین کی اتباع کرتے ہیں، یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقلمند ہیں" اس قول کا اطلاق صورتِ مذکورہ کو بھی شامل ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ نص ہے دیکھو مقدمہ خامسہ، بلکہ بالخصوص تفسیر کبیر ص۲۳۳ جلد ۷ میں ہے و کل ھٰذا الابواب تدخل تحت قولہ تعالٰی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (الی ان قال) فاما العبادات فمثل قولنا الصلوٰۃ (الی ان قال) فلاشک انہا احسن من الصلوٰۃ التی لا یراعی فیہا شیئ من ھٰذہ الاحوال فوجب علی العاقل ان یختار الخ اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ قول عام ہے اور اقوال متعلقہ نماز کو بھی شامل ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دیانات (جن میں نماز یقیناً داخل ہے) میں مسلم عادل کی خبر قبول کی جاتے۔ ہندیہ ص۸۶ جلد ۴ میں ہے خبر الواحد یقبل فی الدیانات، مبسوط ص۱۶۳ جلد ۱ میں ہے و فی الدیانات الخبر ملزم تحریر المختار لرد المحتار ص۵ جلد ۱ میں علامہ رافعی فرماتے ہیں اذا اعتمد علی خبر المبلغ الذی لم یدخل فی الصلوٰۃ یکون قد اعتمد علی خبر العدل فی امر دینی وھو مما یصح العمل بخبرہ فی الدیانات۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ امور دینیہ میں (جن میں نماز نمبر اول میں ہے) ایک نیک مسلمان کی خبر پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اگرچہ خبر دینے والا نماز نہ پڑھ رہا ہو بلکہ اس پر عمل لازم ہے بفضلہ و کرمہ تعالٰی کتاب و

Marfat.com

سنت و فقہ حنفی سے نہایت واضح ہوا کہ ایسے وقت ایسا شخص جو نماز میں شریک نہیں، نمازی کو ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی اس سے استفادہ کرتے ہوئے اصلاح و اتمام نماز کر سکتا ہے اس کی کئی صریح صورتیں احادیثِ طیبہ اور کتبِ فقہیہ سے صراحۃً ثابت ہیں چنانچہ :۔

نمبر۱ صحیحین[عہ] اور دوسری کتبِ معتمدۂ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام مسجد قبا میں نماز با جماعت ادا کر رہے تھے کہ انہیں ایک صاحب نے باہر سے آکر خبر دی کہ کعبہ شریف قبلہ بن گیا ہے تو وہ امام و مقتدی سب کے سب اس بیرونی خبر پر عمل کرتے ہوئے اسی وقت رو بکعبہ ہو گئے اور باقی نماز پوری کی حالانکہ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعادۂ نماز کا حکم دیا ہو بلکہ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ حکم اعادہ نہیں دیا بلکہ جائز رکھا اور اچھا شمار فرمایا۔ بدائع صنائع ص۱۱۹ جلد ۱ میں ہے ولم یامرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاعادۃ۔ شامی ص۳۰۴ جلد ۱ میں ہے واقرھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ہدایہ ص۹۰ جلد ۱ میں ہے واستحسنھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو حدیثِ مرفوع تقریری سے جواز ثابت ہو گیا۔

نمبر۲ اسی حدیثِ مرفوع کی بنا پر ہمارے ائمہ عظام نے فرمایا کہ نمازی اشتباہ قبلہ کی صورت میں تحری سے نماز پڑھ رہا ہو اور عینِ نماز میں اسے یہ علم حاصل ہو جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز میں ہی اس طرف پھر جائے اور جو حصہ نماز کا ادا کر چکا ہے وہ معتبر رہتا ہے، باقی ماندہ پوری کر لے۔ بدائع صنائع، شامی، ہدایہ کے انہی صفحات میں ہے والنظم من الھدایۃ وان علم ذلک فی الصلوٰۃ استدار الی القبلۃ وبنی علیہ لان اھل قباء لما سمعوا الخ بلکہ غنیۃ المستملی ص۲۲۲ میں اس پر مستزاد فرمایا وعلی ھذا انعقد الاجماع یعنی اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، اور یہ تو واضح ہی ہے کہ علمِ قبلہ کے کئی ذریعے ہیں جن میں چاند، سورج، ستاروں کے علاوہ انسان خارج من الصلوٰۃ کا بتانا بھی داخل ہے بلکہ یہ سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے کما حصل لاھل قباء۔

نمبر۳ اہلِ قبا کی طرح مسجدِ بنی سلمہ والے صحابہ کرام کو بھی ایک صاحب نے اس وقت خبر دی جبکہ وہ

عہ بخاری ص۵۸ جلد ۱ مسلم ص۲۰۰ جلد ۱ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

نمازِ عصر پڑھ رہے تھے تو نماز میں ہی مستقبلِ کعبہ ہو گئے۔ بخاری شریف ص۱۱ جلد ۱ میں ہے فخرج رجل ممن صلی معہ صلی اللہ علیہ وسلم فمر علی اہل مسجد وہم راکعون فقال اشہد باللہ لقد صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مکۃ فداروا کما ہم قِبَل البیت عینی ص۲۸۶ جلد ۱ میں ہے وہو مسجد بنی سلمۃ ویعرف بمسجد القبلتین ومر علیہم المار فی صلوٰۃ العصر۔

م۴ نابینا کوئی ایسا نہ پائے جو قبلہ بتائے اور تحری سے کسی اور سمت نماز شروع کر دے، بعد ازاں کوئی آ کر قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس نابینے کی نماز جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ص۳۴ ، کبیری ص۲۲۴ ، شامی (شرح منیہ و فیض و سراج سے) ص۴۰۳ جلد ۱ ، ہندیہ ص۳۳ جلد ۱ میں ہے والنظم من الہندیۃ الاعمیٰ اذا صلی رکعۃ فجاء رجل فحولہ الی القبلۃ الخ

م۵ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امامِ مسافر مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ جب اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام کہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے مقتدیوں سے کہہ دے اتموا صلاتکم فانا قوم سفرٌ " اپنی نمازیں پوری کر لو ہم مسافر ہیں) بدائع ص۱۰۱ جلد ۱ و ص۱۰۲ جلد ۱ ، ہدایہ ص۱۶۷ جلد ۱ وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے وینبغی للامام المسافر ان یقول للمقیمین خلفہ اتموا صلاتکم فانا قوم سفر اقتداء بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ بعد از سلام امام، امام نہیں رہتا، اور مقتدیوں پر لازم کہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں۔ بدائع ص۱۰۱ جلد ۱ میں ہے ثم المقیمون بعد تسلیم الامام یصلون وحدانا (الی ان قال) یجب علیہم الانفراد وکذا فی غیرہا تو اس میں بھی خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے اصلاح و اتمامِ نماز پایا گیا خصوصاً ان مقتدیوں کے حق میں جنہیں امام کا حال پہلے معلوم نہ تھا یا بھول گئے کہ وہ یہ سن کر ہی باقی دو رکعتیں ادا کریں گے۔

م۶ حضور پر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرِ اطہر کے آخری دن پیر کے روز جبکہ ابوبکر صدیق

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کو مسجد مبارک میں نماز پڑھا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیرونِ مسجد حجرۂ مطہرہ میں تھے اور پردہ اٹھا کر معائنہ فرمایا تو صحابہ کرام زیارتِ حضور سے اتنے متأثر ہوئے کہ بوجہ فرطِ مسرت نماز سے نکلنے کا ارادہ کرلیا اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے کہ حضور تشریف لاتے ہیں پیچھے ہٹنے لگے تو دستِ حق پرست کے اشارہ سے حکم اتموا صلاتکم" اپنی نماز پوری کرلو" دیتے ہوئے پردہ لٹکا دیا رواہ البخاری ص۹۴ جلد۱ و مسلم ص۱۷۹ جلد۱ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاصل عدم الخصوص تو اس اشارۂ مبارکہ سے مسئلہ کے دونوں پہلوؤں (خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت اور داخلِ نماز کے اس پر عمل) کی تشریح اور امرِ اتمامِ نماز سے عدمِ فساد کی تصریح ثابت ہوگئی۔

ملے فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ مریض غلبۂ مرض کے سبب رکوع وسجود اور رکعتوں کا خیال نہ رکھ سکے تو اگر کسی کو نماز شروع کرنے سے پہلے پاس بٹھالے کہ اسے ساتھ ساتھ بتاتا جائے۔ پھر اس کے بتانے کے ساتھ نماز پوری کرلے تو اس کی نماز جائز ہوسکتی ہے۔ بحرالرائق ص۱۱۶ جلد۲ میں ہے ولو کان یشتبہ علی المریض اعداد الرکعات او السجدات لنعاس یلحقہ لایلزمہ الاداء ولو اداھا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزئہ۔ درالمختار میں بھی ایسے مریض کے متعلق یہی کلمات ولو اداھا الخ بعینہا فرمائے ہیں اور ہندیہ ص۱۷ جلد۱ میں اور تعمیم آئی ہے مصلٍ اقعد عند نفسہ انسانا یخبرہ اذا سہا عن رکوع او سجود یجزیہ اذا لم یمکنہ الا بہذا۔ بہرحال مسئلہ بے غبار ہے اتنی زبردست وضاحت کے باوجود یہ شبہ کہ دورانِ نماز میں غیر کی ہدایت پر عمل کرنا نماز میں غیر اللہ کا حکم ماننا ہے لہٰذا فاسد ہوجائیگی محض بیہودہ اور بے جا ہے، غیر کی ہدایت سے تو نمازی اپنی کجروی پر متنبہ ہوتا ہے اور آیات واحادیث سے خدا و رسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامِ متعلقہ نماز جنہیں نمازی پہلے ہی جانتا ہے اور مانتا ہے، متنبہ ہونے کے بعد بجالاتا ہے

ملے علامہ عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ان الایماء یقوم مقام النطق کہ اشارہ بولنے کے قائم مقام ہوجاتا ہے ص۴۱ جلد۳، ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

تو وہ اپنے رب العالمین جل وعلا اور محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ٹھہرا نہ کہ غیر کا، مثلاً مسافر جنگل میں جہت غیر قبلہ کو قبلہ سمجھتے ہوئے نماز شروع کردے بعد ازاں کوئی واقف بتادے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو مسافر کا اس طرف منہ پھیرنا اللہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے نہ کہ بتانے والے کا اور یہ بات تو ان سب عبادتوں میں پائی جاتی ہے جنہیں ناصحین کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انسان ادا کرے یا کسی مسلمان کی خبر سے مطلع ہو کر جیسے رمضان پاک کے چاند کی ایک مسلمان نے خبر دی تو اس خبر کو قبول کرتے ہوئے اہالیانِ اسلام کا روزہ رکھنا اس مسلمان کا حکم ماننا نہیں بنتا بلکہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے رشبہ کرنیوالا سیدھا یوں کیوں نہیں کہتا کہ بے نماز کسی نیک کے نصیحت کرلے پر نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ غیر اللہ کا حکم ماننا ہے اور شرک ہے (تو سرے سے معاملہ ہی صاف ہے) اس لئے کہ گو یہ ناصح نماز کے اندر نہیں بنا تا مگر عمل کرنے والا جب اس کی ہدایت پر نماز پڑھتا ہے تو نماز کا ایک ایک رکن جو اندرونِ نماز ادا کرتا ہے معترض کے قول پر یہاں بھی سچا آرہا ہے کہ نماز میں غیر اللہ کا حکم مان رہا ہے، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ فرائض وامور ضروریہ نماز صرف اس وجہ سے ادا نہ کرے کہ غیر نے کہا ہے۔ قرآن کریم میں تو ہے و اذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جہنم "اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے (گناہ سے ظلم وسرکشی اور نصیحت کیطرف التفات نہ کرنا مراد ہے (خازن)) ایسے کو دوزخ کافی ہے قرآنِ کریم میں ہے لم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون ۰" وبدہ دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے " قرآنِ کریم تو فرماتا ہے ان الذکریٰ تنفع المؤمنین ۰ " سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے " تو فائدہ حاصل کرنا چاہیئے نہ کہ فساد، مُخبِر کی خبر تو ذریعۂ علم ہے جیسے آنکھ، کان وغیرہ (دیکھو مقدمۂ ثانیہ) اور جب انسان کو اپنے فرض کا یقین ہو جائے تو اس کی انجام دہی لازم ہو جاتی ہے (دیکھو مقدمہ تاسعہ) اور یہیں سے یہ بھی واضح ہوا کہ نمازی اگر کسی ایسے ذریعے سے مطلع ہوا جو غیر انسان ہے جیسے ستارہ وغیرہ سے نماز میں ہی سمتِ قبلہ کا علم آنے سے اپنی غلطی پر مطلع ہوا یا آنکھوں سے نظر آیا کہ امام کی مخالفت کر رہا ہے تو پھر بھی اس پر لازم ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کرے اور یہ جائز نہیں کہ اپنی غلطی پر اڑا رہے اس خیال سے کہ چونکہ یہ ذریعے شریکِ نماز نہیں بلکہ اہلِ نماز ہی نہیں لہذا ان سے فائدہ اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی، یہ خیال محض غلط ہے، شرعاً اس پر لازم ہے کہ

Marfat.com

فائدہ اٹھائے اور اصلاح نماز کرے کما مر۔

عجیب وغریب شبہات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کیا نصوص آیات واحادیث اور تصریحات فقہیہ کے مقابل ایسے شبہات کی کوئی وقعت ہے؟ ہاں اگر وہ ہدایت تعلیم کیصورت میں ہو تو نمازی کا استفادہ تعلّم (پڑھنے) کے رنگ میں ہوگا تو وہ ہمارے فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق مفسِد ہے، ہمارے ائمہ نے اسے کلام کا حکم دیا ہے اور کلام کا قلیل وکثیر ہر فرد بحکم شرع مفسد ہے اور یہیں سے واضح ہوا کہ اس قسم کی ہدایت سے استفادہ وہیں مفسِد ہوگا جہاں استفادہ پر تکلم مرتب ہو کہ تب ہی کلام بنے گا لہذا ہمارے مشائخ عظام نے اس کے جتنے جزئیات ذکر فرمائے وہ تمام کے تمام تلاوت وتکلم کے ہی ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیر ص۱۰۱ جلد ا میں ہے وان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحہ تفسد کذا فی منیۃ المصلی یعنی اگر غیر نمازی نمازی کو جب تلاوت میں بھول گیا ہو لقمہ دے اور صحیح بتائے تو اس لقمہ لینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بحر الرائق ص۶ جلد ۲ میں ہے اعلم ان ھذا کلہ علی قول ابی حنیفۃ ومحمد یعنی یہ حضرات امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر ہے۔ بحر الرائق، تبیین الحقائق۔ ہدایہ وغیرہا میں اس کا نام تعلیم وتعلم رکھا ہے اور کلام الناس کہا ہے۔ ہدایہ ص۱۳۶ جلد ا، فتح القدیر ص۳۴۸ جلد ا، بحر الرائق ص۶ جلد ۲، تبیین الحقائق ص۱۵۶ جلد ا میں ہے والنظم للامام الزیلعی فکان من کلام الناس اور یوں ہی فقہائے کرام نے اس کا نام تلقین وتلقن بھی رکھا ہے اور یہ اس وقت مفسِد ہے جب نمازی کو اشتباہ لگے اور صحیح یاد نہ آئے تو غیر بتائے اور اس کے بتانے سے سمجھ کر نمازی پڑھ دے، ورنہ اگر نمازی کو اچھی طرح یاد ہو، یا بھول گیا مگر غیر کے بتانے سے پہلے یا بتانے کے وقت خود بخود یاد آگیا اور صحیح پڑھ لیا، یا خود بخود یاد نہیں آیا اور بتانے سے ہی یاد آیا مگر نہ پڑھا، تو ان سب صورتوں میں حسب تصریحات فقہائے کرام نماز فاسد نہیں ہوتی۔ بحر الرائق ص۶ جلد ۲، درالمختار شامی ص۵۸۲ جلد ا، فتاویٰ عالمگیر ص۵۲ جلد ا میں ہے والنظم من الھندیۃ ارتج علی الامام ففتح علیہ من لیس فی صلاتہ وتذکر فان اخذ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح لم تفسد والا تفسد لان تذکرہ مضاف الی الفتح، منحۃ الخالق

Marfat.com

ملاء جلد ۲ اس" تذکر" کی شرح میں فرمایا | اقول یحتمل ان یکون المراد ان تذکر بسبب الفتح وان یکون تذکر بنفسہ ولکنہ صادف تذکرہ و فتح من لیس فی صلوتہ فی وقت واحد والظاہر الاول لانہ لوکان تذکرہ من نفسہ لایظہر فرق بین اخذہ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح او بعدہ ولا یظہر وجہ الفساد لان الفساد لیس بمجرد الفتح وانما ہو بالاخذ بسبب الفتح واذا کان تذکرہ من نفسہ لم یوجد الاخذ بسبب الفتح۔ شامی ص۵۸۲ جلد ا میں" علیہ" سے ہے ان حصل التذکر والفتح معا لم یکن التذکر ناشئا عن الفتح ولا وجہ لافساد الصلوٰۃ بتاخر شروعہ فی القراءۃ عن تمام الفتح۔ نیز شامی میں ہے والذی ینبغی ان یقال ان حصل التذکر بسبب الفتح تفسد مطلقا ای سواء شرع فی التلاوۃ قبل تمام الفتح او بعدہ لوجود التعلم وان حصل تذکرہ من نفسہ لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا۔

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ جب خود بخود یاد آجانے پر پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ،

ہاں لقمہ پورا ہونے کے بعد پڑھنا بظاہر یہ بتاتا ہے کہ لقمہ ہی سے یاد آیا ہے مگر علامہ شامی علیہ الرحمۃ اور صاحب حلیہ کی نظر میں اس ظاہر کا اعتبار نہیں کہ یہ امورِ دیانت سے ہے جن کی بنا حقیقت پر ہوتی ہے اور امورِ قضاء سے نہیں جو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں۔ منحۃ الخالق اور رد المحتار میں فرماتے ہیں وکون

ملہ لایخفی ما فیہ لان اذا تذکر بسبب الفتح تفسد صلوتہ مطلقا اذا اخذ ولا یظہر ایضا فرق بین اخذہ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح او بعدہ فالظاہر وجہ ثالث وھو التذکر مطلقا وجعل الاخذ فی التلاوۃ قبل تمام الفتح امارۃ کون التذکر بنفسہ وبعد التمام امارۃ کونہ من الفتح ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

الظاهر ان حصل بالفتح لا یؤثر بعد تحقق انہ من نفسہ لان ذلک من امور الدیانۃ لا القضاء حتی یبنی علی الظاهر الا تری انہ لو فتح علی غیر امامہ قاصدا القراءۃ لا التعلیم لا تفسد مع ان ظاهر حال التعلیم، عنایہ شرح ہدایہ ص۳۵۱ جلد ا میں ہے التلقن من غیرہ فی تحصیل ما لیس بحاصل عندہ یعنی تلقن اس چیز کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے جو حاصل (یاد) نہ ہو۔ فتح القدیر ص۳۵۱ جلد ا میں فرمایا المفسد التلقن المقترن بقول ما تلقنہ یعنی مفسدِ نماز وہی تلقن ہے جس کے ساتھ تلقن سے حاصل شدہ کلام کا تکلم کرے[سه] اور اگر تکلم نہ کرے تو مفسد کہنا غلط ہے۔

دیکھئے ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نزدیک نمازی قرآنِ کریم دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ اس فساد کی صحیح وجہ یہ ہے کہ یہ تلقن من الغیر بنتا ہے یعنی اُس سے سمجھ کر پڑھنا ہے جو نماز میں نہیں۔ فتح القدیر ص۳۵۰ جلد ا، بحر الرائق، منحۃ الخالق ص۱۰ جلد ۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی ص۲۰۱، فتاوی ہندیہ ص۵۳ جلد ا، در المختار شامی ص۵۸۸ جلد ا میں ہے والنظم من المحقق حیث اطلق وتحقیقہ انہ قیاس قراءۃ ما تعلمہ فی الصلوٰۃ من غیر معلم حی علیہا من معلم حی بجامع انہ تلقن من خارج وھو المناط فی الاصل فقط فان فعل الخارج لا اثر لہ فی الفساد بل المؤثر فعل من فی الصلوٰۃ ولیس منہ الا التلقن تو اگر حافظ ہو کہ بلا دیکھے پڑھ سکے پھر دیکھ کر پڑھے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی کہ یہ پڑھنا تلقن پر مبنی نہیں انہیں کتابوں میں ہے والنظم من البحر ص۱۰ جلد ۲ قال الرازی قول الی

سه کما یفیدہ الحصر بتعریف المسند باللام وصرح بہ فی صدر الکلام ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

حنیفۃ محمول علی من لم یحفظ القراٰن ولا یمکنہ ان یقرأ الامن مصحف فاما الحافظ فلا تفسد صلٰوتہ فی قولھم جمیعا و تبعہ علی ذلک السرخسی فی جامعہ الصغیر علی ما فی النھایۃ وابو نصر الصفار علی ما فی الذخیرۃ معللا بان ھٰذہ القراءۃ مضافۃ الی حفظہ لا الی تلقنہ من المصحف وجزم بہ فی فتح القدیر والنھایۃ والتبیین وھو اوجہ کما لا یخفی۔

یونہی لکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز بالاتفاق نہیں ٹوٹتی کہ یہ سمجھنا نہ کلام ہے نہ تلقن۔ کنز الدقائق۔ بحر الرائق ص۱۲ جلد ۲ وغیرہا کتبِ فقہیہ کثیرہ میں ہے والنظم من البحر لان الفساد انما یتعلق فی مثلہ بالقراءۃ و بالنظر مع الفھم لم تحصل۔ بہرحال امس وشمس کیطرح واضح ہوا کہ جو کلام نمازی کو یاد نہیں۔ اسے غیر نمازی سے سن کر یا لکھے ہوئے دیکھکر دونوں صورتوں میں پڑھنے سے فسادِ نماز کا حکم کتبِ فقہیہ میں ملتا ہے کہ یہ غیر سے تعلم (پڑھنا) اور تلقن (کلام حاصل کرکے بولنا اور کلام الناس (لوگوں کی کلام یا ان کے ساتھ بات کرنا) ہے اور جن صورتوں میں یوں نہیں، نماز فاسد نہیں ہوتی اور یونہی اخبار و اعلام و تذکیر کی وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکر حاصل ہو جاتے ہیں، جب تک بولتا نہیں، مفسدِ نماز نہیں۔ اس کا آفتاب سے بھی واضح بیان دلائل عامہ و خاصہ سے اسی مقدمہ میں گزر چکا، اور یوں بھی عدمِ فساد واضح کہ ان تمام صورتوں میں غیر کی ہدایت سے افعال و ارکانِ نماز ہی نمازی ادا کرتا ہے جو اصلاح و اتمامِ نماز کے ضروریات ہیں حالانکہ احادیثِ طیبہ اور تصریحاتِ فقہیہ سے صراحۃً ثابت کہ کئی وہ کام ہیں جو نماز کے اجزاء و ارکان نہیں اور غیر کے کہنے پر نمازی نماز ہی میں کرتا ہے مگر چونکہ ان سے اصلاحِ نماز مقصود ہوتی ہے یا وہ کام فی نفسہٖ قلیل ہوتے ہیں، ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ان افعال کے کرنے سے جو نماز کے اجزاء و ارکان اور ضروریات ہیں، کیوں فاسد ہو؟ وسیجیٔ باذنہ تعالٰی بیانھا فی المقدمۃ الاٰتیۃ۔

Marfat.com

مقدمہ ثانیہ عشرہ

اجابتِ فعلیہ

اجابتِ فعلیہ (کسی غیر کے کہنے یا آنے وغیرہ کے سبب نمازی کا وہ کام کرنا جو جزءِ نماز نہیں) مفسدِ نماز نہیں جبکہ وہ فعل قلیل ہو یا بغرضِ اصلاحِ نماز ہو۔ اس کی وہ صورتیں جو احادیث وکتبِ فقہیہ میں صراحۃً مذکور ہیں، اس کثرت سے ہیں کہ تمام کا احصاء اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں صرف بطورِ تنبیہ ومثال چند صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ صحیح بخاری ص۱۶۴ جلد۱، ص۱۶۵ جلد۱ باب اذا کلم وھو یصلی فاشار بیدہٖ واستمع، میں ہے کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر سے فارغ ہوکر حضرتِ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت سرا میں دو رکعت نماز شروع فرمادی تو حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کنیز کو حکم دیا کہ حضور کے پاس کھڑی ہوکر عرض کریں کہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں یارسول اللہ! میں نے آپ سے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع فرمارہے تھے اور اب دیکھتی ہوں کہ خود پڑھ رہے ہیں! تو اگر ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہوجانا، تو اس کنیز نے ارشاد پر عمل کیا فاشار بیدہ تو حضور پرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔

۲۔ پھر اسی صفحہ میں حضرتِ اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے کہ وہ حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت حاضر ہوئیں جب وہ کھڑے ہوکر نمازِ کسوف پڑھ رہی تھیں اور صحابہ کرام بھی نماز میں کھڑے تھے تو عرض کی ماشان الناس "لوگوں کا کیا حال ہے؟" فاشارت برأسھا الی السماء تو ام المؤمنین نے اپنے سر مبارک کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ فرمایا فقلت اٰیۃ تو اس پر سوال کیا کہ کوئی نشان ہے؟ فاشارت برأسھا ای نعم تو حضرت

سے کنیز کو اس لئے حکم دیا کہ خود کچھ اور خواتین کے ساتھ مصروف تھیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ام المؤمنین نے اپنے سر مبارک کے ساتھ "ہاں" کا اشارہ فرمایا۔

۳ نمازی کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔ یہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بحرالرائق ص۱۹ جلد۲ میں ہے فی الفتاوی الظهيرية والخلاصة وغيرهما لو سلم انسان على المصلى فاشار الى رد السلام برأسه او بيده او باصبعه لا تفسد صلاته (الى ان قال) ويدل لعدم كونه مفسدا ما ثبت فى سنن ابى داؤد وصححه الترمذى عن ابن عمر قال خرج النبى صلى الله عليه وسلم الى قباء فصلى فيه قال فجاءته الانصار فسلموا عليه وهو يصلى الحديث۔

۴ نمازی کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے یا تسبیح سے روک سکتا ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر ص۳۵۶ جلد۱ میں ہے ويدرأ المار اذا لم يكن بين يديه سترة او مر بينه وبين السترة لقوله عليه السلام ادرؤا ما استطعتم ويدرؤ بالاشارة كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بولدى ام سلمة رضى الله تعالى عنهم[1]۔

۵ نمازی سے دریافت کیا گیا کہ کتنی رکعتیں پڑھ چکے ہو تو انگلیوں کے اشارے سے بتا دے کہ دو یا تین پڑھ چکے ہیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی، درالمختار شامی ص۶۰۳ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۲۰ میں ہے والنظم منها قال لداى للمصلى كم صليتم فاشار اليه المصلى بيده باصبعين منها الى انهم صلوا ركعتين او بثلاث الى انهم صلوا ثلاثا و نحو ذلك لا تفسد صلوته لانه عمل قليل و نحوه مروى عن عائشة رضى الله تعالى عنها۔

۶، ۷ نمازی سے کوئی چیز طلب کی گئی تو سر کے اشارے کے ساتھ ہاں یا نہیں کہا، یا اسے روپیہ دکھایا گیا

---

[1] عنهم کی ضمیر جمع کا مرجع حضرت ام المؤمنین اور ان کے دو بچے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اور کہا گیا کہ آیا کھرا ہے تو اس نے ہاں یا نہ کا اشارہ کر دیا تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ خلاصۃ الفتاوی ص۱۲۹ جلد ۱، بحر الرائق ص۸ جلد ۲، در المختار تحریرًا، شامی تقریرًا ص۶۰۳ جلد ۱، غنیۃ المستملی ص۴۲۱ میں ہے و النظم منہا طلب من شیٔ فاومأ براسہ او عینیہ او حاجبیہ ای قال نعم او لا فان صلاتہ لا تفسد بذلک وکذا لو اراہ انسان درھما وقال اجید ھو فاومأ بنعم او لا لعدم العمل الکثیر فی جمیع ذلک۔ نیز غنیہ میں فرمایا وفی الذخیرۃ ولا باس بان یتکلم الرجل مع المصلی قال اللہ تعالٰی فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب الأیۃ وفی احکام القراٰن للحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی ولا باس للمصلی ان یجیبہ براسہ۔

تو ثابت ہوا کہ ایسی صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی مگر بعض مسائل میں چونکہ سرسری نظر سے یہ وہم پڑتا ہے کہ یہ بالکل منافیٔ نماز ہے تو بعض حضرات سے قولِ فساد منقول ہو کر منقولِ مذہب سے مصادمت کے سبب مردود ہو چکا مثلاً اشارہ سے جواب سلام کے متعلق بعض نے کہا کہ مفسد ہے مگر محققین نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مذہب میں مفسد نہیں۔ شامی ص۵۷۶ جلد ۱ میں ہے (قولہ لا بیدہ) ای لا یفسد ھا رد السلام بیدہ خلافا لمن عزا الی ابی حنیفۃ انہ مفسد فانہ لم یعرف نقلہ من احد من اھل المذھب وانما یذکرون عدم الفساد بلا حکایۃ خلاف بل صریح کلام الطحاوی انہ قول ائمتنا الثلاثۃ نیز بحر الرائق ص۹ جلد ۲ اور شامی ص۵۷۶ جلد ۱ میں ہے والنظم لہ فالحق ان الفساد لیس بثابت فی المذھب اور پھر احادیثِ مذکورہ مجوزہ کا ذکر فرمایا، یونہی قنیہ سے در المختار وغیرہ میں بعض ایسے مسائل مذکور ہیں جن میں فساد کا ذکر ہے حالانکہ احادیث سے ان کی اجازت ہے ان کی تعلیل میں یہ کہا گیا کہ انہ امتثال لغیر امر اللہ تعالٰی (شامی ص۵۳۳ جلد ۱) مگر اس کا یوں رد کیا گیا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کا ماننا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی ثم ردہ بان امتثالہ انما ھو لامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فلا يضر (شامی ص۵۳۴ جلد۱) نیز ص۵۸۱ جلد۱ میں ہے المعتمد فيه عدم الفساد،
اور اجابتِ قولیہ یعنی کسی بات کا لفظوں میں جواب دینا، مفسد نماز ہے مگر جہاں حدیث
پاک سے بغرضِ اصلاحِ نماز اجازت ہے وہاں ہرگز مفسد نہیں ورنہ اصل فساد ہی ہے کہ قرآن کریم اور
احادیثِ طیبہ سے حسبِ تصریحاتِ مذہب کلام کا مفسد ہونا ثابت ہے حتیٰ کہ اگر قرآن کریم کے کلمات یا کلمہ
طیبہ یا تسبیح کسی کے جواب میں کہے تو مصرح کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے
جبکہ بغرض جواب کہے، ہاں نیتِ جواب نہ ہو تو پھر ان اذکار سے نماز قطعاً فاسد نہیں ہوتی۔ فتاویٰ
قاضی خان ص۶۶ میں ہے المصلی اذا اخبر بخبر يسره فقال الحمد
لله او اخبر بامر عجيب فقال سبحان الله او بخبر يهول
فقال لا اله الا الله او قال الله اكبر ان لم يرد به الجواب لم
تفسد صلوته فی قولهم جميعا و ان اراد به الجواب فسدت
صلاته فی قول ابی حنيفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ (الی ان قال
بعد ذكر جزئيات كثيرة) وكذا اذا سمع الاذان فی الصلوٰة فقال المصلی
مثل ما قال المؤذن و اراد به جواب الاذان تفسد صلاته فی قول
ابی حنيفة۔ اور یونہی دوسری کتبِ مذہب میں ہے یعنی اذکار میں نیت پر مدار ہے۔ اگر بغرضِ جواب بولے
تو نماز فاسد، اور اگر ارادہ جواب نہیں تو فاسد نہیں، ہاں وہ کلام جو جنسِ اذکار سے نہیں تو وہ مطلقاً
ہی مفسد ہے اور استثنار باجازتِ حدیث کی متعدد صورتیں ہیں، صرف ایک ہی بطورِ مثال مبسوط ص۲۰۰
جلد۱، بدائع صنائع ص۲۳۵ جلد۱، کبیری ص۴۱۶ سے نقل کی جاتی ہے، کہ نمازی سے کوئی اندر آنے کی
اجازت مانگے تو وہ سبحان اللہ کہے اس ارادے سے کہ اس کو اپنے نماز پڑھنے سے مطلع کرے تو نماز
فاسد نہیں ہوتی۔ والنظم من البدائع ولو استاذن على المصلى انسان
فسبح و اراد به اعلامه انه فی الصلوٰة لم يقطع صلاته لما
روی (الی ان قال) ولان المصلی يحتاج اليه لصيانة صلاته الخ۔

تمّت المقدّمات

Marfat.com

تَفْصِیْلُ الْجَوَابِ بِعَوْنِ الْمَوْلٰی الْوَھَّابِ

بغرضِ ایضاح دو وصلوں پر مشتمل ہے ، وصلِ اول اثباتِ جواز میں اور وصلِ دوم میں شبہاتِ عدمِ جواز کا رد

وصلِ اول اثباتِ جواز

سپیکر کے ذریعہ افعالِ امام پر اطلاع پا کر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نمازیں جائز ہیں کسی آیت یا حدیثِ متواتر ومشہور اور خبرِ واحد یا اجماعِ امت یا ائمہ کرام سے اس کی حرمت وممانعت ثابت نہیں تو بحکم مقدمہ اولیٰ اباحت ثابت ہوئی ، جو ناروا بتائے اس پر لازم کہ دلیلِ خاص شرعی لائے (دیکھو مقدمہ ثانیہ) ورنہ احتیاط کا بہانہ نہ بنائے کیونکہ بلاتحقیق بالغ ذثبوتِ کامل، حرام ومکروہ کہنا ناروا ہے (دیکھو مقدمہ ثالثہ) بلکہ تفتیش وتحقیق بھی ضروری نہیں کہ ممانعت کا مظنہ قویہ نہیں (مقدمہ رابعہ ملاحظہ ہو) اور صرف یہی نہیں کہ ممانعت ثابت نہیں بلکہ اطلاقِ آیات واحادیث سے روزِ روشن کیطرح جواز بھی ثابت ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ نص ہے (دیکھو مقدمہ خامسہ) حضرتِ رب العالمین کا ارشاد ہے و ارکعوا مع الراکعین "نماز باجماعت ادا کرو" اور حدیثِ پاک میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد واذا سجد فاسجدوا یعنی امام بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ، تو جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں ہو جاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔" (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ وکذا ائمۃ الحدیث البخاری وغیرہ فی تصانیفھم عنہ وعن غیرہ من الصحابۃ الکرام رضی اللہ عنھم اجمعین بکلمات متقاربات والاحادیث فی الباب کثیرۃ جدا لاتخفی

Marfat.com

علی من خدم کتب الحدیث او رأنہا)

یہ آیت و حدیث مطلق ہیں، ان میں یہ قید نہیں کہ امام سے بلا واسطہ سن کر پیروی کرو حالانکہ ہم اپنی طرف سے قید نہیں لگا سکتے، ہم کیا، مجتہد یا خبرِ واحد بھی اس سے قاصر ہیں تو بحکمِ آیت و حدیث ان کی نمازیں روا ہیں۔ اور یونہی کریمۂ اقیموا الصلوٰۃ اور حافظوا علی الصلوات (نمازوں کی نگہبانی کرو) وغیر ذٰلک من الاٰیات والاحادیث کے اطلاقات کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جنسِ ادائے نماز کے وہ افرادِ کثیرہ جو اقامت و محافظتِ صلوٰۃ کے مصداق ہیں، ان سے جس فرد کو چاہے انسان اختیار کر سکتا ہے الا ان یخص دلیل شرعی کما فی المقدمۃ الخامسۃ۔ بلکہ جب تحقیق یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی آواز ہے، کوئی غیر آواز نہیں (مقدمۂ سابعہ) تو عدمِ جواز کا خیال ہی نہیں کیا جا سکتا ورنہ یہ وہم بھی کیا جا سکتا ہے کہ زید یا عمرو چند مقتدیوں کو بلا اسپیکر نماز پڑھائے تو ان کی نمازیں بھی روا نہ ہوں کہ اطلاقاتِ شرعیہ کے علاوہ کسی دلیلِ خاص سے زید یا عمرو کے نام سے جوازِ امامت کی تصریح نہیں فاللہ المستعان۔

ہاں ہمارے ائمہ کرام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ براہِ راست امام یا مکبر کی آواز ہی سے مقتدی مطلع ہو کر نماز ادا کرے تو جائز، ورنہ نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ انتقالاتِ امام کا علم شرطِ اقتدا ہے۔ در المختار ص۵۱۵ جلد۱، اور شامی ص۵۱۴ جلد۱ میں ہے والنظم من الدر وعلمہ بانتقالاتہ (مقتدی کا امام کے انتقالات کو جاننا) یہ علم اور جاننا اپنے اطلاق سے ہر قسم کے جاننے کو شامل ہے۔ پھر اس کے عموم و اطلاق کی تصریح بھی ہمارے مشائخ کرام سے بصفتِ عموم و اطلاق ثابت ہے فتاویٰ امام قاضیخان ص۴۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۵۰ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۸۸، نور الایضاح اور مراقی الفلاح ص۱۷۵، در المختار ص۵۴۳ جلد۱، شامی ص۵۱۵ جلد۱، منحۃ الخالق ص۳۶۳ جلد۱، فتاویٰ سراجیہ ص۱۶، فتاویٰ عالمگیر ص۴۶ جلد۱، حموی شرح الاشباہ ص۱۹۷ والنظم لغقیہ النفس ولا یشتبہ حال الامام بسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی قولہم کسی سماع (سننے) یا رؤیت (دیکھنے) کے سبب حالِ امام میں اشتباہ نہ ہو تو سب کے قول میں اقتدا صحیح ہے پھر اس مطلق سماع و رؤیت کا ذکر بھی باعتبارِ غالب ہے ورنہ کسی اور ذریعے سے بھی علم آجائے تو کافی ہے مثلاً جو شخص نابینا اور بہرہ ہو وہ پاس کے مقتدی کی حرکاتِ انتقالیہ سے بذریعۂ قوتِ لامسہ علم حاصل کرتے ہوئے اقتدا کر سکتا ہے

Marfat.com

لہذا بدائع صنائع ص۱۴۵ جلد ا میں حضرت ملک العلماء علیہ الرحمۃ نے لفظِ مشاہدہ سے تعبیر فرمایا جو سماع و رؤیت دونوں سے زیادہ عام ہے، فرماتے ہیں وان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاھدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع (اگر دیوار میں کوئی سوراخ ہو جو مشاہدۂ حالِ امام سے مانع نہ ہو تو بالاجماع اقتدار سے مانع نہیں) تو ان نصوصِ فقہیہ میں یہ تینوں لفظِ سماع، رؤیت، مشاہدہ مطلق ہیں یہ قید نہیں کہ امام سے بالواسطہ سنیں یا دیکھیں یا مشاہدہ کریں یا بلا واسطہ اور یونہی امام کی قید بھی نہیں بلکہ مکبر یا کسی اور ذریعہ کے مشاہدہ وغیرہ کو بھی شامل ہے پھر لطف یہ کہ یہ تینوں لفظ نکرہ ہیں نفی کے تحت تو حسب القواعد افادۂ استغراق کریں گے یعنی سماع و رؤیت و مشاہدہ کے وہ تمام افراد جن پر یہ مطلق لفظ بیچے آتے ہیں، ان کا ایک ایک فرد کافی ہے کہ اصل مقصود انتقالاتِ امام پر مطلع ہونا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ص۴۵، شامی ص۵۵ جلد ا وغیرہما میں ہے لان الاقتداء متابعۃ ومع الاشتباہ لا یمکنہ المتابعۃ (اس لئے کہ اقتدار پیروی کرنا ہے اور اشتباہ کے ساتھ مقتدی پیروی نہیں کر سکتا) تو صورتِ سوال میں چونکہ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں کو انتقالاتِ امام کا یقینی علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور اشتباہ نہیں رہتا (مقدمۂ سابعہ) لہذا اقتدار روا اور نمازیں جائز ہیں۔ یہاں تو امام و مقتدیوں کے درمیان کوئی بڑی دیوار وغیرہ حجاب بھی نہیں ہوتا۔ فقہائے کرام نے تو بڑی دیوار وغیرہ حجاب کی صورت میں بھی یہی حکم فرمایا ہے تو یہاں بطریقِ اولیٰ حکمِ جواز ہوگا۔ پھر ہمارے فقہائے کرام نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ حجاب کی صورت میں اگر کسی چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سماع یا رؤیت ہو جائے تو اقتدار روا ہے اگرچہ وہ سوراخ پنجرہ کی طرح ہو۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرح حموی میں ہے وان کان علیہ باب مسدود علیہ نقب صغیر مثل البنجرۃ اور فتاویٰ سراجیہ میں فرمایا ولو کان النقب صغیرا کنقب المنخرۃ (اگرچہ وہ سوراخ ناک کے نتھنے کے برابر چھوٹا ہو) تو لاؤڈ سپیکر پر یہ بھی چسپاں ہے کہ میکروفون پنجرے کی طرح جالی دار ہوتا ہے، برقی قوت پہلے اس میں آواز جمع کرتی ہے پھر ناک کے نتھنے کی طرح اس کے چھوٹے سے سوراخ

عہ اذا شاھد مقتد بصیر او سمیع من الثقب حال الامام وحصل بحرکاتہ علم للاصم الاعمی یصدق علیہ انہ مشاھد ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

سے نکال کر بذریعہ تار سپیکر کے اس جیسے چھوٹے سوراخ سے داخل سپیکر کرتے ہوئے نشر کردیتی ہے بفضلہ وکرمہ تعالیٰ مکبر الصوت کے یہ صریح جزئیے ہیں، ہمارے مشائخ وفقہائے کرام کی ٹھوس کرامتیں ہیں کہ ایجاد مکبر الصوت سے صدیوں پہلے وضاحت فرما گئے۔

تنبیہ

یہ اشتباہ کہ شامی ص ۵۴۸ ج ۱ میں ہے (قولہ بسماع) ای من الامام او المکبر تو معلوم ہوا کہ کتب فقہیہ میں جو سماع مُنَکَّر ہے اس سے یہی مراد ہے کہ امام یا مکبر سے ہو حالانکہ یہاں سپیکر سے ہے لہٰذا روا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سپیکر سے سنی گئی آواز ہے ہی امام کی آواز (دیکھو مقدمہ سابقہ) تو یہ سماع من الامام ہی بنا جیسے عینک کے ذریعے دیکھنے والا ہی دیکھتا ہے نہ کہ عینک، وہ تو محض ذریعہ ہے۔ اور اگر بالفرض آوازِ امام کی غیر ہو تو پھر بھی اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ امام کی آواز سے پیدا ہوتی ہے کہ سپیکر اپنے آپ کبھی نہیں بولتا تو اس تقدیر پر بھی بالواسطہ امام سے سننا پایا گیا اور "من الامام" کا "مِن" ابتدائیہ، واسطے کی نفی نہیں کرسکتا بلکہ لغتِ عربی میں "من ابتدائیہ" دونوں صورتوں عـہ میں آتا رہتا ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنی ہی پیدائش پر نظر کرو قرآنِ کریم فرماتا ہے ھو الذی خلقکم من تراب (وہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا) حالانکہ ہم آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور وہ مٹی سے، تو بالواسطہ ہم بھی مٹی سے بنے، اور یونہی قرآنِ کریم فرماتا ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ (اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تمہیں ایک جان (آدم) سے)، حالانکہ مخاطبین اپنے آبا، واجداد کے وسائطِ کثیرہ کے ساتھ حضرت آدم سے پیدا ہوتے ہیں، تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ جس طرح بلاواسطہ پر "من الامام" سچا آتا ہے یونہی ایک یا زیادہ واسطوں کی صورت میں بھی سچا آتا ہے، تو وہ اشتباہ جو محض پادر ہوا تھا ہباءً منثورًا بن گیا وللہ الہادی الحمد وحدہ لاشریک لہ علٰی ما ھدٰی۔

نیز اگر صدا سے انتقالاتِ امام پر مطلع ہو کر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو اہالیانِ اسلام مسجدوں کے گنبد نہ بناتے اور اس وضع کے محراب بھی نہ ہوتے اور دیواروں کو تنگ نہ کرتے کہ یہ تینوں علیحدہ علیحدہ

عـہ بالواسطہ اور بلاواسطہ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

سببِ صدا ہیں حالانکہ مسجدوں میں عموماً اکٹھے پائے جاتے ہیں مگر قدیم ایام سے مسلمانوں کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ مسجدوں کے گنبد اور گنبد نما محراب بناتے چلے آتے ہیں اور دیواروں کو تگچ کر کے خوب چکنا بناتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس کو بدیں وجہ ناجائز وحرام نہیں بتایا کہ فسادِ نماز کا سبب ہے تو یہ تعامل و توارث قدیمی جواز کا قدیمی اجماعِ عملی ہے اگر ناجائز ہوتا تو ائمہ و مشائخ کرام جو مسجدوں میں ہی دن رات گزارتے اور نمازیں باجماعت پڑھتے پڑھاتے تھے۔ ان کی دور رس نظروں سے نہاں نہ رہتا۔ وہ تو نادر سے نادر صورتوں کے حکم بتا گئے تو اس روزمرہ نظروں اور کانوں کے سامنے پیدا ہونے والی صدا کا یہ حکم ضرور بیان فرماتے، تو معلوم ہوا کہ جائز ہے جیسے " بسماعٍ او رؤیۃٍ " کے اطلاق سے بیان فرما گئے کما مر، بلکہ سجدۂ تلاوت کے عدمِ وجوب کی تصریح مشائخ کرام کر گئے حالانکہ اگر تصریح نہ کرتے تو کوئی بڑا حرج لازم نہ آتا، یہی ہوتا کہ کوئی صدا سے آیتِ سجدہ سنکر سجدہ کر لیتا، حالانکہ سجدہ واجب نہیں تھا تو اس میں کیا حرج؟ اپنے رب کو ہی سجدہ کرتا مگر نماز جائز نہ ہوتی تو اس کے بیان نہ کرنے میں بہت بڑا حرج تھا کہ وہ مسلمان جو صدا کے ذریعے انتقالاتِ امام پر مطلع ہو کر فرض نمازیں ادا کرتے، ان کے فرض ادا نہ ہوتے اور زیرِ بار رہتے۔ تو جب مشائخ کرام اس حکم کی تصریح کرتے ہیں جس کی تصریح نہ کرنے میں کوئی بڑا حرج نہ تھا تو ان سے یہ کیسے متصور کہ اس حکم کی تصریح نہ کریں جس کی تصریح نہ کرنے پر بہت بڑا حرج مرتب ہوتا ہو تو واضح ہوا کہ ان کا عدمِ جواز کی تصریح نہ کرنا ہی تصریحِ جواز ہے چہ جائیکہ وہ " لسماعٍ " کے اطلاق سے جواز کی تصریح بھی فرما گئے جزاھم ربھم تعالٰی خیر الجزاء۔

وصلِ دوم شبہاتِ عدمِ جواز کا رد

سائل نے بعض علمائے کرام کا حکمِ فسادِ نماز بوجوہِ ذیل بغرضِ طلب جواب نقل کیا:

۱ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے جو آواز سنائی دیتی ہے، نئی آواز ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا بنی جو مفسدِ نماز ہے

Marfat.com

کما فی الشامی۔

جواب

امامِ اہلسنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفصیلی بیان مقدمہ سادسہ میں وضاحت گذر چکی کہ جو آواز بھی سنی جاتی ہے وہ پہلی آواز کی کاپی اور نقل ہوتی ہے اور وحدت آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے اور یہ بھی اس بیان میں ہے کہ تھپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی، یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی، تو لامحالہ سپیکر سے سنی گئی امثالِ متجددہ میں بھی اسی وحدتِ نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک آواز مانی جائیگی۔ اور یونہی اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ صدا^عہ^ متکلم کی خود اپنی آواز ہوتی ہے، تو اگر بالفرض سپیکر سے سنی گئی آواز صدا ہو تو پھر بھی متکلم ہی کی آواز بنی، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے مطابق سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی آواز ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ امام کی آواز نہیں، ہرگز ہرگز صحیح نہیں تو اس کو اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ بنا کر مفسدِ نماز کہنا امام اہل السنت

عہ شامی ص۳۳۲ جلد ا میں ہے المبلغ اذا قصد التبلیغ فقط خالیا عن قصد الاحرام فلا صلوٰۃ لہ ولا لمن یصلی بتبلیغہ لانہ اقتدی بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ یعنی مبلغ التکبیرات سنانے والا جسے مکبر بھی کہتے ہیں اجس وقت تکبیر تحریمہ صرف مقتدیوں کی اطلاع کے قصد سے کہے اور نماز میں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرے تو نہ اس کی اپنی نماز ہے اور نہ اس کی جو اس کی تبلیغ تکبیرات سنانے کے ساتھ پڑھ رہا ہے اس لئے کہ اس نے ایسے کی اقتدا کی جو نماز میں داخل نہیں ہوا ۱۲ منہ غفرلہ عہ اب بفضلہ تعالیٰ خود اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کا الکشف شافیا بریلی شریف سے چھپ کر شائع ہو گیا ہے اس کے ص۲۲ اور ص۲۳ پر صدا پیدا ہونے کی تفصیلی صورتیں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ بہرحال کچھ سہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے نیز اسی رسالہ کے ص۷ میں فونوگراف کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن کریم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سنا جائے گا وہ حقیقۃً اسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہ وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا۔ پھر ص۸ میں فرمایا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے۔ نیز ص۹ میں ہے اگر آلاتِ طرب وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے۔ اور ص۱۰ میں ہے لاجرم اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا اور اسے خیال ومثال کہنا محض بے اصل خیال تھا اور اسی طرح اس رسالہ میں اور کافی تصریحات ہیں۔ تو جب فونوگراف یا ٹیپ ریکارڈ سے سنی گئی آواز وہی بعینہٖ اصل آواز ہے تو سپیکر سے سنی گئی بطریقِ اولیٰ وہی اصل آواز ہوگی وذا اجلی من ان یخفی علی اولی النہی ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کے مطابق غلط در غلط بنا تو ثابت ہوا کہ یہ وجہ نمبر ا وجہ نہیں بلکہ شبہ واہیہ ہی ہے ،
یہاں تک حق جواب ادا ہوگیا مگر چونکہ یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ والاجملہ مانعین حضرات کا مایۂ ناز جزئیہ صریحہ لاؤڈ سپیکر ہے لہذا مناسب کہ اوہام عاطلہ کا خذلان محض قدرے وضاحتوں سے بیان کیا جائے۔

وضاحت نمبر ا

اقتدا حقیقی ہو یا صوری صرف اسی کی ہوسکتی ہے جو ارکان نماز رکوع ، سجود وغیرہ ادا کرسکتا ہو (دیکھو مقدمہ عاشرہ میں تعریف اقتدار) تو ثابت ہوا کہ لاؤڈ سپیکر کی اقتدا ناممکن ہے تو اس کو اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ کہنا صحیح نہیں تو جزئیۂ صریحہ کیسے بنا ؟ اور اس مؤاخذہ کی تو کوئی خاص ضرورت ہے ہی نہیں کہ اطلاق "مَن" ذوی العقول پر ہوتا ہے اور لاؤڈ سپیکر عاقل کیا زندہ بھی نہیں۔

وضاحت نمبر ۲

یہ مقولہ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ والامر سے قابل التفات ہی نہیں کہ اس کا اطلاق صراحۃً یہ بتاتا ہے کہ جو مقتدی امام کے ساتھ ایک وقت میں تکبیر تحریمہ کہیں ان کی نمازیں جائز نہ بنیں کہ اس وقت امام پر بھی لم یدخل فی الصلوٰۃ (نماز میں داخل نہیں ہوا) سچا آرہا ہے کہ وہ نماز میں تکبیر کہتے ہوئے داخل ہو رہا ہے نہ کہ داخل ہوچکا۔ تکبیر تحریمہ شرطِ نماز ہے پوری کرنے کے بعد داخلِ نماز ہوگا۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے ذکر اسم ربہ فصلّٰی (اپنے رب کا نام ذکر کیا پس نماز پڑھی) حالانکہ امام کے ساتھ تکبیرِ تحریمہ کہنا ہمارے سب ائمہ کرام کے نزدیک جائز بلکہ حضرتِ امامِ اعظم کے نزدیک افضل ہے کما فی اسفار المذہب۔

وضاحت نمبر ۳

اور یوں بھی قابلِ التفات نہیں کہ اس اقتدار سے مراد اقتدائے حقیقی ہو تو وہ اس امام کے علاوہ کسی اور کے ساتھ اگرچہ داخل فی الصلوٰۃ ہو ، ہوسکتی ہی نہیں اور اگر کرے تو نماز ناجائز ہے (دیکھو مقدمہ عاشر میں متابعتِ امام کا بیان) تو تخصیص من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل اور استدلالِ عاطل ، اور اگر اقتدائے صوری مراد تو حکمِ فسادِ نماز باطل (دیکھو مقدمہ عاشرہ اور حادیہ عشرہ)

Marfat.com

وضاحت نمبر ۲

اور یوں بھی قابلِ التفات نہیں کہ خود علامہ شامی کے نزدیک بھی یہ مسلّم نہیں بلکہ وہ تو حموی پھر ابوالسعود صاحبِ حواشیٔ مسکین کیطرف نسبت کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقد اشبعنا الکلام علی ھذہ المسئلۃ فی رسالتنا المسماۃ (تنبیہ ذوی الافہام علی حکم التبلیغ خلف الامام) ھذا - یعنی ہم نے اس مسئلہ پر بحث اپنے اس رسالے میں جس کا نام "تنبیہ ذوی الافہام علی حکم التبلیغ خلف الامام" ہے مکمل کی ہے، اس کو پکڑلو (اس پر غور کرلو) اور اس رسالہ منسلکہ مجموعہ رسائلِ ابن عابدین ص۱۴۰ جلد ۱ میں ہے کہ اس اقتدا سے من لم یدخل سے مراد اتباع صوت المکبر لا الاقتداء الحقیقی کما توھمہ بعض المتأخرین یعنی مکبر کے آواز کی اتباع (اس کی آواز سن کر اپنے[عہ] امام کی پیروی کرنی ہے - اور اقتدائے حقیقی مراد نہیں جیسے بعض متاخرین نے توہم کیا - اور چونکہ ایسی اتباع حقیقۃً اپنے امام کی ہی اتباع ہے جو اصلاح ہی اصلاح ہے اور علتِ فساد نہیں (دیکھو مقدمہ تاسعہ اور عاشرہ) تو علامہ شامی علیہ الرحمۃ اس افسادِ حموی کی ایک توجیہ احتمالیہ بیان فرماتے ہوئے رد فرماتے ہیں والظاھر ان علۃ فساد من یصلی بتبلیغہ اجابتہ لغیر المصلی (اور ظاہر یہ ہے کہ اس کی تبلیغ کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نماز فاسد ہونے کی علت نمازی کا غیر نمازی کو جواب دینا ہے یعنی غیر نمازی کے کہے پر افعالِ نماز کا ادا کرنا) ویمکن ان یکون المراد بالاقتداء ذلک یعنی ممکن ہے کہ اس اقتدار سے مراد یہ (اجابتِ غیر مصلی) ہو، بعد ازاں بحرالرائق سے اجابتِ قولیہ کے مفسد ہونے کے تین جزیئے نقل کئے - پھر قہستانی وغیرہ سے کچھ نقل کئے جن میں اجابتِ فعلیہ بالرأس والید کا مفسد ہونا بھی مذکور ہے، بعد ازاں فرمایا والمصرح بہ ان الاجابۃ بالرأس لا بأس بہا یعنی ہماری کتبِ معتمدہ میں بالتصریح یہ ہے کہ اجابتِ بالرأس میں کوئی ڈر نہیں ولم ار من صرح بخصوص مسألتنا سوی ما مر عن الحموی یعنی میں نے اس مسئلۂ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ

عہ اپنے امام کی قید اس لئے کہ اگر مکبر کی اتباع حقیقی ہو تو وہ اقتدائے حقیقی ہے اسی کو تو توہم بتاتے ہوئے نفی کر رہے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

کی تصریح خاص منقول حموی کے علاوہ کسی سے نہیں دیکھی وھذا الفرع اشبہ بہا من غیرہ لان الاجابۃ فیہا بالفعل یعنی یہ فرع (جزئیہ) اجابت بالرأس جس کا کوئی ڈر نہیں مسئلہ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ کے ساتھ دوسرے جزئیات (اجابتِ قولیہ کے) سے زیادہ مشابہ ہے کیونکہ ان دونوں میں اجابت بالفعل ہے تو علامہ شامی کے اس بیان سے ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ یہ مسئلہ فسادِ نماز باقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل و بے جا ہے۔ اس میں کوئی علتِ فساد اجابتِ غیر نمازی کے علاوہ نظر نہیں آتی حالانکہ اجابتِ فعلیہ کے ساتھ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ اسی کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے کہ یہاں بھی اجابت بالفعل ہے تو اسی پر قیاس چاہیے اور حکمِ عدم فساد چاہیے اور چونکہ اس مسئلہ کی تصریح کسی سے نظر نہیں آئی تو یہی حکم چاہیے کہ غیر منصوص کا حکم منصوص سے لیا جاتا ہے اور حموی وغزی بہت متاخر ہیں تو صرف ان کا قول قابلِ اعتماد نہیں۔ پھر ردالمحتار میں بھی جو اس رسالہ کے بعد کی تصنیف ہے کسی تصریح ملنے کا ذکر نہیں۔ صرف محشی مسکین کی تقریر ذکر کی جو حموی سے بھی متاخر ہیں اور اسی رسالہ کیطرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا کہ اس میں اس کو رد کر چکے ہیں۔

تعجب ہے کہ مانعین حضرات حسبِ ہدایتِ شامی تکمیل بحث پر غور نہیں کرتے اور قول مردود سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے رسائل ص۱۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق بن جاتا ہے کہ متاخرین کی بیس کے قریب کتابوں میں کوئی قول نقل ہوجاتا ہے جو غلط ہوتا ہے، کسی ایک صاحب کی غلطی ہوتی ہے اور پچھلے نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ کئی مسائل میں یہ واقع ہوا۔ پھر اس کی نظیریں ذکر کرتے کرتے ص۱۵ میں فرمایا ولہذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیہا صاحب البحر والنہر والمنح والدر المختار وغیرہم وھی سہو منشأھا الخطأ فی النقل او سبق النظر یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی بہت نظیریں ہیں جن میں بحرالرائق، نہرالفائق، منح الغفار، درالمختار کے مصنفین وغیرہم نے اتفاق کیا حالانکہ وہ ہیں سہو (بھول) جن کا منشا نقل میں غلطی ہے یا سبقتِ نظر ہ اور یونہی فتاویٰ رضویہ ص۳۰۳ جلد ۱ میں بحرالرائق سے ہے ما نصہ ھذا الموضع مما اخطأوا فیہ (الی ان ذکر) وانا متعجب لکونہم تداولوا ھذہ العبارات متونا وشروحا وفتاوی وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ

Marfat.com

فیأتی من بعدہ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون واصلہ لواحد مخطئ اور یہی وجہ ہے کہ فتاوےٰ رضویہ مبارکہ میں معروضات وتطفلات بکثرت ہیں حتیٰ کہ صرف پہلی ہی جلد میں ایک ہزار نو سو پینتالیس ہیں، فافھم و لاتکن من الغافلین۔

وضاحت نمبر ۵

تعجب ہے کہ وہی صاحب جنہیں سائل نے ایک بہت بڑے عالم کا لقب دیا ہے اپنے مطبوعہ فتاویٰ میں صاف صاف یہ تصریح کرتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر میں سنی گئی آواز بعینہٖ امام ہی کی آواز ہوتی ہے مگر پھر فرماتے ہیں کہ چونکہ لاؤڈ سپیکر قصدِ ذکر نہیں کرتا اور نماز میں داخل نہیں ہوتا لہٰذا یہ اس کی اقتدا رہی جو نماز میں داخل نہیں تو نماز جائز نہیں، جب تسلیم کرلیا کہ امام ہی کی آواز ہے اور نیت بھی امام کی اقتدا رہی کی ہوتی ہے تو لاؤڈ سپیکر کی اقتدا رکیوں بنی؟ اگر یونہی اقتدا ربن جاتی ہے تو کیا وہ مقتدی جو بیرونِ مسجد ہوں اور مسجد کے دروازے یا کسی روشندان سے آوازِ امام سنیں تو وہ دروازہ یا روشندان کے مقتدی بن جائیں گے؟ بلکہ اس سے تو لازم کہ کسی مقتدی کی نماز جائز ہی نہ ہو اگرچہ امام کی آواز بلا واسطہ ہی سن رہا ہو کہ امام کی آواز بھی یقیناً امام کی غیر ہے اور اہلیتِ قصدِ ذکر و دخول فے الصلوٰۃ بھی نہیں رکھتی، اور جب یہ سن کر نماز پڑھ رہا ہے تو یہ آواز کی اقتدا رہی اور نماز نہ ہوئی، اور یونہی دیکھ کر پڑھے تو پھر بھی چونکہ امام کے لباس پر نظر پڑ رہی ہے یا جسمِ امام کا بعض حصہ دیکھ رہا ہے جو قاصدِ ذکر نہیں تو نماز نہ ہوئی و اللوازم باطلۃ فالملزوم مثلھا۔

وضاحت نمبر ۶

مقدماتِ مذکورہ سے واضح ہوچکا کہ بلانیتِ اقتدار، اقتدار نہیں پائی جاتی اور بلانیتِ اجابت، اجابت نہیں بنتی اور یہ بھی اظہر من الشمس کہ کوئی مقتدی لاؤڈ سپیکر کی اقتداؤ اجابت کی نیت نہیں کرتا تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ اقتدائے من لم یدخل فی الصلوٰۃ ہے؟ فقہائے کرام تو فرماتے ہیں یجب حمل افعال المؤمنین علی الصلاح کہ مسلمانوں کے اعمال درست ہونے پر محمول کیے جائیں مگر یہاں ان اعمال کو جو درست ہیں الٹے غلط بتایا جاتا ہے! فیاللعجب!

دوسری وجہ فساد سائل نے یہ نقل کی کہ یہ تلقن من الخارج بنتا ہے یعنی جو نماز میں نہیں اس سے ۲ـ

Marfat.com

افعال نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسد ہے۔

جواب : ایسا تلقن واستفادہ مفسد نہیں (دیکھو مقدمۂ حادیہ عشرہ)

۳ تیسری وجہِ فساد یہ ذکر کی کہ صدا سے سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں۔

جواب : یہ کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ کس نے کہا کہ جس چیز سے سجدۂ تلاوت لازم نہ ہو وہ اقتدار میں کارآمد نہیں، دیکھئے کسی کو سجدۂ تلاوت کرتے ہوئے دیکھنے سے سجدہ لازم نہیں ہوجاتا حالانکہ دیکھنے سے اقتدار رواہے بسماع اور رؤیۃ، سن چکے۔ اگر یہی قاعدہ ہے تو لازم کہ مکبر کی تکبیرات سن کر بھی اقتدار روا نہ ہو کہ مکبر مقتدی ہی ہوتا ہے اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایاتِ ظاہرہ یقیناً ثابت اور تمام کتبِ فقہیہ میں منصوص کہ مقتدی آیتِ سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سماع سے امام و مقتدی، کوئی بھی سجدہ نہ کرے، نہ نماز میں اور نہ فارغ ہونے پر۔ جامع صغیر ص۱۶، جامع کبیر ص۱ میں ہے والنظم من الصغير محمد عن يعقوب عن ابی حنيفة رحمهم الله تعالیٰ فی رجل قرأ سجدة خلف الامام قال لايسجدها الامام ولاهو ولا احد من القوم ولا اذا فرغوا۔ اور لطف یہ کہ اس مسئلہ میں لا يسجدها صیغۂ نہی ہے جو نفیِ جواز کا افادہ کرتا ہے اور مسئلۂ صدا میں (جو صرف بعض مشائخ نے ہی بیان فرمایا اور ہمارے ائمہ سے منقول دکھائی نہیں دیتا) لايجب آیا ہے جو جواز کی نفی نہیں کرتا بلکہ حسب القواعد مفیدِ جواز ہے۔ جب وہ حضرات مسئلۂ صدا سے جو مفیدِ جوازِ سجدہ ہے[عـه] اور محض وجوب کی نفی کرتا ہے، اقتدار کا عدمِ جواز ثابت کر رہے ہیں تو اس مسئلۂ ظاہرالروایۃ یعنی مقتدی سے آیتِ سجدہ سننے پر عدمِ جوازِ سجدہ سے اقتدار کا عدمِ جواز کیوں ثابت نہیں کرتے؟ حالانکہ یہ ان کے قول پر بطریقِ اولیٰ ثابت ہونا چاہئے تو صرف لاؤڈ اسپیکر کی صورت میں ہی عدمِ جواز کے کیوں قائل ہیں۔ مکبر کی صورت میں

[عـه] ہمارے نزدیک دوسرے مذہب کی رعایت جبکہ اپنے مذہب کا خلاف نہ ہوتا ہو، مستحب ہے لہٰذا جس صورت میں ہمارے مذہب میں سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو حالانکہ کسی اور امام کے نزدیک اس صورت میں سجدہ ہو تو ہمیں ادا کرنا اس قاعدہ کی بنا پر جائز و مستحب ہے تو معلوم ہوا کہ ہمارے مذہب میں فی الجملہ سجدۂ تلاوت جواز و استحباب کی صورت میں بھی ادا ہوسکتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

بھی یونہی کہیں بلکہ اگر اسی مسئلہ صدا پر ہی قیاس کرنا ہے تو وہ تو مفید جواز ہے کہ وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاع خاص ارتفاع عام کا مستلزم نہیں، انسانیت کا انتفا حیوانیت کی نفی نہیں اور بحکم مفہوم مخالف (جو حسب تصریحات مذہبیہ روایات میں معتبر ہے) جواز مستفاد ہے اور جب مقیس علیہ میں جواز ثابت ہوا تو مقیس میں بھی ثابت ہوگا تو معلوم ہوا کہ مانعین حضرات کا یہ استدلال صحیح نہیں اور یونہی یہ بھی کتب معتمدۂ فقہیہ سے ثابت کہ حائض ونفسا، جنب ومُحدِث، مجنون وصبی، نائم وسکران بلکہ کافر بھی آیت سجدہ تلاوت کرے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مکبر نہیں بن سکتے بلکہ صبی کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ان حالات میں نماز ہی نہیں پڑھ سکتا، تو معلوم ہوا کہ وجوداً وعدماً کسی طرح بھی مسئلہ تلاوت سجدہ، اقتدار کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔ پھر چونکہ سجدۂ تلاوت میں سامع پر قبل از سماع وجوب نہیں بلکہ سماع ہی سبب وجوب بنتا ہے اور مقتدی پر قبل از سماع تکبیرات مکبر امام کی متابعت بوجہ اقتدار لازم ہے لہذا سجدۂ تلاوت میں سبب قوی کی ضرورت کہ موجب بن سکے اور اقتدار کی صورت میں صرف اطلاع کی حاجت ہے کہ انتقالات امام پر واقف ہو کر پہلے سے لازم شدہ افعال ادا کر سکے تو قوت موجبہ کی ضرورت نہیں اور صدا کا اداۓ امام کی اطلاع بننا اظہر من الشمس ہے اس کا منکر اگر معاند نہیں تو مجنون سے بہترین کسی لقب کا مستحق نہیں، تو ثابت ہوا کہ مسئلہ مذکورہ تلاوت سجدہ، کسی طرح بھی مقیاس نہیں بن سکتا۔

۴ سائل نے یہ بھی نقل کیا کہ اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہر مفرط (زیادہ بلند کرنا) پایا جاتا ہے جو مفسد نماز ہے لہذا نمازیں نہ ہوتیں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کرے اس پر توبہ فرض ہے۔

جواب: یہ کس نے کہا کہ جہر مفرط مفسد ہے؟ جہر مطلقاً واجبات نماز میں داخل ہے متون وشروح وفتاوے وحواشئ مذہب مہذب میں مطلق جہر کا ذکر ہے اور یونہی احادیث سے بلکہ اس آیت سے بھی جسے مانعین حضرات عدم جواز کی مایہ ناز دلیل تصور کئے ہوئے ہیں، مطلق جہر ثابت ہے حالانکہ الاطلاق مطلق بمنزلہ نص ہے، تو جہر کے تمام افراد بمع جہر مفرط مشروع وجائز ہوئے تو جہر مفرط کو مفسد کہنا صحیح نہیں الا ان یشتمل علیٰ مفسد لا یوجد فی محل النزاع۔

اس کا بیان تفصیلی ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں جہاں آفتاب جہاں تاب سے بھی زیادہ روشن

Marfat.com

کیا گیا ہے کہ وہ آیت لا تجھر بصلوٰتك ولا تخافت بھا وابتغ بین ذٰلك سبیلاً عدمِ جواز کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ دلیلِ جواز ہے، نہیں نہیں! صرف جواز نہیں بلکہ وہ جواز جو صورتِ واجب میں پایا جاتا ہے فانظر تریٰ عجبا۔ ہاں وہ جو فتح القدیر ص۳۲۲ جلد ا میں اپنے شہروں اور زمانے کے مکبرین (امام کی تکبیرات سنانیوالوں) کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان کا اس خصوصی انداز سے (تکبیرات سناتے ہوئے) آواز بلند کرنا جس کا یہ لوگ دستور بنا چکے ہیں، اس کا مفسد ہونا بعید نہیں بلکہ ان کی بلند تکبیریں غالباً ہمزۂ "اللہ" یا ہمزۂ "اکبر" یا بائے "اکبر" کی مدوں (جس سے الف پیدا ہو جاتا ہے اور معنی سخت ترین غلط بن جاتا ہے) پر مشتمل ہو جاتی ہیں حالانکہ یہ مفسدِ نماز ہے۔ اور اگر ان مدوں پر مشتمل نہ ہوں تو اس لئے مفسد ہونا بعید نہیں کہ وہ حاجت سے زیادہ چلانے میں مبالغہ کرتے راگ اور گانے کی صاف ادائیگی کے اشتغال میں مبالغہ کرتے ہیں، اقامتِ عبادت کے لئے نہیں بلکہ اظہارِ صناعتِ نغمیّہ کے لئے، حالانکہ ایسا چلانا اس کلام کا حکم رکھتا ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے پھر (بیانِ وجہِ افسادِ نماز کے بعد) فرمایا اور یہاں یقیناً معلوم ہے کہ ایسے چلانے اور راگ وگانے میں مبالغہ کرنے والے مکبر کا قصد اِس اندازِ ادا سے لوگوں کو خوش کرنا اور تعجب میں ڈالنا ہوتا ہے حالانکہ اگر یہ کہہ دے کہ میرے حسنِ صوت اور صفائیٔ ادا سے خوش ہو اور تعجب کرو، تو نماز فاسد کر بیٹھتا ہے (تو یہاں بھی فاسد ہونی چاہئے) اور ایسی غلط ادا سے زائد حرفوں کا حاصل ہو جانا (جو معنی بگاڑ دیتے ہیں) لازم ہے (جیسے پہلے بیان فرمایا کہ ہمزۂ اللہ یا ہمزۂ اکبر یا بائے اکبر کی مد پر مشتمل ہوتی ہیں جو مفسد ہے)

نصہ اما خصوص ھٰذا الذی تعارفوہ فی ھٰذہ البلاد فلا یبعد انہ مفسد فانہ غالبا یشتمل علی مد ھمزۃ اللہ او اکبر او بائہ وذٰلك مفسد وان لم یشتمل فلانھم یبالغون فی الصیاح زیادۃً علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظہارا للصناعۃ النغمیۃ لا اقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالکلام الذی بساطہ ذٰلك الصیاح (الی ان قال) وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ ولو قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری فیہ افسد وحصول

Marfat.com

الحروف لازم من التلحين الخ

اس بیانِ فیض توأمان کو نہر الفائق وغیرہ میں نقل کرکے برقرار رکھا۔ تو اس سے مطلقاً جہرِ مفرط (زیادہ بلند پڑھنے) کا مفسد ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ حضرت محقق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صرف اس خصوصی رواجِ زمانہ کے مطابق بہت زیادہ چلّا کر راگ سے پڑھنے کو مفسد فرماتے ہیں جو لوگوں کو خوش کرنے کی نیت سے بلا قصدِ عبادت ہو (کہ حسب القواعد ایسی نیت سے پڑھنا یوں کہنا ہے کہ میری اچھی آواز سے خوش ہو اور یہ مفسد ہے) اور وہ ایسا چلّانا ہے کہ جس میں حرف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو معنیٰ بگاڑ دیتے ہیں۔

حاصل یہ کہ مکبرین کا زیادہ چلّا کر پڑھنا دو وجہ سے مفسد ہے، ایک تو زیادہ چلّانے کے سبب زائد حرفوں کا پیدا ہو کر معنیٰ بگاڑ دینا اور دوسری وجہ لوگوں کے خوش کرنے کی نبت سے راگ میں پڑھنا رسائلِ علامہ شامی ص۱۴۶ جلد ا میں ہے فحاصل كلام المحقق ان الاشتغال بتحرير النغم والتلحين والصياح الزائد على قدر الحاجة لا لقصد القربة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونغمه مفسد من وجهين الاول ما يلزم من التلحين من حصول الحرف المفسد غالبا والثاني عدم قصد اقامة العبادة الخ نیز اسی صفحہ میں یہ بھی فرمایا کہ ان المحقق لم يجعل مبنى الفساد مجرد الرفع بل زيادة الرفع الملحق بالصياح المشتمل على النغم مع قصد اظهاره لذلك والاعراض عن اقامة العبادة۔ اور یونہی منحۃ الخالق ص۳۶۴ جلد ا اور ردالمحتار ص۵۵۱ جلد ا میں بھی فرمایا، تو اظہر من الشمس ہوا کہ اس بیان سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا کہ صرف جہرِ مفرط (زیادہ بلند آواز سے پڑھنا) مفسد ہے ایسا سمجھنا محض غلط ہے اور کسی نے یوں سمجھا بھی نہیں، صرف سید احمد حموی (جن سے اقتدائے من لم يدخل في الصلوٰة والاجزئیہ مستفدشہ ہے) نے یوں سمجھ کر محقق علیہ الرحمۃ پر یہ اعتراض کر دیا کہ جہرِ مفرط کو کیوں مفسد فرماتے ہیں وہ تو مفسد نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے نہایت زور دار الفاظ میں حموی علیہ الرحمۃ کا رد کیا کہ محقق علیہ الرحمۃ کی قطعاً یہ مراد نہیں کہ نفس جہرِ مفرط مفسد ہے

Marfat.com

ردالمحتار، منحۃ الخالق، رسائل میں فرمایا (والنظم منہ) اقول فیہ نظر لان الکمال لم یجعل الفساد مبنیا علی مجرد الرفع الخ نیز رسائل میں فرمایا فقول المحقق والصیاح ملحق بالکلام ای الصیاح المشتمل علی ما ذکر بدلیل سوابق الکلام ولواحقہ وبدلیل قولہ وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ الی آخرہ۔ اذلا اعجاب فی مجرد الصیاح الخالی عما ذکر فتعین ان المراد بالصیاح ما ذکر کما لا یخفی نیز ردالمحتار میں فرمایا لاشک انہ اذا لم یقصد الذکر بالغ فی الصیاح لاجل تحریر النغم والاعجاب بذلک یکون قد افاد بہ معنی لیس من اعمال الصلوٰۃ۔

تو روز روشن کیطرح واضح ہوا کہ مجرد جہر مفرط مفسد نہیں اور نہ ہی فتح القدیر میں اس کو مفسد بنایا گیا بلکہ بنائے فساد وہی دو وجہیں ہیں جو درمیانی یا آہستہ آواز میں بھی پائی جائیں تو فاسد کر دیتی ہیں اور وہ دونوں وجہیں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز میں جبکہ امام صحیح پڑھ رہا ہو اور نیت بھی صحیح ہو، ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر امام کا پڑھنا ان مفسدہ وجہوں پر مشتمل ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اگرچہ لاؤڈ سپیکر نہ ہو، لاؤڈ سپیکر تو مکبر الصوت ہے یعنی آواز کو بلند کرنے والا ہے، صحیح ہو تو صحیح کو بلند کر دیتا ہے اور غلط ہو تو غلط کو بلند کر دیتا ہے اور یہ نہیں کہ غلط کو صحیح یا صحیح کو غلط بنا دے ورنہ وعظ واذان و تلاوت میں بھی جائز الاستعمال نہ ہوتا۔ کیا وعظ و اذان و تلاوت میں لوگوں کے خوش کرنے کی نیت اور عبادت سے اعراض کرتے ہوئے راگ اور گانے کے رنگ میں چلا چلا کر آیات و احادیث میں حروف اور مدیں بڑھا بڑھا کر معانی بگاڑ دینے جائز ہیں؟ ایسا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی سننا جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاوٰے ص۴۹ جلد۱، تبیین الحقائق ص۱۰۹ جلد۱، مجمع الانہر ص۱۲۶ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۱۱، درالمختار شامی ص۵۹۳ جلد۱، بحرالرائق ص۲۵۶ جلد۱، فتح القدیر ص۲۱۷ جلد۱ میں ہے والنظم منہ فظہر من ھذا ان التلحین ھو اخراج الحرف عما یجوز لہ فی الاداء وھو صریح فی کلام الامام احمد فانہ سئل عنہ فی القراءۃ فمنعہ فقیل لہ لم قال ما اسمک قال محمد

Marfat.com

قال ایعجبك ان یقال لك یا موحامد قالوا اذا کان لم یحل فی الاذان ففی القراءۃ اولیٰ وحینئذٍ لایحل سماعها ایضاً۔

اس کا خلاصہ یہ کہ حرف کو اس کی جائز صفتِ ادا سے نکال دینے کا نام تلحین ہے" جو اذان میں حلال نہیں" حضرت امام احمد بن حنبل کی کلام سے یہ معنیٰ صراحۃً مستفاد ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ تلاوت میں تلحین کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے اسے منع فرمایا، تو عرض کی گئی کہ کیوں؟ فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا محمد! تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہیں یا موحامد کہا جائے (تلحین سے) فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ تلحین جب اذان میں حلال نہیں تو تلاوتِ قرآنِ کریم میں بطریقِ اولیٰ حرام ہوگی اور جب حرام ہے تو اس کا سننا بھی حرام ہوگا۔ تو آفتابِ جہاں تاب کی طرح تاباں ہوا کہ جب امام صحیح پڑھ رہا ہو (اگرچہ بلند آواز سے) تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اور لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے یہ جائز ناجائز نہیں بنتا، چہ جائیکہ امام پڑھ ہی درمیانی آواز سے رہا ہو، تو ثابت ہوا کہ مانعین حضرات کا یہ استدلال بھی محض پادر ہوا اور ہباءً منثوراً ہی ہے۔ پھر تعجب در تعجب یہ کہ اگر یہ استدلال صحیح ہوتا تو اس کی زد براہِ راست مکبر کے کھڑے کرنے پر پڑتی کہ وہی مکبرین ہی تو موضوعِ مسئلہ فتح القدیر ہیں۔ اور ان کی غلط کاریاں اور بے اعتدالیاں صرف چند مرتبہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ان کا دستور و رواج ساتویں صدی ہجری (جو حضرتِ محقق مصنفِ فتح القدیر کا زمانہ ہے) میں ہی بن چکا تھا جو تیرھویں صدی (زمانۂ شامی) بلکہ چودھویں صدی (زمانۂ مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک مکبرین کا غلط دستور چلا آیا ہے حالانکہ مانعین حضرات کے نزدیک مطلقاً مکبر کھڑے کرنے ممنوع نہیں بلکہ جب ریاء، تلحین وغیرہ مفاسد سے بچیں تو ان کے نزدیک بھی جائز ہیں، تو انصاف یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں بھی وہ مفاسد نہ پائے جائیں تو جواز برقرار رہے کما لایخفیٰ علیٰ اولی النہیٰ۔

رہا ایسے مفاسد بھرے دستور و رواج بن جانے کا ثبوت تو صاحبِ فتح القدیر سے ابھی ابھی گزر چکا کہ ان کے زمانے میں شہروں میں مکبرین ایسا دستور بنا چکے تھے۔ اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے رسائل کے ص۱۳۲ جلد ا سے ص۱۴۹ جلد ا تک ان کے کئی مفاسد نام بنام ذکر کرنے کے بعد ان مکبرین کی بکثرت قباحتوں کا اجمالی بیان کیا جو عین نماز میں کیا کرتے ہیں اور رواج بنا چکے ہیں، اول کلام میں فرماتے ہیں

Marfat.com

فلابد معه من اجتناب ما احدثه جهلة المبلغين الذين استولت عليهم الشياطين من منكرات ابتدعوها ومحدثات اخترعوها لكثرة جهلهم و قلة عقلهم و عدم اعتنائهم باحكام ربهم و بعدهم عما هو سبب قربهم وانهماكهم فی تحصیل حطام الدنيا و ترك التعلم الموصل الى الدرجات العلى۔ اور آخر میں فرماتے ہیں وهذا الذى ذكرناه من المنكرات التى يفعله المبلغون نبذة من قبائحهم التى تعارفوها فى نفس الصلوٰة۔

ان سب کا حاصل یہ کہ ایسے بے علم مکبرین جن پر شیطان غالب ہو چکے ہیں، اور بڑے جہالت اور تھوڑے عقل والے ہیں، جو اپنے رب کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے، ان کی بدعتوں سے بچنا ضروری ہے، اور یہ چند بری باتیں جو ان کی ذکر کی گئی ہیں، تھوڑا سا حصہ ہیں ان کی ان قباحتوں سے جنکو نفسِ نماز میں وہ دستور اور رواج بنا چکے ہیں۔ اھ فتاوٰی رضویہ شریف صـ۴۹۲ جلد ۲، احکامِ شریعت صـ۱۳۳ جلد ۲ میں امام اہل سنت و الجماعت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں" مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو حسن وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے؟ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علماء کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار، اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر صـ۲۶۲ جلد ۱، صـ۲۶۳، درالمختار وردالمحتار صـ۶۱۵، خود مفتیٔ مدینہ منورہ علامہ سید احمد اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاوٰی اسعدیہ صـ۵ جلد ۱۔ آخر میں فرمایا اما حركات المكبرين وصنعهم فانا نبرأ الى الله تعالى منه الخ

بفضلہ و کرمہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ مانعین حضرات کی وہ تمام دلیلیں جو سائل نے نقل کی ہیں، تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہیں حالانکہ دلائل وصلِ اول سے آفتابِ جواز کی ضیا پاشیاں تمام اوہامِ خام اور خیالاتِ ناتمام کی تمام اندھیریوں کو نیست و نابود بنا رہی ہیں، تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ صورتِ مذکورہ میں نمازیں جائز ہیں اور استعمالِ سپیکر حرام نہیں تو توبہ کرنی بھی فرض نہیں بلکہ ہو سکتی ہی نہیں کہ

Marfat.com

تو یہ ناجائز سے ہوا کرتی ہے نہ کہ جائز سے ، مانعین حضرات کی یہ جرأتیں سخت بیجا ہیں ، ایسے دلائل سے حرام کہنا قطعاً جائز نہیں ۔ دیکھو مقدمات نمبر ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ ۔

اصولِ فقہ حنفی سے روزِ روشن کی طرح نمایاں کہ فرض و حرام ایسی آیت یا حدیثِ متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنیٰ پر یقینی طور دلالت کریں، طلبِ جازم کے ساتھ تبرکاً ، فتاویٰ رضویہ ص۱۱ جلد ۱ کے کلماتِ مبارکہ ہدیۂ ناظرین ہیں لا یثبت الافتراض منہا الا الواحد وھو یقینی الثبوت والاثبات مع الطلب الجازم (الیٰ ان قال) وقس علیٰ ھذا فی جانب الکف الحرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہٖ واصحابہ وبارک وسلم۔

الاستفتاء — سوالِ دُوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ اگر بوقتِ امامت امام کے نزدیک لاؤڈ سپیکر اس لئے نصب کر دیا جائے کہ دور والے مقتدی جو بلا واسطہ امام کی آواز نہیں سن سکتے اس آلہ کے ذریعہ سن کر انتقالاتِ امام کے وقت امام کی پیروی کر سکیں تو یہ جائز و درست ہے یا ناجائز و نادرست ؟ بعض علماء حرام و ناروا کا فتوےٰ دیتے ہوئے اعادۂ نماز ضروری قرار دیتے ہیں اور بعض اعادۂ نماز ضروری نہیں جانتے مگر استعمالِ مذکور ناروا بتاتے ہیں کہ اس میں کئی مفاسد ہیں :۔

۱۔ نماز عبادتِ مقصودہ ہے ۔ اس کا طریقۂ مسنونہ مبلغ کے قائم کرنے پر قائم رہنا ہی بہتر ہے ایسے آلات کے استعمال سے علٰحدہ رکھی جائے جیسے حج عبادتِ مقصودہ ہے تو طواف پیادہ کرنے کی بجائے ہوائی جہاز پر نہیں کر سکتے ۔ ہاں حج کے متعلقہ افعال کچھ ایسے بھی ہیں جو عبادتِ مقصودہ نہیں بلکہ محض ذریعۂ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں مثلاً حج کے لئے روپیہ جمع کرنا ، حج بکنگ آفس میں جانا ، وہاں کی ہدایات و شرائط کو پورا کرنا ، پھر ہوائی یا بحری جہاز پر سوار ہونا ، جدہ پہنچنا ، پھر وہاں سے بذریعہ لاری یا کار مکہ مکرمہ میں داخل ہونا ، پھر کار پر سوار ہو کر عرفات کو جانا ، آنا وغیرہ ، یہ سب کام عبادات ہیں مگر عباداتِ مقصودہ نہیں ۔ ان کے متعلق شریعت میں بڑی وسعت ہے ۔ ان کا کوئی خاص طریقہ یا خاص وضع مقرر نہیں ۔ یہ نہ کہا جائے گا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقہ سوار ہو کر حج فرمایا ۔ اور جو

Marfat.com

صحابہ کرام ساتھ تھے اونٹ، گھوڑے وغیرہ جانوروں پر سوار تھے یا پیادہ تھے بلکہ قرآن کریم نے بھی بالتخصیص پیادہ یا شتر سوار ہونے کی تصریح کی ہے تو ہوائی جہاز یا بحری جہاز وغیرہ کی سواری ناجائز و گناہ ہے، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ یہ سب ذریعے ہیں، ان میں کمی بیشی یا تغیر و تبدل ناجائز و گناہ و جرم نہیں اور نہ ہی بدعت کہا جائیگا جبکہ کسی خاص شرعی حکم سے حرام نہ ہو اور یونہی نماز کے ایسے افعالِ متعلقہ جو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ تکمیل نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب عبادت ہیں ان میں بھی تغیر و تبدل ناجائز و گناہ نہیں جبکہ اصل مقصود جو نماز ہے پوری ہو جاتے، ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً نماز میں ستر عورت ضروری ہے تو کپڑے کی بجائے چام لپیٹ لے تو جائز ہے الی غیر ذلک من النظائر۔

۲۔ بسا اوقات یہ آلہ فیل ہو جاتا ہے تو احتمالِ قوی ہوتا ہے کہ بہت سے نمازیوں کی نمازیں برباد ہو جائیں۔

۳۔ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے بلکہ روحِ نماز ہے مگر جب امام کو یہ خیال رہے کہ آواز میکروفون پر پہنچ رہی ہے یا نہیں تو خشوع نہ ہو گا۔

۴۔ ایک بڑی بات قابلِ غور ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ امیر و غریب یکسانیت سے ادا کریں مگر لاؤڈ سپیکر کا رواج ہو اور اس کو مستحسن سمجھا جائے تو غریب بیچارے نماز میں بھی امیر سے پیچھے رہ جائیں گے اور عینِ نماز میں جہاں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے کرنے تھے۔ امیر و غریب کی تفریق نظر آنے لگے گی، کوئی مسجد امیر کہلائی گئی، کوئی غریب۔

۵۔ ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ جب مسجدیں نزدیک نزدیک ہوں تو آوازیں ٹکرائیں گی اور بسا اوقات تکبیرات میں التباس پیش آئے گا۔

۶۔ فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب ائمہ مجتہدین یا علماء میں اختلاف ہو تو مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ خروج عن الخلاف کی کوشش کی جاتے۔ اور بہت سے علماء کی تحقیق اور فتویٰ یہ ہے کہ یہ آواز اصلی آوازِ امام نہیں اس کی اتباع مفسدِ نماز ہے تو بچنا ضروری ہے اور ان مفاسد کی وجہ سے اس آلہ کا استعمال مذکور نادرست ہے حالانکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امام ہی کی اصل آواز ہے۔ بینوا ماجورین من رب العلمین۔

السائل : ابو الفیض علی محمد نوری خطیب جامع مسجد مائی والی منٹگمری

سه یاتوك رجالا وعلی کل ضامر (سورۃ الحج)

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب جائز و درست ہے کہ سپیکر استماع واتباع تکبیرات امام کا ذریعہ ہے جو مطلوبِ شرعی و بشارتِ ربانیہ کا موجب اور ہدایت وعقلمندی کی دلیل ہے، مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے، فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولٓئک الذین ھداھم اللہ و اولٓئک ھم اولوا الالباب ۔ یہ "یستمعون" اپنے اطلاق کے لحاظ سے یقیناً استماع بالذریعہ کو بھی شامل ہے حالانکہ شرعاً اطلاق اتنا قوی ہے کہ خصوصِ سبب یا خبرِ واحد وقیاس سے بھی مرتفع نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ان سے اس کی تخصیص جائز فاتضح الحق وثبت الجواز۔ بلکہ بالخصوص قرآنِ کریم سے کسی ذریعہ غیر مختار سے بھی سننے سنانے کے اعتبار اور مقبولیت کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا فلما اتٰھا نودی من شاطئ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یٰموسٰی انی انا اللہ رب العٰلمین۔ حضرتِ موسیٰ کلیم اللہ نے شجرہ کے ذریعہ رب العالمین کا کلام سنا جو خود اسی کا اپنا کلام ہے اور یہ نہیں کہ بدل کر کوئی نیا کلام بن گیا ہو۔ تعجب ہے کہ اب یہ حضرات سنانے کے ذریعہ کو بدلانے کا ذریعہ بنا رہے ہیں حالانکہ ہمارے رب العالمین جل وعلا نے ہمارے آرام وانتفاع کے لئے ہزارہا چیزیں پیدا فرمائیں اور آئندہ بے شمار اشیاء پیدا فرمانے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ویخلق ما لا تعلمون ۔ اور یہ بھی یقینی ہے کہ لاؤڈ سپیکر بھی یقیناً انہی اشیاء موعودہ کا ایک فردِ خاص ہے جو ہمارے آرام وانتفاع کے لئے پیدا فرمایا، تو لامحالہ انتفاع بھی جائز و حلال ہوگا جب تک کہ کسی خاص صورت میں باقاعدہ دلیلِ شرعی حرام نہ کردے۔ اور چونکہ صورتِ مذکورہ میں دلائلِ شرعیہ اربعہ میں سے کوئی دلیل بھی حرام نہیں کرتی تو حسب القاعدہ جواز ثابت ہوگیا وما تشبثوا بہ لا ینعقد دلیلاً کما ذکرنا فی ما مضٰی بتفصیل ما یرمی عجبًا۔

اور یہ چھ مذکورہ مفاسد جو سائل نے ذکر کئے، ایسے نہیں جو نماز میں استعمالِ آلہ کو مطلقاً ناجائز بناسکیں اس کی مختصر تفصیل سنئے :۔

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

سائل نے پہلا مفسدہ یہ بتایا کہ نماز عبادتِ مقصودہ ہے الخ اس نام نہاد مفسدہ کی بنا صرف اس بات پر ہے کہ مبلغ (جسے مکبر بھی کہا جاتا ہے جو امام کی تکبیرات سناتا ہے) کا قائم کرنا عبادتِ مقصودہ ہے[1] یعنی اس کی مشروعیت محض رضائے الٰہی کے لئے ہوئی ہے۔ اس پر جو اثر و ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے وہ مقصودِ اصلی نہیں بلکہ یہ خود ہی مقصود ہے۔ مگر یہ بات محض بے بنیاد اور واقع کے خلاف ہے۔ اس کا نام (مبلغ یا مکبر) ہی واضح کرتا ہے کہ دوسروں کو انتقالاتِ امام کی اطلاع دینا مقصود ہے۔ اس کے مشروع ہونے کی اصل دلیل (احادیثِ صحیحین) میں ہی اس کی تصریح ہے۔ رسائلِ شامی ص۱۳۸ جلد ۱ میں ہے اعلم ان اصل مشروعیۃ التبلیغ خلف الامام ما رواہ الامام مسلم فی صحیحہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ اشتکٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وھو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ وما فیہ عنہ ایضا صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلفہ فاذا کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر ابوبکر یسمعنا وما فیہ ایضا عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا (الی ان ذکر) وابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ یسمعھم التکبیر۔

ان سب کا صریح حاصل یہ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص مرض کے دوران میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اس لئے بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ نمازی سن لیں۔ اسی صفحہ میں شرح مسلم سے امام نووی کا استفادہ ذکر فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازیوں کو سنانے کی غرض سے بلند آواز سے تکبیر کہنا جائز ہے اور یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ نصہ فیہ جواز رفع الصوت بالتکبیر یسمعہ الناس و یتبعوہ وانہ یجوز للمقتدی اتباع صوت المکبر وھذا مذھبنا و مذھب الجمھور۔ پھر ص۱۴۱ میں فرمایا ان المنادی فی الاعیاد والجمع یجھر بالتکبیر لاعلام القوم ولا تفسد صلوتہ بذلک جرت العادۃ۔ یعنی منادی (مبلغ یا مکبر) عید اور ۲

[1] عبادتِ مقصودہ کی یہ تعریف سائل کے بعض علماء کی ہی ہے ۱۲ ابو الخیر غفرلہ

Marfat.com

جمعہ کی نمازوں میں بلند آواز سے تکبیر کہنا ہے اِعلامِ قوم کے لئے اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کے ساتھ مسلمانوں کی عادت جاری ہو چکی ہے (یعنی اجماعِ عملی ہے) کہ مکبر کا بلند آواز سے تکبیر کہنا نمازیوں کے سنانے کے لئے ہے۔ اور یہ بھی پُرظاہر کہ اگر مبلغ کا قائم کرنا عبادتِ مقصودہ ہوتا تو نماز کے دوسرے افعالِ مقصودہ کی طرح ہر نماز میں قائم کیا جاتا، تو ثابت ہوا کہ عبادتِ مقصودہ نہیں بلکہ امام سے دور مقتدیوں کے اتمامِ نماز کا (بحکم تعاونوا علی البر والتقوی احادیثِ مذکورہ کی روشنی میں) ذریعہ ووسیلہ جائزہ ہے۔

تعجب ہے کہ مفتیانِ سائل نے نماز کے عبادتِ مقصودہ ہونے سے اس کا عبادتِ مقصودہ ہونا ثابت کیا ہے، حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ حج نماز کی طرح عبادتِ مقصودہ ہے۔ اور پھر خود ہی تصریح کرتے ہیں کہ حج کے تمام افعال عبادتِ مقصودہ نہیں بلکہ بعض افعالِ حج محض ذریعہ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی خود ہی مانتے ہیں کہ نماز کے افعالِ متعلقہ حج کے افعالِ متعلقہ کیطرح سبھی عبادت مقصودہ نہیں بلکہ محض تکمیلِ نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب ہیں، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ نماز کا عبادت مقصودہ ہونا اقامتِ مبلغ کے عبادتِ مقصودہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ اور واقعات بتاتے ہیں کہ ذریعہ تکمیل نماز غیر ہے تو انہی کی تصریح کے مطابق اس میں بھی تغیر و تبدل جائز ہوگا جب کہ اصل مقصود (دور کے مقتدیوں کا مطلع ہو کر امام کی پیروی کرنا) کسی ذریعہ سے پورا ہو جائے تو ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اور چونکہ لاؤڈ سپیکر بھی ایک ذریعۂ اطلاع ہے تو اس کے استعمال میں بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں ہوگا اور بدعت نہیں بنے گا جیسے اذان، کہ وہ بھی ذریعۂ اطلاع و اعلام ہے۔ اور سب مانتے ہیں کہ سپیکر پر جائز ہے اور بدعت نہیں حالانکہ پہلے بلا سپیکر ہی ہوا کرتی تھی۔ اور یونہی وعظ اور تلاوتِ قرآنِ پاک بھی سب جائز مانتے ہیں۔ اور یونہی نماز میں سترِ عورت کہ پہلے زمانہ میں نہایت سادگی سے دستی بُنے ہوئے کپڑوں سے کیا جاتا تھا، مگر چونکہ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ ایسی عبادت ہے جو ذریعۂ تکمیلِ عبادتِ مقصودہ (نماز) ہے، تو اس میں تغیر و تبدل بالاتفاق جائز ہے۔ برقی مشینوں سے بُنے ہوئے ہر قسم کے وہ نئے کپڑے جو سترِ عورت کر سکیں جائز الاستعمال ہیں جب کہ شعارِ کفار نہ ہوں جیسے حج میں اونٹ، گھوڑے کی بجائے انجنوں سے چلنے والے بحری اور ہوائی جہاز یا تیز رفتار لاری و کار وغیرہ سے سفر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاد میں تیر و تلوار کے بدلے توپ اور ٹینک، ہر قسم کے بم، تارپیڈو وغیرہ، ہر قسم کے نو ایجاد اوزار بلا جھجک استعمال کئے جا سکتے ہیں اور یہ نہیں کہا جاتا کہ چونکہ پہلے زمانہ میں نہیں تھے لہٰذا بدعت و ناجائز ہیں۔ اور اس کی نظیریں اس کثرت سے ہیں کہ حدود کے

Marfat.com

دائرے ان کے احصار سے قاصر ہیں۔ نور روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ یہ مفسدہ حقیقۃً مفسدہ نہیں تھا بلکہ ایک شبہ تھا جو زائل ہو گیا۔

پھر ان مفتیوں کا اقامتِ مبلغ کو طریقۂ مسنونہ کہنا ان کی سہل انگاری کا نتیجہ ہے ورنہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے کسی کتابِ متداول حدیث و فقہ میں یہ منقول نہیں کہ اقامتِ مبلغ (مبلغ کا قائم کرنا) کیا ہو تو طریقۂ مسنونہ کیسے بنا؟ ہاں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دورانِ مرضِ پاک میں خود بخود مبلغ (تکبیرات سنانے والا) بننا دو مرتبہ ثابت ہے مگر اقامتِ مبلغ اور ہے اور مبلغ بننا اور، پھر اس مبلغ بننے سے بھی مطلقاً مبلغ بن جانے کا مسنون ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ حدیثِ تقریری سے تبلیغِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جواز ثابت ہے۔ پھر اس کے جواز سے حسبِ قواعدِ اصولیہ دوسرے مسلمانوں کی تبلیغ کا جواز بطریقِ قیاس ثابت ہے (والتفصیل فی الضمیمۃ) اور جواز ہی کے ہمارے حضرات قائل ہیں۔ فتح القدیر ص۳۲۲ جلد۱، بحر الرائق ص۳۶۴ جلد۱، رسائلِ شامی ص۱۳۹ جلد۱ وغیرہا میں ہے و النظم من الفتح عن الدرایۃ وبہ یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی الجمعۃ و العیدین وغیرھما۔ نیز رسائل ص۱۳۸ میں شرح نووی سے ہے فیہ جواز رفع الصوت بالتکبیر (الی ان قال) ھذا مذھبنا ومذھب الجمھور۔ یعنی اس (تبلیغِ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے مبلغین کے رفعِ صوت بالتکبیر کا جواز ثابت ہو گیا، اور یہ جمہور کا مذہب ہے، اور ہر وہ کام جو جائز ہو نیتِ حسنہ سے مستحب و مستحسن بن جاتا ہے لہٰذا ہمارے بعض فقہائے کرام نے اسے مستحب فرمایا۔ رسائلِ شامی ص۱۴۳ جلد۱ میں ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ سے ہے ولقائل ان یقول و یستحب الجھر ایضًا بالتکبیر والتحمید لواحد من المقتدین اذا کانت الجماعۃ لا یصل جھر الامام الیھم اما لضعفہ او لکثرتھم الخ یعنی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تکبیر و تحمید کا بلند آواز سے ادا کرنا کسی ایک مقتدی کے لئے بھی امام کی طرح مستحب ہے جب کہ نمازیوں کو امام کی بلند آواز نہ پہنچ رہی ہو امام کے کمزور یا مقتدیوں کے زیادہ ہونے کے سبب۔ شامی ص۳۴۳ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۶ میں ہے والنظم لہ واما عند الاحتیاج الیہ بان کانت الجماعۃ لایصل الیھم صوت الامام اما لضعفہ او لکثرتھم فمستحب۔

Marfat.com

روا منع ہو اگر مبلغ بن جانا جائز اور حسن نیت کے سبب مستحب بن جاتا ہے، تو مبلغ کا قائم کرنا زیادہ سے زیادہ مستحب ہوگا، مسنون قطعاً نہیں، جو دعویٰ کرے دکھائے۔ پھر تعجب کہ مفتیانِ سائل جب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آواز (اسپیکر سے سنی گئی) امام ہی کی اصل آواز ہے تو نا روا کیوں بتاتے ہیں! جبرِ امام تو حسبِ تصریحات حدیثیہ و فقہیہ مسنون ہے اور یہ بھی مصرح اور فی نفسہٖ اوضح ہے کہ جب امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو مبلغ بننا بیجا ہے تو بنانا بھی بیجا ہوگا! شامی ص۳۴۳ جلد۱، اور طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے وفی السیرۃ الحلبیۃ اتفق الائمۃ الاربعۃ علی ان التبلیغ فی ھذہ الحالۃ بدعۃ منکرۃ ای مکروھۃ یعنی سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ چاروں امام متفق ہیں اس پر کہ ایسی حالت میں (جب امام کی آواز نمازیوں کو پہنچ رہی ہو) مبلغ بننا (بلند آواز سے تکبیرات کہنا) بدعتِ منکرہ یعنی ناپسندیدہ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا مفسدہ یہ بتایا کہ بسا اوقات یہ آلہ فیل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اگر یہ آلہ مطلقاً محلِ اعتراض و در قابلِ احتراز ہے تو بسا اوقات مبلغین بھی مفسدِ نماز حرکات کا ارتکاب کر جاتے ہیں، بلکہ ساتویں صدی سے چودھویں صدی تک ایسی حرکات بدان کا دستور و رواج بن چکی ہیں، تو مفتیانِ سائل کے نزدیک مبلغین بھی مطلقاً محلِ اعتراض و احتراز بن جائیں گے حالانکہ بوقتِ ضرورت بشرطِ احتیاط ان سے احتراز نہیں۔ تو جب اس آلہ کے متعلق بھی قبل از نماز پوری پوری احتیاط برتی جائے تو کیوں پرہیز کی جائے۔

تیسرا مفسدہ یہ بتایا کہ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے الخ امام کا یہ خیال اپنے مقتدیوں کی اصلاحِ نماز کے لئے ہو تو خشوع کیوں فوت ہوگا؟ کیا حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں صحابہ کرام کی نگرانی نہیں فرمایا کرتے تھے؟ قرآنِ کریم فرماتا ہے وتقلبک فی الساجدین۔ و الاحادیث فی ذلک کثیرۃ حالانکہ حکم دیا صلوا کما رأیتمونی اصلی (تم یوں نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو) تو نماز کے اندر اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا مسنون و مطلوب بن گیا تو مخالفِ خشوع کیوں ہوگا؟ پھر محتاط امام یہ انتظام کیوں نہ کرے گا کہ آلہ عمدہ اور تیز ہو جو آواز پکڑتا جائے یا مائیکروفون دو ہوں۔ اور اس کی ضرورت بھی بڑے بڑے اجتماعات میں ہی ہو سکتی ہے ورنہ تجربہ گواہ اور مشاہدہ شاہد کہ کچھ نہ کچھ آواز ضرور پکڑ لیتا ہے۔ اور افتتاحِ نماز کے وقت بسا اوقات بتانہ نمازیوں کی حاضری اور حاضرین کے یکایک کھڑے ہونے کے سبب چونکہ پورا سکون نہیں ہوتا لہٰذا زیادہ بلند آواز کی ضرورت ہوتی ہے

Marfat.com

جو بوجہ مواجہتِ میکروفون پوری ہوجاتی ہے اور رکوع وسجود میں جانے اور سراٹھانے کے حالات نسبۃً سکونیہ ہوتے ہیں، تو بوجود دوریٔ میکروفون بھی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، توکسی خاص خیال کی ضرورت بھی نہیں ؛

چوتھا مفسدہ یہ ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے الخ یہ نام نہاد قابلِ غور بڑی بات محض فضول اور سطحی بات ہے۔ یہ مساواتِ اصولیہ ایک ایک عبادت کے ایک ایک پہلو میں مختلف حیثیات کے مسلمانوں کے لئے یکسانیت ومساوات کا تقاضا نہیں کرتی بلکہ ایسی مساوات تو ہے ہی محالات سے، کیا روزہ میں مقیم ومسافر، تندرست وبیمار، توانا و ناتوانا، طاہرہ و حائض و نُفسا، سب مساوی ہیں؟ کون کہتا ہے کہ مال دار کی طرح نادار پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ اور یہ بھی نہاں نہیں کہ تمام مال داروں پر ایک ہی معین مقدار لازم نہیں، لاکھ پتی اور کروڑ پتی کی زکوٰۃ برابر نہیں، کیا حج سب پر فرض ہے؟ یا لباسِ احرام ایک ہی کپڑے سے ایک ہی رنگ اور ایک ہی ماپ کی دو دو چادریں ضروری ہیں! کیا تمام حاجی پا پیادہ جاتے ہیں یا سواری پر؟ پھر سواری سب کی ایک ہی قسم کی ہوتی ہے؟ یا مختلف۔ کیا مکی اور غیر مکی قران میں مساوی ہیں؟ پھر مختلف مواقیت میں یہ مساوات کہاں؟ کیا تندرست ومریض کی نماز میں مساوات موجود ہے؟ مقیم ومسافر کی نمازوں میں تو فرق ہے ہی نہیں؟ کیا طاہرہ کی طرح حائض ونفسا بھی نماز ادا کر سکتی ہیں؟ مدرک ومسبوق ولاحق کا ادا کرنا مساوی نہیں، کیا سب نمازوں میں بالخصوص جمعہ اور عیدین میں جائز لباسوں کا بہتر پہننا خذوا زینتکم عند کل مسجد اور احادیثِ شریفہ وتوارث وتعارفِ عامۃ المسلمین سے ثابت نہیں؟ اور جب حقیقۃً ثابت ہے تو اس میں مساوات کیسے ہو سکے؟ زینتِ مضافہ الی بنی آدم، بوجہ اختلافاتِ حیثیاتِ مضاف الیہم ضرور مختلف ہے۔ اور حدیث وفقہ کے "احسن ثیابہ" میں بھی یہی اختلاف موجود، تو واضح ہوا کہ مساوات نہیں۔ پھر اجماعِ عملیٔ امت اس عدمِ مساواتِ لباس کے مظاہرے ہر عید اور جمعہ بلکہ جمیع جماعات میں کیا کرتا ہے۔ ہاں برقی روشنی اور پنکھوں میں بھی یہ مساوات ضروری ہوتی۔ اور جب سب مسجدوں میں ایسے انتظامات نہیں ہو سکتے توکسی میں بھی جائز نہ ہوتے بلکہ عماراتِ مساجد میں بھی تفرقہ ممنوع ہوتا اور فرش وغیرہ میں بھی برابری ہوتی کہ کوئی مسجد امیر اور کوئی غریب نہ کہلاتی سب کا یوں برابر ہونا واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ جب اچھے لباس میں برقی روشنی اور پنکھوں کے نیچے

Marfat.com

شاندار عمارات والی مساجد میں عمدہ دریوں اور قالینوں پر نماز بلا کراہت و قباحت جائز اور اہل اسلام کا معمول ہے تو لاؤڈ سپیکر بیچارے کا کیا قصور کہ اس کی اجازت نہ ہو۔ پھر اگر یونہی ہوتا تو اذان بھی سپیکر پر جائز نہ ہوتی اور وعظ بھی منع ہوتا حالانکہ سب جائز مانتے ہیں۔

پانچواں نام نہاد مفسدہ کہ مساجد نزدیک ہوں تو آوازیں ٹکرائیں گی، بھی محض جزوی حیثیت کا ہے جس سے ممانعت کلیہ قطعاً ثابت نہیں ہوسکتی ورنہ مبلغین کی کلی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی کہ ان میں تو بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے مفاسد کا ارتکاب کر جاتے ہیں اور عادی مجرم ہیں۔ جب وہ کلی طور پر متروک نہیں تو یہ آلہ کلیۃً کیوں متروک ہو؟ کیا ایسی جذباتی باتوں سے جائز ناجائز بن جاتا ہے؟

چھٹا مفسدہ یہ کہ چونکہ لاؤڈ سپیکر میں اختلاف ہے اور احتیاط یہ ہے کہ اختلاف سے بچا جائے تو اس قاعدۂ مسلّمہ کا احتیاطی تقاضا یہ قطعاً نہیں کہ جو چیز ہمارے نزدیک جائز و روا ہو، وہ بوجہ اختلاف ناجائز و ناروا بن جاتے، بلکہ رعایتِ خلاف کے لئے نہ کرنا صرف مندوب و مستحب ہوتا ہے اور اس ندب و استحباب کے مرتبے بھی دلیلِ مخالف کے قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں کما فی ردالمحتار عن النہر ص۱۳۶ جلد ۱، ص۱۳۷ (قولہ لکن یندب للخروج من الخلاف) قال فی النہر الا ان مراتب الندب تختلف بحسب قوۃ دلیل المخالف وضعفہ۔ اور مسئلہ زیر بحث میں چونکہ دلائلِ مخالفین بالکل ہی عاری از قوت ہیں تو یہ ندب بھی برائے نام ہی ہو سکتا تھا اور وہ بھی تب جب یہ اختلافِ ائمہ مجتہدین یا اصحابِ مذاہب کا اختلاف ہوتا ورنہ علماءِ مقلدین کا خلاف اور وہ بھی وضوحِ حق کے بعد قابلِ لحاظ نہیں۔ اور اگر بالفرض قابلِ لحاظ ہوتا تو پھر بھی لحاظِ مجتہدین سے تو کسی صورت بھی بڑھ نہیں سکتا تو درجۂ ندب ہی میں رہتا نہ یہ کہ حرمت و عدمِ جواز ثابت کر سکے۔

بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ شمس و امس کی طرح واضح ہوا کہ مفتیانِ سائل کے بیان کردہ مفاسد مل کر بھی مطلقاً ناروا نہیں بنا سکتے کہ اکثر تو مفاسد ہیں ہی نہیں، اور جو ہیں بھی تو وہ محض جزوی ہی ہیں، ان سے عدمِ جواز کا حکم کلی قطعاً ثابت نہیں ہوسکتا، تو معلوم ہوا کہ صورتِ سوال میں اعادۂ نماز کی ضرورت نہیں اور نہ ہی استعمالِ سپیکر ناروا ہے بلکہ جائز اور روا و درست ہے اور نیتِ صالحہ تعاون علی البر سے دوسرے

Marfat.com

مباحوں کی طرح مستحسن وطاعت بن جاتا ہے۔ پھر اس میں کئی مفاد بھی ہیں جن سے اختصاراً سائل کے بیان کردہ چھ مفاسد کے تناسب سے، صرف چھ ہی لکھے جاتے ہیں :۔

نمبر۱ اس کے ذریعہ دور کے مقتدی قراتِ امام سن لیتے ہیں اور قرات کا سننا سبب رحمتِ خاصہ ہے ارشاد ہوا واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے " اور گو دور والوں کو آواز نہ پہنچے تو چپ رہنا ہی کافی ہے۔ مگر کفایت کا یہ معنٰی قطعاً نہیں کہ سماعتِ قرات میں فائدہ ہی نہیں ورنہ امام کا جہر لازم ہی نہ کیا جاتا اور فاستمعوا کا امر وجوبی بھی نہ آتا۔

نمبر۲۔ یہ ذریعہ ہے عبادت کی زیادتی کا کہ استماعِ قرآنِ کریم بہترین عبادت ہے۔

نمبر۳۔ نماز میں خشوع نہایت ضروری بلکہ بقول بعض علماء سائل روح وروانِ نماز ہے جو دور کے مقتدی بذریعہ سپیکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ استماعِ قرآنِ کریم مفیدِ خشوع ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے تقشعر منه جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ۔ (اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں)

نمبر۴ یہ اطمینانِ قلبی کے حصول کا ذریعہ ہے کہ اس سے استماعِ قرآن کریم اور وہ یادِ الٰہی کا سبب اور یادِ الٰہی سے دل اطمینان یاب ہوتے ہیں۔ حضرتِ رب العالمین کا ارشاد ہے الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ ۃ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے)

نمبر۵۔ جب عند التحقیق اس کا استعمال جائز ہے اور جائز کا کرنا اس کے جواز کی عملی تبلیغ ہے حالانکہ جواز حکم شرعی ہے تو اس کا استعمال اس حکم شرعی کی تبلیغ بن گیا کما فی صلوۃ سیدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ثوب واحد مع وضع الثیاب علی المشجب بل صرحوا بوجوب فعل المکروہ تنزیھا بیانا للجواز علی الحبیب الاکبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما فی البحر الرائق وغیرھا۔

Marfat.com

نمبر ۶۔ تکبیر تحریمہ و انتقالیہ تکبیرات کا بلند آواز سے کہنا کہ مقتدی سن لیں ایسی سنت ہے جو اصالۃً آواز امام سے ادا ہوتی ہے حالانکہ یہ آلہ بھی امام ہی کی آواز پہنچاتا ہے تو ادائے سنتِ اصلیہ کا ذریعہ بنا، اور ذریعہ سے فعل بدل نہیں جاتا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اور مناظرِ قدرت کا مطالعہ جو مسنون ہے، بذریعہ عینک کرے تو کیا سنت ادا نہ ہوگی؟ جن چاندوں کا دیکھنا واجب ہے اگر عینک سے دیکھے تب بھی یقیناً واجب ادا ہو جاتا ہے تو اس آلہ کے ذریعہ یہ سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

افادۂ تاکیدیہ

امام اہلسنت والجماعت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامۃ القیامہ کے ص۲۵ میں فرماتے ہیں مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالمخالف میں فرماتے ہیں من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا یہ محتاج ہے اس کا کہ قرآن یا حدیث یا اجماعِ امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے انتہی بلفظہ الشریف۔

حضرت ملا علی قاری کا یہ ارشاد براہِ راست نماز کے متعلق ہے اور امامِ اہل السنت والجماعت نے ان کے اس ارشاد اور استدلال کو برقرار رکھتے ہوئے بطورِ استدلال بیان فرمایا تو اسی استدلال سے مسئلہ زیرِ بحث بھی صاف ہو گیا۔ مانعین حضرات کوئی آیت یا حدیث یا نقلِ اجماع یا ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ایسا بیان پیش نہیں کر سکے جس سے عدمِ جواز ثابت ہو، تو بحکم اصالتِ صحت، صحت و جواز ثابت ہو گیا اور ہر جائز نیتِ حسنہ سے مستحسن بن جاتا ہے تو حسنِ نیت سے یہ بھی مستحسن ہوگا اور مبلغ کا مستحسن ہونا قطعاً مضر نہیں کہ لا مزاحمۃ فی الاسباب امرِ مسلّم ہے۔

امامِ اہل السنت والجماعت منیح السلامۃ کے ص۱۵ میں فرماتے ہیں" مباح کو بہ نیتِ قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے (الی ان قال) اگر ورود نہیں، کہیں منع بھی نہیں اور بے منعِ شرعی منع کرنا ظلم مبین، ادنیٰ درجہ منع کراہت ہے، اور کراہت کے لئے دلیلِ خاص کی حاجت ہے اور بے دلیلِ شرعی ادّعائے منع، شریعت پر افتراء و تہمت ہے۔ ردالمحتار ص۶۸۳ جلد ۱ لا یلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنھی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلابد لہ من

Marfat.com

دلیل - بحرالرائق صـ١٧٦ جلد ٢ میں ہے لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابد لها من دليل خاص، وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لئے ورودِ خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیلِ خاص کی کوئی حاجت نہ جانیں! اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا مگر علت وہی شریعتِ مطہرہ پر افتراء اٹھانا الخ اہل السنت والجماعت ان کلماتِ مبارکہ پر غور سے نظر کریں اور علّتِ وہابیت سے بچیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارك وسلم

ضَمِیْمَۃُ مُکَبِّرِ الصَّوْتْ

الاستفتاء

بحضور سیدی وسندی فقیہِ اعظم قبلہ شیخ الحدیث صاحب دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

امید ہے کہ حضورِ والا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرما کر فقیر کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے:

عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے امام کے آگے لاؤڈ سپیکر نصب کر دیا جاتا ہے تاکہ امام کی آواز تمام مقتدیوں تک بآسانی پہنچتی رہے کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ مقتدیوں کی نمازیں جائز ہوں گی یا نہیں؟ کیا کریمہ ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلاً کی خلاف[1] ورزی تو نہیں؟ کیا یہ سنتِ مستمرہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے مخالف تو نہیں؟ کہتے ہیں کہ حضور مبلغ کھڑے کرتے تھے؟ بینوا اماجورین من رب العلمین۔

المستفتی: فقیر ابو النصر منظور احمد عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم عالیہ عربیہ منٹگمری ۴ ارجمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ

---

[1] مانعین خلاف ورزی یوں سمجھتے ہیں کہ اس آیت میں جہاد مخافتت کی درمیانی راہ کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ زیادہ جہر یعنی جہر شدید وقوی ناجائز ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں بلاشبہ جائز ہے اور نمازیں بھی جائز ہیں کہ شرعِ اطہر نے اس سے ممانعت نہیں فرمائی اور بلا ممانعتِ شرع کوئی شے ممنوع و ناجائز نہیں ہو سکتی۔ قرآنِ کریم میں ہے ما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھداھم حتی یبین لھم ما یتقون ٥ (ترجمہ) اور اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمائے (یعنی ان پر گمراہی کا حکم کرے اور انہیں گمراہوں میں داخل فرمائے) جب تک انہیں صاف نہ بتا دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے" امام اہل السنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ "نہج السلامۃ" کے ص۱۵ میں فرماتے ہیں "بے منعِ شرعی منع کرنا ظلمِ مبین، ادنیٰ درجہ منع کراہت (تنزیہی) ہے اور کراہت کے لئے دلیلِ خاص کی حاجت ہے اور بے دلیلِ شرعی ادعائے منعِ شریعت پر افتراء و تہمت ہے الخ

اس کی قدرے تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آخرِ جواب میں آ رہی ہے اور مکبر الصوت میں گزر بھی چکی ہے اور کریمہ ولا تجھر بصلوتک الاٰیۃ کی خلاف ورزی بھی یقیناً نہیں کہ اس کی تفسیر میں مفسرینِ کرام نے متعدد اقوال نقل فرمائے جن میں سے کسی قول کا تعلق تکبیراتِ نماز کے جہر کے ساتھ قطعاً نہیں جبکہ بلا دیار ادا کی جائیں۔ ہاں صرف دو ایسے قول ہیں جو قراءتِ نمازِ جماعت سے متعلق ہیں اور وہ دونوں قول حقیقۃً ایک ہی شانِ نزول کے ماتحت دو متبادل صورتیں ہیں جن میں سے ایک صورت یا قول کی بناء پر نماز میں مطلقاً جہرِ قراءت ہرگز ہرگز محلِ اعتراض نہیں، ہاں دوسرے قول یا صورت کا ضرور یہ تقاضا ہے کہ وہ جہر بیرونِ مسجد نہ سنا جائے مگر اس صورت میں تو وہ کریمہ سے ہی منسوخ اور منسوخ قابلِ استدلال نہیں، تو خلاف ورزی کاہے کی!

اس اجمال کی (بقدرِ ضرورت) تفصیل یہ کہ رئیس المفسرین حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح بخاری ص۶۸۷ جلد ۲، مسلم ص۱۸۳ جلد ۱، تفسیرِ طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵، ص۱۲۴ جلد ۱۵، ابنِ کثیر ص۶۸، ۶۹ جلد ۳، در المنثور ص۲۰۶ جلد ۴، خازن، معالم ص۱۵۴ جلد ۴ وغیرہا کتبِ کثیرِ حدیث و تفسیر میں بکلماتِ متقاربہ ہے والنظم من البخاری نزلت و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ بالقراٰن

(کریمہ ولا تجھر بصلوتک کی تشریح) (شانِ نزول)

Marfat.com

فاذا سمع المشركون سبّوا القراٰن ومن انزله ومن جاء به فقال الله تعالىٰ لنبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا تجهر بصلوتك اى بقراءتك فيسمع المشركون فيسبّوا القراٰن ولا تخافت بها عن اصحابك فلا تسمعهم وابتغ بين ذٰلك سبيلا۔ یعنی یہ آیت اس وقت اتری جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مختفی تھے۔ آپ جس وقت اپنے اصحاب کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن کریم پڑھنے میں بلند فرمایا کرتے تھے پس جب کافر سن لیتے تو قرآنِ کریم اور اس کے اتارنے والے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ولا تجهر بصلوتك یعنی نماز کی قرات کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے ولا تخافت بها یعنی اصحاب سے، یوں آہستہ نہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں وابتغ بين ذٰلك سبيلا اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

اس شانِ نزول سے واضح ہوتا ہے کہ اس "صلوتك" سے مراد پوری نماز نہیں بلکہ صرف قراءتِ نماز (جو جزوِ نماز ہے) ہی مراد ہے۔ اور ابتدائے اسلام میں سب نمازوں میں قرآنِ کریم زیادہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا۔ اور باہر والے مشرکین سن کر شرارتیں کرتے تھے اور اس فرمان کے اترنے سے مطلوب یہ تھا کہ مشرکین نہ سنیں اور حاضرینِ نماز بھی محروم نہ رہیں۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ مطلوب کے حصول کی دو صورتیں ہیں۔ ایک[1] یہ کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ ہی زیادہ آہستہ بلکہ درمیانہ درجہ کی ہو کہ حاضرین سن لیں اور باہر والے نہ سن سکیں۔ بہت سے مفسرین کرام نے اس صورت کا ذکر اسی شانِ نزول کے ساتھ فرمایا بلکہ اس شانِ نزول کی بعض روایات[2] میں بھی اس کی تصریح آئی ہے۔ استعمالِ سپیکر کو ناجائز فرمانے والے حضرات کا استدلال صرف اسی صورت پر مبنی ہے مگر ان حضرات نے اس پر غور نہ فرمایا کہ مفسرین کرام نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی صراحۃً[3] اس کا منسوخ ہونا بھی نقل فرمایا۔ طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵، در المنثور ص۲۰۷ جلد ۴، ابنِ کثیر ص۶۹ جلد ۳ میں ہے

• النظم من الطبری فلما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم

[1] اس صورت میں یہ آیت منسوخ ہے ۱۲ منہ غفرلہ [2] جو روایاتِ متناظرہ کی ہم پایہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ [3] گوشہ نشین ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

الی المدینۃ سقط ھٰذا کلہ یفعل الاٰن ای ذٰلک شاء یعنی جب مدینہ طیبہ کیطرف ہجرت فرمائی تو یہ (جہرِ شدید کا منع ہونا) منسوخ ہوا۔ اب جو چاہے (جہرِ شدید یا متوسط) کرے بلکہ صاوی علی الجلالین ص۳۱۵ جلد۲ میں تو ہے وھٰذا الامر قد زال من یوم اسلام عمرو الحمزۃ فھو منسوخ فللمصلی الجھر فی الصلوٰۃ الجھریۃ ولو یزید علیٰ سماع المأمومین یعنی یہ حکم ضرور زائل ہوگیا حضرت عمر اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسلام کے دن سے پس یہ منسوخ ہے۔ تو نمازی کے لئے بلند پڑھنا جہریہ نمازوں میں جائز ہے اگرچہ مقتدیوں کے سننے سے زیادہ ہو۔"

نیز سننِ بیہقی ص۱۹۵ جلد۲ میں اسی شانِ نزول مذکورہ کی روایات کے بعد حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہرِ شدید کی حدیث بیان کرکے فرماتے ہیں قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ ولم یکن فی الوقت الذی جھر فیہ عمر ھٰذا الجھر ما کان فی وقت نزول الاٰیۃ من خوف المشرکین ان ینالوا منہ۔ یعنی حضرتِ عمر کے اس جہر کے وقت اس شرارتِ مشرکین کا خطرہ نہیں تھا جو اس آیت کے وقت نزول میں تھا نیز احادیثِ شریفہ صریحہ سے جہریہ نمازوں میں اتنا بلند پڑھنا کہ بیرونِ مسجد سنا جاتے، یقیناً ثابت ہے کما سیأتی باذنہٖ تعالیٰ۔

(دوسری صورت [illegible])

تو ان حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بوجہ ارتفاعِ سبب (خوفِ شرارتِ مشرکین) وہ حکم (درمیانی آواز سے پڑھنے کا) مرتفع ہوگیا۔ پھر زمانۂ مقدسہ سے آج تک بالاجماع یقینی طور پہ ظہر و عصر میں مخافتت (آہستہ پڑھنا) کا رائج چلے آنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا کیونکہ جس طرح "لاتجھر" فرما کر اس صورت میں جہرِ شدید سے منع فرمایا کہ مشرکین نہ سنیں، یونہی ساتھ ہی "لاتخافت" فرما کر مخافتتِ شدیدہ سے منع فرمادیا تاکہ مقتدی سن سکیں اور "وابتغ بین ذٰلک سبیلاً" سے لازم فرمادیا کہ جہرِ شدید اور مخافتتِ شدیدہ کے درمیان پڑھا جائے کہ مقتدی سنیں اور مشرکین نہ سنیں، تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں نسخ کی دلیلِ صریح ہے۔ اور جب منسوخ ہونا ثابت ہوا تو وہ استدلال بھی ہباءً منثوراً بن گیا۔

حصولِ مطلوب (مشرکین کو نہ سنانا اور حاضرینِ نماز کو نوازنا) کی دوسری صورت یہ کہ جن نمازوں

Marfat.com

مشرکین اپنی ضروریات سے فارغ اور آمادۂ شرارت ہوں، آہستہ پڑھا جائے کہ سن کر شرارتیں نہ کریں اور جن میں کھانے پینے یا سونے میں مصروف ہوں، حسبِ معمول بلند پڑھا جائے کہ مقتدی اصحاب کلیۃً محروم نہ رہیں۔ اس صورت کا ذکر اس سابقہ شانِ نزول کے ساتھ ہمارے مشائخ عظام نے کتبِ معتمدۂ فقہیہ میں صراحۃً بالوضاحت فرمایا ہے۔ مبسوطِ سرخسی ص۱۷ جلد ۱ میں ہے وقد کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الابتداء یجهر بالقراٰن فی الصلوٰة کلها وکان المشرکون یؤذونه ویسبون من انزل ومن انزل علیه فانزل اللہ تعالٰی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا فکان یخافت بعد ذلك فی صلوة الظهر والعصر لانهم کانوا مستعدین للاذی فی هٰذین الوقتین ویجهر فی صلوٰة المغرب لانهم [کانوا مشغولین بالاکل والعشاء] والفجر لانهم کانوا نیاما ولهٰذا جهر فی الجمعة والعیدین لانه اقامهما بالمدینة وما کان للکفار بها قوة الاذی

کفایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۳۵ جلد ۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں بکلماتِ متقاربہ ہے والنظم من البحر والاصل فیه کما ذکره المصنف فی الکافی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یجهر بالقراٰن فی الصلوات کلها فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونه ویسبون من انزل وانزل علیه فانزل اللہ تعالٰی وَلَا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها ای لا تجهر بصلوتك کلها ولا تخافت بها کلها وابتغ بین ذلك سبیلا بان تجهر بصلوٰة اللیل وتخافت بصلوٰة النهار فکان یُخافت بعد ذلك فی صلوٰة الظهر والعصر لانهم کانوا مستعدین للایذاء فی هٰذین الوقتین ویجهر فی المغرب لانهم کانوا مشغولین بالاکل وفی العشاء والفجر لکونهم رقودًا وفی الجمعة والعیدین لانه اقامهما بالمدینة وما کان للکفار بها قوة۔

Marfat.com

ان سب عبارتوں کا حاصل یہ کہ بیشک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں تمام نمازوں میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سنکر بیہودہ حرکتیں کیا کرتے تھے تو اللہ تبارک و تعالےٰ نے (ولا تجھر بصلوتك ولا تخافت بھا) نازل فرمایا کہ اپنی سب نمازوں میں بلند آواز سے قرآنِ کریم نہ پڑھو اور نہ ہی سب نمازوں میں آہستہ آواز سے پڑھو (وابتغ بین ذٰلك سبیلا) اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو " بایں طور کہ رات کی نمازوں میں بلند آواز سے پڑھو اور دن کی نمازوں میں آہستہ ، توحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم آنے کے بعد ظہر وعصر میں آہستہ پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان دونوں وقتوں میں مشرکین آمادۂ شرارت ہوتے تھے ۔ اور مغرب کی نماز میں بلند پڑھا کرتے تھے کہ وہ کھانے پینے میں مشغول ہوا کرتے تھے ، اور عشاء و فجر میں بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ وہ ان وقتوں میں نیند میں ہوتے تھے اور جمعہ وعیدین میں بھی بلند پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان کو قائم ہی مدینہ شریف میں کیا ، حالانکہ اس میں کفار کو طاقتِ شرارت نہ تھی ۔

کفایہ وبحرالرائق میں فرمایا وھٰذا العذر وان زال بغلبۃ المسلمین فالحکم باقٍ لان بقاءہ یستغنی عن بقاء السبب . یعنی وہ عذر (شرارتِ مشرکین) اگرچہ غلبۂ اسلام سے زائل ہوچکا مگر وہ حکم باقی ہے اس لئے کہ اس کی بقاء بقاءِ سبب سے بے پروا ہے " نیز بدائع صنائع ص۱۶۱ جلد۱ ، فتح القدیر ص۲۸۶ جلد۱ ، عنایہ ص۲۸۳ جلد۱ ، درالمختار مع تقریرا لشامی ص۴۹۷ جلد۱ میں ہے والنظم من البدائع کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یجھر فی الصلوات کلھا فی الابتداء الیٰ ان قصد الکفار ان لا یسمعوا القرآن وکادوا یلغون فیہ فخافت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ فی الظھر والعصر لانھم کادوا مستعدین للاذی فی ھٰذین الوقتین ولھٰذا کان یجھر فی الجمعۃ والعیدین لانہ اقامھما بالمدینۃ وما کان للکفار

عہ بدائع وعنایہ میں ہے وان زال ھٰذا العذر بقیت ھٰذہ السنۃ کالرمل فی الطواف ونحوہ ۱۲ منہ غفر لہ

Marfat.com

بہا فوق الاذنی ۔

اس کا حاصل بھی وہی ہے اور مفسرین کرام نے بھی بلا ذکرِ شانِ نزول اس صورت سے اس کریمہ کی تفسیر صراحۃً ذکر فرمائی ہے ۔ احکام القرآن للامام الجصاص الحنفی ص۲۶ جلد ۳ ، ابو السعود ص۲۷۲ جلد ۶ ، بیضاوی ص۴۷ جلد ا ، تفسیر کبیر ص۴۵۵ جلد ۵ ، نیشا پوری ص۱۰۳ جلد ۱۵ ، تفسیراتِ احمدیہ ص۳۳۳ ، مدارک ص۲۵۶ جلد ۲ میں ہے ۔ و النظم للنسفی" او معناه و لا تجهر بصلوتك كلها و لا تخافت بها كلها و ابتغ بين ذلك سبيلاً بان تجهر بصلوة الليل و تخافت بصلوة النهار "۔ بلکہ درالمنثور ص۲۰۸ جلد ۴ میں حضرتِ رأس المفسرین سے ہے و نصه و اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله تعالی و لا تجهر بصلوتك و لا تجعلها كلها جهرا و لا تخافت بها قال لا تجعلها كلها سرًّا ۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں تمام نمازوں کے جہرِ قرات سے منع نہیں فرمایا بلکہ صرف ظہر و عصر میں ۔ نیز تفسیراتِ احمدیہ میں ہے وعلى هذا فالاٰية فی تعيين الصلوة الجهرية وغير الجهرية ۔ یعنی اس تفسیر پر یہ آیت جہریہ اور غیر جہریہ پنجگانہ نمازوں کی تعیین کرتی ہے ۔ بہر حال یہ اس کریمہ کی ایسی تفسیر ہے جسے بکثرت مفسرین کرام نے بیان فرمایا اس صورت میں " ذلك " کا اشارہ الجهر بقراءة كل الصلوات او المخافتة بقراءة كل الصلوات کی طرف ہے ۔ تو امر " ابتغ بين ذلك " سے رات کی نمازوں میں جہر واجب ہوا اور دن کی نمازوں (ظہر و عصر) میں مخافتت كما مر مصرحًا ۔ اور جب اس کریمہ سے جہریہ نمازوں میں جہر جائز ہوا تو جہر کے تمام افراد کا جواز ثابت ہو گیا شدید ہو یا خفیف یا بین بین کہ اطلاق و عموم جہران سب کو شامل ہے ۔

امام اہل السنت و الجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " عموم و اطلاق سے استدلال زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع و ذائع ، یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح واقع ہو گی ، ہمیشہ محمود رہے گی تا وقتیکہ کسی صورتِ خاصہ کی ممانعت خاص شرع سے نہ آ جائے مثلاً مطلق ذکرِ الٰہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں

Marfat.com

کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی، بھتری ہوگی۔ ہر ہر صورت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں مگر پاخانہ میں بیٹھ کر زبان سے یادِ الٰہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس مطلق کی خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاجِ دلیل ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے شاع و ذاع احتجاجهم سلفا وخلفا بالعمومات من غير نكير، اسی میں ہے العمل بالمطلق يقتضى الاطلاق۔ تحریر الاصول علامہ ابن الھمام اور اس کی شرح میں ہے العمل به ان يجرى فى كل ماصدق عليه المطلق (اقامة القيامة ص۲۶) بلکہ بالخصوص جہرِ قوی (جو بیرونِ مسجد سنا جائے) کا جواز یوں بھی ثابت ہے کہ اس کریمہ کا سببِ نزول وہی جہرِ قوی تو ہے جو تمام نمازوں میں کیا جاتا تھا اور مشرکین باہر سنا کرتے تھے جسے مشائخ احناف کے نزدیک ابتغ بين ذٰلك سے جہریہ نمازوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا تو لامحالہ جہرِ قوی بھی جائز ہوا اور مامور بہ کا فرد بنا اور جمعہ و عیدین بھی جب جہریہ نمازوں میں شامل ہوئے تو ان میں بھی وہ جہر جائز ہوا'' تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ خلاف ورزی کریمہ کا شبہ محض پادر ہوا ہے۔ کریمہ تو جائز بتاتی ہے خلاف ورزی کیسی؟ پھر ایسا جہرِ قوی ان احادیث کثیرہ مرفوعہ و موقوفہ کے اطلاقات و عمومات سے بھی ثابت، جن میں جہریہ نمازوں کا جہر بیان ہے وكثرتها اظهر من ان تظهر۔ بلکہ بالخصوص صراحۃً بھی ثابت، صحیح بخاری ص۱۰۵ جلد ۱، ص۴۲۸ جلد ۱ وغیرہ کتب کثیرۂ احادیث میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے سرکارِ عرش قرار صلے اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جبیر اسلام نہیں لائے تھے اور بدر کے قیدیوں کی طلب میں آئے تھے۔ جہادِ بخاری کے یہ لفظ ہیں وكان جاء فى اسارى بدر قال سمعت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ فى المغرب بالطور۔ ظاہر ہے کہ وہ مسجدِ اقدس سے باہر قیدیوں کے پاس ہی ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ بیرونِ مسجد سن رہے تھے۔ بلکہ صحیح بخاری ص۴۳۵ جلد ۲ میں طرانی کی روایت سے اسی حدیث میں ہے وقد خرج صوته من المسجد کہ حضور کی آوازِ مبارک مسجد سے ضرور باہر نکلی ہوئی تھی۔ مؤطا امام مالک ص۲۷، مؤطا امامِ محمد ص۸، سننِ بیہقی ص۱۹۵ جلد ۲

Marfat.com

میں ہے و النظم منہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یجھر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ و ان قرأتہ کانت تسمع عند دار ابی جھم بالبلاط ۔ بے شک حضرتِ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز قرارت بلند پڑھا کرتے تھے اور آپ کی قرارت بلاط میں ابوجہم کی حویلی کے پاس سنی جاتی تھی ولاشك فی وفور الصحابۃ فی عھدہ المبارك ولم ینقل انکار احد فکان اجماعا منھم علی حسن کمال الجھر۔

شرح معانی الآثار ص۱۰۷ جلد ۱ میں حدیث عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ میں ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں مکہ مکرمہ میں نمازِ صبح پڑھائی اور اپنی آواز قرارت اتنی بلند فرمائی کہ اگر اس وادی میں کوئی ہوتا تو ضرور سن لیتا ورفع صوتہ بالقراءۃ حتی لو کان فی الوادی احد لاسمعہ۔ صحیح بخاری ص۹۲ جلد ۱ میں ہے وکان ابن عمر یوضع لہ الطعام وتقام الصلوٰۃ فلا یأتیھا حتی یفرغ وانہ یسمع قراءۃ الامام۔ عینی شرح بخاری ص۳۷ جلد ۲ میں ہے (قولہ وکان ابن عمر) ھو موصول عطفا علی المرفوع وقد رواہ السراج من طریق یحیی بن سعید عن عبد اللہ عن نافع فذکر المرفوع ثم قال قال نافع وکان ابن عمر اذا حضر عشاءہ وسمع الاقامۃ وقراءۃ الامام لم یقم حتی یفرغ فتح الباری ص۱۲۷ جلد ۲ میں بھی یونہی ہے مگر "عن عبد اللہ، عن نافع" کی بجائے عن عبید اللہ عن نافع ہے۔ وقد اخرج الحدیث الامام محمد فی الموطا ص۱۰۶ وفیہ فیسمع قراءۃ الامام وھو فی بیتہ۔ گھر اور کھانا لامحالہ مسجد سے باہر ہی ہوتا ہے تو مدعیٰ صاف طور پر ثابت ہے۔ پھر تمام ائمہ کا اتفاقیہ مسئلہ ہے کہ جہریہ نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے۔ متون و شروح و حواشی و فتاوٰے سب کے سب تصریحاتِ وجوب سے گونج رہے ہیں۔ ان کے اطلاقاتِ جہر سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ اس کی سب صورتیں جائز ہیں حالانکہ فقہائے کرام نے یہاں تک فرمایا کہ جہرِ امام کا سب سے کم درجہ یہ کہ ساری صفِ اول سن لے، اور اعلیٰ کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ خلاصۃ الفتاوٰے ص۹۵ جلد ۱، بحرالرائق ص۳۳۶ جلد ۱، درالمختار

Marfat.com

ص۵۲ جلد ا ، شامی (از خلاصہ و خانیہ از جامع صغیر) ص۴۹۹ جلد ا میں ہے ان الامام اذا قرأ فی صلوٰۃ المخافتۃ بحیث سمع رجل او رجلان لا یکون جھرًا والجھر ان یسمع الکل. شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ای کل الصف الاول لا کل المصلین بدلیل ما فی القھستانی عن المسعودیۃ ان جھر الامام اسماع الصف الاول (الیٰ ان قال) ادنی الجھر اسماع غیرہ ممن لیس بقرب کاھل الصف الاول واعلاہ لاحد۔

یہ شامی علیہ الرحمۃ کی وہ بلند پایہ تحقیق ہے جو عطرِ تحقیق اور غنیمتِ خاصہ ہے تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام کے لئے ایسا بلند پڑھنا جو بیرونِ مسجد سنا جائے یقیناً جائز ہے جب کہ اس پڑھنے سے امام یا کسی دوسرے کو مشقت و اذیت نہ پہنچے بلکہ ایسا پڑھنا اولیٰ و افضل ہے۔ تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد ا ، عالمگیریہ ص۳۷ جلد ا، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے "لکن لا یبالغ فی الجھر مثل الامام لانہ لا یسمع غیرہ۔" یعنی امام تو بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھتا ہے مگر اکیلا امام کی طرح زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھے ، نہایہ علی الھدایہ ص۲۸۳ جلد ا میں بھی منفرد کے حق میں ہے لا یجھر ھھنا کل الجھر یعنی اس حالتِ انفراد میں پورا جہر نہ کرے " درالمختار ص۵ جلد ا ، مراقی الفلاح ص۱۵۱ ، کفایہ علی الھدایہ ص۲۸۴ جلد ا میں ہے ویکتفی بادناہ کہ اکیلا سب سے چھوٹے درجے کا جہر کرے۔

تو ان عبارات سے حسب القواعد معلوم ہوا کہ امام پورا جہر کرے اور ادنیٰ درجہ کا نہ کرے لان المفھوم المخالف معتبر کما فی الدر والشامی و رسائلہ وصرح بہ مجدد المائۃ الحاضرۃ فی الرضویۃ المبارکۃ بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اور وضاحت فرماتے ہیں کہ جماعت کے قدر سے زیادہ بلند پڑھنا اسی شرط کے ساتھ افضل ہے ص۴۹۷ جلد ا میں ہے وفی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی قدر الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ قہستانی تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد ا ، فتح القدیر ص۲۸۳ جلد ا ، مجمع الانھر ص۱۰۳ جلد ا ، ہندیہ ص۳۷ میں ہے والنظم منھا ولا یجھد الامام نفسہ بالجھر۔ یعنی امام یوں نہ پڑھے کہ مشقت میں پڑے

Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ بلا مشقت جس قدر بلند پڑھے بہتر ہے۔

ان سب عبارات فقہیہ کا منبع وہ پاکیزہ کلمات ہیں جو محرر مذہب مہذب حنفیہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے مؤطا کے ملك باب جہر اور قدر مستحب جہر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ بلند جہر جو بیرون مسجد پاک ابوجہم کی حویلی کے پاس سنا جاتا تھا۔ باسناد بیان کرکے فرماتے ہیں الجهر بالقراءة فی الصلوة فیما یجهر فیہ بالقراءة حسن ما لم یجهد الرجل نفسہ یعنی یہ جہر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے جہری نمازوں میں جبکہ پڑھنے سے مشقت میں نہ پڑے تو اس بلند پڑھنے کا حسن واستحباب آفتاب بلا حجاب کی طرح واضح ہوا۔ رہا وہ جو سراج وہاج سے بحرالرائق وہندیہ میں ہے ان الامام اذا جهر فوق الحاجة فقد اساء کہ امام جب ضرورت سے زائد جہر کرے تو اس نے اچھا نہ کیا۔ اس ضرورت سے زائد جہر سے مراد اگر وہ جہر ہو جو باعث مشقت بنے تو فبہا کما مر۔ ورنہ ان نصوص جلیہ مشائخ عظام وائمہ کرام کے سامنے محض مضمحل ولاطائل ہے کہ سراج وہاج ضعیف اور غیر معتبر کتاب ہے۔ حضرت مجدد ملت حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوےٰ رضویہ ص۳۱۴ جلد ا میں اسی سراج وہاج کے ایک مسئلہ کے رد میں فرمایا کیف ما کان فما فی السراج غریب جدا ولم یستند لمعتمد وخالف المعتمدات ونقول الثقات ولا یظهر لہ وجہ وقد قال فی کشف الظنون السراج الوهاج عدہ المولی المعروف ببرکلی من جملۃ الکتب المتداولۃ الضعیفۃ غیر المعتبرۃ (ترجمہ) جس طرح بھی ہو تو وہ جو سراج میں ہے بالکل نئی بات ہے جو کسی معتمد کتاب سے مستند نہیں اور کتب معتمدہ اور ثقتوں کی نقلوں کے خلاف ہے۔ اور اس کی کوئی دلیل ظاہر نہیں ہوتی حالانکہ کشف الظنون میں فرمایا کہ مولیٰ برکلی نے سراج کو ان کتب متداولہ سے ذکر کیا ہے جو ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اور یونہی سراج الوہاج سے بعض کتابوں میں منقول ہو جانا بھی صحیح نہیں بنا سکتا۔ رضویہ شریفہ ص۳۰۳ جلد ا میں بحرالرائق سے ہے وقد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فیاتی من بعدہ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر ولا تنبیہ فیکثر الناقلون واصلہ لواحد مخطئ۔ یعنی بسا اوقات یوں واقع ہوتا ہے

Marfat.com

کہ کوئی ایک مصنف غلطی سے کوئی چیز ذکر کر دیتا ہے تو اس سے پچھلے آکر اس عبارت کو یونہی بلاتنبیہ نقل کر دیتے ہیں تو ناقل زیادہ ہو جاتے ہیں حالانکہ دراصل ایک ہی بھولنے والا ہوتا ہے۔ اور شامی علیہ الرحمۃ رسائل ص۱۳ جلد ا میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق بنتا ہے کہ متاخرین کی کتابوں سے تقریباً بیس کتابوں میں کوئی قول نقل ہو جاتا ہے اور ہوتا وہ قول غلط ہے جو غلطی کر بیٹھا اس میں پہلا واضع اس کا تو پچھلا آتا ہے اور اس قول کو اس سے نقل کر دیتا ہے اور یونہی نقل کرتا جاتا ہے بعض ان کا بعض سے" پھر اس کی کئی نظیریں ای سراج وہاج وغیرہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں و لهذا الذی ذکرناه نظائر کثیرة اتفق فیها صاحب البحر و النهر و المنح و در المختار وغیرهم وهی سهو منشأه الخطأ فی النقل او سبق النظر. یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کی نظیریں بکثرت ہیں جن میں بحر الرائق، نہر الفائق، منح الغفار، در المختار وغیرہا کے مصنفین نے اتفاق کیا حالانکہ وہ نظیریں سہو (بھول) ہوتی ہیں، منشا ان کا نقل میں غلطی یا سبقتِ نظر ہوتی ہے۔"

نیز رسائل ص۱۷ جلد ا میں ایک اہم قاعدہ بیان کرکے فرماتے ہیں ان المقلد ان افتی بلا نقل عن المعتبرات فلا تنظر الی فتواه" بیشک مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے سوا فتوے دے تو اس کے فتوے کو دیکھا ہی نہ جاتے" پھر صراحۃً حدادی (مصنفِ سراج وہاج شرح قدوری) کا نام لیکر فرمایا کہ وہ اور ان کے ہم مثلوں کا یہی حکم ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے در المختار کے قول" فان زاد علیه اساء" کی شرح میں بجائے اس کی تائید کے الٹے جہر فوق الحاجۃ کو افضل قرار دیا اور اس" اساء" کا قطعاً اعتبار نہ فرمایا۔ شامی ص۴۹۷ جلد ا میں ہے (قوله فان زاد علیه اساء) وفی الزاهدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجة فهو افضل الخ اور اگر ارخاء العنان کے طریق پر چشم پوشی کی جائے تو پھر بھی اس عبارتِ سراج سے حرمت و کراہت ثابت نہیں ہو سکتی کہ لفظِ" اساءۃ " ترکِ اولیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔ بلکہ مانعینِ جواز کے مسلّم سید احمد حموی سے شامی علیہ الرحمۃ نے شامی ص۵۵ جلد ا میں یہی عبارتِ سراج اور اس کے متصلاً "الاساءۃ دون الکراهۃ"، نقل فرمایا، یعنی یہ اساءۃ کراہت سے کم ہے" تو ثابت ہوا کہ اس عبارت کا تقاضا صرف اتنا ہے کہ ضرورت سے زائد جہر افضل نہیں تو فاضل و جائز ہونے کی نفی نہ ہوئی بلکہ حسب القواعد اثبات ہوا۔ اور یونہی طحطاوی علیہ الرحمۃ نے حاشیۃ المراقی ص۱۵۱ میں اس کا ذکر مستحب کے مقابلہ میں فرمایا والمستحب

Marfat.com

ان یجھر بحسب الجماعۃ فان زاد فوق حاجۃ الجماعۃ فقد اساء" تو وہ عبارتِ سراج بھی جوازِ بلاکراہت کے خلاف نہیں۔ بہر حال ایسا جہرِ امام جو بیرونِ مسجد سنا جائے فقہائے کرام کی نظروں میں جائز ہے۔ بلکہ محررِ مذہب حضرتِ امام محمد علیہ الرحمۃ اور بہت سے مشائخ عظام نے اس کی تحسین فرمائی ہے جبکہ باعثِ مشقت نہ بنے اور چونکہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں بھی ایسا ہی جہر پایا جاتا ہے جو باعثِ مشقت نہیں بنتا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوگا چہ جائیکہ ناجائز یا مفسدِ نماز بنے۔

الحاصل عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے سپیکر نصب کر دینا کریمۂ ولا تجھر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بین ذٰلك سبیلا کی خلاف ورزی قطعاً نہیں۔ جس معنی کی بنا پر خلاف ورزی کا خیال کیا جاتا ہے وہ حکم جمعہ وعیدین کے شروع ہونے سے پہلے ہی منسوخ ہوگیا۔ اور دوسرا معنی مفیدِ جواز و استحباب ہے جو احادیثِ مرفوعہ وموقوفہ اور تصریحاتِ فقہیہ حنفیہ سے بھی ثابت ہے۔ تعجب ہے کہ حنفی ہو کر کریمہ کا وہ معنی نہیں لیتے جو مشائخ عظامِ حنفیہ نے نہایت واضح الفاظ میں تفصیل سے بیان فرمایا اور ایک ایک نماز کا نام لیکر بتایا (کمامر) پھر تعجب ہے کہ وہ حضرات[عہ] سپیکر سے سنی گئی آواز کو جب آوازِ امام نہیں مانتے بلکہ مغائر اور صدا جانتے ہیں اور صدا درمیانی آواز بلکہ قدرے آہستہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے[عہ] تو ان کے قول پر لازم کہ نمازیں جماعت سے ایسے مکانوں

عہ یہ دوسرے حضرات ہیں جو صدا مانتے ہیں اور آوازِ امام کا غیر مانتے ہیں، اور مکبر الصوت کے سوال دوم میں مذکور بعض علما سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا نہیں بلکہ عینِ آوازِ امام مانتے ہیں فتنبہ ۱۲ منہ غفرلہ

عہ بیجاپور کے سلطان عادل شاہ کے مزار کے گول گنبد میں وہ خوبی ہے جو کسی بہتر سے بہتر لاؤڈ سپیکر میں بھی نہیں۔ سیکڑوں برس کا یہ پرانا گنبد جس میں برقی رو بھی نہیں۔ اس میں دو آدمی پورے قطر کے فاصلے پر جو تقریباً سو گز ہوگا بیٹھ کر آہستہ سرگوشی کرتے اور سنتے ہیں اور آواز بعینہٖ اصل متکلم کی ہوتی ہے اور یونہی بیجاپور کی مسجد بھی مشہور ہے۔ اس رسالہ کی دوبارہ طباعت کے بعد کراچی سے مشرق میں شہر ٹھٹھہ میں سو گنبد والی مسجد جو شہنشاہ شاہجہان کی تعمیر کردہ ہے فقیر نے بہع جماعتِ علماء خود دیکھی حالانکہ مسجد کی مرمت سرکاری طور پر ہو رہی تھی اور کافی کام ہو رہا تھا اور شور تھا مگر اس کے باوجود مولانا الحاج غلام حسین نوری کو ہم نے محراب میں کھڑے کیا اور مسجد کے بیرونی صدر دروازہ میں چلے گئے تو نوری صاحب کا پڑھنا یوں معلوم ہوا کہ بالکل پاس ہی پڑھ رہے ہیں حالانکہ مسجد بہت ہی زیادہ وسیع ہے اور یونہی درمیانی صحن اور آس پاس برابر پورا پورا سن رہے تھے۔ نیز ابھی زمانہ قریب میں پاکستانی بحریہ فوج نے کراچی میں تقریباً چھتیس لاکھ روپیہ سے وسیع مسجد تعمیر کی ہے جو ساری کی ساری ایک بہت بڑا گنبد ہے اور امام کی آواز سب مقتدی یوں سنتے

(بقیہ بر صفحہ ۴۴۰)

Marfat.com

ہیں جائز نہ ہوں جن میں صدا پیدا ہو جاتی ہے جیسے گنبد دار مساجد، حالانکہ قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ اہالیانِ اسلام گنبد دار مسجدیں بناتے اور ان میں نمازیں ادا کرتے چلے آتے ہیں۔ آج تک کسی نے ایسی مسجدوں کا بنانا حرام نہیں بتایا اور نہ ہی ان میں نماز پڑھنا ناجائز فرمایا۔ یہ حضرات عذر کیا کرتے ہیں کہ سپیکر نئی ایجاد ہے اس کا صریح جزئیہ کیسے دکھائیں؟

حضرات! گنبد دار مساجد تو نئی ایجاد نہیں، براہِ کرم کسی مستند کتاب سے صرف اتنا ہی لکھا دیں کہ ان میں نماز باجماعت ناجائز ہے یا کریمہ لا تجھر بصلوٰتک کی خلاف ورزی ہے۔ فقہائے کرام نے ایسی ایسی نادر سے نادر صورتوں کا بھی بیان فرما دیا ہے جن کا وقوع نہایت ہی مستبعد ہے، تو اس واقع و متحقق صدا کا حکم کیوں نہ بیان فرمایا؟ کیا ان کی باریک بین نظروں نے یہ بڑے بڑے گنبد نہ دیکھے یا ان کے سریع السماع کانوں نے یہ سخت سخت صدائیں نہ سنیں؟ یوں ہرگز ہرگز نہیں بلکہ یہ سب کچھ یقیناً ان کے پیشِ نظر تھا مگر چونکہ جوازِ نماز میں خلل انداز نہیں تھا لہذا مفسداتِ نماز میں شمار نہ فرمایا بلکہ صاف صاف جوازِ نماز کا حکم لگا دیا کہ ان حضرات (مشائخ عظام) نے مقتدی کے لئے انتقالاتِ امام کا علم کسی طرح سننے یا دیکھنے سے حاصل ہو جانا جوازِ نماز کے لئے ضروری قرار دیا جو صدائے گنبد یا سپیکر سے بھی حاصل ہے، اس کا بیان رسالہ مکبر الصوت میں فتاویٰ قاضی خان وغیرہا گیارہ کتابوں سے گزر چکا، اور سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اس کی تصریح فرما دی مگر اس سے یہ سمجھنا کہ صدا سے سجدہ واجب نہیں ہوتا تو نماز بھی جائز نہ ہوگی، صحیح نہیں۔ وجوبِ سجدہ کی نفی تو جوازِ سجدہ کی نفی بھی نہیں چہ جائیکہ جوازِ نماز کی نفی بنے۔ اور اگر اسی پر اصرار ہے کہ اس مسئلۂ تلاوت سے نماز کا عدمِ جواز ثابت ہو گیا تو پھر دوسرے مسئلۂ تلاوت سے مبلغ کی تکبیرات سن کر نماز پڑھنا بھی ناجائز ہو جائے گا کہ ہماری تمام کتبِ فقہیہ سے روزِ روشن کی طرح ثابت کہ مقتدی آیتِ سجدہ پڑھے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا تو لازم کہ جس طرح صدا سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہونے پر صدا مفسدِ نماز بن گئی۔ یونہی مقتدی کے

ہیں جیسے پاس کھڑے ہیں تو کیا ان مساجد میں نماز باجماعت جائز نہیں! تعجب ہے کہ ایسی بڑی مساجد کو بڑی بڑی جماعتوں کے لئے تیار کرایا گیا ہے اور شہنشاہ شاہ جہان کے زمانہ میں اور بعد میں آج تک کسی عالم کا ایسا کوئی فتوے دیکھا یا سنا نہیں گیا ہے جس میں ایسی مساجد میں نماز باجماعت کو حرام اور مفسدِ نماز کہا گیا ہو فاعتبروا یا اولی الابصار ۱۲ منہ غفرلہ

پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہونا صورتِ مبلغ میں مفسد بن جائے کہ مبلغ بھی مقتدی ہی ہوتا ہے حالانکہ یہ جائز ہے تو معلوم ہوا کہ صدا سے سن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے تو یہ مسئلہ منصوصہ صدا دلیلِ جواز بن گیا (و التفصيل فی مكبر الصوت و سيجيئ فی هٰذه ايضًا باذنه تعالىٰ)

رہا یہ شبہ کہ سنتِ مستمرہ کے مخالف ہے تو یہ بھی محض اشتباہ و توہم ہی ہے۔ یوں کہنے والوں سے دریافت کیا ہوتا کہ کون سی دینی کتابِ مستند میں ہے کہ حضور پر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ کھڑے کرتے تھے؟ مجھے تو بکثرت کتبِ متداولہ دیکھنے سے اتنا بھی نہیں مل سکا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک مرتبہ کے لئے بھی کوئی ایک ہی مبلغ (تکبیرات سنانے والا) کھڑا کیا ہو، تعجب ہے کہ ان حضرات کو کیسے مل گیا کہ "مبلغ کھڑے کرتے تھے" جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ مبلغ کھڑے کرتے تھے اور ایک سے زیادہ ہوتے تھے کیونکہ "کھڑے" صیغۂ جمع ہے اور "کرتے تھے" ماضیٔ استمراری ہے، تبھی تو سنتِ مستمرہ کے خلاف بتاتے ہیں۔ قل هاتوا برهانكم ان كنتم صٰدقين "کہو دعوے میں سچے ہو تو دلیل لاؤ"

ہاں اتنا تو ضرور ملتا ہے اور مستند کتابوں سے ثابت کہ محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مختلف مرضوں کے دوران ایک ایک مرتبہ یہ اتفاق بنا کہ حضور نے نماز پڑھائی اور حضرتِ ابوبکر حاضرین کو تکبیر سناتے رہے (صلی اللہ علیہ وعلی صدیقہ وسلم) اور ان دونوں مرتبہ ظہر ہی کی نماز تھی۔ پہلی نماز حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے دولت سرا کے بالاخانہ میں مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونے والوں کو بیٹھ کر پڑھائی اور ابوبکر صدیق لوگوں کو تکبیرات سناتے رہے۔ مسلم ص۱۷۷ جلد۱، ابوداؤد ص۸۹ جلد۱، سنن بیہقی ص۷۹ جلد۳، طحاوی شریف ص۲۳۴ جلد۱ میں بکلماتِ متقاربہ ابوالزبیر سے ہے کہ حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (و النظم لاحدی روايات مسلم) اشتكى رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلينا وراءه وهو قاعد و ابو بكر يسمع الناس تكبيره، ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے فاتيناه مرة اخرىٰ نعوده فصلى المكتوبة جالسا۔ امام طحاوی اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے صلى بنا رسول الله عليه وسلم الظهر فتح الباری ص۱۴۱ جلد۲ میں ہے ان هٰذه القصة كانت فى ذى الحجة سنة خمس من الهجرة کہ یہ سن پانچ ہجری کے ذی الحجہ میں ہوا، اور

Marfat.com

دوسری نماز مسجدِ اقدس میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرض میں حضرتِ ابوبکر کو امامتِ نماز کا حکم دیا اور کئی دن وہی نمازیں پڑھاتے رہے۔ پھر ایک دن حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا آرام محسوس فرمایا تو دو صاحبوں کے سہارے نمازِ ظہر کے لئے باہر تشریف لاتے حالانکہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر نے حضور کو دیکھا تو (عین نماز میں) پیچھے ہٹنے لگے تو حضور نے اشارۃً ہٹنے سے روک دیا اور حکم فرمایا کہ مجھے ابوبکر کے پاس بٹھا دو۔ تو اب ابوبکر حضور کی اقتدا کرتے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیق کی تکبیرات سن کر پڑھ رہے تھے۔

حضرتِ ام المؤمنین صدیقہ سے بہ تصدیقِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح بخاری ص۹۵ جلد ۱، صحیح مسلم ص۱۷۸ جلد ۱ وغیرہما کتبِ معتمدہ کثیرہ میں ہے و النظم من البخاری فصلی ابوبکر تلک الایام ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجد من نفسہ خفۃ فخرج بین رجلین احدھما العباس لصلوٰۃ الظہر و ابوبکر یصلی بالناس فلما راٰہ ابوبکر ذھب لیتأخر فاومی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بان لایتأخر فقال اجلسانی الی جنبہ فاجلساہ الی جنب ابی بکر قال فجعل ابوبکر یصلی وھو یأتم بصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و الناس بصلوٰۃ ابی بکر۔

صحیح مسلم ص۱۷۹ جلد ۱ میں ہے و ابوبکر یسمعھم التکبیر۔ عینی ص۴۳۶ جلد ۲، فتح الباری ص۱۳۵ جلد ۲ میں ہے (قولہ لصلوٰۃ الظہر) ھو صریح فی ان الصلوٰۃ المذکورۃ کانت صلوٰۃ الظہر۔ سننِ بیہقی ص۸۳ جلد ۳، عینی ص۷۱۹ جلد ۲، فتح القدیر ص۳۲۱ جلد ۱، نصب الرایہ ص۴۴، ۴۵ جلد ۲، مرقاۃ ص۱۰۲ جلد ۳ میں ہے ھی صلوٰۃ الظہر یوم الاحد او یوم السبت کہ یہ اتوار یا ہفتہ کی ظہر تھی۔ عینی ص۴۳۶ جلد ۲، فتح الباری ص۱۳۸ جلد ۲ میں ہے و النظم من الفتح و قد صرح الشافعی بانہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل بالناس فی مرض موتہ فی المسجد الا مرۃ واحدۃ وھی ھذہ التی صلی فیہا قاعدًا و کان ابوبکر

Marfat.com

فيها اولا اماما ثم صار ماموما يسمع الناس التكبير ۔ یعنی امام شافعی علیہ الرحمۃ نے صراحۃ فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مرضِ وصال میں مسجد میں صرف ایک مرتبہ ہی نماز پڑھائی اور یہ وہی نماز ہے جو بیٹھ کر ادا فرمائی اور ابوبکر اس میں پہلے امام تھے پھر مقتدی بن گئے، لوگوں کو تکبیر سناتے تھے۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ یہ ربیع الاول شریف ۱۱ھ میں تھا۔ بہرحال صرف ظہر کی دو نمازوں میں دوران مرض میں حضرت ابوبکر کا اپنے طور پر کھڑے ہونا اور تکبیرات سنانا ملتا ہے اور جمعہ وعیدین یا کسی اور نماز میں تکبیرات سنانا نہیں ملتا اور نہ ہی یہ ملتا ہے کہ ابوبکر کے ساتھ کوئی مبلغ بھی تھا۔ اور یہ بھی نہیں ملتا کہ حضور نے ابوبکر صدیق کو تکبیرات سنانے کا حکم دیا ہو، تو سنتِ مستمرہ کیسے بنا؟ ہاں ان دونوں مرتبہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر کو منع نہ فرمانا ان دونوں مرتبہ میں جائز ہونے کی دلیل ہے کہ حضور کا فعلِ صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیلِ جواز ہے۔ تحریر الاصول مطبوع مع التیسیر ص۱۲۸ جلد ۳، مسلم الثبوت مع شرح بحر العلوم ص۴۶۹ وغیرہما میں ہے (والنظم للمحقق) اذا علم النبي صلى الله عليه وسلم بفعل وان لم يره فسكت (الى ان قال) فدليل الجواز۔

نیز یہ بھی مسئلہ ہے کہ حکایتِ فعلِ مثبت یعنی کسی فعل کے واقع ہونے کی خبر دینی (جیسے گذشتہ حدیثوں میں حضرت ابوبکر کے تکبیرات سنانے کی حکایت ہے) عام نہیں ہو جاتی ہے کہ وہ حکم تمام شخصوں اور تمام زمانوں جہتوں کے لئے عام ہو جائے۔ اس لئے کہ اس فعل کا وہ وقوع جس کی خبر دی جا رہی ہے لامحالہ کسی خاص صفت اور کسی خاص وقت میں کسی خاص فاعل کا ہی کسی خاص غرض سے ایک خاص فعل ہوگا۔ یعنی جزئی حقیقی ہوگا جس میں عموم واشتراک متصور ہی نہیں تو لامحالہ خاص ہوگا تو عام کیسے ہو؟

تنقیح وتوضیح وتلویح طبع لکھنؤ ص۱۰۱ میں ہے (والنظم من التلويح) والصحيح انه لاعموم له لان الواقع لايكون الا بصفة معينة فى زمان معين۔ تحریر اور اس کی شرح تیسیر ص۲۴۷ جلد ۱ میں ہے (لانه) اى نقل فعله بتلك الصيغة (اخبار عن دخول) فعل (جزئى فى الوجود) ولا يتصور العموم فى الجزئى الحقيقى۔ مختصر المنتہی اور اس کی شرح قاضی عضد اور حاشیہ تفتازانی طبع مصر ص۱۱۸ جلد ۲ میں ہے (والنظم للقاضى) فقد ثبت ان الفعل المثبت لاعموم له بوجه من الوجوه۔ اور حضرات فقہائے کرام کی صدہا تصریحیں ہیں واقعہ حال

Marfat.com

لا عموم لہا ۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے افرادِ متماثلہ میں بھی قیاساً جواز ثابت ہو۔ بشرطیکہ وہ فعل محلِ قیاس ہو۔ تنقیح وغیرہ میں ہے وان ثبت التساوی فالحکم فی البعض ثبت بفعلہ علیہ السلام وفی البعض الاٰخر بالقیاس۔

نور وزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ مبلغین کھڑے کرنے کا جواز احادیث مذکورہ سے بطریقِ قیاس ہی مستفاد ہو سکتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے بھی ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جواز سے ہی تعبیر فرمایا ہے فتح القدیر ص۳۲۲ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۶۴ جلد ۱، رسائل شامی ص۱۳۹ جلد ۱ میں ہے (والنظم منہ) وفی فتح القدیر عن الدرایۃ وتبہ یعرف جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی الجمعۃ والعیدین وغیرہما ونقل مثلہ العلامۃ ابن نجیم فی البحر عن المجتبیٰ۔ بہرحال مبلغ کھڑے کرنے کا جواز تو مسلم مگر سنتِ مستمرہ سمجھنا صحیح نہیں اور نہ ہی کسی کتابِ مستند میں اس کی تصریح یا تلویح ہے۔ بلکہ بعضے مالکی تو کہتے ہیں کہ اس سے مقتدی کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مبلغ کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ شرح صحیح مسلم ص۱۷۹ جلد ۱، رسائلِ شامی ص۱۳۸ جلد ۱ میں ہے قد نقل القاضی عیاض عن مذہبہم ان منہم من ابطل صلوٰۃ المقتدی (الی ان قال) ومنہم من ابطل صلوٰۃ المسمع یعنی قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ نے بلاشبہ اپنے مذہب سے نقل فرمایا کہ بیشک بعض ان کا (مالکی مذہب والوں کا) نمازِ مقتدی کو باطل کہتا ہے اور بعض ان کا تکبیرات سنانے والے کی نماز کو باطل کہتا ہے۔ اس سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ سنتِ مستمرہ نہیں کہ مسائلِ قیاسیہ ہی عموماً ایسے اختلافات کا محل ہیں۔ اور جب سنتِ مستمرہ بلکہ سنت ہی نہیں تو اس کے خلاف کو بدعتِ سیئہ کہنا محض بیجا ہے۔ اس کی صدہا چمکتی ہوئی مثالیں ہیں کہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے کوئی کام کیا اور حضور نے منع نہ فرمایا، پھر مسلمانوں میں اس کا رواج بھی رہا مگر عرصہ کے بعد اس کے خلاف ہونے لگا تو مسلمانوں نے بدعتِ سیئہ کا نام دیتے ہوئے رد نہ کیا بلکہ بلا انکار رائج بنا لیا۔ مثلاً حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی قرآن کریم قلموں سے ہی حضور کے سامنے بلکہ بعض بحکمِ حضور لکھا کرتے تھے، پھر صدہا سال تک اہالیانِ اسلام قلموں سے ہی لکھتے رہے بعد ازاں زمانہ قریب میں

ـــہ ای بالحدیث الشریف ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

لوگوں نے پہلے دستی پھر برقی اور مشینی پریسوں کے ذریعے چھاپنا شروع کیا جو بلا انکار روئے زمین کے مسلمانوں میں رائج ہو گیا مگر کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہ کی کہ قرآنِ کریم قلم سے لکھنا سنتِ مستمرہ ہے لہذا چھاپنا بدعتِ سیئہ اور ناجائز ہے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں بعض انفرادی طور پر قلموں سے کچھ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور بعد ازاں کئی صدیوں تک قلموں سے ہی لکھنا رائج رہا، مگر جب طباعتِ احادیث شروع ہوئی تو مسلمانوں میں مقبول ہوئی۔

مسجدِ پاک بڑی سادگی سے تیار کی گئی، کھجور کی چھت بارش کا پانی نہیں روک سکتی تھی اور بے مینار تھی تو کیا مسجدوں کی مضبوط چھتیں گنبد اور مینار جائز نہیں!

صحابہ کرام فریضۂ جہاد تیر و تلوار وغیرہ پرانی طرز کے اوزار سے ہی ادا فرماتے رہے بلکہ خود محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہی استعمال فرماتے رہے پھر صدیوں تک مسلمانوں میں رائج رہے۔ بعد ازاں توپ وغیرہ کے ایجاد ہونے پر مسلمانوں نے بلا دھڑک ان کا استعمال رائج بنا لیا اور یونہی آج تک جتنے نئے نئے اوزار ایجاد ہوتے گئے، ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں رائج بنتے گئے۔

فریضۂ حج کا سفر پاؤں یا اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں کے ذریعہ ہی ہوتا رہا اور وہی رائج رہا، پھر جب گاڑی، موٹر، بس، ٹرک، سائیکل، موٹر سائیکل، ہوائی جہاز اور بحری جہاز کلوں اور بھاپ و ہوا سے چلنے والے ایجاد ہوئے تو سفرِ حج بھی ان ذرائع سے شروع ہوا۔

صحابہ کرام بلکہ خود شہنشاہِ کون و مکان صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا انعقادِ اجلاسِ خصوصیہ اور سلام و قیام مروجہ کے بغیر ولادتِ مبارکہ کا ذکر فرمایا، پھر یونہی ہوتا رہا۔ بعد ازاں انعقادِ اجلاسِ خصوصیہ اور سلام و قیام، جلوس وغیرہ جاری ہوئے جو سنیوں کی نظر میں بدعتِ سیئہ ہرگز نہیں۔

یونہی اس مبارک زمانہ میں بیاناتِ ولادتِ مقدسہ سنانے کا ذریعہ صرف متکلم کی اپنی ہی آواز تھی اور صدیوں تک یہی رائج رہا بعد ازاں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے بڑے بڑے مجامع میں دور دور تک سنانا شروع ہوا اور جائز مانا گیا۔

اس بابرکت زمانے کے وعظ بھی واعظین حضرات کی بلا واسطہ آوازوں سے ہی سنے سنائے جاتے تھے پھر صدہا سالوں تک یہی رائج رہا۔ بعد ازاں سپیکروں کے ذریعہ سننا سنانا شروع ہو گیا تو بدعتِ سیئہ نہ بنا۔

Marfat.com

اس برکت بھرے زمانے سے صدیوں تک جمعہ و عیدین کے خطبے، قرآن خوانی، نعت خوانی، خطباء و قراء و نعت خوانوں کی بلا واسطہ آوازوں سے ہی ہوتے رہے اور اب سپیکر کے ذریعہ ہونے لگے تو بدعتِ سیئہ نہ بنے۔

اذان کے لئے حضراتِ بلال اور ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتخاب اس لئے ہوا کہ ان کی آوازیں دور تک پہنچتی تھیں اور یہی صدیوں تک رائج رہا کہ بلند آوازوں کے ذریعے اذانیں سنائی جاتیں۔ ہاں یہ بھی رائج رہا کہ ایک مؤذن کے ساتھ اور مؤذن مل کر اذان کہتے کہ اور زیادہ دور تک سنا سکیں مگر سپیکر ایجاد ہوا تو اس کے ذریعہ سنانا جائز ہی کہا گیا۔

جب یہ سب نئی نئی چیزیں بدعتِ سیئہ نہیں تو سپیکر کے ذریعہ تکبیراتِ نماز کا پہنچانا کیوں بدعتِ سیئہ ہے؟ امام اہل السنت والجماعت مجددِ مائۃِ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنتِ مامور بہا (ایسی سنت جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) کا رد کرے" (اقامۃ القیامۃ ص۳) نیز اسی صفحہ میں فرماتے ہیں" امام علامہ ابنِ حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں والبدعۃ ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فھی حسنۃ وان کانت تندرج تحت مستقبح فھی مستقبحۃ والا فمن قسم المباح۔ (ترجمہ) بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری بات ہے، اور جو ان دونوں میں سے کسی کے نیچے داخل نہ ہو وہ قسمِ مباح سے ہے۔

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی اب مجلس میلادِ مبارک اور قیام وغیرہما امورِ متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں نہ تھے لہٰذا ممنوع ہیں، محض باطل ہو گیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہو سکتے ہیں جب تم کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعاً کوئی برائی ہے ورنہ اگر کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں تو محمود اور اگر بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ جو مباح بہ نیتِ نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے کما فی البحر الرائق وغیرہ انتہیٰ۔ تو واضح ہوا کہ اس نیت سے استعمالِ سپیکر کہ مقتدی بآسانی سنتے رہیں مباح و محمود و مستحسن ہے کہ نیتِ مذکورہ نیک ہے قد قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوٰی۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ متکلم کی ہی آواز ہوتی ہے کہ

Marfat.com

بداہۃً بلاشبہ ثابت کہ سپیکر طبعًا ان آوازوں سے محض بے بہرہ وصامت ہے۔ جب تک کوئی بولنے والا نہ بولے۔ اس سے آواز نکلتی ہی نہیں اور جب بولا جائے تو حرف بحرف اسی ترتیب و لہجہ سے پوری پوری ملتی جلتی آواز سنائی دیتی ہے تو عقلِ سلیم یہ کیسے تسلیم کرسکے کہ یہ کوئی آواز ہے۔ جیسے کمزور نظر بلا عینک نہیں دیکھ سکتا مگر عینک لگانے کے بعد جو دیکھتا ہے وہ اس کا اپنا ہی دیکھنا ہوتا ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا دیکھنا ختم ہوگیا اور یہ کوئی اور دیکھتا ہے لہذا عینک لگا کر کعبہ شریف یا اولیاء اللہ کی زیارت یا مناظرِ قدرت کا مطالعہ اور قرآنِ کریم اور دینی کتابوں کا پڑھنا یقیناً جائز و باعثِ ثواب ہے۔ اور یہ نہیں کہ بدعتِ سیئہ واجبۃ الترک ہے، تو واضح ہوا کہ سپیکر کے ذریعے تکبیرات سنانا امام کا ہی سنانا ہے اور بدعتِ سیئہ نہیں

اس کی مزید تحقیق مکبر الصوت میں بیان ہوچکی اور اس کے چھپنے کے بعد بفضلہ وکرمہ تعالیٰ امام اہل السنت والجماعت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تصریحاتِ جلیلہ وجمیلہ ملیں جو اس تحقیق کی پوری پوری تصدیق کرتی ہیں جنہیں شیر بیشۂ اہل السنت حضرت مولانا ابو الفتح محمد حشمت علی خان صاحب لکھنوی مدظلہم نے اپنے فتوئے مسئلہ ہذا مطبوعہ ۱۳۶۹ھ لاہور میں امام اہل السنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ "الکشف شافیا فی حکم فونوجرافیا" سے نقل فرمایا۔ صوت کی تعریف وتشریح کرنے کے بعد ذکرِ نتائج میں فرماتے ہیں:"آواز اس شکل وکیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر قلع وقرع سے پیدا ہوئی وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملاءِ متکیف کی صفت ہے۔ ہوا ہو یا پانی وغیرہ آواز کنندہ کی حرکتِ قلعی وقرعی سے پیدا ہوتی ہے ولہذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملاءِ متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔ انقطاعِ تموج انعدامِ سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ انعدامِ صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے دوبارہ تموج ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جب کہ تشکل وہی باقی ہے۔ وحدتِ آواز وحدتِ نوعی ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آوازِ شخصِ اول کہ مثلاً ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا، کبھی ہمیں نہیں ہوتا، اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئیں ہمارے کان تک پہنچتی ہیں۔ اور اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔"

ـــ اس کے بعد وہ رسالہ مبارکہ "الکشف شافیا" بھی طبع ہوکر آگیا تو اور زیادہ وضاحت ہوگئی، وللہ الحمد والمنہ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

پھر بیانِ صدا میں فرمایا " گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں " (پھر فرمایا) اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ صدا اسی تموجِ اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے تموجِ تازہ اس کیفیت سے متکیف ہو کر ہم تک آتا ہے ۔ انتہٰی ۔

تو اس بیانِ فیض ترجمان سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ صدا پہلی ہی آواز ہوتی ہے اور تموجِ اول کا ختم ہونا مضر نہیں جبکہ وہ کیفیت موجود ہے کہ دوبارہ تموج کے پیدا ہونے سے دوسری آواز پیدا نہیں ہوئی کہ متشکل وہی باقی ہے ، بلکہ تجدیدِ سماع ہوتی ہے ۔ اور یونہی دوسری ہوا میں آواز کی کاپی اترنی بھی مضر نہیں کہ آواز کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی کان تک پہنچتی ہیں ، اور آواز کا پہلا شخص جو ہوائے دہنِ متکلم میں پیدا ہوتا ہے وہ کبھی مسموع نہیں ہوتا کہ وہ تو ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ، ہزاروں کانوں ، مکانوں میں بیک وقت کیسے پہنچ سکتا ہے بلکہ کاپیاں چھپ چھپ کر ہزاروں کروڑوں آوازیں بن جاتی ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ ایک ہی آواز ہے کہ وحدتِ آواز وحدتِ نوعیہ ہے کہ تمام امثالِ متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ۔ کاپیوں اور ٹھیپوں کی تعداد سے آواز متعدد نہیں سمجھی جاتی اور یہ نہیں کہا جاتا کہ ہزاروں اشخاص نے ہزاروں آوازیں سنیں بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ سب نے وہی ایک آواز سنی جیسے کاتب کتاب کے حروف و نقوش لکھتا ہے در پریس میں اس کی کاپی اتر کر چھپتے چھپتے ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے مگر وحدتِ نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک کتاب ہی مانی جاتی ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ مثلاً ایک " قدوری " یا " کنز " چھپتے چھپتے ہزاروں قدوریاں یا کنزیں بن گئیں کہ نسخوں اور چھاپوں کی تعداد سے اصل کتاب متعدد نہیں بن جاتی (ھٰذا نظیر من النظائر) اور جب ثابت ہوا کہ صدا پہلی ہی آواز ہے تو اس سے آیتِ سجدہ سننا فقہائے کرام کے نزدیک موجبِ سجدہ کیوں نہیں ؟

اس سوال کا جواب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصورتِ استدراک یہ دیا کہ چونکہ شرعی حکم ہے کہ سجدہ واجب نہیں ہوتا لہٰذا ایجابِ سجدہ کے لئے علماء کے صدا کے متعلق مذکورہ دو قولوں سے پہلے قول پر تمحض

؎ الکشف شافیا کے صـ۳۳ ، صـ۳۵ پر صدا کے متعلق اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ واضح ارشاد ہے ۔ بہرحال کچھ بھی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

طاقتِ موجبۂ تموج کی قید اور دوسرے قول پر توحدِ تموج کی قید بڑھانی واجب ہوگی ونصب المسائل ھذا۔
مگر شرعِ مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا۔

قولِ ثانی پر کہنا ہوگا کہ سمع میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تموجِ اول سے وقوعِ سماع لازم ہے۔ اور قولِ اول پر یہ قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریکِ گلو و زبان تالی نے پیدا کی تھی، پلٹنے میں وہ تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوتِ دافعہ بھی شریک ہوگئی۔ انتہٰی۔ تو اس جواب سے یہ قطعاً مفہوم نہیں کہ صدا سرے سے ہے ہی نئی اور دوسری آواز کہ آواز کیفیت و شکل ہی ہے جو باقی ہے۔ اور پلٹی ہے اور پلٹنا تموجِ تازہ سے ہو تب بھی دوسری آواز نہیں بنتی کما ہو صراحۃ چہ جائیکہ پہلے ہی تموج سے پلٹے اور یونہی تحریکِ گلو و زبانِ تالی کی پیدا کردہ طاقتِ موجبۂ تموج کے ساتھ قوتِ دافعہ تصادم کا شریک ہو جانا بھی دوسری آواز نہیں بنا سکتا کہ یہاں تو اصل طاقت بھی ہے۔ اور تموجِ تازہ تو بالکل نئی طاقت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نئی طاقت تو پہلی طاقت کے ختم ہونے کی صورت میں بھی نئی آواز نہیں بنا سکتی تو پہلی کے ہوتے ہوئے کیسے بنا سکے؟ اور جب آواز دہی رہتی ہے تو ثابت ہوا کہ توحدِ تمحض مذکور وحدتِ صورت کی شرط نہیں بلکہ ایجاب سجدہ کی ہی شرط ہے اور یہی اس عبارتِ استدراکیہ سے صراحۃً ثابت، تو روزِ روشن کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ صدا امامِ اہل السنت والجماعت کے نزدیک دوسری آواز ہرگز ہرگز نہیں بلکہ پہلی ہی ہے۔ اور چونکہ وہ حضرات جو عدمِ جواز کے قائل ہیں لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا ہی قرار دیتے ہیں لہذا وہ ان کے نزدیک بھی پہلی ہی آواز ہوگی۔ چنانچہ ناقل فاضل (باوجودیکہ عدمِ جواز کے قائل ہیں) وہ سب تصریحاتِ مفصلہ مذکورہ نقل کرنے کے بعد بڑی ہی لمبی تقریر سے لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا ثابت کرنے کے باوجود اصل آواز قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں فرماتے کہ صدا پہلی آواز کی غیر ہے لہذا سپیکر سے سنی گئی بھی غیر ہے لہذا اقتداء ناجائز ہے بلکہ نماز کا عدمِ جواز سجدہ کے عدمِ جواز سے متفرع بناتے ہیں، فرماتے ہیں ہماری اس تقریر سے واضح ولائح ہوگیا کہ صدائے لاؤڈ سپیکر در اصل صدا ہی ہے تو اس آلے سے سنی ہوئی آواز اگرچہ وہی اصل متکلم کی آواز ہے خواہ پہلے ہی ہوا اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کی کاپی دوسری میں اتر گئی اور وہ لائی، مگر بحکم شریعت مطہرہ اس کے سننے سے سجدہ واجب نہیں" پھر فرماتے ہیں جب بحکم فقہ صدا سے آیتِ سجدہ سننا سجدہ واجب نہیں کرتا تو اس کا اتباع کرکے اقتدا کیونکر صحیح ہو سکتی ہے؟ انتہٰی۔

Marfat.com

تو صراحۃً ثابت ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک بھی سپیکر سے سنی گئی آواز پہلی ہی آواز ہے بناءً علیٰ تحقیق امام اہل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو شبہ اقتداء من لم یدخل فی الصلوٰۃ ہباءً منثوراً بن گیا (والتفصیل فی مکبر الصوت) اور جوازِ نماز صاف صاف ثابت ہو گیا اور عدمِ وجوبِ سجدہ پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے سجدہ کے عدمِ وجوب سے (جو مقیس علیہ ہے) تو سجدہ ہی کا عدمِ جواز ثابت نہیں، کہ نفیِ خاص نفیِ عام نہیں تو نماز (جو مقیس ہے) کا عدمِ جواز کیونکر ثابت ہوگا؟ بلکہ بحکمِ مفہومِ مخالف عباراتِ فقہائے کرام سے جوازِ سجدہ ثابت، تو بحکمِ قیاسِ مذکور نماز کا جواز بھی ثابت ہوگا، نیز مقتدی کے آیتِ سجدہ پڑھنے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز میں جائز ہی نہیں، تو اس قیاس کا تقاضا یہ کہ مبلغ سے جو مقتدی ہی ہوتا ہے سن کر بھی ادائے نماز جائز نہ ہو، اور یہ کہ غلطی کے وقت امام اگر مقتدی سے لقمہ لے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے اور اس سے سب کی فاسد ہو جاتے۔ اور یونہی کسی کو آیتِ سجدہ پڑھتے ہوئے دیکھنے سے یا اس جاننے سے کہ وہ پڑھ رہا ہے، بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا تو قیاسِ مذکور کی بناء پر امام یا مقتدی کے انتقالات کو دیکھ کر یا جان کر بھی پڑھنا جائز نہ رہے تو وہ مقتدی جو دور ہوں نماز کس طرح ادا کریں کہ اس قیاس کی بناء پر مبلغ سے سن کر یا امام و مقتدی کے انتقالات دیکھ یا جان کر ادا کرنا جائز نہیں اور دور ہونے کے سبب امام کی تکبیرات سن نہیں رہے تو وہ بیچارے کریں کیا؟ بلکہ اگر امام سہواً یا عمداً اپنی جہر تکبیرات جو سنت ہے ترک کر دے تو نزدیکی مقتدی بھی حیران رہ جائیں گے۔

پھر کتبِ معتمدہ فقہیہ میں مصرح کہ جنب و محدث، المجنون و نائم، سکران و صبی، حائض و نفساء بلکہ کافر بھی آیتِ سجدہ پڑھے تو سامع پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ لوگ صبی کے ماسوا مبلغ یا مقتدی بھی نہیں بن سکتے، تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ وجوب و عدمِ وجوب سجدۂ تلاوت نماز کے جواز و عدمِ جواز کا مقیس علیہ نہیں، اور یہ بھی پر ظاہر کہ کسی کتابِ معتمد فقہی میں یہ قطعاً نہیں کہ صدا سے سن کر اقتداء جائز نہیں بلکہ بحکمِ اطلاق جواز کی تصریح ہے۔ مکبر الصوت میں فتاویٰ قاضی خان، خلاصۃ الفتاویٰ، سراجیہ، ہندیہ، درالمختار وغیرہا سے گذر چکا والنظم للامام فقیہ النفس علیہ الرحمۃ ولا یشتبہ حال الامام

عہ وھو معتبر فی الروایات کما صرح بہ فی الدر و حاشیتہ للشامی و رسائل والفتاوی الرضویۃ وغیرھا ۱۲ منہ غفرلہ۔

Marfat.com

بسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی قولھم۔ درمختار و شامی وغیرہا میں ہے و علمہ بانتقالات۔ بدائع صنائع میں فرمایا وان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاھدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع۔

سب کا حاصل یہ کہ کسی سماع (سننے) یا رؤیت (دیکھنے) یا مشاہدہ کے باعث حالِ امام مشتبہ نہ رہے تو سب کا اجماع ہے کہ اقتدا صحیح ہے۔ تو یہ مطلق مشاہدہ وسماع، سماعِ صدائے پیکر کو بھی یقیناً شامل کہ اس کا سماع ومشاہدہ بھی بلا اشتباہ علمِ انتقالاتِ امام کا ذریعہ ہے تو نمازیں بالاجماع جائز و صحیح ہونگی۔ بفضلہ وکرمہ تعالیٰ یہ جزئیہ صریحہ ہے ولہ جل مجدہ الحمد والمنۃ۔

یہ ہمارے مشائخ کرام کی کرامتِ کاملہ ہی ہے کہ ایجادِ سپیکر سے صدہا سال پہلے ہی حکم بیان فرما گئے۔ اور یونہی امامِ اہل السنت والجماعت مجددِ مائۂ حاضرہ کی بھی کرامت مکملہ ہے کہ ایک دوسرے مسئلہ کے بیان میں صوت وصدا کی توضیحات اس طرح بنا گئے کہ مسئلۂ سپیکر بے غبار بنا گئے حالانکہ سپیکر کا ان کے وقت میں ہندوستان میں رواج ہی نہ تھا بلکہ شاید آیا ہی نہ تھا وکم من نظیر لھذا لمشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام کی آواز مقتدیوں کو پہنچ رہی ہو تو مبلغ کھڑے کرنے کی ضرورت نہیں، اس وقت مبلغ کھڑا کرنا مکروہ اور بدعتِ منکرہ ہے کما فی الشامی لھذا لاؤڈ سپیکر بھی مکروہ وبدعت ہوگا کہ نزدیکی مقتدی دو آوازیں سنتے ہیں، تو اس کا جواب وہیں شامی میں ہی ہے واما عند الاحتیاج الیہ فمستحب یعنے جب ضرورت ہو تو مستحب ہے۔ اور چونکہ سپیکر بھی ضرورت کے وقت ہی نصب کیا جاتا ہے تو وہ بھی مستحب ہونا چاہیئے۔ ہاں امام سے نزدیک مقتدی دوہری آواز سنتے ہیں مگر اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس دوسری آواز کو وہ حضرات صدا مانتے ہیں اور صدا موجبِ کراہت نہیں کہ زمانِ قدیم سے مسلمان گنبد دار مساجد میں باوجودیکہ صدا پیدا ہوتی ہے بلا انکار نمازیں با جماعت ادا کرتے ہیں۔ اور صدا کوئی غیر آواز ہے بھی نہیں بلکہ حکماً پہلی ہی ہے کما مر تو مضائقہ کیا؟ اور جب وعظ وخطبہ وتلاوتِ جہریہ لاؤڈ سپیکر پر مانعین حضرات کے نزدیک بھی بلا حرج جائز ہیں حالانکہ ان میں بھی قریبی حاضرین دوہری آواز سنتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دوہرا سننا ناجائز نہیں بناتا ورنہ جسطرح نماز میں کوئی غیر آواز قابلِ احتراز ہے اسی طرح وعظ میں اور خطبہ وتلاوت کے وقت میں بھی قابلِ احتراز

Marfat.com

ہی ہے۔ ایک صاحب کے وعظ و خطبہ و تلاوتِ جہریہ کے وقت اسی مجلس میں دوسرے صاحب کا وعظ و خطبہ و تلاوتِ جہریہ جائز نہیں فالجواب ھو الجواب۔ بلکہ مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی امام کے نزدیکی مقتدی دو مستقل آوازیں سنا کرتے ہیں کہ مبلغ اگرچہ پہلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوتا مگر پھر بھی امام کی حدِ آواز کے اندر ہی ہوتا ہے کہ امام سے سن کر ہی دور والوں کو تکبیرات سنایا کرتا ہے۔ اور آواز تو سب طرف برابر بلکہ نسبتہً آگے زیادہ دور ہو جاتی ہے تو لامحالہ امام و مبلغ کے درمیانی مقتدی دونوں کی آوازیں سنیں گے بلکہ بہت زیادہ نمازی ہوں اور کئی مبلغ کھڑے کرنے پڑیں تو مبلغین کی درمیانہ صفیں بھی دو دو آوازیں سنیں گی تو اگر سپیکر اس وجہ سے مکروہ و بدعتِ منکرہ ہے کہ امام کے نزدیکی مقتدی دو مستقل آوازیں سنتے ہیں تو مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی دو آوازیں سنتے ہیں تو وہ بھی مکروہ و بدعت ہونا چاہیئے۔ اور مبلغ زیادہ ہوں تو یہ کراہت و بدعت بھی زیادہ ہو جاتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ صورتِ سپیکر میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور بعض حضرات یہ فرمایا کرتے ہیں کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے لہٰذا ناجائز ہے۔ اس کا جواب امامِ اہل السنت والجماعت کے پاک کلمات میں سنیئے:-

فتاویٰ رضویہ شریف ص۹۹ جلد۲ میں فرماتے ہیں کہ "احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ و ثبوتِ کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعتِ مطہرہ پر افتراء کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن و بے حاجتِ مبیّن خود مبیّن۔ سیدی عبد الغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرھما الجلیل فرماتے ہیں لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لا بد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل و قد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ و اثرہ ابن عابدین فی الاشربۃ مقررا (ترجمہ) یہ احتیاط نہیں ہے کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالٰی پر افترا کرو کہ حرمت و کراہت کے لئے دلیل درکار ہے، بلکہ احتیاط

سے کذا فی المنقول عند والقیاس اللتین ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے کہ اصل وہی ہے حالانکہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باوجودیکہ وہی مشرع ہیں شراب کے حرام فرمانے میں، جوام الخبائث ہے، توقف فرمایا حتی کہ آپ پر نص قطعی اتری اھ اور نقل کیا اسے شامی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاشربہ ص۲۰۶ جلد ۵ میں مقرر فرماتے ہوئے "

بلکہ اقامۃ القیامہ ص۳۸ میں خاص مسئلہ نماز سے استدلال فرماتے ہیں نصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ. مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالمخالف میں فرماتے ہیں: من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتب او السنۃ او اجماع الامۃ. (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے اھ"

اور وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سپیکر کبھی دورانِ نماز میں بند ہو جائے تو امام سے دور مقتدیوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی، تو اس کا جواب بھی واضح کہ نمازیں کیوں برباد ہوں گی۔ اہل فہم قریبی مقتدی امام سے سن کر دور والوں کو تکبیرات سنادیں گے اور شروع سے پہلے امام بھی یہ ہدایت دے سکتا ہے اور اگر کہیں امام و مقتدی سب کی ناواقفی سے (جو نہایت ہی نادر ہے) یہ اتفاق بن بھی جائے تو اس کا یہ تقاضا نہیں کہ مطلقاً ناجائز ہو جائے۔ جزوی خرابی سے ممانعتِ کلیہ ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ مبلغین میں بھی بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں کہ جن کی خرابیاں اور غلط کاریاں فساد و بطلانِ نماز کا باعث بنتی رہتی ہیں۔ فتح القدیر و رسائلِ شامی سے اس کی قدرے تفصیل مکبر الصوت میں گزر چکی۔ یہاں امام اہل السنت والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریحاتِ جلیلہ سنیں کہ باعثِ برکت ہیں۔

فتاویٰ رضویہ ص۴۹۲ جلد ۲، احکام شریعت ص۱۳۳ جلد ۲ میں ہے، مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدیر ص۲۶۲/۲۶۳ جلد ۱، در المختار و رد المحتار ص۶۱۷، خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ ص۳ جلد ۔ آخر میں فرمایا اما حرکات المکبرین وصنعہم فانا ابرأ

Marfat.com

الی اللہ تعالیٰ منہ۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف برارت کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے، نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے زیرِ حکم"۔ انتہیٰ، مگر یہ بعض مبلغین کی ناجائز حرکتیں مطلقاً مبلغ کھڑا کرنا ناجائز نہیں بنا سکتیں، تو لامحالہ استعمالِ سپیکر بھی مطلقاً ناجائز نہیں بنے گا۔

بعض احباب یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ سپیکر سمندر پار کفار کا تیار کردہ ہے اور اسے کفار اپنے معابد و مجالسِ کفریہ میں استعمال کیا کرتے ہیں لہٰذا یہ جائز الاستعمال نہیں؟

یہ اعتراض بھی نہایت ہی حیرت افزا ہے۔ سب کچھ اسی خالقِ کل شیئ کا پیدا کیا ہوا ہے جس نے یخلق ما لا تعلمون ہ فرماتے ہوئے نئی نئی ایجادات کے مفید و مباح ہونے کی ہدایت کر دی جب تک کوئی خاص شرعی دلیل کسی خاص نو ایجاد چیز کو ناجائز نہ بتاتے اس وقت تک ناجائز کہنا جائز نہیں، صدہا آیات و احادیث سے یہ قاعدہ ثابت کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ احباب اتنا بھی خیال نہیں فرماتے کہ کعبۂ مقدسہ کی وہ عمارت جو حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک وقت میں قائم تھی جس کے طواف اولین حج میں کئے گئے وہ کس کی تیار کردہ تھی؟ بلکہ جب فتحِ مکہ سے قبل اس میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے اور کفار نے بت خانہ بنا رکھا تھا تو اس وقت عمرۃ القضاء میں وہیں طواف ہوئے اور یونہی نمازیں بھی اسی کی طرف ادا ہوتی رہیں اور غنیمت کے کپڑے وغیرہ تو ابتدائے اسلام سے استعمال ہو رہے ہیں۔

اسلام ایسی تنگ نظری اور چھوت چھات کا قائل نہیں۔ امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ رضویہ کے ملنا سے ص۱۰۷ جلد ۲ تک اس مسئلہ کی بڑی وضاحت فرمائی (و نصہ) کسی شئی کا محلِ احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و شعور اور بے پرواہ نجاست و حرمت سے مہجور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئے یا اس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں الخ اور اگر بالفرض ممنوع ہی ہوتا تو اذان و تلاوت و وعظ میں بھی ممنوع ہی ہوتا حالانکہ سب بالاتفاق استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ بلاشبہ جائز ہے اور یہی تقاضا ہے ان تحقیقاتِ امامِ اہل السنت والجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو صوت و صدا وغیرہ کے متعلق ہیں کما مر تفصیل البعض فی مکبر الصوت و الضمیمۃ۔

حضراتِ علماءِ عظام و فقہائے کرام کے حضور پُرنور معروض کہ مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق اپنی آرائے عالیہ سے

Marfat.com

دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں مطلع فرمائیں۔ بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ مجھے قبولِ حق سے قطعاً عار نہیں، اور اعترافِ خطا بھی دشوار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۱ ذی الحجۃ المبارکہ ۸۷ ۳ ۱ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ اگر امام امامت سے پہلے لاؤڈ سپیکر نصب کرا دے کہ تکبیرِ تحریمہ و انتقالات سے وہ مقتدی جو دور دور ہوں مطلع ہوتے رہیں، تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز ہو گئی جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعالِ نماز میں متابعتِ امام کرتے رہیں! بعض علمائے کرام فسادِ نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا ہی جو مفسدِ نماز ہے اور ایسے ہی یہ تلقن من الخارج بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعالِ نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفسدِ نماز ہے، صدا سے سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں۔ اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہرِ مفرط پایا جاتا ہے جو مفسدِ نماز ہے، لہٰذا نمازیں نہ ہوئیں اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے، جو کرے اس پر توبہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں! کیا قرآنِ کریم سے باوجود دعوائے تبیانا لکل شیئ اس کا کوئی حل نہیں ملتا! احادیثِ شریفہ سے کوئی ہدایت نہیں ملتی؟ پھر اجماعِ امت اور اجتہادِ مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

سائل:

ایک عالمِ دینِ متین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سه

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم کا تبیانا لکل شیئ ہونا اور احادیث شریفہ کا علوم اولین و آخرین پر احتوا، بلاشک و شبہ و گنجائشِ ریب یقیناً صحیح و ثابت ہے۔ انقضائے زمانہ تک پیش آنے والے تمام امور و واقعات کے متعلق شرعی احکام بھی موجود اور قواعدِ کلیہ اور ضوابطِ جلیلہ بھی مشہود ہیں۔ چنانچہ آیاتِ متواترہ و متکاثرہ اور احادیثِ متظاہرہ و متوافرہ سے یہ کلیہ نہایت ہی محقق طور پر ثابت و مبرہن کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ یعنی جب تک دلائلِ شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو، حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے، اس پر کوئی گرفت نہیں ہوتی کہ عفوِ عام کے تحت ہے۔ قرآنِ کریم نے صاف صاف تصریح فرما دی عَفَا اللّٰہُ عَنۡہَا (پ ۷ ع ۴) احادیثِ جلیلہ نے توضیح و تشریح فرماتے ہوئے ماعفا عنہ کا وسیع شاہراہ دکھا دیا۔ مفسرینِ کرام و متکلمینِ عظام و اساطینِ ملت و معتمدینِ مذہب نے اس قاعدۂ کثیرۃ الفائدہ کو استدلال و استعمال سے شمسِ نصف النہار کی طرح نہایت ہی نمایاں و واضح بنا دیا، تو روزِ روشن کی مانند معلوم ہوا کہ صورتِ مسئول عنہا میں جوازِ استعمالِ لاؤڈ سپیکر ثابت ہے اور منافی جوازِ نماز نہیں کہ استعمال و استفادۂ مذکور کی حرمت و ممانعت کسی آیت یا حدیث یا اجماعِ امت و قیاسِ مجتہد سے قطعاً ثابت نہیں۔ حضراتِ علماء کرام باوجود سعیِ بلیغ و تفتیشِ کامل کے کوئی وجہِ حرمت و ممانعت حسبِ قواعدِ مقررۂ شرعیہ نکال نہ سکے، البتہ بعض حضرات بنا بر وجوہِ مذکورۂ سوال احتیاطاً پرہیز فرماتے رہے بلکہ بعض نے صریح لفظِ حرام کا اطلاق فرما دیا اور لزومِ اعادۂ نماز و فرضیتِ توبہ کا فتوےٰ دے دیا حالانکہ عند التحقیق ان وجوہ سے کوئی ایک وجہ بھی ایسی نہیں جس میں اثباتِ حرمتِ شرعیہ کی ذرہ بھر تاب و تواں ہو کما سیتضح بحسن توفیقہ تعالٰی۔

پھر قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ سے بداہۃً یہ قاعدہ ثابت کہ فاعلِ مختار کا وہ کام جو کسی آلۂ غیر مختار کی وساطت سے انجام پائے، فاعلِ مختار کا ہی کام شمار ہوتا ہے نہ یہ کہ ایسا واسطہ حدِ وساطت سے بڑھتے ہوئے

سه من الفقیر ابی الخیر النعیمی غفرلہ۔

Marfat.com

فاعل بن جائے اور فاعل معطل رہ جائے۔ کتابت بواسطہ قلم انجام پاتی ہے مگر کاتب وہی ہوتا ہے جو قلم چلاتا ہے قرآن کریم نے فرمایا یکتبون الکتاب بایدیھم (پ ۱ ع ۹)۔ جنگ میں دشمنوں کا زخمی کرنا اور مارنا وساطت اسلحہ سے ہوتا ہے مگر قرآنِ کریم مقاتلین کا فعل قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم (پ ۱۰ ع ۸) حتے کہ اسلحہ کا شمار قوتِ مجاہدین کے ماتحت افراد میں ہوا فرمایا واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (پ ۱۰ ع ۳) حتے کہ جن ظالموں نے ہٹ دھرمی سے واسطہ کی فاعلیت کا اعتبار کرتے ہوئے اپنی برات کا دم بھرا، بندر بنا دیئے گئے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین (پ ۱ ع ۸)، حدیث شریف نے صاحب المحجن وغیرہ کی بھی سزائیں بیان فرمائیں الی غیر ذلک من الآیات والاحادیث۔ اور عرفِ عام کا بھی یہی تقاضا ہے۔ تیر و تلوار وغیرہ اوزار کو مسلمان تو مسلمان کوئی کافر سے کافر جج، بلکہ بالکل ہی اجہل اُجڈ بھی قاتل قرار نہیں دے سکتا حالانکہ شرعاً بھی عرف کا اعتبار ہے، حکم آیا وأمر بالعرف (پ ۹ ع ۱۴) تو اس ضابطہ منضبطہ کی رُو سے بھی وہی جواز نہایت ہی نمایاں طور پر ثابت ہوگیا کہ لاؤڈ سپیکر بھی آلہ غیر مختار ہے، تو حسب القاعدہ اس کے ذریعہ جو آواز امام سنائے گا وہ امام ہی کی آواز ہوگی اور امام ہی متکلم و فاعل ہوگا نہ یہ کہ امام کو معطل کرتے ہوئے لاؤڈ سپیکر فاعل و متکلم بن جائے اور مقتدی جو دور ہیں وہ لاؤڈ سپیکر کے مقتدی اور تابع قرار پائیں اور چونکہ لاؤڈ سپیکر قصدِ ذکر و نماز نہیں کرتا تو من لم یدخل فی الصلوٰۃ بنا اور من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدار مفسدِ نماز ہے تو ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوئی بلکہ بفضلہ وکرمہ تعالےٰ قرآنِ کریم سے بالخصوص واسطۂ غیر مختار سے آواز پہنچانے کی صورت میں آواز پہنچانے والے مختار کا ہی فاعل و داعی ہونا اور تعمیلِ امر کرنے والوں کا اسی داعی کا متبع ہونا صراحۃً ثابت و واضح ہے۔ حضرتِ اسرافیل باذنہ تعالےٰ "کرنا" کے ذریعے بلائیں گے، تمام مردے زندہ ہو کر ان کی طرف دوڑیں گے۔ مولا تبارک وتعالےٰ نے فرمایا واستمع یوم ینادِ المنادِ (پ ۲۶ ع ۱۸) یوم یدع الداع الی شیء نکر (الی) مھطعین الی الداع (پ ۲۷ ع ۸) نیز فرمایا یومئذ یتبعون الداعی لاعوج لہ (پ ۱۶ ع ۱۵)۔

کسی بھی مفسر نے ان آیات میں "الداعی" یا "المنادی" کی تفسیر صور سے نہیں فرمائی بلکہ اکثر نے اسرافیل اور بعض نے عزرائیل وغیرہ ملائکہ سے تعبیر فرمائی تو اس مسئلۂ زیرِ بحث کی وضاحت اور بھی زیادہ ہوگئی کہ اسرافیل

Marfat.com

کرنا، کو منہ میں لے کر پکاریں گے تو ان کی آواز صرف کرنا، کے ذریعے ہی سنائی جائے گی اور اس کے باوجود کرنا، کی اتباع نہیں بلکہ اسرافیل کی اتباع فرمایا تو لاؤڈ سپیکر جو تمام آواز کا احاطہ نہیں کرتا، کس طرح متبوع بن گیا ؟ تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح و ہویدا ہو گیا کہ لاؤڈ سپیکر امام کی اتباع و اقتدار کا ذریعۂ محضہ ہے جس کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور انما جعل الامام لیؤتم بہ کا مقصد مقدس پورا کرنے کا ایک سبب اور وارکعوا مع الراکعین کی معیتِ مخصوصہ کے ذرائع استحصال سے ہے تو کم از کم مباح بلکہ مستحسن ضرور ہو گا۔ اور مبلغ و مکبر کا مستحسن و احسن ہونا مانع نہیں کہ تعددِ اسباب قطعاً جائز ہے اور علمائے کرام لا مزاحمۃ فی الاسباب فرمایا کرتے ہیں، ورنہ بوجہ تعدد متائلین تبلیغ مبلغ بھی جائز نہ ہوگی و لا یقول بہ عاقل۔ اور جب اتباع و اقتدار امام ہے تو نمازیں جائز ہو گئیں۔ رہا ان حضرات کا فرمانا کہ نئی آواز ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ حسن لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا ہی جو مفسدِ نماز ہے، تو نہایت ہی ادب سے معروض کہ " امام کی آواز نہیں " سے کیا مراد ہے! اگر یہ مراد ہے کہ وہ ایک آواز متشخص جو تحریکِ زبان سے پیدا ہوئی بعینہٖ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ کانوں میں نہیں آتی تو اس میں لاؤڈ سپیکر بیچارے کی کیا تخصیص ؟ بلکہ جو آواز بھی مقتدیوں کے کانوں میں جاتی ہے اگرچہ لاؤڈ سپیکر کا واسطہ نہ ہو تو وہ وہی پہلی متشخص و متوحد آواز امام بعینہٖ نہیں ہوتی کہ متوحد متشخص بعینہٖ کا ایک ہی وقت میں صدہا کانوں اور مکانوں میں پہنچ جانا ممکن ہی نہیں بلکہ اس پہلی آواز سے ہواؤں کے تموجات کے ذریعہ بکثرت نئی آوازیں پیدا ہو کر پہنچتی ہیں۔ مثلاً امام، سو مقتدیوں کی امامت کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہے اور تمام مقتدی مع امام دو نوں دو نوں کانوں سے بیک وقت سن لیتے ہیں تو یہ نہیں کہ وہ ایک تکبیر ایک ہی رہتے ہوئے بیک وقت دو سو دو کانوں میں داخل ہو گئی بلکہ اس وحدتِ تکبیر سے یہ کثرت پیدا ہوئی کہ سب کانوں میں جلوہ گر ہو گئی و ذا بدیہی اجلیٰ قد بین فی مظانہ من شرح المواقف وغیرہ۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز با جماعت کی صورت میں مطلقاً کسی مقتدی کی نماز نہیں ہوتی کہ نئی آواز کی اقتدار مفسدِ نماز ہے بلکہ حسب القاعدہ سب امام ہی کی آوازیں ہیں جو وساطتِ آلۂ غیر مختار تموج ہوا یہ سے ظاہر ہوئیں اور ایسے ہی لاؤڈ سپیکر بھی واسطۂ غیر مختار ہے تو اس سے سنی گئی آواز بھی امام کی آواز ہو گی جو مفسدِ نماز نہیں،

نوٹ : یہ فتویٰ یہاں تک ہی دستیاب ہوا ۱۲

Marfat.com

الاستفتاء

اللہ رب العالمین جل وعلا نے نماز میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھنا کہ بیرونِ مسجد بھی سنا جائے ممنوع فرمایا ہے ولا تجھر بصلوٰتك ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلك سبیلا ۔ حالانکہ لاؤڈ سپیکر سے آواز بلند ہو جاتی ہے اور بیرونِ مسجد باقاعدہ سُنی جاتی ہے تو استعمالِ لاؤڈ سپیکر حرام یا مکروہ تحریمہ ہوا ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم کا یوں بلند آواز سے پڑھنا جب کہ پڑھنے والے کو مشقت لاحق نہ ہو بلاشک وشبہ وریب یقیناً جائز ہے یہ آیتِ کریمہ اسے حرام ومکروہ قطعاً قرار نہیں دیتی ۔ اس کا مشہور و مضبوط شانِ نزول جو حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ائمہ کثیرہ نے روایت فرمایا یہ ہے کہ جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بوجہ شرارتِ کفار ومشرکین گوشہ نشین تھے اور نمازِ باجماعت میں بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھتے تو مشرکین سن کر گالیاں دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسا بلند نہ پڑھو کہ مشرکین سنکر گالیاں دیں اور نہ ہی ایسا آہستہ کہ صحابہ نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کرو ۔ " تفسیر درمنثور ص۲۰۶ جلد۴ ، ابن کثیر ص۶۹ جلد۳ ، کبیر ص۴۵۵ جلد۵ ، طبری ص۱۲۳ جلد۱۵ ، ص۱۲۴/۱۵۲ ، خازن ص۱۵۴ جلد۴ ، بخاری ص۶۸۶ جلد۲ ، مسلم ص۱۸۳ جلد۱ ، معالم ص۱۵۴ جلد۴ ، سننِ ترمذی ص۱۴۲ جلد۲ ۔ سنن نسائی ص۱۵۰ جلد۱ ، وغیرہا میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم من الدر اخرج سعید ابن منصور واحمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن حبان وابن مردویہ والطبرانی والبیھقی فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

فی قولہ تعالیٰ ولا تجھر بصلاتك الآیۃ قال نزلت و رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ متوارٍ فکان اذا صلی
باصحابہ رفع صوتہ بالقرآن فاذا سمع ذٰلك المشرکون
سبوا القرآن ومن انزلہ و من جاء بہ فقال اللہ لنبیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا تجھر بصلوتك ای بقراءتك
فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بھا عن
اصحابك فلا تسمعھم القرآن حتی یأخذوہ عنك
وابتغ بین ذٰلك سبیلا یقول بین الجھر والمخافتۃ۔

اور اسی طرح بلا ذکر ابن عباس، بیضاوی صـ۴۷۴ جلد ۱، ابو السعود صـ۲۷۱ جلد ۶، جلالین، مدارک صـ۲۵۶ جلد ۲ وغیرہا میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم آما بلند پڑھتے تھے کہ مشرکین سنکر شور مچاتے تھے۔ اور اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اس طرح پڑھیں کہ مشرکین نہ سنیں اور صحابہ کرام سنیںؔ۔ اب اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ درمیانہ آواز سے پڑھا جائے کہ آواز دور نہ جائے، دوسری یہ کہ بغفلتِ مشرکین کے وقت (مغرب و عشا، و فجر میں) بلند پڑھا جائے اور دوسرے وقتوں (ظہر و عصر میں) آہستہ پڑھا جائے کہ یہ صورت بھی ان کے شر سے بچاؤ کی ہے اور صحابہ کرام بھی سن سکیں گے اور بین ذٰلك ای بین جھر الکل ومخافتۃ الکل بھی ہے۔

ان دونوں صورتوں کا فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں نفسِ جہر کامل اور مخافتتِ کاملہ سے نہی وارد ہے اور دوسری صورت میں نفسِ جہر کامل اور مخافتتِ کاملہ سے نہیں بلکہ دونوں کے ایقاع فی جمیع الصلوات سے نہی ہے یعنی دن کی نمازوں میں مطلقاً جہر نہ ہو اور رات کی نمازوں میں مخافتت نہ ہو، اور ان دونوں صورتوں کی تائید میں خود حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہیں۔ پہلی صورت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا وابتغ بین ذٰلك سبیلاً یقول تعالیٰ اطلب

لـلـه اور قرآن کریم یاد کریں ۱۲

Marfat.com

بین الاعلان و الجهر و بین التخافت و الخفض طریقا لا
جهرا شدیدا و لا خفضا حتی لا تسمع اذنیک۔ (در منثور و طبری)

اکثر مفسرین کی روش میں یہی صورت نمایاں ہے کہ دوسری صورت کو الگ قول کی شکل میں لکھتے ہیں۔
کما فی الکبیر ص۲۵۵ جلدہ و الدر المنثور و المدارک والتفسیرات الاحمدیۃ
و ابی السعود و النیشاپوری و احکام القرآن وغیرھا حتی کہ طبری تو بالکل
متبائن سمجھے، فرماتے ہیں لاجماع الحجۃ من اھل التاویل علی خلاف۔
اور اس پہلی صورت کے لحاظ سے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ بلند نہ پڑھا جائے مگر اس
صورت میں یہ تصریح بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہی ملتی ہے کہ ہجرت کے وقت یہ منسوخ
ہوگیا، چنانچہ در، طبری، ابن کثیر بہ کلمات متقاربہ ناقل و النظم للطبری فلما ھاجر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ سقط ھذا کلہ
یفعل الآن ای ذلک شاء، صاوی ص۳۱۵ جلد۲ میں ہے فھو منسوخ جس سے روز
روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ جہر شدید جو منہی عنہ تھا منسوخ ہوگیا، تو اب جائز ہے اور کیا جاسکتا ہے
اور یوں بھی اس صورت میں نسخ ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کا صریح مفہوم بحکم قاعدۂ مسلمہ العبرۃ لعموم
الالفاظ یہ ہے کہ سب نمازوں میں نہ بلند پڑھا جائے نہ آہستہ، بلکہ درمیانہ کہ باہر والے نہ سن سکیں اور نمازی
سن لیں حالانکہ ظہر و عصر میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔ اگر لاتجہر کی بنا پر مغرب و عشاء و فجر میں زیادہ بلند
پڑھنا ممنوع ہے تو ظہر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں، بھی ممنوع ہونا چاہیے و لا یقول بہ احد
فثبت النسخ فی ھذہ الصورۃ۔ نیز کتب معتمدۂ ائمہ مذہبیہ "وجوب الجهر فی الصلوات
الجهریۃ و وجوب المخافتۃ فی غیرھا" کی تصریحات جلیلہ سے گونج رہی ہیں تو اگر "لاتجہر"
اور "لاتخافت" کا یہی معنے ہے جو سائل نے بیان کیا اور پھر منسوخ بھی نہیں ہوا تو لازم کہ یہ سب تصریحات معاذ اللہ
صریح نص کے خلاف ہوں ولا یجوزہ عاقل فضلا عن فاضل۔ اور یونہی بہت سے

سه کہ جہر و مخافت پر نہی وارد اور یہ جہر و مخافت ثابت کر رہے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

محدثینِ کرام نے بھی جہر و مخافت سے بکثرت تعبیر فرمایا ہے تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ اگر آیت کا یہ معنے ہے تو منسوخ ہے فبطل استدلال السائل بالمنسوخ۔

اور دوسری صورت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا ولا تجهر بصلاتك ولا تجعل كلها جهرًا ولا تخافت بها قال لا تجعلها كلها سرًّا۔ درمنثور ص۲۰۸ جلد۴ اور عند الاحناف یہی راجح ہے بلکہ ہے ہی یہی کیونکہ ہمارے فقہائے کرام و مشائخ عظام نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ اسی شانِ نزول سے یہ حکم اس آیتِ پاک میں آیا۔ مبسوط ص۱۷ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد۱، بحرالرائق عن الکافی لصاحب الکنز ص۳۳۵ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے والنظم للسرخسی وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم في الابتداء يجهر بالقران في الصلوات كلها وكان المشركون يؤذونه ويسبون من انزل ومن انزل اليه فانزل الله تعالى ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلاً فكان يخافت بعد ذلك في صلوة الظهر والعصر لانهم كانوا مستعدين للاذى في هذين الوقتين ويجهر في صلوة المغرب لانهم كانوا مشغولين بالاكل وفي صلوة العشاء والفجر لانهم كانوا نياما۔

کفایہ و بحرالرائق و طحطاوی میں ذکرِ شانِ نزول کے بعد تفسیریہ کلمات ہیں ای لا تجهر بصلوتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذلك سبيلا بان تجهر بصلوات الليل وتخافت بصلوات النهار فكان يخافت بعد ذلك في صلوة الظهر والعصر الخ اور یونہی فتح القدیر ص۲۸۶ جلد۱، اور بدائع ص۱۶۱ جلد۱، عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ جلد۱، درالمختار تصریحاً، شامی تقریباً ص۴۹۷، ۴۹۸ جلد۱ میں ہے والنظم من الفتح ان صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجهر في الصلوات كلها فشرع الكفار الخ بالفاظِ متقاربہ تفسیراتِ احمدیہ میں ہے فالآية في تعيين الصلوات الجهرية وغير الجهرية۔ اور اس صورت میں جہریہ نمازوں میں مطلقاً جہر کی اجازت ہو رہی

Marfat.com

ہے جو اپنے عموم اور شانِ نزول کے لحاظ سے جہرِ کامل کو بھی ضرور شامل ہے تو استدلالِ سائل ہباءً منثوراً بن گیا، بلکہ اس کے برعکس جواز آفتابِ تاباں کی طرح نمایاں ہوگیا اور یہی احادیثِ مرفوعہ اور عاداتِ صحابہ کرام اور نصوصِ فقہاءِ عظام سے بھی واضح طور پر ثابت ہے۔

سننِ ترمذی ص۶۹ جلد۱، ص۱۲۱ جلد۲، شمائل ترمذی ص۲۴، نسائی ص۱۸۵ جلد۱، ابنِ ماجہ ص۹۷ میں حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قراءتِ لیلیہ کے متعلق حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بکلماتِ متقاربہ ہے ربما جھر و ربما اسر۔ سننِ ابنِ ماجہ ص۹۷، شمائل ص۲۴ میں حضرتِ امِ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کنت اسمع قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل وانا علی عریشی۔ قال القاریٔ فی شرح الشمائل ص۱۱۳ جلد۲، وفی روایة النسائی وابن ماجة وابی داؤد (الی ان قالت) وانا نائمة علی فراشی وایضا فی الشرح عن المواھب عن ابن ماجة قالت کنا نسمع قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جوف اللیل عند الکعبة وانا علی عریشی۔ سنن ابوداؤد ص۱۸۷، شمائل ترمذی ص۲۴ میں حضرتِ ابنِ عباس سے ہے کانت قراءة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی قدر ما یسمعہ من فی الحجرة وھو فی البیت۔ بخاری ص۲۰۶ جلد۱، مسلم ص۲۱۳ جلد۱، مؤطا امام مالک مع الشرح ص۳۱۴ جلد۱، مؤطا امام محمد ص۱۷۴ حضرتِ ام المؤمنین امِ سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے کہ میں علیل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا والنظم من الآخر طوفی من وراء الناس وانت راکبة قالت فطفت ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الی جانب البیت ویقرأ بالطور وکتاب مسطور۔ فتح الباری ص۲۰۳ جلد۲ میں ہے ان قولھا طفت وراء الناس یستلزم الجھر بالقراءة لان

سہ قد ذکروا ھذہ الاحادیث فی باب صلوٰة اللیل وغیرھا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

لایمکن سماعہا من ورائہم الا ان کانت جہریۃ

بخاری ص۱۰۵ جلد ۱، ص۴۲۸ وغیرہا کتب کثیرۂ حدیث میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ جب اساریٰ بدر کی طلب میں آئے تو سرکار عرش قرار صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔ جہاد بخاری کے لفظ میں وکان جاء فی اساریٰ بدر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔ ظاہر ہے کہ قیدی مسجدِ اقدس سے باہر ہوں گے اور وہ قیدیوں کے پاس ہی ہوں گے، تو بیرونِ مسجد سنا۔ اور صحیح بخاری ص۴۳۵ جلد۲ میں طبرانی کی روایت سے ہے وقد خرج صوتہ من المسجد۔ احکام القرآن ص۲۶۰، ۲۶۱ جلد۳ میں ہے وروی الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوت ابی موسیٰ فقال لقد اوتی ابوموسیٰ من مزامیر ال داؤد فہذا یدل علی ان رفع الصوت لم ینکرہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب بلند پڑھا کرتے تھے حتےٰ کہ بیرونِ مسجد "بلاط" تک سنا جاتا تھا۔ موطا امام مالک مع الشرح ص۱۰۹ جلد۱، موطا امام محمد ص۸۱، سنن بیہقی ص۱۹۵ جلد۲ میں ہے ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یجہر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ و ان قراءتہ کانت تسمع عند دار ابی جہم بالبلاط (ترجمہ) بے شک حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نماز میں قرارت بلند پڑھا کرتے تھے اور آپ کی قرارت بلاط میں ابوجہم کی حویلی کے پاس سنی جاتی تھی" بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا لم یکن فی الوقت الذی جہر فیہ عمر ہذا الجہر ما کان فی وقتہ نزول الآیۃ من خوف المشرکین ان ینالوا منہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بیہقی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی وہی صورت اولیٰ ہے اور قائل نسخ ہیں عمر کا مذہب

سه موضع معروف بالمدینۃ ۱۲ منہ غفرلہ

للصہ ای ولا تجہر بصلوتک الآیۃ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے موطا میں حدیثِ مذکور کے نتیجہ میں فرمایا الجھر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ فیما یجھر فیہ بالقراءۃ حسن مالم یجھد الرجل نفسہ۔ اس نصِ امام سے صاف ثابت ہو گیا کہ کمالِ جہر میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے جبکہ اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالے۔ اور لاؤڈ سپیکر کی صورت میں مشقت قطعاً نہیں ہوتی تو جواز ثابت ہو گیا۔ اور اسی طرح کتبِ معتمدہ فقہیہ میں بھی ہے۔

فتح القدیر ص۲۸۳ جلد ا، تبیین الحقائق زیلعی ص۱۲۷ جلد ا، ہندیہ ص۳۷ میں ہے ولا یجھد نفسہ فی الجھر اقول و مفہومہ متقارب ما مر عن محرر المذہب۔ شامی علیہ الرحمۃ ص۴۹۷ جلد ا میں ناقل کہ وفی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ قہستانی، مجمع الانہر ص۱۰۳ جلد ا میں ہے الاولی ان لا یجھد نفسہ بالجھر۔ پھر صلواتِ جہریہ میں منفرد کے لئے فرمایا کہ جہر کرے تو زیادہ نہ کرے۔ درالمختار تصریحاً، ردالمحتار تقریباً ص۴۹۸ جلد ا، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۴ جلد ا، مراقی الفلاح ص۱۵۱ میں یکتفی بادناہ۔ عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ میں ہے لا یجھر ھھنا کل الجھر حالانکہ مفہومِ مخالف کتب و روایات میں یقیناً معتبر ہے کما فی الدر والشامی فی شرحہ والثلثین والفتح وغیرہ تو ثابت ہوا کہ امام زیادہ جہر کرے۔ چنانچہ تبیین الحقائق ص۱۲۷ ج ا۔ ہندیہ ص۳۷ ج ا میں ہے لا یبالغ فی الجھر کالامام۔

بہرحال امس و شمس کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ امام کا یوں بلند پڑھنا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرونِ مسجد سنا جائے، جائز و روا ہے۔ جو ناجائز بتائے اس پر لازم کہ ان مضبوط دلائل کے مقابل دلائل دکھائے صرف کسی ایک یا دو متاخرین کا "قد اساء" کہہ دینا یا اپنے طور پر جو معنٰی نظر آیا اس کی بنا پر ناجائز کہہ دینا کافی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ (۱۰ ذی القعدۃ المبارکۃ ۱۳۷۷ھ)

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر میں جماعت کرانا منع ہے یا کہ جائز ہے؟ مفصل جواب بحوالہ کتب برائے مہربانی دیا جائے۔ عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

السائل: فقیر محمد انور متعلم مدرسہ اسلامیہ عربیہ کوٹ رادھاکشن ضلع لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

امام کے پاس لاؤڈ سپیکر کا رکھا جانا کہ اس کے ذریعہ دور والے مقتدی انتقالاتِ امام سے مطلع ہو کر متابعتِ امام کر سکیں، مباح ہے۔ شرعاً اس کی حرمت کسی آیت، حدیث، اجماعِ امت، قیاسِ ائمہ مجتہدین سے قطعاً ثابت نہیں تو ناجائز وحرام ومفسدِ نماز کیونکر بنے گا۔ بعض علمائے کرام جو اس قسم کے فتوے صادر فرماتے ہیں، ان کا تفصیلی جواب مع وضاحتِ اباحت وجواز میرے رسالہ مطبوعہ "مکبر الصوت" میں دیکھیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ

الاستفتاء

حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب مدظلہ مدرسہ عربیہ فریدیہ بصیر پور

Marfat.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ اگر کسی جماعت میں نمازِ عید یا جمعہ وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر اس طرح استعمال کیا جاتا ہو کہ نماز میں مکبرین کا انتظام مکمل ہو کہ وہ بھی نماز میں تکبیرات کہتے رہیں اور لاؤڈ سپیکر بھی چالو رہے تو اس صورت میں استعمالِ لاؤڈ سپیکر جائز ہے یا نہ ؟ اور اس صورت میں نماز ہو جاوے گی یا سرے سے نماز نہ ہو گی ؟ جہاں جہاں نمازوں میں استعمالِ لاؤڈ سپیکر بھی ہوتا ہے اور مکبرین کا انتظام بھی مکمل ہوتا ہے ، ان مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہے ، اب وہ نمازیں ہو گئیں یا پھر قضاء کریں ؟ بینوا توجروا ۔ مہر ثبت فرمادی جاوے ۔

مستفتی :- نیاز مند فقیر محمد نواز اویسی مہتمم دار العلوم جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان بہاول پور ڈویژن مغربی پاکستان (۵۸-۹-۷)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

دورانِ نماز میں پہلے سے چالو کئے ہوئے لاؤڈ سپیکر کا چالو رہنا اور اس کے ذریعہ بھی تکبیراتِ انتقالات کا سنا جانا ، ناجائز نہیں اور نہ ہی مفسدِ نماز ہے ، تو ان اہالیانِ اسلام کی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں تو قضاء کی ضرورت نہیں بلکہ اگر سرے سے مکبرین کا انتظام ہی نہ ہو اور دور کے مقتدی صرف لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہی تکبیراتِ امام سن کر انتقالات کر رہے ہوں تب بھی سب کی نمازیں جائز ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرعِ مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیلِ شرعی ناطق ، وہی تو ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح ہیں ، تو جو شخص کسی چیز کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے ۔ اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیلِ شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے ۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ شامی صفحہ ۴۰۲ جلد ۵ میں امام عارف باللّٰہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ السامی سے ناقل مقرر لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰہ تعالٰی باثبات الحرمۃ او الکراھۃ اللذین لابد لھما من دلیل /

Marfat.com

بل فی الاباحۃ التی ھی الاصل۔

امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامۃ القیامۃ ص ۲۵ میں حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کے رسالہ "اقتدار بالمخالف" سے اسی اصل کی بنا پر بالخصوص جزئیہ جواز نماز ناقل و مقرر ہیں کہ من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ ھو الصحۃ واما القول بالفساد او الکراھۃ فیحتاج الی حجۃ من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی رسالہ ص ۲۶ میں دلائل قاہرہ سے اثبات اباحت اصلیہ کے بعد فرماتے ہیں اور اس کے سوا بہت آیات واحادیث سے یہ مطلب ثابت اور اکابر ائمہ سلف وخلف کے کلام میں اسکی تصریح موجود، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتوائے مصدقہ مہری وتخطی میں ہے " او مدہوش بے عقل خدا ورسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور ناجائز کہنا اور بات، یہ تو بتاؤ کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا ورسول نے ناجائز کہاں کہا ہے؟ الخ ملخصاً " پس مجلس میلاد وقیام وغیرہا بہت امور متنازع فیہا کے جواز پر ہمیں کوئی دلیل قائم کرنے کی حاجت نہیں، شرع سے ممانعت نہ ثابت ہونا ہی ہمارے لئے دلیل ہے، تو ہم سے سند مانگنا سخت نادانی اور بحکم مجتہد بہادر عقل وہوش سے جدائی ہے۔ ہاں تم جو ناجائز وممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا ورسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟ اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز ثبوت نہ دے سکوگے تو اقرار کرو کہ تم نے شرع مطہر پر افترا کیا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ سبحان اللہ! الٹا سند کا مطالبہ ہم سے؟ (اقامۃ القیامۃ ص ۲۶)

جو حضرات ناجائز اور مفسد نماز فرماتے ہیں انہیں چاہئے کہ امام اہل السنت والجماعت کے ان شاہانہ کلمات کو ٹھنڈے دل سے سنیں اور غور فرمائیں کہ کیا کر رہے ہیں، کیا یہ کلمات قاعدۂ کلیہ کے رنگ میں ہیں یا صرف رد وہابیہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں؟ ان حضرات نے آج تک کوئی ایسی دلیل قائم نہیں فرمائی جس سے حرمت یا فساد نماز ثابت کیا جاسکے؟ کبھی لاؤڈ سپیکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ آواز امام نہیں تو اقتدار من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی حالانکہ لاؤڈ سپیکر پر من لم یدخل سرے سے صادق ہی نہیں اور نہ ہی یہ من لم یدخل والا جزئیہ ہمارے ائمہ کرام سے ثابت اور نہ ہی شامی اسے برقرار رکھتے ہیں بلکہ رد المحتار میں اشارۃً اور ثلاثین میں صراحۃً رد فرماتے ہیں تو اس سے استدلال

Marfat.com

کیونکر روا ہے؟ اور کبھی کریمہ ولا تجهر بصلوٰتك ولا تخافت بها الاٰية سے استدلال کرتے ہیں جو اس پر مبنی کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ امام کی آواز ہے، تو یہ پہلے استدلال کے متناقض ہے۔ پھر اس آیتِ پاک کا وہ معنی جس کی بنا پر استدلال فرماتے ہیں، منسوخ ہے کما صرح به في تفسير الطبري وابن الكثير والدر المنثور بكلمات متقاربة والنظم للطبري فلما هاجر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى المدينة سقط هذا كله يفعل الاٰن اى ذٰلك شاء وفى الصاوى ايضًا۔ اور منسوخ قابلِ استدلال نہیں۔ پھر طرفہ یہ کہ "لا تجهر" ہی دیکھتے ہیں اور لاؤڈ سپیکر کی صورت میں شدتِ جہر کی بنا پر فساد کا حکم لگا دیتے ہیں اور "لا تخافت" پر نظر ہی نہیں کرتے کہ اس معنی کی بنا پر ظہر و عصر میں بھی وابتغ بين ذٰلك کا وہی حکم ہوگا۔ اور چونکہ وہ درمیانی آواز سے ادا نہیں کی جاتیں تو ان حضرات پر لازم کہ ان کے فساد کا بھی حکم دیں یا فارق، ایسی دلیل سے دکھائیں کہ جو نسخ یا تخصیص کر سکے ورنہ تعملون ببعض الكتاب بل ببعض الاٰية ولا تعملون ببعض کا مصداق نہ بنیں۔

تعجب ہے کہ حنفی ہو کر اپنے مشائخِ عظام کی تصریحاتِ جلیلہ نہیں سنتے جو معنی آیت کی وضاحت ہیں اور ان کے استدلال کو ہباءً منثورًا بنا رہی ہیں۔ مبسوطِ امام سرخسی ص۱۷ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد۱، بحر الرائق عن الکافی ص۳۳۵ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں یہ کلماتِ متقاربہ ہے والنظم من البحر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقراٰن فى الصلوات كلها فى الابتداء وكان المشركون يؤذونه ويسبون من انزل ومن انزل اليه فانزل الله تعالىٰ ولا تجهر بصلوٰتك ولا تخافت بها اى لا تجهر بصلوٰتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذٰلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار الخ

اور اسی کی تائید فتح القدیر ص۲۸۶ جلد۱، عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ جلد۱، بدائع صنائع ص۱۶۱

Marfat.com

جلد۱ ، درالمختار تصریحاً ، شامی تقریباً ص۴۹۷، ۴۹۸ جلد۱ میں ہے والنظم من الفتح انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یجہر فی الصلوات کلہا فشرع الکفار الخ فالآیۃ فی تعیین الصلوٰۃ الجہریۃ وغیر الجہریۃ اور بکثرت تفاسیر میں بھی اس معنی کی تصریح موجود ہے منہا الکبیر والمدارک واحکام القرآن للرازی وتفسیر ابی السعود والبیضاوی والطبری والنیشاپوری وغیرہا ۔ اور اسی بنا پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور مطلق جہر ومخافتت کا ذکر فرماتے ہیں اور متون وشروح فتاوی وحواشی میں تصریحاتِ جلیلہ نہایت بلند آواز سے منادیٔ وجوب وجواز کر رہی ہیں حالانکہ مطلق اپنے اطلاق سے جہرِ کامل کو بھی شامل ہے . تو بفضلہ وکرمہٖ تعالےٰ اسی آیتِ پاک اور تصریحاتِ ائمہ کرام سے جہرِ شدید کا جواز بھی ثابت ہوگیا اور تصریحاتِ احادیث سے بھی ایسا جہرِ شدید جو مسجد سے باہر بھی سنا جائے ، صاف صاف ثابت ہے . محررِ مذہب مہذب حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے موطا ص۸۱ میں حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے جہر کی حدیث ذکر کرکے فرمایا کہ جہریہ نماز میں اس قدر قرأت کا بلند کرنا کہ پڑھنے والا مشقت میں نہ پڑے اچھا ہے و نصہ قال محمد الجہر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ فیما یجہر فیہ بالقراءۃ حسن ما لم یجہد الرجل نفسہ . فتح القدیر ص۲۸۳ جلد۱ ، تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد۱ ، ہندیہ ص۳۷ جلد۱ میں ہے ولا یجہد نفسہ فی الجہر مجمع الانہر ص۱۰۳ جلد۱ میں ہے الاولیٰ ان لا یجہد نفسہ بالجہر ، شامی ص۴۹۷ جلد۱ میں ہے وفی النہر عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ

عہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں" عموم واطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے آج تک علماء میں شائع وذائع ہے یعنی جب ایک بات کو شرع نے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح وہ بات واقع ہوگی ، ہمیشہ محمود رہے گی (الیٰ ان قال) غرض جس مطلق کی خوبی معلوم ، اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی مطلق کی تو ہیں جس کی بھلائی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا محتاجِ دلیل ہے . مسلم الثبوت میں ہے الخ (اقامۃ القیامۃ ص۲۹)۱۲ منہ غفرلہٗ ، سہ المخرجۃ فی البخاری ومسلم وغیرہما ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

فهو افضل الا اذا اجهد نفسه او اذى غيره۔

منفرد کے متعلق عنایہ علی الہدایہ ص۲۸۳ جلد۱ میں ہے لا یجہر ھھنا کل الجہر تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد۱، ہندیہ ص۳۷ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے لا یبالغ فی الجہر کالامام۔ اس حکم منفرد سے کمالِ جہر امام صراحۃً ثابت ہو رہا ہے۔ بہرحال امس و شمس کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ امام کا یوں بلند پڑھنا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرونِ مسجد سنا جائے بلاشک و شبہ و گنجائشِ ریب جائز و روا ہے، جو ناجائز و ناروا بتائے اس پر لازم کہ ایسے مضبوط دلائل دکھائے جن سے ہدایاتِ کتاب و سنت اور تصریحات ائمہ و علمائے امت کا جواب ہو سکے، اور یہ کافی نہیں کہ کسی متأخر کا انفرادی طور پر "قد اساء" کہنا دلیل بناتے اور مبنائے حرمت و فساد بتائے تو چونکہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں امام مشقت میں نہیں پڑتا اور معتدل آواز سے پڑھتا ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہوا۔ پھر لاؤڈ سپیکر کے سبب آواز کا اور بلند ہو جانا اور بیرونِ مسجد سنا جانا تو وہ یونہی ہے جیسے گنبد دار مساجد میں پڑھنے سے آواز بلند ہو کر باہر سنائی دیتی ہے بلکہ گنبد کی صورت میں گونج کا غلبہ ہوتا ہے اور لاؤڈ سپیکر سے صاف سنا جاتا ہے۔ اور جب گنبد دار مساجد میں جہریہ نمازوں کا باجماعت ادا کرنا قرونِ اولیٰ سے آج تک بلا نکیرِ منکر مروج آ رہا ہے اور معمول و متعامل اہالیانِ اسلام ہے تو لاؤڈ سپیکر کا جواز بطریقِ اولیٰ ثابت ہوا کہ اس سے نسبۃً صاف سنا جاتا ہے۔

اور کبھی وہ حضرات فرماتے ہیں کہ آوازِ لاؤڈ سپیکر صدا ہے اور صدا سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اقتدا بھی جائز نہ ہوگی، حالانکہ یہ قیاس بھی صحیح نہیں۔ ناظرِ کتبِ فقہیہ پر اظہر من الشمس کہ محدث و جنب، حائض و نفساء، مجنون و صبی، نائم و سکران بلکہ کافر تک بھی آیتِ سجدہ پڑھے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور مقتدی کے پڑھنے سے واجب بلکہ جائز بھی نہیں ہوتا حالانکہ مکبر مقتدی ہی ہوتا ہے اور ماسوائے صبی مکبر بلکہ مقتدی بھی نہیں بن سکتے، تو معلوم ہوا کہ وجوب سجدۂ تلاوت وجوداً اور عدماً کسی صورت میں بھی معیارِ جوازِ اقتدار نہیں۔ اور اگر بالفرض معیار مانا بھی جائے تو پھر بھی نفیِ وجوب نفیِ جواز نہیں، کہ وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاعِ خاص مستلزمِ ارتفاعِ عام نہیں، بلکہ بحکمِ "مفهوم الكتب حجة" سجدۂ تلاوت کا

عــہ ثمانیہ شامی ص۱۱۷ جلد۱، شامی ص۱۰۲ جلد۱ میں ہے و النظم من الرسائل مفاهيم الكتب حجة۔ شامی ص۵۰ جلد۳ میں ہے مفهوم التصنيف حجة ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

جواز اسی نفی وجوب سے ثابت ہو رہا ہے تو حسب الغرض لاؤڈ سپیکر کی صورت میں بھی جواز ماننا پڑے گا۔ پھر یہ جزئیہ سجدہ تلاوت بظاہر محض تخریج مشائخ ہی سے ہے اور اس کا مبنیٰ یہ کہ صدا مغائر صوتِ اول یا شبیہ بالمغائر ہے حالانکہ عند التحقیق صوتِ اول کے مغائر نہیں بلکہ متحد بالاتحاد النوعی ہے اور یہی اتحاد صوت شرعاً و عرفاً معتبر ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ " الکشف شافیا حکم فونوجرافیا " سے مولٰنا حشمت علی خان صاحب ناقل " وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخصِ اول کہ مثلاً ہوا سے دہنِ متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا۔ اس کی کاپیاں ہی پہنچی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں۔ اس کو آواز کا سننا کہا جاتا ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں " صدا " کہتے ہیں " (رضوان ۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء ص۳ کالم ۳)۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا " صدا " کے متعلق " خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے " فرمانا کتنی روشن اور صاف تصریح ہے کہ صدا صوتِ اول ہی ہے۔ اور جب ان حضرات کے نزدیک لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز صدا ہے تو بحکم امام اہل السنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوتِ امام کے مغائر نہ ہوئی بلکہ متحد ہی رہی تو نماز کیوں نہ ہوئی! وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام فمن شاء تفصیلاً ما فلینظر رسالتی مکبر الصوت والفتاویٰ النوریہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

عـــہ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صرح جو سجدہ کی توجیہ اسی رسالہ الکشف شافیا " میں بیان فرمائی ہے ۱۲ غفرلہ عـــہ وذا ظاھر جدا من مطالعۃ دلائل الفریقین من الموافق نصر الشرع ۱۲ منہ غفرلہ۔

الاستفتاءات

ماہنامہ "نوری کرن" بریلی برائے ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء مطابق ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ھ کے صفحہ ۱۴ پر بارہ ۱۲ سوالات شائع کئے گئے ادارہ نوری کرن کی طرف سے ، اور یہ لکھا کہ جملہ علمائے اہلِ سنت سے گزارش ہے کہ ان بارہ سوالات کے مدلل جواب تحریر فرما کر مسلمانانِ اہلِ سنت کو مستفیض فرمائیں۔ (یہاں وہ سوالات مع جوابات دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور درج کئے جاتے ہیں)

الاستفتاء نمبر ۱

گنبد کی آواز بعینہٖ آوازِ متکلم ہے یا متکلم کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جواب میں امام اہل سنت والجماعت مجددِ دین وملت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحقیق بھرے پیارے پیارے نورانی کلمات ہی کافی ووافی ہیں۔ الکشف شافیا ص۳۱ میں فرمایا " گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے "صدا" کہتے ہیں"

ان کلماتِ طیبہ کے ناقل شیر بیشۂ اہلِ سنت حضرت مولانا ابوالفتح حشمت علی خان صاحب علیہ الرحمۃ ہیں جو ان کے فتوائے مندرجۂ ہفت روزہ " رضوان " لاہور ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء ص۵ کالم ۳ میں ، اور یونہی ماہ نامہ نوری کرن بریلی جون ۶۰ء کے ص۳۶ کالم ۲ میں حضرت حامیٔ سنت مولانا مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب مدظلہم کے فتوائے مبارکہ میں بھی منقول ہیں۔ اور ص۳۷ نوری کرن کالم ۲ میں اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ نصِ صریح بھی

Marfat.com

نقل فرمائی کہ " بہرحال کچھ بھی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آوازِ متکلم ہے ۔"

الاستفتاء نمبر ۲

گنبد کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز کو فقہ کی کتابوں میں فاسد و باطل بتایا ہے یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

کسی کتابِ فقہی میں بھی جستجوئے بلیغ کے باوجود یہ نہیں ملا کہ ایسے نمازیوں کی نمازیں فاسد و باطل ہیں اور یوں ملے بھی کیوں ! جبکہ فقہائے کرام کے اجماعِ عملی و سکوتی سے صراحۃً جواز ثابت ہے۔ گنبددار مساجد کا رواج قدیم ایام سے آرہا ہے اور مشائخِ عظام کے اکثر اوقات مسجد ہی میں بسر ہوتے ، اور مساجد میں ہی نمازیں با جماعت ادا کرنے تھے تو اگر گنبد سے سنی گئی آواز پر رکوع و سجود کرنا مفسد ہوتا تو گنبد دار مساجد کی تعمیر ناجائز قرار دیتے اور واضح فرما دیتے کہ ایسی مسجدوں میں امامت ناجائز و سببِ فسادِ نماز ہے مگر ایسا کوئی فتوٰے ہرگز ہرگز نہیں ملتا ، بلکہ اس کے برعکس تعامل و توارث کی پُر زور صدائیں صاف صاف بتارہی ہیں کہ امامت بلاشبہ جائز اور نمازیں صحیح ہیں ، بلکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجدِ اقصیٰ میں صحابہ کرام کو فتح بیت المقدس کیوقت نماز پڑھائی بلکہ شہنشاہِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شبِ اسرار تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اسی مسجد میں نماز پڑھائی حالانکہ گنبد دار ہے۔ اور یہ بھی واضح کہ حدوثِ صدا صرف گنبد ہی میں بند نہیں بلکہ مسقف مکانوں ، جنگلوں ، میدانوں میں ، اور رو گِرد دیواروں

ـــہ الحمد للہ اس تحریر کے بعد رسالہ مبارکہ الکشف شافیا طبع ہوا اس کے ص۳ پر یہ عبارت ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

اور پہاڑوں کے پاس بھی پیدا ہوا کرتی ہے کما فی المواقف و شرحها وغیرہ۔ اور یہ بھی نہاں نہیں کہ حضور پرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین غزوات و حج وعمرہ کی مبارک تقریبات میں ہزارہا حاضرین کو میدانوں اور پہاڑوں میں بلند آواز سے نمازیں پڑھاتے رہے حالانکہ کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو حکم فساد دے حالانکہ اگر کوئی حدیث ہوتی تو ضرور مشہور ہوجاتی کہ مورِ عموم بلوٰی میں کسی حدیث کا بطورِ خبرِ واحد ہی پایا جانا انقطاعِ معنوی کی دلیل ہے کما نصوا علیہ فی اسفارھم اور جب ایسی کوئی حدیث بھی نہیں ملتی تو امس وشمس کی طرح نمایاں ہوا کہ ایسی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں بلکہ یہ بھی واضح ہوا کہ مواضعِ حدوثِ صدا میں امامت واداۓ نماز باجماعت سنت سے ثابت ہے فللہ الحمد و المنۃ علی الاٰلاء المتوالیۃ۔ اور امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہ تصریح تو سن ہی چکے کہ " آواز وہی آوازِ متکلم ہے۔"

الاستفتاء نمبر ۳

لاؤڈ سپیکر پر رکوع وسجود کرنے والے نمازیوں کی نماز ہوگی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

امام صحیح الصلوٰۃ کے ایسے مقتدی جو امام کے انتقالات پر بذریعہ سپیکر مطلع ہو کر امام ہی کی متابعت کرتے ہوئے نماز ادا کریں تو ان کی نمازیں یقیناً صحیح ہیں کہ لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی تو آواز ہے جو قوتِ برقیہ سے قوی ہو جاتی ہے۔ رہا بعض حضرات کا "صدا" کہنا تو وہ ان کا اپنا نظریہ ہے جو مغیر نہیں بنا سکتا خصوصاً جب کہ یہ محقق ہو چکا کہ صدا بھی تو آوازِ اول ہی ہے کما نقلہ الفاضلان المذکوران عن امام اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

توجوازِ نماز میں کیا شبہ ؟ بلکہ اگر بالفرض غیر آوازِ امام ہو تب بھی نمازیں صحیح ہیں کہ سپیکر بے چارہ خود تو ناطق نہیں ، اس سے سنی گئی آواز علیٰ حِدہٖ یا غیر انا صر ور متیقن کہ آوازِ امام سے ہی پیدا ہوتی ہے بنائً علیہ انتقالات امام کی یقینی دلیل ہے لہذا امام سے دور مقتدی اس کے ذریعہ انتقالاتِ امام کا یقینی علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ امام یا مبلغ کی آواز سننا شرائطِ اقتدار سے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ انتقالاتِ امام کا مطلق علم ہی شرط ہے۔ درالمختار صفحہ ۵۱۵ ، شامی صفحہ ۵۱۴ جلد ۱ میں ہے و النظم من السدد و علمہ بانتقالات۔ اور یہ بھی مصرح کہ یہ علم کسی سماع یا کسی رویت سے حاصل ہو کہ اشتباہ نہ رہے تو امام و مقتدی کے درمیان کسی دیوار وغیرہ حائل کی صورت میں بھی اقتدا صحیح ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خان صفحہ ۲۵ ، خلاصۃ الفتاوے صفحہ ۱۵۰ جلد ۱ ، غنیۃ المستملی صفحہ ۴۸۸ ، صغیری صفحہ ۲۶۷ ، نور الایضاح اور مراقی الفلاح صفحہ ۱۷۵ ، درالمختار صفحہ ۵۴۸ جلد ۱ ، شامی صفحہ ۵۱۵ جلد ۱ ، صفحہ ۵۴۹ جلد ۱ ، منحۃ الخالق صفحہ ۳۶۳ جلد ۱ ، فتاوٰے سراجیہ صفحہ ۱۶ ، فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۴۶ جلد ۱ ، حموی شرح الاشباہ صفحہ ۱۹۷ ، غنیہ ذوی الاحکام علٰے ہامش درر الحکام ص ۹۲ جلد ۱ و النظم لفقیہ النفس و لا یشتبہ حال الامام بسماع او رؤیۃ صح الاقتداء فی قولہم۔

فقہائے کرام نے صراحۃً یہ بھی فرمایا کہ پنجرے جیسی چھوٹی جالی یا ناک کے نتھنے جیسے چھوٹے سوراخ سے مقتدی انتقالاتِ امام کا مشاہدہ سماع یا رؤیت وغیرہ سے حاصل کر رہا ہو تو اقتدا صحیح ہے۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرحِ حموی میں ہے و ان کان علیہ باب مسدود علیہ نقب صغیر مثل النجرۃ۔ فتاوٰے سراجیہ میں فرمایا و لو کان النقب صغیرا کنقب المنخرۃ۔ بدائع صنائع صفحہ ۱۴۵ جلد ۱ میں ہے و ان کان فیہ ثقب لا یمنع مشاہدۃ حال الامام لا یمنع بالاجماع۔ اور جب کہ سپیکر کے ذریعہ مقتدی انتقالاتِ امام کا یقینی علم بلا اشتباہ حاصل کر لیتے ہیں اور دیوار وغیرہ کوئی بڑا حائل بھی نہیں ہوتا تو نماز بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی (اس کا میکروفون پنجرے کی طرح جالی دار ہوتا ہے جس میں برقی قوت آواز جمع کرتی ہوئی چھوٹے سے سوراخ سے نکال کر بذریعہ تار سپیکر کے چھوٹے سوراخ سے داخلِ سپیکر کرتے ہوئے نشر کر دیتی ہے)

Marfat.com

رہی شامی کی قید من الامام او المکبر تو وہ قطعاً مضر نہیں کہ یہ سماع اسی آواز کا ہی سماع ہے جس کی ابتداء امام سے ہے کہ مِنْ ابتدائیہ ابتداء بلاواسطہ کا اقتضاء نہیں کرتا۔ قرآنِ کریم میں ہے ھو الذی خلقکم من تراب۔ الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ تو جس طرح کئی واسطوں کے باوجود "من تراب" اور "من نفس واحدۃ" صادق آرہا ہے اسی طرح سپیکر کے واسطہ کی صورت میں "سماع من الامام" بھی صادق آرہا ہے نیز قرآنِ کریم نے "دعوۃ الی المحشر" بواسطۂ صور سن کر آنے والوں کو داعی کے متبع بتایا ہے نہ متبعینِ صور۔ فرمایا یتبعون الداعی لاعوج لہ، تو معلوم ہوا کہ واسطہ غیر مختار کی صورت میں اتباع اسی کی ہوتی ہے جو اصل آواز کنندہ ہے تو یہاں بھی امام ہی کی اتباع بنے گی نہ کہ سپیکر کی، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ نمازیں قطعاً صحیح ہیں اور فاسد و باطل نہیں کہ فساد و بطلان تو کسی شرط یا رکن کے فقدان پر ہی مرتب ہوتا ہے کما فی الغنیۃ ص۲۱۲ و الشامی ص۵۲۲ جلد۱، الفساد والبطلان فی العبادات سواء لان المراد بھما خروج العبادۃ عن کونھا عبادۃ بسبب فوات بعض الفرائض الخ بلکہ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ آفتاب سے بھی واضح ہو چکا کہ مواضع حدوثِ صدا میں امامت و اقتداء احادیث مرفوعہ و موقوفہ سے ثابت ہے حالانکہ جس مکان میں لاؤڈ سپیکر نصب ہو وہ بھی موضع حدوثِ صدا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اقتداء روا اور نمازیں جائز ہیں۔

الاستفتاء نمبر۴

لاؤڈ سپیکر مبلغ کے قائم مقام ہے اور جو مبلغِ نماز سے خارج ہو اس کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوتی ہے اس لئے لاؤڈ سپیکر پر رکوع اور سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہونی چاہئے کیونکہ ان دونوں میں کوئی وجہ فرق نہیں ورنہ وجہِ فرق بتائی جائے؟

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

لاؤڈ سپیکر جو خود صامت اور صوتِ امام کا مکبر ہے۔ ایسے مقتدی اور مبلغ کے قطعاً
قائم مقام نہیں ہو سکتا جو خود ناطق ہے تو اس سے سنی گئی آوازِ امام پہ رکوع و سجود کرنے والے
مقتدیوں کی نمازیں فاسد نہیں ہوں گی۔ اور سائل کا یہ دعوےٰ کہ مبلغ خارج عن الصلوٰۃ کی آواز پہ
رکوع و سجود کرنا مفسدِ نماز ہے، ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ حضرتِ رب العالمین جل و علا نے فرمایا فبشر
عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولٰئك
الذین هداهم الله واولٰئك هم اولوا الالباب۔ اس
قول میں اقوالِ متعلقۂ نماز بھی داخل ہیں۔ علماء فرماتے ہیں العبرة لعموم الالفاظ
وهو صحیح السراجی فی الکبیر۔ نیز فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک مسلم عادل کی خبر
دیانات (جن میں نماز بھی یقیناً ہے) میں قبول کی جائے۔ ہندیہ ص۸۶ جلد۴ میں ہے خبر
الواحد یقبل فی الدیانات کالحل والحرمة والطهارة
والنجاسة اذا کان مسلما عادلا ذکرا او انثی الخ مبسوط ص۱۶۳
جلد۱۰ میں ہے وفی الدیانات الخبر ملزم بلکہ صراحۃً احادیثِ صحیحۂ صحیحین وغیرہما کا یہی
ارشاد ہے کہ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ غیر تلقن کرتے ہوئے تکمیلِ نماز حقیقۃً تکمیل ہی
ہے اور افساد قطعاً نہیں، تحویلِ قبلہ کے وقت مسجد قبا میں نماز با جماعت ادا کرنے والوں کو ایک صاحب
نے تحویلِ قبلہ کی خبر دی تو وہ عینِ نماز میں ہی بیت المقدس سے پھر کر کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو گئے۔
ہدایہ ص۸۲ جلد۱ میں فرمایا واستحسنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم
نیز حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دستِ اقدس کے اشارے سے "اتموا صلوٰتکم"
کا حکم دیا حالانکہ حضور اس وقت نماز سے خارج تھے اور صحابہ کرام صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتداء

Marfat.com

میں نماز پڑھتے ہوئے زیارتِ حضور سے مست ہو کر نماز سے نکلنے لگے تھے تو اس اشارہ مبارکہ سے تکمیلِ نماز ہوئی۔ رواہ البخاری ص۹۴ جلد ا و مسلم ص۱۷۹ جلد ا عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

علامہ عینی نے اس کی شرح ص۱۸۱ جلد ۲ میں فرمایا ان الایماء یقوم مقام النطق۔ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امام مسافر مقیموں کو نماز پڑھائے تو بعد از سلام کہہ دے اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر۔ ہدایہ ص۱۴۷ جلد ا وغیرہا میں ہے و یستحب للامام اذا سلم ان یقول اتموا صلوٰتکم فانا قوم سفر لانہ علیہ السلام قالہ حین صلی باھل مکۃ وھو مسافر۔ حالانکہ بعد از سلام امام نماز سے یقیناً خارج ہوتا ہے اور مقتدی اپنی نمازیں الگ الگ پوری کرتے ہیں۔ بدائع ص۱۰۳ جلد ا وغیرہا میں ہے یجب علیہم الانفراد تو اگر یہ اتموا صلوٰتکم کہنا مفید نہیں بلکہ مفسد بن سکتا ہے تو کیوں کہا جاتا ہے کیا امام خارج من الصلوٰۃ کے کہنے سے متنبہ ہو کر قیام و رکوع و سجود کرنے والے مقیم نمازیوں کی نمازیں پوری ہو جائیں گی یا برباد؟ تو ماہ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ مبلغ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت پر رکوع و سجود وغیرہ افعالِ نماز ادا کرنے، جبکہ وہ مسلم عادل ہو، مفسدِ نماز نہیں اور نہ ہی تلقن ہے کما سیأتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا علامہ رافعی تحریر المختار لرد المحتار ص۸۵ جلد ا میں فرماتے ہیں اذا اعتمد علی خبر المبلغ الذی لم یدخل فی الصلوٰۃ یکون قد اعتمد علی خبر العدل فی امر دینی وھو مما یصح العمل بخبرہ فی الدیانات۔

بفضلہٖ وکرمہٖ تعالیٰ اس وشمس کی طرح واضح ہوا کہ مانعینِ جواز کا مایہ ناز تمام نہاد جزئیہ اقتداء من لم یدخل فی الصلوٰۃ باطل ہے لہٰذا شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ رد المحتار میں ذکر کر کے اپنے رسالہ کیطرف متوجہ کیا اور " ہذا " کے ساتھ تنبیہ بھی فرمادی حالانکہ اس رسالہ میں صاف رد فرما دیا (مجموعہ رسائل کے ص۱۴۵ جلد ا میں) والتفصیل فی مکبر الصوت۔

Marfat.com

اور جب یہ ثابت ہوا کہ لاؤڈ سپیکر قائم مقام مبلغ نہیں، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ مبلغ خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ کلیۃً مفسد نہیں تو وجہِ فرق بتانے کی ضرورت ہی نہ رہی مگر امتثالاً للامر مثالاً اتنا معروض کہ سپیکر صامت و غیر مختار ہے، اس سے سنی گئی آواز انتقالاتِ امام پر ایسی دلالت کرتی ہے جو غلطی میں نہیں ڈالتی۔ اور مبلغ جو خود ناطق و مختار ہے فاسق ہو تو بے وقت بول کر غلطی میں ڈال سکتا ہے یا دیدہ و دانستہ غلط ادا سے یا بلا وجہ اعراض عن الجماعت کے ارتکاب سے فاسق بھی بن سکتا ہے تو اس کی دلالت قابلِ اعتبار نہیں رہتی۔

الاستفتاء نمبر ۵

جب کہ خارج سے تلقین نماز کو فاسد کر دیتی ہے تو پھر لاؤڈ سپیکر کی تلقین پر رکوع و سجود کرنے سے نماز فاسد ہو گی یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

صرف خارج ہی سے نہیں بلکہ اپنے امام یا اپنے جیسے مقتدی کی تلقین سے بھی تلقن مفسدِ نماز ہے کما صرحوا بہ متونا و شروحا و فتاوی و حواشی۔ شامی ص ۵۸۱ جلد ا میں ہے (قولہ وکذا الاخذ) ای اخذ المصلی غیر الامام بفتح من فتح علیہ مفسد ایضا کما فی البحر عن الخلاصۃ تو اگر خارج من الصلوٰۃ یا لاؤڈ سپیکر سے تکبیراتِ انتقالیہ سن کر رکوع و سجود کرنا بقولِ سائل خارج و سپیکر سے تلقن ہے تو لازم کہ مبلغ داخلِ صلوٰۃ یا امام کی تکبیراتِ انتقالیہ براہِ راست سن کر رکوع و سجود کرنا بھی تلقن بنے اور نماز بھی فاسد ہو کما مر، اور یونہی یہ بھی لازم کہ امام و مبلغ کا بلند آواز سے تکبیرات سنانا تلقین بنے اور

Marfat.com

ان کی نمازیں بھی فاسد ہوجائیں اور خارج من الصلوٰۃ بن جائیں۔ زیلعی ص۱۵۶ جلد۱ وغیرہا میں ہے وقوله على غير امامه يشمل فتح المقتدى على المقتدى وعلى غير المصلى وعلى المصلى وحده وفتح الامام والمنفرد على اى شخص كان وكل ذلك مفسد۔ حالانکہ یہ دونوں لازم باطل تو ملزوم یعنی (خارج و سپیکر سے تکبیراتِ انتقالیہ سن کر رکوع و سجود کرنے کو تلقن کہنا) بھی باطل ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ سپیکر سے سن کر رکوع و سجود کرنا قطعاً تلقن نہیں۔ تلقنِ مفسد کا صدق تو اس پر موقوف کہ نمازی نماز کے اندر اپنے مقتدی کے علاوہ کسی اور سے سن کر کوئی ایسا لفظ بول دے جو اسے اپنے آپ یاد نہ آیا ہو۔ فتح القدیر ص۳۵۱ جلد۱ میں ہے المفسد التلقن المقترن بقول ما تلقنه۔ بحر الرائق ص۱۴۱ جلد۲ میں ہے ان الفساد انما يتعلق فى مثله بالقراءة۔ عنایہ ص۳۵۱ جلد۱ میں ہے كالتلقن من غيره فى تحصيل ما ليس بحاصل عنده شامی ص۵۸۲ جلد۱ میں ہے وان حصل بتذكره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا۔ اور جب صورتِ زیرِ بحث میں نمازی کوئی ایسا لفظ جو اسے یاد نہ ہو سپیکر سے سن کر بولتا نہیں تو تلقن کیسے بنا؟ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ سپیکر سے سن کر رکوع و سجود کرنا مفسدِ نماز قطعاً نہیں۔

تنبیہ خادمینِ کلماتِ فقہیہ پر یہ پنہاں نہیں کہ تلقین و تلقن، فتح و اخذ، تعلیم و تعلم کلماتِ متقاربہ ہیں۔ ہدایہ ص۱۱۶ جلد۱ میں ہے ومعناه ان يفتح المصلى على غير امامه لانه تعليم وتعلم۔ نیز اسی میں ہے وتفسد صلوٰة الامام لو اخذ بقوله لوجود التلقين والتلقن۔

تنبیہ امام و مبلغ کا جہر بالتکبیرات اعلامِ انتقالات کے لئے ہوتا ہے جسے سن کر مقتدی علمِ انتقالات حاصل کر لیتے ہیں جو صورتِ زیرِ بحث میں بھی حاصل ہوتا ہے اور یہ قطعاً مفسد نہیں بلکہ محصل شرطِ اقتدا ہے۔

Marfat.com

الاستفتاء نمبر ۶

حاجت سے زیادہ آواز کے ساتھ نماز میں قرآن کریم پڑھنے اور تکبیر کہنے کو فقہ کی کتابوں میں جب کہ مکروہ لکھا ہے تو لاؤڈ سپیکر پر نماز میں قرآن کریم پڑھنا، تکبیر کہنا مکروہ ہے یا نہیں جب کہ اس میں بھی حاجت سے زیادہ آواز ہوتی ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جہریہ نمازوں میں ایسا جہر جو مشقتِ نفس اور اذیّتِ غیر کا باعث نہ بنے، مطلقاً بلا کراہت و اساءت جائز ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے لاتجھر بصلوتک ولاتخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلا۔ یعنی اپنی سب نمازوں میں جہر نہ کرو اور نہ ہی سب میں مخافت (آہستہ پڑھنا) کرو اور اس (سب نمازوں میں جہر اور سب میں مخافت) کے درمیان راستہ تلاش کرو، بایں طور کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو۔

آیتِ پاک کا یہ مطلب ہمارے فقہائے کرام کی تصریحاتِ جلیلہ سے ثابت ہے۔ مبسوط امام سرخسی ص۱۷ جلد۱، کفایہ علی الہدایہ ص۲۸۲، ۲۸۳ جلد۱، بحر الرائق عن الکافی ص۳۳۵ جلد۱، طحطاوی علی الدر ص۲۲۳ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں ہے و النظم من البحر و الاصل فیہ کما ذکرہ المصنف فی الکافی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر بالقرآن فی الصلوۃ کلھا فی الابتداء وکان المشرکون یؤذونہ و یسبون من انزل و انزل الیہ فانزل اللہ تعالی ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا ای لاتجھر بصلوتک کلھا و لا تخافت بھا

Marfat.com

كلها وابتغ بين ذٰلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار فكان يخافت بعد ذٰلك فى صلوٰة الظهر والعصر لانهم كانوا مستعدين للايذاء فى هٰذين الوقتين ويجهر فى المغرب لانهم كانوا مشغولين بالاكل وفى العشاء والفجر لكونهم رقودًا وفى الجمعة والعيدين لانه اقامهما بالمدينة وما كان للكفار بها قوة۔

حاصل یہ کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ابتدا میں سب نمازوں میں قرآنِ کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سن کر بیہودہ کلمات بکتے تھے تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے "ولا تجهر بصلوٰتك ولا تخافت بها" اتارا کہ سب نمازوں میں جہر نہ کرو اور نہ ہی سب میں آہستہ پڑھو "وابتغ بين ذٰلك سبيلا" اور درمیانہ راستہ تلاش کرو کہ رات کی نمازوں میں جہر کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو، تو اس کے بعد حضور ظہر وعصر میں آہستہ پڑھتے کہ ان دو وقتوں میں کافر مستعدِ شرارت ہوتے تھے، اور مغرب میں جہر کرتے کہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے، اور عشاء و فجر میں جہر کرتے کہ وہ سونے میں مشغول ہوتے تھے، اور جمعہ وعیدین میں اس لئے جہر فرماتے کہ ان کو مدینہ طیبہ میں قائم کیا اور وہاں کافروں کو طاقت نہ تھی" اور بدائع صنائع ص۱۶۱ جلد۱، فتح القدیر ص۲۸۶ جلد۱، عنایہ ص۲۸۳ جلد۱، در المختار مع تقریر الشامی ص۴۹۷ جلد۱ میں بھی اسی مطلب کی تاکید اکید ہے والنظم من البدائع كان النبى صلى الله عليه وسلم يجهر فى الصلوات كلها فى الابتداء الخ اور متعدد تفاسیرِ متداولہ میں بھی اس مطلب کی تصریح ہے۔ احکام القرآن للامام الجصاص الحنفی ص۲۳۶ جلد۳، ابوالسعود ص۲۷۲ جلد۶، مدارک ص۲۵۶ جلد۲، بیضاوی ص۲۷۳ جلد۱، تفسیر کبیر ص۳۵۵ جلد۵، نیشاپوری ص۱۰۳ جلد۱۵، در منثور ص۲۰۸ جلد۴، تفسیراتِ احمدیہ ص۳۳۳ میں ہے والنظم للنسفى ولا تجهر بصلوٰتك كلها ولا تخافت بها كلها وابتغ بين ذٰلك سبيلا بان تجهر بصلوٰة الليل وتخافت بصلوٰة النهار. تفسیراتِ احمدیہ میں یہ بھی فرمایا وعلى هٰذا فالاٰية فى تعيين الصلوٰة الجهرية

فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

وغیر الجھریۃ۔

تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا یہ آیت جہریہ نمازوں میں مطلق جہر کا حکم دے رہی ہے اور احادیث شریفہ میں بھی مطلق جہر کا ذکر ہے لہذا ہمارے ائمہ و مشائخ کرام نے بھی جہریہ نمازوں کے واجبات میں مطلق جہر ہی کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ جہرِ مطلق جہرِ کامل کو بھی شامل ہے تو ثابت ہوا کہ جہرِ کامل بلاشبہ آیت و احادیث و تصریحاتِ فقہیہ سے جائز و مستحسن اور مصداقِ جہر واجب ہے والاطلاق بمنزلۃ النص و اطلاق المتون معتبر و الاستدلال بہ شائع و ذائع و ذا مما لاریب فیہ۔ خصوصاً جب کہ کتب مذہبیہ میں یہ تصریحات بھی نمایاں طور پر موجود کہ جہریہ نمازوں میں قدر حاجت سے بلند پڑھنا مستحسن وافضل و اولیٰ ہے۔ محرر مذہب مہذب حضرتِ امام محمد علیہ الرحمۃ مؤطا ص۱۰۵ میں حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتنا بلند پڑھنا جو بیرونِ مسجد پاک دار ابی جہم کے پاس سنا جاتا تھا، باسناد بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسا جہر جہریہ نمازوں میں اچھا ہے جب کہ پڑھنے والا مشقت میں نہ پڑے ونصہ قال محمد الجھر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ فیما یجھر فیہ بالقراءۃ حسن ما لم یجھد الرجل نفسہ۔ شامی ص۴۹۷ جلد۱، طحطاوی علی الدر ص۲۳۳ جلد۱ میں ہے لو زاد علی قدر الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ۔ مجمع الانہر ص۱۰۳ جلد۱ میں ہے الاولیٰ ان لایجھد نفسہ بالجھر۔ بلکہ تبیین الحقائق ص۱۲۷ جلد۱، ہندیہ ص۲۷ جلد۱، طحطاوی علی المراقی ص۱۵۱ میں منفرد کے متعلق فرمایا لایبالغ فی الجھر کالامام۔ اور عنایہ ص۲۸۳ جلد۱ میں فرمایا لایجھر ھٰھنا کل الجھر تو آفتاب و مہتاب کی طرح واضح ہوا کہ امام کے لئے مبالغہ فی الجہر اور کل الجہر جائز و مستحب ہے۔ وذا ظاہر جداً۔ رہا یہ شبہ کہ بعض کتبِ فقہیہ ہندیہ وغیرہا میں سراج وہاج سے ہے الامام اذا جھر فوق الحاجۃ فقد اساء تو معروض کہ اتنے نصوص اور واضح ثبوت کو سراج وہاج کی عبارت رد نہیں کر سکتی بلکہ سراجِ وہاج ہے ہی ضعیف و بے اعتبار، فتاویٰ رضویہ شریفہ ص۲۱۳ جلد۱ میں ہے وقد قال فی کشف الظنون السراج الوھاج عدہ المولیٰ المعروف ببرکلی من جملۃ الکتب المتداولۃ الضعیفۃ غیر المعتبرۃ۔

Marfat.com

اور یونہی احادیثِ مرفوعہ و موقوفہ شرح معانی الآثار، سننِ بیہقی، مؤطا امام محمد، شمائلِ ترمذی بلکہ صحیح بخاری سے بھی ثبوت ملتا ہے و ذکر بعضہا فی مکبر الصوت۔

رہی آیتِ مذکورہ کی دوسری تشریح جو اسی شانِ نزول کے تحت کئی تفسیروں میں مذکور اور مانعین حضرات کی مایۂ ناز دلیل ہے تو معروض کہ صریح تفسیر مشائخ احناف کے خلاف کسی اور تفسیر سے استدلال احناف کے لئے مناسب نہیں خصوصاً جب کہ اس تفسیر و تشریح کے ناقلین ہی سے یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوگیا اور اب جتنا جہر چاہے کرسکتا ہے۔ طبری ص۱۲۳ جلد ۱۵، ابن کثیر ص۶۹ جلد ۳، درالمنثور ص۲۰۷ جلد ۴ میں ہے والنظم للطبری فلما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة سقط هذا كله يفعل الآن اى ذلك شاء بلکہ صاوی علی الجلالین ص۳۱۵ جلد ۲ میں ہے وهذا الامر قد زال من يوم اسلام عمر وحمزة فهو منسوخ فللمصلى الجهر فى الصلوٰة الجهرية ولو يزيد على سماع المأمومين پھر تمام امت کا بالاتفاق ظہر و عصر میں آہستہ پڑھنا بھی صراحۃً بتا رہا ہے کہ اگر آیت کی واقعی یہی تفسیر ہے تو منسوخ ہے ورنہ تمام امت کا اجماع علی الضلالۃ لازم آتا ہے جو یقیناً باطل ہے۔ تعجب ہے کہ مانعین حضرات صرف "لا تجهر" پر ہی نظر کرتے ہوئے استعمالِ سپیکر کو تو ناجائز بتاتے ہیں مگر "لا تخافت" کا خیال ہی نہیں کرتے کہ ظہر و عصر میں ہمیشہ صرف اس کی خلاف ورزی ہی نہیں کرتے بلکہ واجب جانتے ہیں حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق لازم کہ ظہر و عصر میں بھی مغرب و عشاء و فجر کی طرح درمیانی آواز سے پڑھنا واجب ہو۔ اور یہ بھی لازم کہ تمام کتبِ فقہیہ کی جہریہ اور غیر جہریہ نمازوں کی تفریق بیجا بنے۔

طرفہ تو یہ کہ ان حضرات کا اس آیت سے استدلال اس پر موقوف کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہٖ آوازِ امام ہو، حالانکہ وہ یہ مانتے ہی نہیں بلکہ غیر بتاتے ہیں، تو کیا کسی غیر آواز کا بلند ہوجانا آوازِ امام کا بلند ہونا ہے کہ خلاف ورزی بنے۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سپیکر سے سنی گئی آواز آوازِ گنبد کی طرح صدا ہے تو ان کے قول پر گنبد دار مساجد بلکہ ہر مسقف مکان میں یا پہاڑوں کے آس پاس بھی جہریہ نمازوں کا ادا کرنا آیت کی خلاف ورزی بنے گی حالانکہ زمانۂ قدیم سے اہلِ اسلام گنبد دار مساجد اور مسقف مکانوں

Marfat.com

میں اور پہاڑوں کے آس پاس بھی بلا انکارِ منکر سب نمازیں با جماعت آج تک ادا کرتے آرہے ہیں، جو
جواز کی دلیلِ مرجح ہے تو صدائے سپیکر کا کیا قصور کہ محلِ اعتراض بناتے ہیں؟

الاستفتاء نمبر ۲

تکبیراتِ انتقالیہ کی آواز پہنچانے کے لیے مبلّغ کا تقرر سنت ہے اور لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنے سے
اس سنت کی اضاعت ہے تو یہ رافعِ سنت اور بدعتِ سیئہ اور مکروہ ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

دعوٰے تو کیا جاتا ہے کہ تقررِ مبلّغ سنت ہے مگر کسی صاحب نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ کون سی
کتاب میں سنت لکھا ہے؟ اور فقیر کو بھی سعیِ بلیغ کے باوجود اپنے یہاں کی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا۔
اور حضور پُر نور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد حضرات سے بھی صرف صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا
مبلّغ بن جانا اور وہ بھی دو مرتبہ اور وہ بھی دورانِ مرض میں ہی ملتا ہے تو بلا مواظبت سنت کیسے بن گیا؟ فتح القدیر
ص۱۸ جلد ۱ میں ہے والسنۃ ما واظب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مع
ترکہ احیانا۔ شامی ص۹۵ جلد ۱ میں ہے او الخلفاء الراشدون من بعدہ
اور جب سنت ہی نہیں تو بدعتِ سیئہ اور مکروہ بتانا بھی غلط بنا بلکہ امام اہلسنت والجماعت مجددِ مائۃ حاضرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اقامۃ القیامہ ص۳۰ میں فرماتے ہیں بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت ماثورہ کا رد کرے
حالانکہ یہاں اس کا ذکر تک نہیں۔ البتہ اس تقررِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسب القواعد جواز ثابت ہے
لہٰذا فتح القدیر ص۳۲۲ جلد ۱، بحر الرائق ص۳۶۴ جلد ۱، در المختار مع الشامی ص۵۵۱ جلد ۱، رسائل شامی ص۱۳۹ جلد ۱
وغیرہا میں ہے والنظم للمحقق علیہ الرحمۃ وبہ یعرف جواز رفع

Marfat.com

المؤذنين اصواتهم فی الجمعة و العيدين وغيرهما۔ اور نیتِ حسنہ سے مستحب ہے۔ شامی ص۴۴۳ جلدا، طحطاوی علی الدر ص۲۱۳ جلدا، طحطاوی علے المراقی ص۱۵۶ میں ہے ولہ النظم واما عند الاحتياج اليه بان كانت الجماعة لايصل اليهم صوت الامام اما لضعفه او لكثرتهم فمستحب مگر امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو محض بے جا، ناپسندیدہ و بدعتِ منکرہ ہے۔

انہی کتابوں میں ہے وفی السيرة الحلبية اتفق الائمة الاربعة على ان التبليغ حينئذٍ بدعة منكرة۔ اور چونکہ لاؤڈ سپیکر امام کی ہی آواز پہنچاتا ہے تو اس وقت تقررِ مبلغ حسبِ تصریحِ مذکور باتفاقِ ائمہ اربعہ بدعتِ منکرہ بنے گا نہ کہ الٹے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آوازِ امام سے استفادہ بدعتِ سیئہ بنے فافهم ان كنت ممن يفهم۔

تعجب تو یہ ہے کہ صرف ظہر کی ہی دو نمازوں میں، وہ بھی حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے دورِ مرض کے دوران بطورِ خود صفوں کے آگے حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کے جہرِ تکبیرات سے تو مطلقاً تقررِ مبلغ سنتِ مستمرہ مانا جاتا ہے اور اس کے خلاف ادعائی کو بدعتِ سیئہ کہا جاتا ہے مگر خود حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بکثرت پنج گانہ نمازوں کو مواضعِ حدوثِ صدا میں ادا فرماتے رہنے سے اس موضعِ حدوثِ صدا (مکانِ نصبِ لاؤڈ سپیکر) میں امامت و اقتدا کا صرف جواز بھی نہیں مانا جاتا ان هذا الا اختلاق۔

الاستفتاء نمبر ۸

کیا یہ صحیح ہے کہ گنبد کی آواز سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا اور اگر صحیح ہے تو کیوں؟ کیا اس لئے کہ جو اس سے سننے میں آیا، آیت نہیں، یا اس لئے کہ وہ متکلم کی آواز نہیں! بر تقدیرِ ثانی یہ قول کہ گنبد

منہ علی قولہم ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

کی آواز یعنی آوازِ متکلم ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری آواز، غلط ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں بعض کتبِ فقہیہ میں وجوبِ سجدہ کی نفی ضرور ہے مگر جوازِ سجدہ کی نفی قطعاً نہیں بلکہ بحکمِ مفہومِ مخالف (جو کتبِ فقہیہ میں معتبر ہے) وہی نفیِ وجوب جواز کا اثبات ہے اور جواز ہی کے ہم قائل ہیں جو نیتِ حسنہ سے مستحسن بن جاتا ہے فبطل استدلال السائل۔ وہی علتِ نفیِ وجوب ہیں سائل کی یہ تردید کہ جو اس سے سننے میں آیا وہ آیت نہیں یا اس لئے کہ وہ متکلم کی آواز نہیں تو امام اہل سنت والجماعت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک مردود ہے۔ وہ صدائے گنبد کو آوازِ متکلم مانتے ہوئے وجوبِ سجدہ کیلئے ایک قید مُزَدَّد بڑھاتے ہیں کما نقلہ الفاضلان المذکوران عن الکشف شافیا۔ اور اگر بالفرض آوازِ متکلم کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہی ہو تب بھی آنا بداہۃً متیقن کہ اسی سے پیدا ہو رہی ہے اور حرکاتِ انتقالیۂ امام کی بلاشبہ دلیل ہے حالانکہ مقتدی پر متابعتِ امام نفسِ اقتدا سے ہی لازم ہو جاتی ہے تو کیا علم آنے کے بعد متابعت کا لزوم اٹھ جاتا ہے بلکہ جواز ہی نہیں رہتا بخلاف سجدہ جو سماع سے پہلے لازم نہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بکثرت ایسی صورتیں ہیں کہ صراحۃً تلازم وجوبِ سجدہ و جوازِ اقتداء کا رد کرتی ہیں والتفصیل فی مکبر الصوت ضمیمتہ۔

الاستفتاء نمبر ۹

قرآنِ کریم کے تلاوت کی آواز اگر گرامافون کے ذریعہ سننے میں آئے تو استماع وانصات واجب ہے یا نہیں؟

عہ کما فی الکشف شافیا من ص۳۱ الی ص۳۵ منہ غفرلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللہم اجعل لی النور والصواب

"الکشف شافیا" میں شافی جواب ہے فلینظر ثمہ۔

الاستفتاء نمبر۱۰

قرآن کریم کے تلاوت کی آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اگر سننے میں آئے تو استماع و انصات واجب ہے یا نہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللہم اجعل لی النور والصواب

جب تالی ہی کی آواز ہے تو استماع و انصات بالشرائط ضروری ہے۔

الاستفتاء نمبر۱۱

(ل) ایک مسجد میں زید و بکر صرف دو شخصوں نے نماز پڑھی۔ زید امام ہوا اور بکر مقتدی، مگر دونوں کے درمیان چھ سات گز کا فاصلہ تھا اور بکر کانوں سے بہرا تھا اس لئے امام کی آواز اس کو سنائی نہیں دیتی ہے نیز بکر کی بینائی بھی کمزور ہے اس لئے وہ امام کی نقل و حرکت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا البتہ اس کی آنکھوں میں عینک لگی تھی اس لئے اس نے عینک کے ذریعہ امام کی نقل و حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کیا تو بکر کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟

Marfat.com

(ب) اور اگر بکر کی آنکھوں میں عینک نہ ہوتی تو بلکہ زید و بکر کے درمیان کوئی پادر والا شیشہ رکھا ہوتا جس کے ذریعہ بکر زید کی نقل و حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کرتا تو بکر کی نماز ہوتی یا نہیں ؟

(ج) اور اگر بکر کے کانوں میں کوئی ایسا آلہ لگا ہوتا جس کے ذریعہ امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کرتا تو بکر کی نماز ہوتی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

کتبِ کثیرہ سے سوالِ ثالث کے جواب میں محقق ہو چکا کہ انتقالاتِ امام کا علم بسماع او رؤیت یعنی کسی سننے یا کسی دیکھنے سے حاصل ہو اگرچہ بالواسطہ تو اقتدا صحیح ہے اور جب " ا " اور " ب " میں علم بالرؤیۃ ہے اور " ج " میں بالسماع تو نماز یقیناً روا ہے ۔

الاستفتاء نمبر ۱۲

اگر کوئی شخص امام کی آواز نہ سنے ، نہ اس کی نقل و حرکت دیکھے بلکہ امام کے سایہ کی حرکت دیکھ کر رکوع سجود کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں نماز جائز ہوگی کہ علم بالرؤیۃ حاصل ہے کما مر ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ و

Marfat.com

اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اجتماعِ نماز جمعۃ المبارک و عیدین میں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز ؟ فی سبیل اللہ اس کا جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

السائل :۔ الفقیر الحقیر سید محمد اسلم بخاری خطیب جامع مسجد نوری راوی محلہ سمندری ضلع لائلپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک و شبہ و ریب لاؤڈ سپیکر کا استعمال یعنی وہ بولنے والے کے پاس چالو ہو اور اس کے ذریعہ لوگ سنتے رہیں، شرعاً مباح ہے۔ اور اگر کوئی عارضہ ناجائز بنانے والا شامل ہو جائے مثلاً گانا بجانا یا بیہودہ اقوال یا کفریہ کلمات بکے جائیں تو استعمال ناجائز و گناہ ہوگا اور اگر قرآنِ کریم پڑھا جائے اور حضرتِ رب العالمین جل مجدہ کی صفت و ثنا کی جائے یا محبوبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شان بیان کیا جائے یا احکامِ شرع بیان کئے جائیں تو عبادت بن جائے گا کما فی الحدیث المبارک انما الاعمال بالنیات وفی الشامیۃ علی الدر ص۳۵۴ جلد ۵ ان الاعمال بالنیات۔ فکما یکون المباح طاعۃ بالنیۃ تصیر الطاعۃ معصیۃ بالنیۃ تو نیتِ صالحہ سے نماز میں بھی بلاشبہ جائز و باعث

Marfat.com

ثواب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی، اور تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ "مکتب التعزیت" ملاحظہ فرمادیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الانور وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۲ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ ۱۵/۱۰/۶۸

Marfat.com

مباحات و مفسداتِ نماز

Marfat.com

باب

مَا يَجُوْزُ فِي الصَّلوٰةِ وَمَا لَا يَجُوْزُ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ :۔

نمبر ۱ :۔ ہمارا گاؤں اہلِ ہنود کی ملکیت ہے لیکن وہ عبادتِ الٰہی و دیگر احکامِ الٰہی سے منع نہیں کرتے بلکہ عزت کرتے ہیں، نیز ایک اہلِ مسلم بھی قدرے ملکیت رکھتا ہے۔

نمبر ۲ :۔ اور ہمارے گاؤں میں فریقین کا تقاضا ہے یعنی اندک آدمی اہلِ حدیث کہلاتے ہیں اور آمین وغیرہ بالجہر کرتے ہیں اور دوسرے فریق والے منع کرتے ہیں تو وہ از روئے ضد کے زیادہ آمین وغیرہ کرتے ہیں اور بصورتِ فساد تردد کرتے ہیں اور امام دائمی بھی منع کرتا ہے لیکن ترغیب قلبی کچھ اور بات رکھتا ہے۔ اگر امام حنفی ہو اور اس کی اقتدا میں فریقین نماز ادا کریں تو حنفیوں کی نماز میں آمین بالجہر سے کوئی نقصان ہے یا کہ نہیں ؟

نمبر ۳ :۔ ہمارے گاؤں کی مسجد پختہ ہے یعنی خشتِ پختہ سے بنی ہوئی ہے اور اکثر آدمی نمازِ جمعہ ادا کرتے رہتے ہیں اور بعض برخلاف ہیں۔ اور جو جمعہ پڑھتے رہتے ہیں بعض ان میں سے فرضی ادا کرتے ہیں اور بعض احتیاطی، اگر ہمارے گاؤں میں جمعہ جائز ہے تو فرضی جائز ہے یا احتیاطی ؟ یا کہ جائز ہی نہیں؟ ہمارا گاؤں بستی

Marfat.com

نہیں ہے گو یا کہ شہر ہے۔ اگر جائز ہے تو امام دائمی کو نمازِ جمعہ پڑھانا چاہیئے یا کہ اور خطیب اور امام مقرر کرنا ہے؟ اکثر اہلِ اسلام اس کے پیشوا ہونے پر رضامند نہیں ہیں۔

نمبر ۴ : ڈاڑھی منڈانے کا ممنوعی ثبوت اور کتنا عذاب ہے، اور کتنی لمبی ہونی چاہیئے؟

التماس : علماء وارث الانبیاء کے مذکورہ مسائل کو ازدوے رفع فریقین کے اور ثبوت نمازِ جمعہ کا باسنادِ صحیح و آیاتِ قرآنیہ کا ثبوت بھی ہو تحریر فرمادیں۔ جواب باصواب فرمادیں خداوند کریم اجر دیگا۔

السائل : خادم العلماء والفقراء قطب الدین بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱ عبادتِ رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ جو صحیح معنے میں عبادت ہو وہ تمام مکلفین پر لازم ہے۔

۲ یہ شرذمہ قلیلہ جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتا ہے وہ حدیثِ سرورِ دوجہاں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پیروکار نہیں بلکہ حدیثِ نفسانی و امانی کے تابع ہیں۔ خود ان کے افعال و اقوال اور ان کے مؤیدوں کی تصانیف اس مدعا کے شاہد ہیں، چنانچہ یہی جو سوال میں مذکور کہ وہ ازدوئے ضد آمین وغیرہ زیادہ کرتے ہیں، اس مدعا کا مثبت ہے کہ گو آمین بالجہر کو یہ لوگ سنت سمجھتے ہیں مگر حدیثِ جلیل حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ انما الاعمال بالنیات وانما لامریٔ ما نوی الحدیث (مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم) یعنی اعمال کی دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جس کی نیت کی، حتیٰ کہ اگر کوئی فرض نماز ادا کرے مگر اس کی نیت فاسد ہے تو عبادت نہیں بن سکتی چنانچہ اسی حدیث کے اخیر میں ہے کہ اگر ہجرت جو فرض تھی کسی دنیاوی لالچ سے کرے تو وہ معتبر نہیں بلکہ اسلام لانا جو اعظم الفرائض ہے اگر نیتِ فاسدہ سے ہو تو غیر معتبر، بلکہ باعثِ زیادۂ عذاب بن جاتا ہے۔ چنانچہ منافقین کے حق میں مولیٰ تعالےٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرک

Marfat.com

الاسفل من النار۔ توجب ان لوگوں کی آمین وغیرہ براہِ ضد ہو اور مسلمانوں کے دل دکھانے کے لئے ہو تو سنت نہ رہی بلکہ گناہ بنی کہ مسلمان کا دل دکھانا اور ضد شرعاً سخت حرام ہے مشکوٰۃ شریف میں صحیح بخاری سے ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ تو حدیث پر کب عمل رہا بلکہ حدیث کے مخالف ہوا۔ عجب کہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر تحریمہ باندھ کر بھی یہ لوگ اپنی ضد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ غرضیکہ ان کے افعال و اقوال سے یہ بات ٹپک رہی ہے تو دوسرے فریق کا منع کرنا وہابیت سے روکنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل تھا۔ ان کو چاہئے تو یہ تھا کہ سن کر عمل کرتے مگر وہ الٹے ضد و فساد پر اترے اور فسادی کو اللہ تعالٰے دوست نہیں رکھتا۔ اہل سنت والجماعت کو چاہئے کہ ان سے الگ رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایسے تمام فرقوں سے الگ رہنے کی تاکیدِ بلیغ فرمائی ہے کہ مشکوٰۃ میں بخاری ومسلم کی حدیث ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاعتزل تلک الفرق کلھا۔ آمین بالجہر وغیرہ کی وجہ سے اگرچہ امام حنفی ہو۔ احناف کی نماز میں نقصان ہوگا کئی وجوہ سے ایک کی طرف تو اشارہ ہو چکا۔ اور دوسری یہ کہ جب وہ لوگ آمین بالجہر وغیرہ کریں گے تو کم از کم احناف کا خیال اس طرف جائے گا اور نماز میں حضور بالغلب نہ رہے گا اور یہ بھی مکروہ ہے شامی میں ہے منھا الصلوٰۃ بحضرۃ ما یشغل البال و یخل بالخشوع۔ اور ایسے ہی اور بہت سی وجوہ ہیں اور امام دائمی کو سمجھائیں کہ ترغیبِ قلبی کسی دوسری طرف نہ رکھے ورنہ صرف زبان کی موافقت کسی کام کی نہیں جیسے حدیث شریف وآیتِ طیبہ سے سن چکے۔

۳۔ مسجد کا پختہ ہونا اور گاؤں کا گویا کہ شہر ہونا نمازِ جمعہ کے لئے ہرگز ہرگز مجوز نہیں ہو سکتا عجب کہ سائل کہتا ہے کہ ہمارا گاؤں بستی نہیں، گاؤں اور بستی میں کیا فرق ہے ان ھذا الا التناقض الصریح۔ ادائیگی جمعہ کے لئے شہر کی مشابہت کافی نہیں بلکہ شہر ہو اور شہر بھی جامع ہو۔ کہ غنیۃ المستملی وغیرہا میں ابن ابی شیبہ سے حضرتِ علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی حدیث ہے لاجمعۃ و لاتشریق ولاصلوٰۃ فطر ولا اضحٰی الا فی مصرٍ جامعٍ او مدینۃٍ عظیمۃٍ۔
پس جو اس گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھتے وہ حق و مذہبِ حنفیہ پر ہیں اور جو پڑھتے ہیں اور احتیاطاً نمازِ ظہر

Marfat.com

بھی پڑھ لیتے ہیں تو ان کا فرضِ وقت نمازِ ظہر ادا ہو جاتا ہے مگر ترک جماعت کا بوجھ سر پر رہ جاتا ہے اور جو صرف جمعہ ہی پڑھتے ہیں اور احتیاطاً نمازِ ظہر نہیں پڑھتے وہ اپنے فرضِ وقت کے فوت ہونے سے ڈریں۔ وتمام التحقیق فی رسالتنا انوار اتقن الدولہ۔

مسئلہ داڑھی منڈانا حرام ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں وفروا اللحی و احفوا الشوارب" بڑھاؤ داڑھیوں کو اور ترشواؤ مونچھوں کو" منڈانے والا گنہگار ہے، حرام کے مرتکب کے عذاب کا مستحق ہے۔ اور لمبی مُشت بھر رکھی جائے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مُشت بھر سے زائد کے کاٹنے کا ثبوت ہے۔ اس میں ہے وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

(نوٹ) کاتب نے تاریخ نہیں لکھی مگر فتاوٰے نوریہ جلد اول میں اس سے پہلا فتوٰی ۱۷ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۶۰ھ کا اور اس سے پچھلا ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ کا ہے۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

نوٹ:۔ درج ذیل فتوے کا استفتاء فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے میں درج نہیں ہے (محب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

عزیز القدر مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب سلمہ ربہ تعالےٰ

Marfat.com

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ؛۔ بعد از دعواتِ عافیتِ دارین آنکہ آپ کا مرسلہ خط ملا مگر افسوس کہ آپ کا لفافہ اور خط دونوں ایسے گم ہوئے کہ باوجودِ تلاش بھی نہ ملے۔ البتہ بہارِ شریعت حصہ سوم ص۶۷ کے مسئلہ کی تشریح لکھی جاتی ہے، اس میں ہے :

مسئلہ : کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مکروہ تحریمی ہے۔ علاوہ نماز کے بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپٹنا نہ چاہئے اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے۔"

یہ مسئلہ درالمختار اور فتاوٰے عالمگیر سے ہے۔ اور ان دونوں میں مع دیگر کتبِ معتبرہ اس طرح کپڑے پہننے کا عربی نام اشتمال الصماء یا صماء آیا ہے۔ حدیث متفق علیہ میں اس سے مطلقاً ممانعت آئی ہے اور اس کی تفسیر شامی ص۶۱۱ جلد۱، فتاوٰے عالمگیر ص۵۵ جلد۱، تبیین الحقائق ص۱۶۴ جلد۱، اشعۃ اللمعات ص۳۱۱، ص۵۶۷ جلد۳، عینی علی البخاری ص۲۳۸ جلد۲، فتح القدیر ص۳۵۹ جلد۱ میں ہے

والنظم من الفتح وھو ان یلف بثوب واحد رأسہ وسائر بدنہ ولا یدع منفذا لیدہ ۔ یعنی وہ یہ ہے کہ اپنے سر اور باقی تمام دھڑ کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور ہاتھ نکلنے کے لئے کوئی راستہ نہ چھوڑے پھر اس کی وجہ تسمیہ اکثر کتبِ مذکورہ میں یہ ہے کہ "صماء" اس ٹھوس پتھر کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ اور دراڑ نہ ہو تو یہ پہننا یوں ہوا جیسے اس پتھر میں داخل ہو گیا کہ ہاتھ بھی نہیں نکال سکتا۔ عینی وغیرہ نے بالفاظِ متقاربہ فرمایا و الصماء فی الاصل صفۃ یقال صخرۃ صماء اذا لم یکن فیہا خرق ولا منفذ و معنی النہی عن اشتمال الصماء نہی عن اشتمال الثوب کاشتمال الصخرۃ الصماء (الی ان قال) وتشبیہ الاشتمال المنہی بہا کونہ بسد المنافذ کلہا۔

تو اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ بہارِ شریعت میں اس " ہاتھ بھی باہر نہ ہو" سے مراد یہ ہے کہ

ف کیونکہ اسی کے متعلق سوال تھا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ہاتھ یوں چھپا ہو کہ جب باہر نکالنا چاہے تو باہر نہ ہو سکے۔ اور اس پہ وہیں بہارِ شریعت میں بھی آخر میں نماز کے علاوہ بھی اس طرح لپٹنا نہ چاہیئے۔ اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع فرمانا صاف صاف دلیل ہے کہ جب فوراً نکل سکے تو خطرہ میں سخت ممنوع ہونے کا کیا معنٰے؟

بہرحال اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں کا بعض صورتوں میں یوں چھپ جانا کہ جب نکالنا چاہے فوراً نکال سکے، اس میں داخل نہیں جیسے عموماً ہمارے یہاں کمبل اوڑھ کر بائیں جانب اٹھا کر شانے پر ڈالی جاتی ہے اس میں بھی بوقتِ قیام ہاتھ چھپ جاتے ہیں مگر بوقتِ ضرورت بلاتکلف نکل سکتے ہیں اور تکبیر تحریمہ تو نکال کر ہی کہی جاتی ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں لعدم الدلیل علیھا و الاصل الاباحۃ وقد قال اللہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ اس میں تمام ایسی صورتوں کی اباحت ہے جن سے شرع اطہر نے منع نہیں فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۱۷ رجمادی الاخرٰے ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

بگرامی خدمت حضرت قبلہ الحاج شیخ الحدیث مفتی اعظم صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

نمبر۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

نمبر۲: اور کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعلاً یا قولاً ثابت ہے؟

Marfat.com

نمبر ۳ :۔ کسی حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی بمع عمامہ باندھ کر ادا کرنے سے ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے؟ نیز یہ حدیث صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔
امید ہے کہ آپ تفصیلی حل فرما کر بندہ کی تسلی و تشفی فرمائیں گے۔

السائل :۔ حضرت مولانا حافظ الحاج محمد شفیع صاحب اوکاڑوی ثم کراچوی مدظلہم بمعرفت محمد رحمت علی لیہ چوہی مدنی مدرس دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور ۱۰-۸-۹۳

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لا نبي بعده

ملے قرآنِ کریم وحدیثِ پاک اور فقہ حنفی سے روزِ روشن کیطرح واضح کہ اہلِ اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبۃً پسندیدہ و مستحسن ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے یبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اے ابنائے آدم لو زینت اپنی، نزدیک ہر مسجد کے)۔ اربابِ تفسیر و فقہ فرماتے ہیں کہ اس آیتِ پاک میں "زینة" سے مراد وہ لباس ہے جو جسمِ انسانی کے ضروری پوشیدنی حصوں کا ستر کر سکے اور "مسجد" سے مراد نماز ہے لہذا نمازی پر فرض ہے کہ لباسِ ستر پہن کر نماز پڑھے مگر جبکہ قرآنِ کریم نے "لباس" یا "ثیاب" نہیں فرمایا بلکہ "زینت" فرمایا اور "زینت" لغوی معنے کے لحاظ سے آرائش و زیبائش پر دال ہے تو اس میں اشارہ ہے کہ خصوصی حاضری میں زیبائش ہونی چاہیئے لہذا لباسِ ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو اور باعثِ زینت بنے (مثلاً قمیص، عمامہ وغیرہ) مسنون و مستحب و مستحسن ہوا۔ تفسیراتِ احمدیہ صـ۲۷۳، الاکلیل صـ۱۱ جلد ۲ میں ہے ان المراد من الزينة الثياب المواری للعورة

ملے جن کو عربی میں "عورت" کہا جاتا ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

والمراد من المسجد هو الصلوٰة الخ نیز انہی میں ہے من السنة ان یاخذ احسن هيئة للصلوٰة۔ پھر انہی میں ہے فلم یعبره بلفظ الزينة دون اللباس فقال للاشعار باخذ اللباس الحسنة فی الصلوٰة۔ مدارک ص۳۹ جلد۲ میں ہے لان الصلوٰة مناجاة الرب فيستحب لها التزين۔ صحیح بخاری ص۳۴۹ جلد۲ کی حدیث پاک میں ہے فان الله احق من تزين له۔ تو واضح ہوا کہ لباسِ زینت کم از کم مستحسن ضرور ہے حالانکہ ننگے سر کی بہ نسبت ٹوپی بھی لباسِ زینت ہے جسے عوام وخواص علماء و اصفیاء کے سب حلقوں میں مقبولیت حاصل ہے تو اس اشارۂ قرآنیہ سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی مستحسن ہوا۔ اور حدیثِ پاک میں بھی صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا بھی ارشاد صریح و بیان موجود ہے جس کا ذکر بفضلہٖ تعالےٰ سوال ۱۲ کے جواب میں آرہا ہے۔ اور فقہ حنفی میں ہے کہ بلا وجہ وجیہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس میں زینتِ ماموٗ بہا کا ترک ہے۔ فتح القدیر ص۳۶۵ جلد۱، بحر الرائق ص۲۵ جلد۲، تنویر الابصار، در المختار، شامی ص۵۹۹ جلد۱، مراقی الفلاح ص۲۱۶، منیہ، غنیہ ص۳۳۷ جلد۱ میں ہے و النظم من الفتح وتكره الصلوٰة ايضا (الى ان قال) و مكشوف الرأس۔ صغیری ص۱۸۴ میں ہے لان فيه ترك اخذ الزينة المامور بها مطلقا اور چونکہ ٹوپی سے سترِ سر حاصل ہو جاتا ہے اور ننگا نہیں رہتا تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننے سے ننگے سر والی کراہت دور ہو جاتی ہے اور سترِ سر کی زینت حاصل ہو جاتی ہے نہ یہ کہ الٹے ٹوپی سے کراہت آجائے۔ بلکہ فقہائے کرام نے تو یہاں تک فرمادیا کہ اگر نماز میں ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پر رکھنا افضل و بہتر ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنے سے بچے۔ غنیہ ص۳۱۹ اور صغیری ص۲۲۲ اور در المختار تحریراً شامی تقریراً ص۴۴۱ جلد۱ میں ہے والنظم للحلبی و ذكر فی فتاوى الحجة ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قليل اذا سقطت افضل من الصلوٰة مع

سے تفسیرات احمدیہ میں "فلما" ہے و المعنی واحد ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

کشف الرأس. درر الحکام ص۱۱۱ جلد۱ میں ہے رفع القلنسوۃ بید واحدۃ افضل من الصلوٰۃ بکشف الرأس۔

ص۲ ہاں ثابت ہے۔ امامِ حقانی قطبِ ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ شریف ص۵۵ جلد۱ میں فرماتے ہیں کان صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بستر الرأس بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الرأس فی الصلوٰۃ یعنی حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے سترِ سر کا حکم دیا کرتے تھے اور نماز میں سر ننگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے "۔ تو یہ حدیث پاک کئی وجوہ سے دلیل ہے ستر سر کا حکم دینا اور ننگا سر کرنے سے منع فرمانا مکروہیت دیتا ہے کہ اکیلی ٹوپی بھی کافی ہے۔ پھر عمامہ یا ٹوپی فرمانا بھی اس کی دلیل ہے۔ اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ حضور نورٌ علیٰ نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو فرماتے تھے خود بھی اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور صحابہ کرام بھی صدق دلی سے پیروی کرتے تھے اور سب حضرات کے پاس ہر وقت عماموں کا نہ ہونا بھی یقینی چیز ہے، تو مدعا روزِ روشن کی طرح روشن ہوا۔

حضرت امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی شہادت سے یہ حدیث سے بھی حدیثِ صحیح، اسی کتاب مستطاب کے ص۵ جلد۱ میں فرماتے ہیں ولم اعز احادیث الی من خرجھا من الائمۃ لانی ما ذکرت الا ما استدل بہ الائمۃ المجتھدون لمذاھبھم وکفانا صحۃ لذلک الحدیث استدلال مجتھد بہ نیز ص۹ میں ہے وکفانا صحۃ لذلک الحدیث او الاثر استدلال مجتھد بہ۔ نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی مبارک عمامہ شریف کے نیچے اور اکیلی ٹوپی مبارک اور اکیلا عمامہ شریف پہنا کرتے تھے۔ کنز العمال ص۲۴ جلد۴، جامع صغیر ص۲۳۷ جلد۲ میں بحوالہ امام رویانی اور امام ابنِ عساکر ہے کان یلبس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر القلانس۔ پھر ائمہ عظام اصحاب سیرت وغیرہم نے بھی وثوق سے یہ تینوں صورتیں عمامہ بمع ٹوپی، صرف ٹوپی، صرف عمامہ ذکر کی ہیں۔ السیرۃ الحلبیہ ص۲۶۳ جلد۲، المدخل للامام

Marfat.com

ابن الحاج صـ۲۱۵ جلد ۲، زاد المعاد صـ۱۲۱ جلد ا، سفر السعادۃ صـ۱۲۰ جلد ۲، شرح سفر السعادۃ صـ۴۳۶ میں ہے و النظم من الحلبیۃ انه صلی الله علیه و سلم کان[1] یلبس القلانس تحت العمائم و یلبس القلانس بغیر عمائم و یلبس العمائم بغیر قلانس۔ احیاء العلوم صـ۳۷۵ جلد ۲ میں ہے کان یلبس صلی الله تعالیٰ علیه وسلم القلانس تحت العمائم و بغیر عمامۃ۔ فتاوٰے عالمگیر صـ۹۹ جلد ۴ وجیز کردری سے اور تکملۃ البحر صـ۴۸۷ جلد ۸ میں ذخیرہ سے ہے و النظم من التکملۃ روی ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان له قلانس یلبسها و قد صح ذٰلک اقول الظاهر ان المراد لبسها بغیر عمائم او اعم فیطابق النصوص السابقۃ ولا یمکن ان یراد لبس القلانس تحت العمائم فقط لیخالف النصوص لان الاطلاق یابی و لا مخصص شرعًا۔

بہرحال محبوبِ مکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اکیلی ٹوپی کا پہننا بھی یقیناً ثابت ہے اور چونکہ یہ سب روایات وعبارات مطلق ہیں یعنی ان میں یہ نہیں کہ نماز میں پہنا کرتے تھے یا نماز سے باہر، تو معلوم ہوا کہ یہ پہننا عام ہے تو نماز میں صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہوگیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے وثیابک فطهر ہدایہ اور کتبِ تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ اس ارشادِ پاک کا نماز کے ساتھ خصوصی تعلق ہے حالانکہ "ثیاب" جمع ہے تو معلوم ہوا کہ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جمیع ثیاب (جن میں ٹوپی بلا عمامہ بھی داخل ہے) نماز کے قابل ہیں تو کراہت کہاں سے آئے؟ محبوب کی تو ہر ادا ہی محبوب ہوتی ہے اور زینت، تو لامحالہ صرف ٹوپی پہننا بھی محبوب بنا اور زینت ہوا تو کراہت کا شبہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔

---

[1] گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر اصحاب سیرت کے باوثوق ذکر اور فتاوٰے ہندیہ وغیرہا کے "قد صح ذٰلک" فرمانے سے تائید وتصحیح ہو رہی ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

۳۔ آج تک ایسی کوئی حدیث نہ ہی سنی ہے اور نہ ہی نظر آئی۔ اب سوال آنے پر تازہ تتبع مظانِ کتب حدیث و فقہ سے بھی کہیں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملا، البتہ جامع صغیر ص۱۰۶ جلد ا، کنز العمال ص۱۹ جلد ۸ میں حضرتِ جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بہ رمزِ مسند الفردوس للدیلمی ہے رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامة یعنی دو رکعتیں عمامہ کے ساتھ ایسی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں جو بغیر عمامہ کے ہوں۔" پھر کنز العمال کے اسی صفحہ اور جامع صغیر ص۶ جلد ۲ میں حضرتِ عمر سے بہ رمزِ ابنِ عساکر ہے صلوٰة تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلوٰة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعین جمعة بلا عمامة۔ یعنی نفلی یا فرضی کوئی ایک نماز جو عمامہ پہن کر پڑھی جائے ایسی پچیس نمازوں کے برابر ہے جو بلا عمامہ ہوں اور ایک جمعہ عمامہ پہن کر ایسے ستر جمعہ کے برابر ہے جو بلا عمامہ ہو۔

اس دوسری حدیث کے متعلق گو علامہ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار اپنی کتاب موضوعات کے ص۱۵۵ اور ص۱۵۶ میں اور حضرتِ ملّا علی قاری موضوعاتِ کبیر کے ص۵۴ میں بعض ائمہ حدیث سے ناقل کہ یہ موضوع ہے مگر حضرتِ امامِ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک موضوع ہرگز نہیں بلکہ صرف ضعیف ہی ہے کہ کنز العمال کے اصل جمع الجوامع میں سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب میں وہ حدیثیں جو ابنِ عساکر یا دیلمی کی مسند الفردوس سے ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ کنز العمال ص۳ جلد ا میں ہے ولابن عساکر (الی ان قال) و للدیلمی فی مسند الفردوس فهو ضعیف فیستغنی بالعزو الیها او الی بعضها عن بیان ضعفه۔ اور جامع صغیر کے خطبہ ص۳ جلد ا میں فرمایا وصنت عما تفرد به وضاع او کذاب۔ اور یہیں سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک پہلی حدیث بھی ضعیف ہی ہے۔ کہ بہ رمزِ مسند الفردوس ہے۔

بہرحال یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور فضائلِ اعمال میں اگرچہ حدیثِ ضعیف پر عمل جائز مگر ان میں صرف ٹوپی پہن کر نماز کا قطعاً ذکر نہیں اور نہ ہی ٹوپی بمع عمامہ کا مگر چونکہ ان دونوں حدیثوں میں عمامہ نکرہ ہے اور پھر نفی کے بعد بھی ہے تو حسب القاعدہ استغراقی معنے کے لحاظ سے عمامہ بمع ٹوپی اور عمامہ بلا ٹوپی دونوں

Marfat.com

کو شامل ہوگا اور عمامہ کے ساتھ نماز کی فضیلت بھی ثابت ہو گی مگر پھر بھی یہ دونوں حدیثیں سائل کی پیش کردہ حدیث کا اصل نہیں بن سکتیں وذا ظاھر جدا۔

ضروری تنبیہ،

ترمذی ص۲۲۴ جلد۱ اور ابوداؤد ص۲۰۸ جلد۲ میں بکلمات متقاربہ حضرتِ رکانہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً ہے ان فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس یعنی ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں" اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کئی صاحبان تشدد کرتے ہیں کہ نماز میں سر پر ٹوپی اور عمامہ دونوں ہونے ضروری ہیں صرف عمامہ یا صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا سخت ناپسند جانتے ہیں۔ بلکہ بعض تو جھگڑے اور فساد پر اتر آتے ہیں حالانکہ یہ خیال اور استدلال صحیح نہیں،

اوّلاً یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف اور کافی کمزور ہے۔ اس کے دو راوی مجہول ہیں، ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں واسنادہ لیس بالقائم ولا نعرف ابا الحسن العسقلانی ولا ابن رکانۃ یعنی اس حدیث کا اسناد قائم نہیں اور ہم ابوالحسن عسقلانی اور ابنِ رکانہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں، پہچانتے نہیں وقد قررہ المولی العلی القاری فی شرح الشمائل ص۱۶۶ جلد۱ والزرقانی علی المواھب ص۱۳ جلدہ وزاد ومن ثم قال السخاوی ھو واہٍ یعنی امام سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت کمزور ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال ص۳۵۲ جلد۳ میں ابن رکانہ اور ابوالحسن عسقلانی کو غیر معروف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں لا یعرف (ابن رکانۃ) تفرد عنہ ابوالحسن العسقلانی فمن ابوالحسن الخ۔ تقریب التہذیب ص۵۷۹ میں ہے ابوجعفر (دت) بن محمد بن رکانۃ مجھول۔ نیز ص۵۸۲ میں ہے ابوالحسن (دت) العسقلانی مجھول۔ تو ایسے کمزور اسناد والی حدیث سے اکیلی ٹوپی یا عمامے کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہاں ٹوپی پر عمامے کا مستحسن ہونا ثابت ہو سکتا ہے مگر ترکِ

Marfat.com

استحسان مستلزم کراہت نہیں۔

ثانیاً یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس میں نماز کا ذکر ہے بلکہ مطلقاً لباسِ سر کا بیان ہے لہٰذا ائمۂ حدیث ترمذی و ابوداؤد وغیرہما نے اسے عام لباس کے بیان میں ذکر فرمایا ہے تو خارجِ نماز کے لئے بھی یہ اہتمام ضروری سمجھا جاتا کہ ہر وقت سر پر عمامہ بمع ٹوپی رہے حالانکہ یوں نہیں تو معلوم ہوا کہ مستحسن ہے۔

ثالثاً ٹوپی پر عمامہ کا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق بننا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اور کوئی فرق ہے ہی نہیں بلکہ حقیقتِ واقعیہ یہ ہے کہ ہر علامتِ اسلام ہی فرق ہے۔ تو اگر اکیلی ٹوپی بھی کسی زمانے میں علامتِ اسلام بن جائے تو وہ بھی فرق بن جائے گی۔ چنانچہ کافی مدت سے قادری ٹوپی اور ترکی ٹوپی علامتِ اسلام ہیں اور موجودہ دور میں جناح کیپ، تو ایسی ٹوپی کا پہننا جبکہ علامتِ اسلام ہے اور فرق ہے تو اس حدیث کے منشا کے مخالف کیسے ہو سکتا ہے! ہاں گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعارِ کفار ہیں وہ چونکہ علامتِ کفر ہیں لہٰذا ممنوع ہیں۔

رابعاً فرق و علامتِ اسلام جو اس حدیث کا اصل مقصود ہیں اس کا ہر وقت ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ ترک مکروہ ہو، کلمۂ توحید جو بہت بڑا شعارِ اسلام ہے اس کا ہر وقت پڑھنا اور وہ بھی بلند آواز سے ضروری نہیں تو عمامہ بمع ٹوپی جیسا عمومی شعار ہر وقت قائم رکھنا کیونکر ضروری ہو! اور جب ہر وقت ضروری نہیں تو نماز یا ہر نماز میں کیونکر ضروری ہوگا؟

خامساً خود نماز ہی اسلام کی ایسی زبردست علامت ہے کہ نمازی جب نماز پڑھ رہا ہو تو ہر ایک دیکھنے والا اسے مسلمان سمجھتا ہے وذا مما لا یخفی بحکم القرآن والاحادیث الکریمۃ۔ قرآن کریم فرماتا ہے اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین اور حدیثِ پاک میں آیا بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ تو اگر نمازی کے سر پر ٹوپی و عمامہ نہ بھی ہو تب بھی روزِ روشن کی طرح وہ فرق واضح ہوتا ہے تو اس لحاظ سے نماز کے باہر ٹوپی پر عمامے کا ہونا فرق کرنے کے لئے ہونا چاہئے کہ نماز تو خود ہی فرق ہے حالانکہ یہ نہیں کہتے۔

Marfat.com

سادساً وسابعاً ہوسکتا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہو کہ عمامہ ٹوپی پر پہننے کو جائز سمجھنا فرق ہے تو صرف یہ جائز سمجھنا ہی کافی ہوگا، بالفعل پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہو کہ اس خاص زمانِ اقدس میں فرق ہے۔ اور جب بعد میں اکیلی ٹوپی بھی فرق بن گئی تو وہ بھی کافی ہوگا کما قال مولانا علی القاریؒ فی المرقاۃ صـ۳۳۷ جلد ۲ تحت حدیث خالفوا الیہود فانہم لایصلون فی نعالہم۔ نصہ او الآدب فی زماننا عند عدم الیہود و النصارٰی او عدم اعتیادہما الخلع ثم سنح لی ان معنی الحدیث خالفوا الیہود فی تجویز الصلوٰۃ مع النعال والخفاف فانہم لایصلون ای لا یجوزون الصلوٰۃ فیہما و لا یلزم منہ الفعل۔ اور ان وجوہ کی تائیدِ اکید وجہِ ثامن سے ہو رہی ہے فاستمع بقلب شہید۔

ثامناً جوابِ دوم میں روزِ روشن کی طرح واضح کیا گیا ہے کہ محبوبِ مکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اکیلا عمامہ شریف اور اکیلی ٹوپی شریف پہنا کرتے تھے، تو یہ بھی سنت بنے حالانکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت بھی علامتِ کفر نہیں بن سکتی تو یہ کیسے علامتِ کفر یا ناجائز بن سکتے ہیں۔ ہاں جو خاص ٹوپی یا کسی خاص شکل کا عمامہ شعارِ کفار بن جائے تو اس عارضے کے سبب اس کا استعمال ہمارے لئے ناجائز ہوگا جو اسی کے ساتھ خاص ہوگا لہٰذا ائمہ کرام و فقہائے عظام (جو معانی احادیث اچھی طرح سمجھتے ہیں اور آیات و احادیث سے ہی ہمارے مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں) نے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہن کر نماز مکروہ ہے اور نہ ہی یہ فرمایا ہے کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی پہننا ضروری ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر یہ حدیثِ حضرتِ رکانہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فے الواقع ثابت ہے تو اس کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہیں جو وہ صاحبان سمجھتے ہیں و ذلک مما لاریب فیہا اصلاً۔ بلکہ ہمارے ائمہ و مشائخ عظام تصریح فرماتے ہیں کہ نماز کے لئے کامل درجے کا مستحب لباس یہ ہے کہ مرد قمیص، تہبند، عمامہ میں پڑھے جو تین کپڑے ہیں۔ خلاصۃ الفتاوٰے صـ۳۷ جلد ۱، بدائع صنائع صـ۲۱۹ جلد ۱، بحر الرائق صـ۲۵ جلد ۲، منیۃ المصلی اور غنیۃ المستملی صـ۳۳۷، فتاوٰے ہندیہ صـ۳۱ جلد ۱، طحطاوی علے الدر صـ۲۷۰ جلد ۱

Marfat.com

میں بالفاظِ متقاربہ ہے المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص و ازار و عمامۃ۔ بدائع صنائع میں اضافہ فرمایا کذا ذکرہ الفقیہ ابو جعفر الهندوانی فی غریب الروایۃ عن اصحابنا۔ اور یہ تاویل کہ عمامہ سے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے محض غلط ہے کہ عمامہ کا معنیٰ عمامہ مع ٹوپی ہرگز نہیں۔ نیز ٹوپی کے ساتھ کپڑے تین نہیں رہیں گے بلکہ چار بن جائیں گے۔ تو واضح ہوا کہ اکیلے عمامہ کے ساتھ سترِ سر کمالِ استحباب کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے بھی اور وضاحت ہوتی ہے کہ اس حدیث سے متشددین حضرات کا وہ استدلال محض غلط ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ جب اکیلا عمامہ مکروہ نہیں تو اکیلی ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہو سکتی اذ لا فارق بینهما فی عدم کون العمامۃ علی القلنسوۃ۔ بلکہ ننگے سر کی بہ نسبت افضل و مستحسن ہے کما هو التصریح به عن الدرر وغیرها مگر چونکہ عمامہ میں زینت نسبۃً زیادہ ہوتی ہے تو وہ کامل مستحب ہوا۔ پھر جب اکیلے عمامہ سے استحبابِ کامل حاصل ہو جاتا ہے تو اگر عمامہ ٹوپی پر ہو تو بطریقِ اولیٰ حاصل ہوگا کہ اس میں زینتِ مطلوبہ میں کمی ہرگز نہیں ہوتی اور اس حدیث کے ظاہری معنے پر بھی عمل ہوگا۔ نیز یہ بھی اظهر من الشمس ہے کہ کامل مستحب کی نفی سے مطلق مستحب کی نفی نہیں ہوتی اور یہ کہ مستحب کا انتفاء مستلزمِ کراہت نہیں کہ مکروہ تنزیہی کے لئے بھی دلیلِ خاص کی ضرورت ہوتی ہے چہ جائیکہ تحریمی، شامی ص۶۱۱ جلد۱ میں ہے لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهۃ اذ لا بد لها من دلیل خاص۔ نیز وہیں ہے لان الکراهۃ حکم شرعی فلا بُدّ له من دلیل۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تین دعائیں تین بار ہاتھ اٹھا کر جائز ہیں؟ ایک مولوی

Marfat.com

صاحب ناجائز کہتے ہیں خصوصاً بعد از نماز؟ بینوا توجروا۔

سائل: حافظ چراغ دین ساکن ملکہ ہانس خاص تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ سے روزِ روشن کی طرح صاف صاف ثابت کہ دعا، عبادت ہے بلکہ اعظم و افضل واشرف واکرم مغزِ عبادت ہے اور ایماندار کا ہتھیار اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور دعا نہ کرنا سببِ غضبِ رب تبارک وتعالےٰ ہے۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹، ترمذی بافادہ تحسین وتصحیح ص ۱۷۳ جلد ۲ حاکم مستدرک بافادہ تصحیح وتقریرِ ذہبی ص ۴۹۱ جلد ا حضرتِ نعمان بن بشیر سے مرفوعاً راوی ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ و قال ربكم ادعونی استجب لكم الآية۔ جمہورِ علماء فرماتے ہیں حصرِ "هو العبادة" بوجہِ اعظمیتِ دعاء ہے۔ فتح الباری ص ۷۹ جلد ۱۱ میں ہے اجاب الجمهور ان الدعاء من اعظم العبادة۔ مستدرک ص ۴۹۱ جلد ا میں حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوف لفظاً مرفوع حکماً ہے افضل العبادة هو الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً راوی اشرف العبادة الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹، حاکم بافادہ تصحیح وتقریرِ ذہبی ص ۴۹۰ جلد ا، ترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً راوی ليس شیئ اكرم على الله من الدعاء۔ ترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی الدعاء مخ العبادة۔ حاکم ص ۴۹۲ جلد ا میں حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بافادہ تصحیح وتقریرِ ذہبی رافعاً راوی الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدين ونور السموات والارض۔ حاکم ص ۴۹۱ جلد ا، ترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ میں دو دو سندوں سے حضرتِ ابوہریرہ سے رافعاً راوی من لا يدعو الله يغضب عليه ولكن عند الترمذی عالم

Marfat.com

يسأل بدل لايدعو۔

اور جب دعا اتنی خوبیوں کی حامل ہے تو اگر حکم نہ بھی ہوتا تب بھی عقل سلیم اور ایمان قویم کا تقاضا تھا کہ اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کی جائے اور بکثرت کی جائے چہ جائیکہ اس کا حکم احکم الحاکمین جل وعلا نے کئی مرتبہ دیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے وقال ربکم ادعونی استجب لکم اور فرمایا واسئلوا الله من فضلہ۔ اور حضرت رحمۃ للعالمین نے بھی فرمایا ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابۃ "دعا کرو اللہ سے حالانکہ تم اجابت دعا کا یقین کرنے والے ہو" رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ مرفوعًا وقال مستقیم الاسناد اور چونکہ رحمت کاملہ کا تقاضا ہے کہ محتاج بندے دعا بکثرت کریں اور زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوں تو کسی وقت کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی دعا کرنیوالا جب دعا کرے قبول فرماتا ہوں" بلکہ صراحۃً دعا زیادہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر الدعاء بالعافیۃ "عافیت کی دعا بکثرت کیا کرو" رواہ الحاکم ص۵۲۹ جلد ۱ عن ابن عباس وقال ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری واقرہ الذھبی۔ نیز فرمایا جو یہ چاہے کہ گھبراہٹ اور سختیوں کے وقت اس کی دعا زیادہ قبول ہو تو آرام کے وقت زیادہ دعا کرے فلیکثر الدعاء فی الرخاء رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ وقال صحیح الاسناد مع تقریر الذھبی ص۵۴۴ جلد ۱۔ اور ان کے ہم معنے بکثرت احادیث ہیں۔ فتح الباری ص۷۹ جلد ۱۱ میں فرمایا وقد تواردت الآثار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالترغیب فی الدعاء والحث علیہ اور مواہب لدنیہ میں مع تقریر الزرقانی ص۳۱۸ جلد ۸ ہے وقد تواترت الاخبار عنہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ زرقانی ص۳۱۸ جلد ۸ میں ابو یعلیٰ اور حاکم سے بافادہ تصحیح حدیث مرفوع علی المرتضیٰ میں ہے تدعون الله فی لیلکم ونھارکم "اللہ سے دعا کرو دن اور رات میں" اور جب کثرت دعا مطلوب ہے تو تین مرتبہ کا جواز و استحباب وضاحت سے ثابت ہو گیا، بلکہ بالتخصیص تین مرتبہ دعا کا مسنون ہونا صراحۃً بھی ثابت۔ صحیح مسلم ص۱۰۸ جلد ۲ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ

Marfat.com

عنہا سے ہے وکان (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اذا دعا دعا ثلاثا واذا
سأل سأل ثلاثا ۔ سنن ابی داؤد ص۲۱۳ جلد۱ عمل الیوم و اللیلۃ لابن السنی
ص۹۹ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان یعجبہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعو ثلاثا و یستغفر ثلاثا
"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا لگتا تھا تین مرتبہ دعا کرنا اور تین مرتبہ استغفار کرنا" و فی مسند
احمد بن حنبل ص۳۸۰ جلد۵ ۳۷۲۳ عن ابن مسعود کان النبی صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعجبہ ان یدعو الحدیث و فی ص۲۹ جلد۵
۳۷۶۹ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث و مثلہ ۳۷۷۰ ۱۲
صحیح مسلم ص۲۲۱ جلد۲ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے دعا ثم دعا ثم دعا
یعنی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور دعا فرمائی اور دعا فرمائی " شارح نووی نے فرمایا یہ تکریر دعا
کی دلیل ہے نیز انہیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ
دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر استغفار فرمایا ۔ صحیح مسلم ص۳۱۳ جلد۱ ، سنن نسائی ص۲۸۶ جلد۱ رفع صلی اللہ
علیہ وسلم یدیہ ثلاث مرات ۔ نووی فرماتے ہیں فیہ استحباب
اطالۃ الدعاء و تکریرہ و رفع الیدین یعنی اس سے ثابت ہوا کہ دعا
کا لمبا کرنا اور بار بار کرنا اور دونوں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے ۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ احیاء العلوم ص۳۱۵ جلد۱ آداب
دعا میں فرماتے ہیں ان یلح فی الدعاء و یکررہ ثلاثا یعنی دعا میں الحاح کرے اور
تین مرتبہ دہرائے ۔ "حصن حصین فرمایا و اقلہ التثلیث یعنی ادب دعا تکریر کا سب سے کم درجہ
تین مرتبہ کرنا ہے ۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور منہ پر پھیر لینا بھی آداب دعا سے
ہے ۔ ابوداؤد ص۲۰۹ جلد۱ ، مستدرک ص۵۳۶ جلد۱ حضرت ابن عباس سے بہ کلمات متقاربہ مرفوعاً ہے
اذا سألتموا اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم و لا تسئلوہ بظھورھا
و امسحوا بہا وجوھکم ۔ یعنی جب اللہ سے سوال کرو تو ہتھیلیوں کے پیٹوں سے سوال کرو
اور ان کی پیٹھوں سے سوال نہ کرو (یعنی سیدھے ہاتھ اٹھا کر سوال کرو) اور اپنے چہروں پر پھیر لو" حصن حصین

Marfat.com

ص۲۳ آدابِ دعا میں فرمایا و رفعھما اع یعنی صحاحِ ستہ سے ثابت ہے دعا میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا۔ اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اطلاقات و عموماتِ نصوص حجتِ شرعیہ ہیں کما بین فی کتب الاصول کافۃ تو مس و شمس کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اگرچہ بعد از نماز ہو بلاشبہ جائز و مستحب و مستحسن ہے کہ یہ صورت بھی ایک فرد ہے ان کروڑہا افراد و صور ادعیہ سے جن کو اطلاقات و عموماتِ نصوص نے جائز و مستحسن و مستحب بنا دیا اور جو ناجائز بتائے تو اس کے ذمہ لازم کہ دلائلِ تقیید و تخصیص دکھلائے یا قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک سے کوئی مانع لائے ورنہ فرمانِ قرآنِ کریم ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۰ کا امتثال کرتے ہوئے ناجائز کہنے سے بچے۔ تعجب ہے کہ وہ خصوصاً بعد از نماز دعا ناجائز بتاتا ہے حالانکہ بعد از نماز کے لئے خصوصاً امرِ عام وارد، جو تین کو بھی اپنے عموم سے شامل ہے قرآنِ کریم میں ہے فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب "اور جب نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش یا محنت کرو۔"

یہ تفسیر رئیس المفسرین حضرتِ ابنِ عباس اور قتادہ و ضحاک وغیرہ نے فرمائی ہے تفسیر خازن ص۲۲۰ جلد ۷، معالم التنزیل ص۲۲۰ جلد ۷، ابنِ جریر ص۱۵۱ جلد ۳۰، ارشاد العقل ص۴۸۶ جلد ۸، مدارک ص۲۷۳ جلد ۴، بیضاوی ص۴۳۳ جلد ۲، تفسیر کبیر ص۴۳۱ جلد ۸، نیشاپوری ص۱۱۱ جلد ۳۰، در المنثور ص۳۶۴ ص۳۶۵ جلد ۶، تفسیر مظہری ص۲۹۴ جلد ۱۰، تفسیر عزیزی ص۲۳۳ جلد ۳، تفسیر جلالین ص۵۰۵، تفسیر جمل ص۵۵۷ جلد ۴ میں ہے والنظم للمحلی علیہ الرحمۃ فاذا فرغت من الصلوٰۃ فارغب اتعب فی الدعاء۔ حتے کہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی یمانی نے بھی اپنی تفسیر فتح القدیر ص۴۲۵ جلد ۵، ص۴۵۱ جلد ۵ میں نمایاں طور پہ یہ تفسیر نقل کی ہے اور ایسے ہی ان کے ہندوستانی پیشوا نواب صدیق خان بھوپالی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن ص۳۴۰ جلد ۱۶ میں بھی لکھا ہے۔ اور یہ اپنے عمومِ الفاظ کے لحاظ سے بعد از سلام کو بھی شامل ہے۔ بلکہ امام الائمہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو فراغت از نماز، نماز سے باہر آنے کے ساتھ ہی ہوتی ہے کہ خروج

Marfat.com

عن الصلوٰۃ فرض ہے۔

پھر مظہری اور جمل میں یہ تصریح بھی فرمادی و النظم من المجمل قوله انعب فی الدعاء ای قبل السلام و بعدہ۔ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے یہ لفظ ہیں :۔" چوں از نمازِ فرض فارغ شوی دستِ خود را برائے دعا بردار " یعنی جب نمازِ فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاؤ " حالانکہ ہاتھ اٹھا کر دعا بعد از خروج من الصلوٰۃ ہی ہو سکتی ہے۔ نیز سنن ترمذی ص۱۹۳ جلد ۲ میں حضرتِ ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بافادہ تحسین ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو فرمایا رات کے پچھلے حصے میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم جوف اللیل الاٰخر و دبر الصلوات المکتوبات اور حصن حصین اوقاتِ اجابت میں برمزِ سنن ترمذی و نسائی فرمایا و دبر الصلوات المکتوبات ت س۔ اور کنزالعمال ص۱۷۸ جلد ۱ میں ترمذی، نسائی اور سعید بن منصور کی رمز سے ہے۔ نیز احادیثِ مرفوعہ سے بعد از سلام بکثرت کئی دعائیں قولاً اور فعلاً وارد ہیں۔ چنانچہ سنن نسائی ص۱۹۶ جلد ۱ باب الاستغفار بعد التسلیم، ابن ماجہ باب ما یقال بعد التسلیم ص۶۷ میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلوته استغفر ثلاثا و قال اللّٰھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام۔ اور پھر نسائی نے کئی بابوں میں کئی مسند حدیثیں اسی صفحہ اور ص۱۵۱ میں ذکر کیں۔ اور ایسے ہی باقی صحاح وغیرہ کتبِ حدیث میں بکثرت مذکور ہیں حالانکہ رفع الیدین کی ممانعت نہیں تو صاف جواز و استحباب ثابت ہوا۔ بلکہ کنزالعمال ص۱۸۱ جلد ۱ میں برمز مسند امام احمد بن حنبل، سنن ترمذی، نسائی، مستدرک، ابن حبان اور ص۱۸۳ جلد ۱ میں برمز ترمذی ابو یعلیٰ حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے و النظم من الثانیة یا ام سلیم اذا صلیت المکتوبة فقولی سبحان الله عشرا

سے اور فتح البیان ص۳۰۹ ج ۲ میں نواب صاحب بھی یونہی فرماتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

واللہ اکبر عشرًا والحمد للہ عشرا ثم سلی ما شئت فانہ یقول لک نعم ثلاث مرات - یعنی اے ام سلیم جب فرض نماز پڑھ چکو تو دس مرتبہ اللہ اکبر، دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ کہو پھر جو چاہو دعا کرو تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں فرمائے گا "نَعَمْ" "تین مرتبہ" تو اس میں کھلی اجازت ہے فرض نماز کے بعد جو چاہے دعا کرے ۔ بلکہ ص۱۷۵ جلد۱ میں بروایتِ شعب الایمان للبیہقی حضرتِ ابوہریرہ سے ہے کہ جب کوئی تمہارا اپنی نماز سے فارغ ہو تو یہ چار دعائیں کرے پھر جو چاہے دعا کرے ۔ اذا فرغ احدکم من صلوتہ فلیدع باربع ثم لیدع بما شاء اللھم انی اعوذ بک من جھنم وعذاب القبر و فتنۃ المحیا و الممات و فتنۃ المسیح الدجال۔

بہرحال تین کا جواز ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہوا ۔ جو متضمنِ استحباب بھی ہے اور نیتِ صالحہ سے متاکد ہے اور فرضیت و وجوب ہمارا مذہب نہیں اور نہ ہی ہم حرام و ناجائز ہونے کے قائل، تو جو صاحب ناجائز و حرام بتائیں ان پر لازم کہ کوئی دلیل دکھائیں جو تین دعاؤں کو ناجائز بنائے ورنہ بے دلیل رد کرنے سے باز آئیں ۔ اور اپنے رب سے زیادہ مانگنا بندوں پر حرام نہ بنائیں رب جل وعلا سے زیادہ مانگنا بہتری دارین کا استحصال ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۵ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

فرض نمازوں میں امام بڑی لمبی دعائیں مانگتا ہے اور بعد فرض بھی جس سے ضعیف اور کمزور نمازیوں

Marfat.com

کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے، شرعاً کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہمارے پیارے رؤف ورحیم رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نماز میں مقتدیوں کی رعایت فرمایا کرتے تھے حتے کہ رونے والے بچے کی ماں کی رعایت سے اور زیادہ تخفیف فرما دیتے تھے۔ یہ مضمون نہایت ہی کثرت سے کتب صحاح وسنن میں وارد ہے۔ صرف صحیح بخاری ص۹۸ جلد ا صحیح مسلم ص۱۸۸ جلد ا کی حدیث حضرت انس پر اکتفار کیا جاتا ہے والنظم من البخاری ماصلیت[عہ] وراء امام قط اخف صلوٰۃ ولا اتم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان کان یسمع بکاء الصبی فیخفف مخافۃ ان تفتن امہ۔ اور دوسرے ائمہ کو تخفیف نماز کا حکم دیا۔ بخاری ص۹۷ جلد ا مسلم ص۱۸۸ جلد ا میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے والنظم لمسلم اذا امّ[عہ] احدکم الناس فلیخفف فان فیہم الصغیر والکبیر والضعیف والمریض فاذا صلی وحدہ فلیصل کیف شاء۔

اس مضمون کی بھی بہت ہی زیادہ حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں یہاں تک کہ لمبی نماز

عہ یعنی نہیں نماز پڑھی میں نے کسی امام کے پیچھے جو حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہلکی نماز والا ہو اور زیادہ پوری کرنے والا۔ اور بیشک آپ ضرور سنا کرتے تھے رونا بچے کا تو نماز ہلکی فرما دیتے تھے اس کی ماں کی رعایت کے لئے ۱۲ منہ غفرلہٗ

عہ یعنے جس وقت امام بنے کوئی تمہارا لوگوں کا پس چاہیے کہ تخفیف کرے (یعنی نماز ہلکی پڑھائے) اس لئے کہ ان میں چھوٹا اور بڑا اور ضعیف اور بیمار ہوتا ہے۔ پس جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے (یعنی لمبی کر سکتا ہے) ۱۲

منہ غفرلہ

Marfat.com

پڑھانے والوں کا نام منفرین (یعنی نمازیوں کو بھگانے والے) بڑے ناراض ہو کر رکھا۔ حدیث متفق علیہ میں ہے فما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم غضب في موعظة قط اشد مما غضب يومئذ فقال يا ايها الناس ان منكم منفرين فايكم ام الناس فليوجز فان من ورائه الكبير والضعيف وذا الحاجة۔ یعنی نہ دیکھا میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ کسی وعظ میں اس دن سے زیادہ غضب فرمایا ہو۔ پس فرمایا اے لوگو! بے شک بعض تمہارے نفرت دلانے والے یا بھگانے والے ہیں، تو جو تم سے لوگوں کا امام بنے پس چاہیئے کہ اختصار کرے اس لئے کہ بے شک اس کے پیچھے پیر عمر اور کمزور اور ضرورت مند ہوتا ہے۔"

عینی شرح صحیح بخاری ص۲۴ جلد ۲ میں ہے فهذا يدل على ان الامام ينبغي له ان يراعي حال قومه وهذا لا خلاف فيه لاحد۔ یعنی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام کے لئے لائق یہ ہے کہ اپنی قوم کے حالات کی رعایت کرے۔ اور اس مسئلہ میں سب متفق ہیں کسی کا کوئی خلاف نہیں۔" محرر مذہب مہذب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ موطا ص۱۱۲ میں احادیث تخفیف امام ذکر کر کے فرماتے ہیں قال محمد وبهذا نأخذ وهو قول ابي حنيفة۔ یعنی امام محمد فرماتے ہیں ہم یہی اختیار کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کا فرمان بھی یہی ہے۔" ہدایہ ص۱۰۳ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیر ص۴۵ جلد ۱، غنیۃ المستملی ص۳۰۸ وغیرہا میں ہے والنظم من الغنية ومتنها ولا ينبغي للامام ان يطيل التسبيح او غيره على وجه يمل به القوم اذا اتى بقدر السنة لانه اى التطويل المذكور سبب التنفير من الجماعة وانه اى التنفير عن الجماعة مكروه۔ یعنی امام کے لئے لائق نہیں کہ تسبیح یا کسی اور ذکر یا فعل کو قدر سنت پر ادا کرنے کے بعد اتنا لمبا کرے کہ قوم اکتا جائے۔ کیونکہ ایسا لمبا کرنا جماعت سے نفرت دلانے کا

Marfat.com

سبب ہے اور بے شک یہ نفرت دلانا جماعت سے مکروہ تحریمہ ہے ۔" نیز غنیہ میں بھی ہے واعلم ان التطویل المکروہ وھو الزیادۃ علی قدر ادنی السنۃ عند ملل القوم ۔ یعنی بے شک یہ تطویل مکروہ جو سنت کے کم ازکم قدر سے زیادہ کرنا ہے قوم کے اکتا جانے کے وقت ہے ؟ تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز سے بھی زیادہ نمایاں وعیاں ہوا کہ لمبی لمبی دعاؤں کے ساتھ نماز کو لمبا بنا کر مقتدیوں کمزوروں ، بیماروں ، ضرورت مندوں ، مسافروں کو اکتانا اور ستانا ہرگز ہرگز جائز نہیں ۔ اس مضمون پر صحیح حدیثوں اور کتبِ فقہیہ کے مستند حوالجات اتنے زیادہ ہیں کہ ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر بقدرِ ضرورت اسی پر اکتفار ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و
آلہ واصحابہ وبارک وسلم

ھو الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۲۳ ماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

بخدمت حضرت محتشم ذی المجد والکرم مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ بعد از سلامِ مسنون گزارش ہے کہ :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھڑی کا زنجیر یعنی چین سٹیل اور رولڈ گولڈ وغیرہ کسی دھات کا پہننا کیسے ہے ؟ اور پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بحوالہ کتب فقہیہ معتبرہ واضح فرمائیں اور عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں ۔ فقط والسلام

آپ کا خادم :- فقیر قادری ابوالارشاد غلام رسول شرفی برکاتی خطیب جامع مسجد غلہ منڈی

یکے از خدام دارالعلوم جامعہ حنفیہ رجسٹرڈ قصور مورخہ ۶۷ - ۱۲ - ۱

(نوٹ) بعد ازاں مورخہ ۷۰ - ۶ - ۱۶ کا مرسلہ استفتاء مولانا ابوالوفا منظور احمد صاحب مدرسہ اسلامیہ عربیہ غوثیہ کھروڑ پکا

Marfat.com

کا آیا تو یہی سوال و جواب لکھ کر جواب دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سونے اور چاندی کے علاوہ تمام دھاتوں کا چین زنجیری، چھلے وغیرہ استعمالی اشیاء جائز ہیں۔ قرآن کریم کا ارشادِ مبین ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا (پ ۱ ع ۳) بلکہ ہر وہ چیز جس سے شرع مطہر میں ممانعت نہیں آئی دھات ہو یا کوئی اور چیز، اس کا استعمال جائز و حلال ہے۔ قرآن کریم میں ہے عفا اللہ عنہا (پ ۷ ع ۳) سننِ ترمذی صـ۲۱۹ جلد ۱، ابنِ ماجہ صـ۲۴۹ میں حضرتِ سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔ سننِ بیہقی صـ۳۲ جلد ۹ میں ہے فقد عفا عنہ۔ اور جلد ۱۰ صـ۱۲ میں ہے فھو عفو۔ نیز مستدرک صـ۳۷۵ جلد ۲، سنن بیہقی صـ۱۲ جلد ۱۰ میں حضرتِ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع میں ہے وما سکت عنہ فھو عافیۃ فاقبلوا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیا۔ پھر یہ آیہ تلاوت فرمائی وما کان ربک نسیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا جسے ذہبی نے برقرار رکھا۔ اور یہی اہل السنت والجماعت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

شامی صـ۹ جلد ۱ میں "تحریر" سے ہے المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمھور من الحنفیۃ والشافعیۃ۔ فتاوٰے قاضی خان صـ۳۷۵ وغیرہا میں بھی یہ تصریح ہے اور اسی سے گیارہویں شریف، میلاد مبارک، اولیائے کرام کے عرس، تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ صدہا مسائل ثابت ہوتے ہیں، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ چین وغیرہ بھی جائز الاستعمال ہیں کیونکہ کسی آیت یا حدیث میں یا کسی ہمارے مجتہد امام کے قول میں انگوٹھی کے ماسوا کسی چیز سے ممانعت نہیں آئی

Marfat.com

رہا یہ خیال کہ جب لوہے وغیرہ کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں تو کوئی چیز بھی جائز نہیں رہے گی، یہ ہرگز صحیح نہیں۔ آیات وا(حا)دیث مذکورہ اور قاعدۂ مسلّمہ کا یہی تقاضا ہے کہ باقی چیزیں جائز الاستعمال ہیں۔ قرآنِ کریم سے صراحۃً ثابت کہ شرائعِ سابقہ میں بھی لوہا، تانبا جائز الاستعمال تھے (دیکھو سورۂ کہف و سورۂ سبا) اور قرآنِ کریم نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ لوہے میں ہمارے لئے بہت سے فائدے ہیں۔ سورۃ الحدید میں ہے و انزلنا الحدید فیہ بأس شدیدٌ و منافع للناس۔ اسی بنا پر تلوار، تیر، خود، زرہیں، بندوقیں، توپیں، توا، چھری، قلم، دوات، گھڑی، بٹن وغیرہ ہزارہا قسم کی اشیاءِ مستعملہ بلا روک ٹوک ہر ایک دھات کی استعمال ہو رہی ہیں۔ اور یہ خیال کہ کڑا سکھوں کا شعار ہے لہٰذا چھین منع ہے، یہ محض بیجا ہے اگر یوں ہوتا تو سکھوں کا شعار کرپان بھی ہے لہٰذا مسلمان تلوار اور خنجر استعمال نہ کر سکتا بلکہ صرف کڑا اور کرپان جوان کا شعار ہیں ان ہی سے بچنا ضروری ہے جیسے چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے جائز ہے مگر زنانہ یا فاسقانہ طرز کی ہو تو ناجائز ہے بلکہ کپڑا، جوتا وغیرہ مردانہ طرز کے عورت استعمال نہ کرے اور زنانہ طرز کے ہوں تو مرد پرہیز کرے یہی کافی ہے اور یہ نہیں کہ مرد مردانہ انگوٹھی یا مردانہ جوتا بھی نہ پہنے جب کہ فاسقانہ نہ ہوں۔

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین زیور اور زینت کا سامان ہیں لہٰذا ناجائز ہیں حالانکہ یہ کہنا بھی ظلم ہے۔ ہمارا رب جل وعلا ارشاد فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ (سورۃ الاعراف) "اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کے لئے زینت کی چیزیں پیدا فرمائیں تو اور کون ہے جو ان کو حرام بنا سکے۔" ایسی خام خیالیوں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ شامی صـ۳۷ جلد ۵ میں ہے لیس کل حلی حراماً علی الرجال بدلیل حل الخاتم و العلم و الثوب المنسوج بالذھب اربعۃ اصابع وحلیۃ السیف و المنطقۃ اور قرآنِ کریم میں بھی سورۃ النحل اور سورۃ الفاطر میں ہے حلیۃ تلبسونہا۔ بہرحال مردانہ طرز

ــــہ یہ جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

کی کوئی چیز بھی اگرچہ اس میں زیب وزینت ہو صرف زیب وزینت کی وجہ سے مرد پر ہرگز ہرگز حرام نہیں ہو سکتی، چین ہو یا گھڑی، عینک ہو یا چھڑی، ما یا لگائی ہوئی دستار یا اچکن وغیرہ جن میں زیب وزینت پایا جاتا ہے، سب جائز الاستعمال ہیں۔ ہاں سونے اور چاندی کا حکم معلوم ہی ہے کہ ان کا پہننا حرام ہے تو ان کے برتن قلم، دوات وغیرہ اشیاء کا استعمال بھی حرام ہے اور یہ نہیں کہ پہننا حرام ہو اور باقی استعمال جائز ہوں، یونہی اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہوتا تو ان کی سب استعمالی چیزیں جو پہنی نہیں جاتیں حرام ہوتیں۔ لاری گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چمٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں، جو صاحب سب چیزوں کو حرام بتائے یا پہننے اور دوسرے استعمال میں تفریق کرے تو اس پر لازم کہ اپنے اس مدعا پر قرآن پاک اور حدیث پاک یا تصریحات ائمہ مجتہدین سے کوئی دلیل قائم کرے ورنہ اس آیت پاک پر نظر کرے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب (سورۃ النحل)

اور جب چین جائز ہوا تو نماز میں جائز کی وجہ سے کیا حرج پیدا ہو سکتا ہے، لہذا نماز بھی جائز ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

(۵ رماہ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ ۶۷-۱۲-۸)

الاستفتاء

نمبر۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آیا امام لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

نمبر۲ : گھڑی کا چین لوہے، تانبے، پیتل یا کسی دوسری دھات کا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

بینوا توجروا۔

Marfat.com

(نوٹ) سائل نے استفتاء پر اپنا نام نہیں لکھا۔ البتہ جوابی لفافہ پر ابو الکمال صاحبزادہ محمد بشیر الدین منظلی مرالوی خطیب جامعہ غوثیہ پاکستان چوک گجرات لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱: ہاں پڑھ سکتا ہے تفصیل کے لئے رسالہ "مکبر الصوت" کافی ہے جو مکتبہ اسلامیہ گنج بخش روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔

۲: ہاں جائز ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس. نیز ارشاد ہوا واسلنا لہ عین القطر نیز ارشادِ پاک ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا. ان ارشاداتِ عالیہ سے جواز روزِ روشن کی طرح واضح وعیاں ہے۔ ومن ادعی الخلاف فعلیہ البیان هذا و التفصیل فی الفتاوی النوریۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ ۲۸-۸-۷۰

Marfat.com

قرأت

Marfat.com

بابُ القِرَاءَة

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس میں کہ ایک مولوی صاحب کا قول ہے کہ نمازِ فرض کی رکعتین میں بعد فاتحہ کے ایک سورۃ کا پڑھنا مکروہ و ناجائز ہے کہ کچھ ایک رکعت میں پڑھے اور باقی دوسری میں اگرچہ سورۃ الرحمٰن یا اس کی مثل ہو بلکہ ہر ایک رکعت میں علیحدہ علیحدہ سورتیں پڑھے یا پہلی میں بعض سورت اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھے اور یہ جائز نہیں کہ اسی پہلی سورت کا بقیہ پڑھے۔ آیا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟

السائل: اللہ بخش امام مسجد چک ۴۳/ایس پی مورخہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۶۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قولِ مذکور محض غلط و قبیح و غیر صحیح ہے جس کے بطلان پر قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ و روایاتِ فقہیہ شاہدِ عدل ہیں۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہوتا ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن اور یہ نہیں کہ فاقرءوا السورتین من القرآن

Marfat.com

كلا او بعضا ۔ سنن نسائی شریف و ترمذی شریف میں ہے و النظم من المجتبی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم قرأ فی صلوٰۃ المغرب بسورۃ الاعراف فرقہا فی الرکعتین، مشکوٰۃ شریف میں ہے و عن عروۃ قال ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ صلی الصبح و قرأ فیہما سورۃ البقرۃ فی الرکعتین کلتیہما ۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ "ظاہر دریں جا این است کہ تفریق کرد سورت را پارہ در رکعت اولیٰ خواند و پارہ در رکعت اخریٰ" صحیح بخاری شریف میں ہے قال قتادۃ فی من یقرأ بسورۃ واحدۃ فی رکعتین او یردد سورۃ واحدۃ فی رکعتین کل کتاب اللہ ۔ سنن نسائی و ابن ماجہ و صحیح مسلم میں حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم کان یقرأ فی صلوٰۃ الغداۃ من الستین الی المائۃ ۔ منیۃ المصلی، قدوری، ہدایہ، غنیۃ المستملی، تنویر الابصار، در المختار، کنز الدقائق، بحر الرائق، عالمگیری میں ہے والنظم من الہندیۃ ثم یضم الی الفاتحۃ سورۃ او ثلث آیات ہکذا فی شرح المنیۃ لابن امیر الحاج ۔ غنیۃ المستملی، تنویر الابصار، در المختار، بحر الرائق، ہندیہ میں ہے و النظم منہا الآیۃ الطویلۃ تقوم مقامہا ۔ نیز بظاہر کہ مکروہ مذکور سے مکروہ تحریمی مراد ہے کہ وہی ناجائز ہو سکتا ہے ۔ اور کتب مذہب میں مبین کہ ترک واجب یا خلاف نہی ظنی ہی مکروہ تحریمی ہے اور قرارت مذکورہ میں دونوں منتفی کہ کتب فقہ میں مصرح کہ بعد فاتحہ، سورت یا آیات ثلاثہ کا پڑھنا واجب ہے ۔ منیۃ المصلی، غنیۃ المستملی، بحر الرائق، در المختار، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے و النص منہا و تجب قراءۃ الفاتحۃ وضم السورۃ او ما یقوم مقامہا من ثلاث آیات قصار او آیۃ طویلۃ فی الاولیین بعد الفاتحۃ کذا فی النہر الفائق

Marfat.com

لہذا منیۃ المصلی وغنیۃ المستملی وبحر الرائق و در المختار و رد المحتار میں ہے و النظم منہا وان قرأ ثلث ایات قصار او كانت الاٰیۃ او ایتان تعدل ثلث ایات قصار خرج عن حد الكراهة المذكورة یعنی كراهة التحریم ۔ فوائد غنیۃ المستملی ص۴۶۲ میں ہے لو قرأ بعض السورة فی ركعة و باقیها فی ركعة قیل یكره و الصحیح لا یكره لما روی النسائی من حدیث عائشة رضی الله تعالٰی عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ فی المغرب سورة الاعراف فرقها فی الركعتین ۔ پس اس شمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ قولِ مذکور سراسر باطل وخطا ہے ۔ ہاں اگر سورت چھ آیات سے کم ہو تو ہر رکعت میں تین آیاتِ قصار کا مقدار پورا کرنا واجب ہے۔ و الله و رسوله اعلم وعلمهما اتم و احكم جل جلاله و صلی علی المحبوب المصطفٰی و اٰله وصحبه البررة التقی ۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

سنة ستین بعد الالف و ثلثمائة لثمانیة عشر الصفر المظفر ۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ جماعت میں خصوصاً فجر کی جماعت میں ہر ایک رکعت میں سورتِ قرآنِ مجید ختم کرنی سنتِ نبویہ ہے اور ضروری ہے ؟ ایک مولوی صاحب یہ دعوےٰ کرتے ہیں ۔ بینوا اجروا من رب العلمین ۔

السائل :

غلام رسول از بھلیروان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

واقعی ہر ایک رکعت نوافل وسنن وواجبات اور اولیینِ فرائض میں امام کے لئے سورۃ قرآنِ کریم کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنتِ نبویہ اور واجب اصطلاحی ہے اور وہ سورہ ام الکتاب ہے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب مگر اطلاقِ سوال مقتدی کو بھی شامل حالانکہ وہ ممنوع عن القراءۃ ہے بحکم و اذا قرئ القرآن الاٰیۃ اور ایسے ہی عموم ہر ایک رکعت اخریاتِ فرائض پر بھی مشتمل. حالانکہ ان میں قراءۃ غیر ضروری ہے کما بین فی محلہ ۔ اور اگر یہ مراد کہ ام الکتاب کے بعد اور سورۃ کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنت ہے. تب بھی اس کا یہ ادعا حقیقت کے خلاف ہے کہ یہ عموم نمازِ تراویح پر بھی حاوی حالانکہ اس میں ختمِ قرآنِ کریم کی کئی صورتیں معمول بہا امت مرحومہ اس کے خلاف ہیں اور شاید مدعی صاحب اس سے متغافل ہیں کہ رکوع کو رکوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو پورا کرکے رکوع کیا جاتا ہے ۔ اور اسی طرح اطلاقِ سوال مقتدی پر بھی محتوی ۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ اولیینِ فرائض کی ہر رکعت میں امام پر بعد الفاتحہ پوری سورت تلاوت کرنی ضروری اور سنت ہے تو یہ ادعا بضرورت بھی غیر مقبول کہ گو یہ صورت بھی سنت ہے مگر سنیتِ تلاوت اس ایک صورت میں منحصر نہیں بلکہ اور صورتیں بھی مسنون ہیں۔

حضرتِ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سننِ نسائی ص۱۵۴ جلد ۱، سننِ بیہقی ص۳۹۲ جلد ۲، صحیح بخاری ص۴۳۳ جلد ۲ میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوٰۃ المغرب بسورۃ الاعراف و فرقھا فی رکعتین و نحوہ عند الترمذی ص۳۹ جلد ۱ ۔ حضرتِ عبداللہ بن السائب سے صحیح مسلم ص۱۸۶ جلد ۱، سننِ نسائی ص۱۵۶ جلد ۱، ابنِ ماجہ ص۵۹، سننِ بیہقی ص۶۰ جلد ۲، ص۳۸۹/۲ج، صحیح بخاری ص۴۲۸ جلد ۲، مشکل الآثار طحاوی ص۱۰۵ جلد ۱، صحیح بخاری ص۱۰۶ جلد ۱ میں بالفاظِ متقاربہ ہے والنظم

Marfat.com

لمسلم صلى لنا النبي صلى الله تعالىٰ عليه و سلم الصبح بمكة فاستفتح سورة المؤمنين حتى جاء ذكر موسى و هارون عليهما السلام او ذكر عيسى محمد بن عباد يشك او اختلفوا عليه اخذت النبي صلى الله تعالىٰ عليه و سلم سعلة فركع - امام نسائی، امام بیہقی اور امام اجل طحاوی علیہم الرحمۃ نے اس حدیث سے "جواز قراءۃ لبعض السورۃ فی الرکعۃ" کے لئے استدلال فرمایا ہے۔ اور امام نودی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں و فی هذا الحديث جواز قطع القراءة و القراءة ببعض السورة و هذا جائز بلا خلاف و لا كراهية ان كان القطع لعذر و ان لم يكن لعذر فلا كراهية فيه ايضا و لكنه خلاف الاولى هذا مذهبنا و مذهب الجمهور۔ علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فيه جواز قطع القراءة و لا خلاف فيه ولا كراهة ان كان القطع لعذر و ان لم يكن لعذر فلا كراهة ايضا عند الجمهور نیز اسی میں ہے و فيه جواز القراءة ببعض السورة۔ زاد المعاد ص۱۹۶ جلد۱ میں ابن قیم فرماتے ہیں وکان من هدیہ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قراءة السورة الكاملة و ربما قرأها في الركعتين و ربما قرأ اول السورة۔ صحیح بخاری ص۲۳۶ جلد۲ میں ہے کہ حضرت اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی اور دونوں رکعتوں میں سورۃ النساء اور البقرہ کی سو آیتیں تلاوت فرمائیں تو آپ سے عرض کیا گیا یہ کیا؟ فرمایا میں نے اس میں کچھ کوتاہی نہیں کی کہ اپنا قدم وہاں رکھوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک رکھا اور اس میں بھی کوتاہی نہیں کی کہ اس طرح کروں جس طرح حضور نے کیا قرأ فيهما بمائة من النساء و البقرة فقيل له ما هذا؟ قال ما الوت، ان اضع قدمي حيث وضع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه

Marfat.com

وسلم قدمه وان اصنع مثل ما صنع۔

دیکھا صراحۃً فرمارہے ہیں کہ بعض سورۃ کا پڑھنا سنت میں داخل ہے۔ مؤطا امام مالک ص۳۱ جلد۱، صحیح بہاری ص۴۲۹ جلد۲، سنن بیہقی ص۳۸۹ جلد۲ میں حضرتِ عروہ سے ہے ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی الصبح فقرأ فیہما سورۃ البقرۃ فی الرکعتین کلتیہما۔ طحاوی شریف ص۱۰۱ جلد۱ میں عبداللہ بن الحارث بن جزء سے ہے کہ صلی بنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلوٰۃ الصبح فقرأ بسورۃ البقرۃ فی الرکعتین جمیعا۔ سنن بیہقی ص۶۰ جلد۲ میں قیس بن الحازم سے ہے کہ صلیت خلف ابن عباس بالبصرۃ فقرأ فی اول الرکعۃ بالحمد للہ واول آیۃ من البقرۃ ثم رکع ثم قام فی الثانیۃ فقرأ الحمد للہ والآیۃ الثانیۃ من البقرۃ ثم رکع فلما انصرف اقبل علینا فقال ان اللہ یقول فاقرأوا ما تیسر منہ صحیح بخاری ص۱۰۶ جلد۱ میں ہے قرأ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الرکعۃ الاولیٰ بمائۃ وعشرین آیۃ من البقرۃ وفی الثانیۃ بسورۃ من المثانی۔ علامہ عینی نے شرح میں فرمایا: وصلہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عبد الاعلیٰ عن الحریری عن ابی العلاء عن ابی رافع قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقرأ فی الصبح بمائۃ من البقرۃ ویتبعہا بسورۃ من المثانی او من صدور المفصل ویقرأ بمائۃ من آل عمران ویتبعہا بسورۃ من المثانی او من صدور المفصل وھکذا فی صحیح البہاری ص۴۳۰ جلد۲، شرح معانی الآثار ص۲۰۵ جلد۱ میں ہے صلی بنا عمر بن الخطاب بمکۃ الفجر فقرأ فی الرکعۃ الاولیٰ بسورۃ یوسف حتی بلغ وابیضت عیناہ

Marfat.com

من الحزن فهو كظيم ثم ركع۔ نیز اسی صفحہ میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصلتِ مبارکہ کا ذکر بایں الفاظ ہے کان یقسم السورة الطويلة في الركعتين من المكتوبة۔ عینی صـ۱۰۱ جلد۳ میں ہے و قرأ عمر رضی الله تعالى عنه بآل عمران في الركعتين الاوليين من العشاء قطعها فيهما و نحوه عن سعيد بن جبير و ابن عمر و الشعبي و عطاء۔ صحیح بہاری صـ۴۳۵ جلد۲ میں ہے قرأ بنا رسید نا عمر آل عمران في الركعتين اي من العشاء۔ صحیح بخاری صـ۱۰۷ جلد۱ میں ہے و قرأ ابن مسعود باربعين آية من الانفال (اي في الركعة الاولى كما سيجيئ ان شاء الله تعالى) و قرأ في الثانية بسورة من المفصل شرح عینی میں ہے هذا الاثر رواه سعيد بن منصور (الى ان قال) هذا التعليق وصل عبد الرزاق بلفظ من رواية عبد الرحمن بن يزيد النخعي عنه و اخرجه هو و سعيد بن منصور من وجه آخر عن عبد الرحمن بلفظ فافتتح الانفال حتى بلغ و نعم النصير انتهى وهذا الموضع هو راس اربعين آية۔ صحیح بہاری صـ۴۲۹ جلد۲ میں ہے عن ابن مسعود ان قرأ في الاولى من الصبح باربعين آية من الانفال و في الثانية بسورة من المفصل۔ طحاوی شریف صـ۲۰۵ جلد۱ میں عبد الرحمٰن بن یزید سے ہے کہ صليت مع عبد الله العشاء الآخرة فافتتح الانفال حتى انتهى الى نعم المولى و نعم النصير ثم ركع۔ حدیث شریف میں ہے عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين اور اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم۔ بنا ءعلیہ افعالِ صحابہ کرام سے سنیت ثابت ہوئی اور چونکہ زمانِ اقدس صحابہ کرام مذکورین میں بالخصوص زمانۂ صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں وفورِ صحابہ کرام تھا لہذا

Marfat.com

یہ مسئلہ اجماعِ سکوتی صحابہ کرام سے ثابت ہو گیا اور اجماعِ امت خصوصاً اجماعِ صحابہ کرام اصل شرعی اور دلیل قوی ہے۔

مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی ص۳۰۶ جلد۷ میں ہے (وامّ ابوبکر) الصدیق (بالصحابة فی صلوٰة الصبح بسورة البقرة قرأها فی الرکعتین) اخرجه عبدالرزاق باسناد صحیح عن ابی بکر (وهذا اجماع منهم) ای الصحابة۔ حضرتِ انس بن مالک سے سننِ بیہقی ص۳۹۳ جلد۲، ص۱۱۸ جلد۳، ابنِ ماجہ ص۷۱، کنز العمال ص۹۵ جلد۴، ص۱۲۷ جلد۴، سننِ ترمذی[۱] ص۵۹ جلد۱، صحیح مسلم ص۱۸۸ جلد۱، صحیح بخاری ص۹۸ جلد۱، اور حضرتِ ابوقتادہ سے سننِ ابوداؤد ص۱۳۶ جلد۱، سننِ نسائی ص۱۳۲ جلد۱، سننِ بیہقی ص۱۱۸ جلد۳، کنز العمال ص۱۲۷ جلد۴، صحیح بخاری ص۲۷۲ جلد۲، اور حضرتِ عثمان بن العاص سے ابنِ ماجہ ص۷۱، کنز العمال ص۱۲۷ جلد۴، ص۱۲۸ جلد۴، اور حضرت ابوہریرہ سے کنز العمال ص۱۲۸ جلد۴ میں بالفاظِ متقاربہ مرفوعاً ہے والنظم للبخاری لابی قتادة انی لاقوم فی الصلوٰة ارید ان اطول فیها فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوٰتی کراهیة ان اشق علی امه یعنی حضرتِ رحمۃ للعالمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اس ارادہ سے کہ اس میں تطویل کروں گا پس بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں کو مشقت میں ڈالنا مجھے پسند نہیں"۔ پس اگر پہلی رکعت کی ثنا یا فاتحہ میں بچے کا رونا ہو تب تو دو چھوٹی سورتوں یا چند آیتوں سے نماز میں تخفیف ہو سکتی ہے جیسے کنز العمال ص۱۲۸ جلد۴ میں حضرتِ انس اور صحیح بخاری ص۲۷۲ جلد۲ میں حضرتِ ابوسعید سے ہے والنظم عن الکنز صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الفجر باقصر سورتین ثم قال انما اسرعت لتفرغ ام الصبی الی صبیها۔ اور اگر سورتِ طویلہ پہلی یا دوسری رکعت میں شروع ہو چکی ہو تو پھر لامحالہ تخفیف کی یہی صورت

---

[۱] امام ترمذی فرماتے ہیں وفی الباب عن ابی قتادة وابی سعید وابی هریرة ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

متعین کہ بعض سورت پر اکتفا کیا جائے۔ چنانچہ صحیح بخاری ص۱۰۷ جلد۲ میں حضرت عبدالرحمٰن بن سابط سے ہے قرأ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الفجر في الركعة الاولى بستين آية ثم قام في الركعة الثانية فسمع صوت صبي فقرأ فيها ثلاث آيات۔

اور جس طرح حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تخفیف فرماتے تھے اسی طرح ہمیں بھی حکم ہے کہ یہ امر ان احادیثِ شریفہ کے سیاق وسباق سے بخوبی روشن ہے اور بعض روایات میں مصرح بھی ہے۔ صحیح بخاری ص۱۰۷ جلد۲، جامع المسانید للامام الاعظم ص۴۳۴ جلد۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے صلی بنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فخفف فسألته عن ذلك فقال سمعت بكاء الصبي فكرهت ان اشق على امه فايكم صلى بالناس فليخفف و يتم فان فيهم الضعيف و الكبير و ذا الحاجة۔

اور اس رعایتِ ضعیف وکبیر و ذوالحاجۃ وغیرہم کی تاکیدیں تو احادیث صریحہ صحیحہ مرفوعہ میں بکثرتِ وافرہ میں جو ادنیٰ خادمِ حدیث سے نہاں نہیں ہیں، نیز قاعدہ علیکم بسنتی اور صلوا كما رأيتموني اصلي اور لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة وغیرہا آیاتِ صریحہ کا یہی تقاضا ہے کہ ضعفاء واصحاب الحوائج والامراض کا خیال رکھیں۔ اور اگر خاص نماز میں کوئی ایسا عارضہ پیش آجائے جو بعض مقتدیوں کے لئے باعثِ پریشانی ہو تو نماز میں تخفیف کردیں اب اگر ایسے عارضے کا احساس امام کو اس وقت ہو کہ سورۂ طویلہ شروع کرچکا ہے تو اس پر دلائلِ مذکورہ کی رو سے ضروری ہوگا کہ بعض سورت پر اکتفا کرے کہ یہی سنت ہے۔ اور ایسی حدیثیں جو جماعت کی ہر رکعت میں اتمامِ سورۃ کی نصوص ہیں، بہت ہی کم دستیاب ہیں۔ اکثر احادیثِ قراءۃ فی صلوٰۃ الجماعۃ قبیلہ محتملات سے ہیں۔ بعض میں احتمالِ بعضیۃ راجح اور بعض میں احتمالِ اتمام لائح۔

علامہ عینی شرح بخاری ص۱۰۱ جلد۳ میں فرماتے ہیں قال الكرماني يحتمل ان

Marfat.com

یراد بالسورۃ بعضھا قلت و الیٰ ھٰذا الوجہ مال الطحاوی امام طحاوی شرح معانی الآثار صـ۱۲۵ جلد۱ میں اس احتمال کے استدلال میں فرماتے ہیں و ذٰلک جائز فی اللغۃ یقال ھٰذا فلان یقرأ القراٰن اذکان یقرأ شیئا منہ ۔ امام مالک علیہ الرحمۃ نے موطا باب یقرأ فی اولی المغرب و العشاء الخ میں حدیث حضرت جبیر بن مطعم سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ بالطور فی المغرب اور اس کی ہم مثل احادیث سے استدلال فرمایا ہے کہ مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ایک سورۃ طویلہ پڑھی جائے ، تو امام کی نظر انور میں احتمالِ لبعضیت راجح ہوا اور چونکہ اس قدر دلائلِ وافرہ سے مدعا ثابت ہے لہٰذا جمہور ائمۂ عظام و علمائے کرام اس کے جواز کے قائل ہیں جیسے عینی اور نووی سے گزر چکا۔

سنن ترمذی صـ۴۹ جلد۱ میں ہے کان الامر عندھم (ای الصحابۃ و التابعین) واسع فی ھٰذا ۔ منیۃ المصلی مع شرح غنیۃ المستملی صـ۳۰۳ ، بحر الرائق صـ۳۴۰ جلد۱ ، ہدایہ ، فتح القدیر ، کفایہ ، عنایہ صـ۲۹۱ جلد۱ ، خلاصۃ الفتاویٰ صـ۹۳ جلد۱ ، مبسوط صـ۱۶۲ جلد۱ میں مقیم واسع الوقت کے لئے ہے و النظم من المنیۃ مع الشرح فالسنۃ فی حقہ ان یقرأ فی صلوٰۃ الفجر فی الرکعتین بار بعین اٰیۃ وسطا و ھو الادنیٰ و خمسین او ستین و ھو الاوسط والاعلیٰ الزیادۃ علی الستین الی المائۃ ۔ خلاصہ کے سوا باقی تمام کتب مذکورہ متصلہ میں ہے و النظم من الغنیۃ ان المقادیر المذکورۃ التی اقلھا الاربعون و اکثرھا المائۃ ھی الغالب من فعلہ علیہ الصلوٰۃ و السلام ۔ اور ایسے ہی دوسری نمازوں کے لیے بھی تفصیل

سے زرقانی شرح مواہب شریف صـ۳۰۶ جلد۱ میں ہے و ادلۃ الجواز کثیرۃ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ہے۔ غنیۃ ص۴۶۲، فتاوے عالمگیری ص۴ جلد۱ میں ہے و النظم من الغنیۃ و لو قرأ بعض السورۃ فی رکعۃ و باقیھا فی رکعۃ قیل یکرہ والصحیح ان لا یکرہ لما روی النسائی من حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی المغرب سورۃ الاعراف فرقھا فی الرکعتین۔

بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح روشن و ہویدا ہوا کہ امام ہر ایک رکعت میں پوری سورت نہ پڑھنے کی صورت میں بھی دائرہ سنتِ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر رہ سکتا ہے و من ادعی الخلاف فعلیہ البیان بالبرھان۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رکعتِ فرض میں پوری سورت پڑھنی افضل ہے کہ اس میں ارتباطِ کلام پاک علےٰ وجہ الکمال رہتا ہے۔ غنیۃ ص۴۶۳، ردالمحتار ص۵۰۵ جلد۱، خلاصہ ص۹۷ جلد۱، فتاویٰ عالمگیر ص۴۰ جلد۱ میں ہے والنظم من الھندیۃ والافضل ان یقرأ فی کل رکعۃ الفاتحۃ وسورۃ کاملۃ فی المکتوبۃ شرح نووی ص۱۸۵ جلد۱ میں ہے لان المستحب للقاریٔ ان یبتدیٔ من اول الکلام المرتبط و یقف عند انتہاء المرتبط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۳/ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

علمائے دین درین مسئلہ کہ بیان فرماتے ہیں کہ مثلاً نماز تراویح میں حافظ صاحب منزل

Marfat.com

سنا رہا ہے اور قرآنِ مبارک تلاوت کرتے ہوئے جبکہ اس مقام پر پہنچا کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں جو کہ محمد کا لفظ ہے اس میں قرآن کی تلاوت کے اندر "صلے اللہ علیہ وسلم" پڑھا گیا۔ کیا نماز صحیح ہوئی یا کہ صحیح نہیں ہوئی ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: حاجی کرم الٰہی زرگر بمقام کچا کھوہ ڈاکخانہ خاص تحصیل خانیوال ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور و الصواب

بلاشک وشبہ نماز صحیح ہوئی کہ درود شریف ایسا کلام نہیں کہ نماز کا نقصان کردے۔ بدائع صنائع ص۱۶۴ جلد ۱، بحر الرائق ص۹۷ جلد ۲ میں ہے و النظم من البدائع و لا یعقل تمکن النقصان فی الصلوٰۃ بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ غنیۃ ص۴۲۰، شامی ص۵۸۱ جلد ۱ میں ہے لان نفس تعظیم اللہ تعالیٰ والصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام لا ینافی الصلوٰۃ فلا یفسدھا بلکہ آیۂ کریمہ صلوا علیہ و سلموا کا اطلاق مجوز ہے اور رعایتِ ترتیبِ کلمات قرآنِ کریم کا تقاضا ہے کہ یہاں نہ پڑھا جائے، تو نہ پڑھنا افضل ہوا۔ فتاویٰ عالمگیر ص۹ جلد ۴، شامی ص۴۸۴ جلد ۱ میں ہے و لو قرأ القراٰن فمر علی اسم نبی فقراءۃ القراٰن علی تالیفہ و نظمہ افضل من الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک الوقت۔ تو حافظ صاحب کا یہ درود شریف پڑھنا ارادہ سے ہوتا تب بھی حرام یا مکروہ تحریمہ نہ بنتا بلکہ صرف خلافِ اولیٰ ہی ہوتا چہ جائیکہ یہ تو بلا قصد ہی پڑھا گیا۔ بہرحال یہ نماز باتفاقِ ائمہ دین صحیح ہوئی۔

درالمختار شامی ص۵۸۱ جلد ۱، غنیہ ص۴۲۰، خلاصۃ الفتاوے ص۱۲۲، ص۱۲۳ جلد ۱، فتاوٰ۔

Marfat.com

عالمگیر ص۵۲ جلد ا میں ہے و النظم من الهندية ولو قال اللهم صل على محمد او قال الله اكبر لا تفسد صلوته بالاجماع ان لم يرد به الجواب۔ اور فتاوے عالمگیر ص۵۲ جلد ا میں تو یہ مسئلہ بافادۂ تعمیم موجود ہے صاف صاف فرمادیا و لو قرأ رجل ما كان محمد ابا احد من رجالكم وصلى رجل في الصلوة لا تفسد صلوته[سه]۔ اور چونکہ تشہد اول فرائض کی طرح تاخیر رکن نہیں تو سجدۂ سہو بھی نہیں، ولهذا لم يصرح به احد و من ادعى الخلاف فعليه البيان بالبرهان۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيبه و آله وصحبه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب نے نماز تراویح پڑھاتے ہوئے بعد از فاتحہ قراءت میں بھول کر ایک ہی آیت کو دوبارہ پڑھ گئے اور نماز پوری کر لی اور سجدۂ سہو ادا نہیں کیا تو ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوئی، سجدۂ سہو ضروری تھا، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ نماز جائز ہو گئی یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو پڑتا ہے یا نہیں! بينوا توجروا۔

سه بل صرح ابن القيم الجوزية بانه من مواطن الصلوة وذكره في فصل مستقل من جلاء الافهام ص۲۹۸، ۲۹۹ وذكر النص عن الامام احمد بن حنبل رضى الله تعالى عنه ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ

Marfat.com

اگر صورتِ سوال درست ہے تو نماز بلا کراہت درست اور صحیح ادا ہوئی اور سجدۂ سہو بالکل واجب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نہیں ہوا کہ اس میں کسی واجب کی ترک نہیں پائی گئی بلکہ نوافل و سنن میں تو بہت زیادہ وسعت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ ایک رات صبح تک نماز پڑھتے رہے اور ہر رکعت میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔ سننِ بیہقی ص۱۳ جلد۳ میں باقاعدہ اسناد سے حضرتِ ابوذر سے ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یصلی ذات لیلۃ وھو یردد اٰیۃ حتی اصبح بھا یرکع و بھا یسجد (ان تعذبھم فانھم عبادك) قلت یا رسول اللہ ما زلت تردد ھذہ الاٰیۃ حتی اصبحت قال انی سألت ربی الشفاعۃ لامتی وھی نائلۃ لمن لا یشرك باللہ شیئاً۔ اور ایسے ہی ص۱۲ میں دوسری حدیثِ مسند ہے اور اس میں ہے ان تعذبھم فانھم عبادك و ان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم تو جوازِ نماز اور سجدۂ سہو کا لازم نہ ہونا آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہوا مولانا صاحب خود[1] بھول گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

---

[1] جنہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

(نوٹ) اگر مولانا صاحب نہ مانیں تو کسی مستند کتاب کا حوالہ تحریر فرمائیں کہ قرارت بعد از فاتحہ میں ایک آیت دو مرتبہ بھول کر پڑھی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے جماعت کراتے ہوئے پہلی رکعت میں وقال الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا کی جگہ وقال الظلمون ان هذه الا رجلا مسحور پڑھ دیا کیا نماز شرع کی رو سے ہو گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی:- محمد بشیر سوہناوری متعلم دار العلوم ہذا ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

صورتِ مذکورہ میں جب کہ امام نے یوں بدلا کر ملا کر پڑھ دیا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی، اس کی قضاء لازم ہے۔ یہاں تو معنی بالکل ہی متغیر ہو گیا کہ "ھذہ" میں اتباع کا معنے نہیں اور یہ بھی مؤنث، حالانکہ صرف معنے کے بُعد پر حکم فساد ہے۔ شامی ص ۵۹ جلد ا، کبیری ص ۲۷۴ میں ہے و النظم من الشامی و ان کان مثلہ فی القرآن و المعنی بعید و لم یکن متغیرا فاحشا تفسد ایضا عند ابی حنیفۃ و محمد رحمہما اللہ وھو الاحوط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

نمبر ۱:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے تیسری رکعت میں اول کی سورت پڑھ دی اور پہلی دو رکعت میں اخیر کی یہ صورت نفل اور وتر میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ فرض میں تو تیسری رکعت میں سورت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً ایک امام نے وتر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں معوذتین کو پڑھا اور تیسری میں قل شریف، کیا یہ جائز ہے؟

نمبر ۲:۔ کئی کتابوں میں دیکھا ہے کہ جس وقت امام نے ایک طویل آیت یا تین چھوٹی آیتیں جن سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور اس سے آگے اور زیادہ قرأت پڑھ رہا ہو۔ اور کوئی آیت غلط پڑھے یا چھوڑ دے اور اگلی آیت کیطرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے والا لقمہ دے اور امام لقمے کو نہ پکڑے تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر امام لقمہ پکڑے تو تمام جماعت کی نماز فاسد ہو جائیگی کیا یہ صحیح ہے اور کونسی نماز کی بات ہے؟ کیونکہ عام تراویح میں حافظ صاحب اس طرح کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں کتبِ معتبرہ کے کچھ حوالے بھی لکھ دیں۔

السائل: مولوی محمد عظیم صاحب امام مسجد چوہدری محلہ ربنالہ خورد تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری ۲۱/۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر ۱ یہ مسئلہ فرائض میں پہلی اور دوسری رکعت کا مسئلہ ہے کہ فرائض میں قصداً یوں پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل بلکہ سنن میں فرماتے ہیں مکروہ نہیں۔ بحر الرائق ص ۳۳ جلد ۲، در المختار شامی ص ۵۱۱، ۵۱۱ جلد ۱،

Marfat.com

طحطاوی علی الدر ص۲۳۸ جلد ا ، طحطاوی علی المراقی ص۲۱۲ ، خلاصۃ الفتاوٰی ص۹۷ جلد ا وغیرہا میں ہے
والنظم من الخلاصۃ وان قرأ فی رکعۃ سورۃ وفی رکعۃ اخرٰی سورۃ فوق تلک السورۃ اوفعل ذٰلک فی رکعۃ مکروہ (الی ان قال) وھٰذہ کلھا فی الفرائض اما فی النوافل لا یکرہ اور فتاوٰی عالمگیر ص۱۴۱ جلد ا میں ہے ھٰذا کلہ فی الفرائض واما فی السنن فلا یکرہ ھٰکذا فی المحیط
اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ " رکعۃ اخرٰی " کا اطلاق تیسری اور چوتھی رکعت کو بھی شامل ہے کہ سب پر " رکعۃ اخرٰی " صادق ہے اور یہ بھی خدامِ فقہ سے مخفی نہیں کہ قراءت میں سنن اور نوافل کا حکم ایک ہی ہے ۔ رہے وتر تو گو وہ بھی قراءت میں نوافل کے حکم میں ہیں مگر اس حکمِ قراءت میں احتیاطاً فرض کا حکم ہی ہونا چاہیئے کہ وتر عملاً فرض کے حکم میں ہیں ۔ درالمختار شامی ص۶۲۱ جلد ا میں ہے ھو فرض عملاً ، شامی فرماتے ہیں بمعنی انہ یعامل معاملۃ الفرائض فی العمل بلکہ بعض فضلاء تو نوافل میں بھی یوں پڑھنا مکروہ جانتے ہیں ۔ طحطاوی علی المراقی ص۲۱۲ میں ہے قال بعض الفضلاء وفیہ تأمل لان النکس اذا کرہ خارج الصلوٰۃ الخ پس اس لحاظ سے بھی وتر میں کراہت بطریقِ اولیٰ ہوگی ۔ ہاں بھول کر بلا ارادہ یوں پڑھا جائے تو معاف ہے اور سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہوتا ۔ فتاوٰی عالمگیر ص۶۵ جلد ا میں ہے واذا قرء فی الرکعۃ الاولٰی سورۃ وقرأ فی الرکعۃ الثانیۃ سورۃ قبلھا فلا سھو علیہ کذا فی المحیط اور جب دوسری رکعت میں یوں پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں تو تیسری میں بھی بداہۃً یہی حکم ہوگا البتہ جب تراویح وغیرہا میں تمام قرآن کریم ختم کرے تو دوسری رکعت میں فاتحہ شریفہ کے بعد سورۃ البقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے ، غنیۃ المستملی ص۴۶۳ ، فتاوٰی عالمگیریہ ص۱۴۱ جلد ا ، مراقی وطحطاوی علی المراقی ص۲۱۲ ، درالمختار شامی ص۵۰۱ جلد ا میں ہے والنظم من الشامی علیہ الرحمۃ قال فی شرح المنیۃ وفی الولوالجیۃ من یختم

Marfat.com

القراٰن فی الصلوٰۃ اذا فرغ من المعوذتین فی الرکعۃ الاولٰی یرکع ثم یقرأ فی الثانیۃ بالفاتحۃ وشیٔ من سورۃ البقرۃ لان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خیر الناس الحال المرتحل ای الخاتم المفتتح۔ طحطاوی علیہ الرحمۃ حاشیۂ در ص۲۳۸ جلد۱ میں فرماتے ہیں لیس ھٰذا تنکیسا۔

۲۔ صرف یوں کسی ایک کتاب میں بھی نہیں کہ غلط پڑھے تو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے البتہ ہدایہ وغیرہا میں یہ ضرور ہے کہ امام اگر دوسری آیت کی طرف منتقل ہوجائے تو لقمہ دینے سے ایسا ہوجاتا ہے مگر محققین فقہائے کرام کے نزدیک یہی اصح وصحیح ہے کہ کسی کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی مذہب ہے۔ اسی پر اکثریت مشائخ کرام ہے۔ قولِ فساد تو محض بعض کا قول ہے۔ ملتقی الابحر مع شرح در المنتقیٰ ص۱۱۹ جلد۱، غنیۃ علی الدرر ص۱۰۳ جلد۱، شامی ص۵۸۲ جلد۱ وغیرہا میں ہے والنظم لہ[1] (قولہ بکل حال) ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ ام لا انتقل الیٰ اٰیۃ اخریٰ ام لا تکرر منہ الفتح ام لا ھو الاصح۔ نہر، فتاویٰ عالمگیر ص۹۵ جلد۱، غنیۃ المستملی ص۴۱۷، صغیری ص۲۲۰، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۲۰۱، بحر الرائق ص۶ جلد۲ میں ہے والنظم من البحر والصحیح عدم الفساد۔ نیز اسی میں ہے فصار الحاصل ان الصحیح من المذھب ان الفتح علیٰ امامہ لا یوجب فساد صلوٰۃ احد لا الفاتح ولا الاٰخذ مطلقا فی کل حال۔ نیز اسی میں ہے وھو قول عامۃ المشائخ۔ مجمع الانہر ص۱۱۹ جلد۱ میں ہے وعلیہ الفتویٰ احترازا عن قول بعض المشائخ الخ تنویر الابصار، در المختار علے ہامش الطحطاوی ص۲۶۴ جلد۱ میں ہے

---

[1] اور "قدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ" پڑھنے کے بعد لقمہ دینے کے متعلق یونہی ہندیہ وغیرہا میں ایک قول کا ذکر ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ للعمہ ای لا یفسد بکل حال ۱۲ صہ ونحوہ بالمعنی فی الفتح ۱۲

Marfat.com

(بخلاف فتحہ علی امامہ) فانہ لا یفسد (مطلقا) لفاتح و اٰخذ بکل حال۔ اور طحطاوی علیہ الرحمۃ نے بھی وہی تقریر و تفصیل فرمائی جو شامی علیہ الرحمۃ سے گزری۔ اور اس کی ایک دلیل علمائے کرام نے وہ بیان فرمائی جو غنیہ شرح منیہ ص ۴۱۷ وغیرہا میں ہے،

و وجهہ الحدیث المذکور حیث قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی ھلا فتحت علی مع انہ لا یعلم ترکہ الاٰیۃ الا بعد الانتقال الی اٰیۃ اخریٰ۔ بہر حال نماز فاسد نہیں ہوتی فرض ہو یا نفل۔ واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ر ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ۷ر فروری ۱۹۶۳ء

الاستفتاء

نوٹ : ایک خط میں یہ سوال آیا۔

اگر امام عشاء کی نماز میں سورت یوسف کے تیسرے رکوع کی آیت میں قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای کی بجائے قال معاذ اللہ ربی انہ احسن مثوای پڑھدے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

السائل : محمد شریف الضیائی المتعلم بجامعۃ العلوم المدرسۃ الغوثیہ الواقعۃ علی جبل وڑچھہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

عزیزی حکیم ضیائی صاحب !

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :- یادآوری کا شکریہ ! آپ کے لئے بمشکل وقت نکال کر لکھ رہا ہوں۔

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي النور والصواب

قواعد و تصریحات و جزئیات مذہب مہذب سے روزِ روشن کی طرح واضح کہ یوں پڑھنا بھول کر ہے تو نماز بلاشبہ ہوگئی کیونکہ معنے حقیقۃً متغیر نہیں ہوا۔ آیت میں "ربی" کا محل "انہ" کی ضمیر ہے اور اس کے مرجع میں مفسرین نے تین احتمال بتائے (۱) اللہ تعالیٰ۔ وھو الاظہر الاقرب المختار عندی و قد صرح بہ الصاوی فی ھامش الجلالین۔

(۲) زوج المرأة (۳) شان۔

پہلی صورت میں "ربی" معنے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو "معاذ اللہ ربی" پڑھنے میں بھی صادق ہے اور دوسری صورت میں "زوج المرأة" کی معنویہ صفت ہے جو صورت سوال میں مبتدا مقدر "ھو" کی خبر بن کر برقرار رہ سکتی ہے اور تیسری صورت میں "ربی احسن مثوای" کے ساتھ جملہ بن کر محمول ہے اور معنے "زوج المرأة" یا اللہ کی صفت ہے جو تقدیم میں بھی ہے حالانکہ عدم الفساد کی مدار حضرت امام اول و ثالث کے نزدیک موافقت معنی (یعنی معنائے خطا معنائے صحیح کے موافق و متقارب ہو) پر ہے۔ اور امام ثانی ابو یوسف کے نزدیک اس کی اس کی مثل قرآنِ کریم میں ہو غنیۃ المستملی ص۴۴۷، شامی ص۵۹۰ جلد۱ میں ہے فالمعتبر فی عدم الفساد عند عدم تغیر المعنی کثیرا وجود المثل فی القراٰن عندہ (ای ابی یوسف) و الموافقۃ فی المعنی عندھما (ای الطرفین علیہما الرحمۃ) اور جب "ربی" قرآنِ کریم کا کلمہ ہے اور معنی بھی برقرار ہے تو نماز کا بالاتفاق برقرار رہنا واضح ہوگیا اور مسئلہ زیر بحث میں ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے کہ تقدیم و تاخیر نہ ہو بلکہ زیادتِ کلمہ و نقصانِ کلمہ کا مسئلہ ہو یعنی "معاذ اللہ" کے بعد امام نے "ربی" زیادہ کر دیا اور "انہ" کے بعد کم کر دیا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے لما

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

مر من الغنية والشامية وقد صرحا فی صدر العبارة فقالا ان الخطأ اما ان یکون فی الاعراب (الی ان قال) او فی الحروف بوضع حرف مکان اخر او زیادته او نقصه او تقدیمه او تاخیره او فی الکلمات او فی الجمل کذلك۔ اس "کذلك" نے واضح کر دیا کہ کلمات کی تقدیم و تاخیر زیادت و نقص کا بھی یہی حکم ہے۔ اب اس کی چند مثالیں بھی دیکھ لیں:۔

۱۔ فتاوی قاضی خان ص۷ جلد ا میں ہے کہ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ میں "ناضرہ" کو "ناظرۃ" اور "ناظرۃ" کو "ناضرۃ" پڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۲۔ خلاصۃ الفتاوے ص۱۱۶ جلد ا، فتح القدیر ص۲۸۳ جلد ا میں ہے والنظم من الخلاصۃ اما لو قرأ اذ الاعناق فی اغلالھم لا تفسد حالانکہ قرآن مجید میں اذ الاغلال فی اعناقھم ہے۔ نیز خلاصۃ ص۱۱۵ جلد ا، فتح القدیر ص۲۸۲ جلد ا میں ہے والنظم منہ اما الکلمۃ مکان الکلمۃ فان تقاربا معنی ومثلہ فی القرآن کالحکیم مکان العلیم لم تفسد اتفاقا۔ زاد الفقیر میں ہے ولیفھم من ھذا معنی الموافقۃ شامی ص۵۹۱ جلد ا میں زیادتی کلمہ کی ایک یہ مثال ہے فان کان فی القرآن نحو وبالوالدین احسانا وبرا لم تفسد فی قولھم۔ اور نقص کلمہ کی مثال یہ ہے وجزاء سیئۃ مثلہا بترك سیئۃ الثانیۃ لم تفسد۔ موافقۃ المعنی تو ایک وجہ سے بھی کافی ہے اور یہاں چار وجوہ سے ہے کما قد سمعت۔ فتاوے ہندیہ ص۴۳ جلد ا میں ظہیریہ سے ہے ان الصلوۃ اذا جازت من وجوہ وفسدت من وجہ یحکم بالفساد الا فی باب القراءۃ لان للناس عموم البلوی۔ اور اگر امام نے دانستہ یوں پڑھا ہے یعنی "معاذ اللہ" کے بعد بطور ثناء "ربی" اور "انہ" کے بعد "رب" نہ پڑھا تو چونکہ وہ ثناء ہے اور یہاں نہ پڑھنے سے معنی میں بھی زیادہ تغیر نہیں ہوتا

Marfat.com

لہذا اس صورت میں بھی نماز جائز ہے مگر اچھا نہیں کیا کہ قرآن کریم کی قرات مسلسل پڑھنی چاہیے طحطاوی علی المراقی ص۲۰۴ میں ہے اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلوٰۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر حاج۔ بہرحال نماز صحیح ہے وھذا ما عندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ
۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ۵/۱۵/۶۶

الاستفتاء

قبلہ وکعبہ استاذ العلماء والفقہاء محبوب ربانی قطب سبحانی مرشد کامل فقیہ اعظم دام ظلکم دام برکاتکم وفیوضکم

غلامانہ السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ حضور والا جاہ کی خیر وعافیت بارگاہ لم یزل سے ہر وقت بھی خواہ ہے۔ اس ناچیز کی بحر بیکنار کی خدمت گرامی میں عرض یہ ہے کہ ایک امام صاحب صبح کی نماز باجماعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ مزمل شریف کی قرات شروع کرتا ہے اور پہلی رکعت میں تمام سورۂ مزمل شریف تلاوت کرتا ہوا جب "خیرا تجدوہ" پر پہنچتا ہے تو خیرا تجدوہ" سے اس سورت کو چھوڑ کر سورۃ الجمعہ شریف کی آخری آیت مبارک کے یہ کلمات مبارک "خیر من اللہو ومن التجارۃ واللہ خیر الرازقین" پڑھ کر سورہ مزمل شریف کے صحیح کلمات دہرائے بغیر ہی رکوع کر دیتا ہے اور پھر دیگر رکعت میں چھوٹی سی سورہ شریف پڑھ کر جماعت کو مکمل کرا کہ سلام پھیر دیتا ہے۔ آیا اس صورت میں نماز درست ہو گئی یا نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ رہبری فرما کر نوازش فرمائیں۔

سائل: سگ دربار عالیہ عاجز محمد رحمت علی نوری عفی عنہ

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لي النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

آپ نے سوال مفصل نہیں لکھا کہ کیا صورت پیش آئی ۔ کیا" لانفسکم من " پڑھ کر" خیر من اللهو " پڑھا ، یا " لانفسکم من خیر تجدوه " پڑھ کر" خیر من اللهو " پڑھا ۔ پھران دونوں صورتوں میں سورہ مزمل شریف کے کلمات پر وقف کر کے یعنی ٹھہر کر" خیر من اللهو" شروع کیا ، یا وقف نہیں کیا بلکہ ملا کر پڑھا ہے ۔ یہ چار صورتیں ہیں اور ہر ایک صورت میں" خیر من اللهو " کی را پر پیش پڑھا ہے یا زیر پڑھی ہے تو کل صورتیں آٹھ ہیں اور حسب الارشاد کتب فقہ حنفی میں ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی ۔ فتاویٰ قاضی خان ص۷۴ جلد۱ ، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۱۷ جلد۱ ، فتاویٰ عالمگیر ص۴۲ جلد۱ ، فتح القدیر ص۳۸۳ جلد۱ میں ہے والنظم منـ لانفصاره و لو بنی بعض اٰیة علی اخری ان لم یغیر نحو ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلهم جزاء الحسنٰی مکان کانت لهم جنّٰت الفردوس نزلا لا تفسد والاغیر فان وقف وقفا تاما بینهما فکذلک اور یہاں ان آٹھ صورتوں میں اصل معنیٰ نہیں بدلتا لہذا نماز درست ہوگئی ۔ ترجمے بھی لکھ کر بتاتا اگر آپ وہ ایک صورت جو آپ کے پیش آئی ہے معین کر کے سوال کرتے مگر اب آٹھ صورتوں کے ترجمے لکھنے کا وقت نہیں سوال ہمیشہ صاف اور سلجھا ہوا ہونا چاہیے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاکرم الاعظم و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ ۱۱-۸-۶۷

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

الاستفتاء

بخدمت جناب قبلہ وکعبہ استاذ العلماء والفضلاء قبلہ فقیہ اعظم مدظلکم العالی

قبلہ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد مؤدبانہ گزارش ہے :

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام شرع متین اندریں مسئلہ ایک رنڈی جو بدمعاشی کا پیشہ یعنی چکلا میں رہتی ہے وہ فوت ہوگئی ہے تو اس کے جنازہ کے متعلق کیا احکام ہیں ؛ کیا اس کا جنازہ ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اور اس کی قبر کے متعلق بھی فرمائیں کہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوسکتی ہے یا نہیں ؟ اس کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ سے تحریر فرمائیں ۔

۲۔ دوسرا مسئلہ کہ خسرا جس کو ہیجڑہ بولا جاتا ہے اس کے جنازے اور قبر کے متعلق بھی فرمائیں ۔

۳۔ تیسرا مسئلہ : ایک امام مسجد نے پہلی رکعت میں سورۃ صف پڑھ دی اور دوسری رکعت میں سورۃ بقر کا ایک رکوع ، کیا یہ جائز ہے ؟

۴۔ چوتھا مسئلہ ۔ ایک آدمی نے حج کا ارادہ کرلیا ہے اور وہ صاحبِ نصاب بھی ہے لیکن پورا حج کا خرچ نہیں رکھتا ۔ کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے ؟ امید ہے کہ آپ ایک گناہگار کو چند ان مسئلوں سے واقف فرمائیں گے ۔ واپسی لفافہ حاضرِ خدمت ہے ، رنڈی بدکاری کو جائز بھی سمجھتی ہے والسلام

سائل : خاکسار غلام جمعدار ملک محمد صادق اعوان آرمی امیونٹ اصطبل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری رینالہ خورد ۲۷-۱۱-۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

محبِّ ملت جناب جمعدار صاحب زادت عنایۃ

Marfat.com

وعلیکم السلام ورحمۃ - مزاجِ گرامی! جناب کے مرسلہ سوالات کے جوابات حسبِ ذیل ہیں:۔

نمبرا: قاعدہ یہ ہے کہ ہر مسلمان نیک ہو یا بد اس کا جنازہ پڑھنا لازم ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے البتہ ڈاکو اور باغی جو ڈکیتی اور بغاوت کے دوران قتل ہو جائے یا اپنے باپ یا ماں کو کوئی سنگدل قتل کر دے تو ان کا جنازہ نہیں ہاں اگر کوئی ایسا بدکار ہو کہ بدکاری زنا یا چوری یا شراب وغیرہ کو جائز وحلال جانتا ہو تو وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر و مرتد ہوتا ہے تو ایسے کا نہ جنازہ ہے اور نہ ہی اہلِ اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جا سکتا ہے مرد ہو یا عورت رنڈی ہو یا پارسا۔ یہ احکام فتاوٰی عالمگیری، تنویر الابصار، درالمختار، شامی وغیرہا کتبِ معتبرہ مذہبِ حنفیہ میں ہیں۔

نمبر۲ خسرا جو بدفعلی جیسے گندے جرم کو جائز نہ جانتا ہوا در کلمہ گو ہو تو اس کا جنازہ لازم ہے اور اہلِ اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ البتہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خسرا حقیقۃً یا مرد ہوتا ہے یا عورت! اگر مردوں والی ایک یا دو علامتیں غالب ہوں تو شرعاً مرد ہوتا ہے اور اس کا حکم غسل جنازہ وغیرہ میں مردوں والا ہوتا ہے۔ اور اگر عورتوں والی ایک یا زیادہ علامتیں غالب ہوں تو شرعاً عورت ہے، اس کے ساتھ عورت کا معاملہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی ایک علامت بھی غالب نہ ہو تو اس کو خنثٰی مشکل کہا جاتا ہے اور اس کا حکم غسل میں یہ ہے کہ اسے غسل نہیں دیا جاتا بلکہ تیمم کرایا جاتا ہے۔ اگر اس کا کوئی محرم مرد یا عورت مثلاً باپ یا بھائی، ماں یا بہن ہو تو وہ اسے ہاتھ لگا کر تیمم کرا سکتا ہے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اپنا ہاتھ کپڑے میں لپیٹ کر تیمم کرائے اور اس کا کفن اور دفن عورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ سب اس وقت ہے کہ بالغ یا مراہق ہو۔ اور اگر بالکل چھوٹا بچہ ہے تو اسے بچوں کی طرح غسل دیا جاتا ہے۔ یہ مسائل بھی فتاوٰی عالمگیر، درالمختار، شامی وغیرہا میں ہیں۔ عبارتیں اس لئے نہیں لکھیں کہ فتوے بڑے لمبے ہو جائیں گے لہذا بہتر یہی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کیا جائے۔ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ حقیقۃً مرد ہوتے ہیں مگر مصنوعی خسرا بن جاتے ہیں تو وہ غسل، جنازہ وغیرہ میں شرعاً مرد ہی ہیں۔

نمبر۳ فرض نماز میں یوں پڑھنا اگر بھول کر ہے تو کوئی حرج نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں اور

Marfat.com

اگر عمداً پڑھا تو مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۷۸ جلد ۱ میں ہے و اذا قرأ
فی رکعۃ سورۃ و فی الرکعۃ الاخریٰ او فی تلک الرکعۃ
سورۃ فوق تلک السورۃ یکرہ الخ نیز صفحہ ۶۵ جلد ۱ میں ہے واذا
قرأ فی الرکعۃ الاولیٰ سورۃ و قرأ فی الرکعۃ الثانیۃ
سورۃ قبلہا فلا سہو علیہ کذا فی المحیط۔

۴۲ اگر واقعی اس کے پاس پورا خرچ نہیں اور اس کے پاس کسی نصاب سے بھی کوئی ایسی
چیز نہیں کہ اسے فروخت کر کے خرچ پورا بنالے تو اس کو سفرِ حج کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز
ہے مگر اسے سوال کرنا جائز نہیں، زکوٰۃ دینے والا خود بخود دے سکتا ہے۔ شامی صفحہ ۸۴ جلد ۲ میں
ہے وقد قال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب
(الیٰ ان قال) اذا کان محتاجاً۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ
وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۶ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ ۶۲-۱۲-۳ء

Marfat.com

وتر و نوافل

Marfat.com

بابُ الوِترِ والنَّوافل

الاستفتاء

ہذا سوالات کے متعلق علمائے دین والمتین وفقہائے عظام وعلمائے عظام والکرام کیا فرماتے ہیں

نمبر۱ :- سائل کہتا ہے کہ خمسہ ترویجات کیا ترویحہ کو ترویحہ کرکے پڑھا جائے یا کہ دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے ؟

نمبر۲ :- اگر ترویحہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر شفعہ کے سلام کے بعد بیٹھ کر تسبیح تلاوت کی جاتے یا کہ نہ ؟

نمبر۳ :- اگر تسبیح تلاوت کی جائے تو کیا حرج ہے اور اگر نہ کی جائے تو فرمائیں ؟

نمبر۴ :- اگر کوئی شخص کہے کہ ترویحہ کو ترویحہ کر کے پڑھا جائے اور دو سلاموں کے ساتھ نہ پڑھا جائے۔ اگر ترویحہ کو شفعہ کے ساتھ پڑھا جائے تو بعد ہر شفعہ کے تسبیح تلاوت کی جائے اگر نہ کی جائے تو ترویحہ پورا پڑھیں ؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

السائل : محمد صدیق ولد مولوی نور الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ مستحب یہ ہے کہ ترویحہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ فتاوے عالمگیر، فتاوے قاضی خاں،

Marfat.com

فتاوٰے سراجیہ، بحرالرائق، ہدایہ، درالمختار، نورالایضاح، مراقی الفلاح وغیرہا اسفار مذہب مہذب میں ہے والنظم من الهندية كل ترويحة اربع ركعات بتسليمتين كذا فی السراجية یعنی ہر ترویحہ چار رکعت دو سلاموں کے ساتھ ہے۔" نورالایضاح اور بحرالرائق میں یہ اور افادہ فرمایا كما هو المتوارث يسلم على رأس كل ركعتين کہ یہی متوارث ہے ہر دو رکعتوں کے سر پر سلام کہے۔" مبسوط سرخسی میں ہے قدر المسنون وهو ركعتان بتسليمة واحدة یعنی قدر مسنون اور وہ دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں۔" بلکہ ہر دو شفعہ جسے ترویحہ کہتے ہیں، کے بعد چار رکعت کے مقدار ٹھہرنا اور انتظار کرنا مستحب ہے۔ فتاوٰے عالمگیر، فتاوٰی قاضیخان، بحرالرائق، ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ، درالمختار، ردالمحتار، نورالایضاح، مراقی الفلاح، غنیۃ المستملی، مبسوط وغیرہا میں ہے والنظم من قاضی خان وكلما صلى الامام ترويحة ينتظر قاعدا بين الترويحتين مقدار ترويحة وينتظر بين الترويحة الخامسة والوتر مقدار ترويحة ثم يوتر هكذا روى الحسن عن ابى حنيفة عليه الرحمة۔ سنن بیہقی، صحیح بخاری، کنزالعمال کی حدیث میں ہے كان عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه يروحنا فى رمضان يعنى بين ترويحتين۔ اور اس انتظار میں مختار ہے کہ تسبیح پڑھے یا قرآن کریم یا نفل یا چپکے رہے۔ فتاوٰے عالمگیر، فتاوٰے قاضی خان، بحرالرائق، عنایہ، کفایہ، درالمختار، شامی، مراقی الفلاح، غنیہ وغیرہا میں ہے والنظم من مراقى الفلاح وهم يخيرون فى الجلوس بين التسبيح والقراءة والصلوٰة فرادى والسكوت۔

٣ : مکروہ ہے کہ خود نام ترویحہ کا تقاضا اور متوارث سلف صالحین یہ ہے کہ یہ انتظار چار

Marfat.com

رکعت پر ہی ہونی چاہیے۔ فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ، مبسوط میں ہے والنظم من العنایۃ وانما یستحب الانتظار بین کل ترویحتین لان الترویحۃ ماخوذۃ من الراحۃ فیفعل ما قلنا تحقیقا للمسمی۔ مراقی الفلاح میں ہے لان المتوارث عن السلف وھذا روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ولان اسم التروایح ینبئ عنہ۔

دیکھا حصرِ "انما" اور "ان المتوارث" بھی صراحۃً چار رکعتوں یعنی ترویحہ کے درمیان انتظار سے منع کر رہا ہے۔ غنیہ، در المختار، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے والنظم من الدر یکرہ رکعتان بعد کل رکعتین۔ اور صلوٰۃ و تسبیح کا ایک حکم ہے جیسے معتبرات سے گزر چکا تو تسبیح بھی مکروہ ہوگی اور مدارِ کار دلیل کا تقاضا بلکہ تصریح بھی ہے۔ شامی میں ہے لان الاستراحۃ مشروعۃ بین کل ترویحتین لا بین کل شفعتین۔

۲: دلائل و تصریحاتِ بالا سے روزِ روشن کی طرح مسائلِ مذکورہ ثابت و واضح ہوگئے لہذا ان کے خلاف جو کہے اس کا کہنا صحیح نہیں۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ چار رکعتوں والی سنتوں کے پہلے

Marfat.com

لانها فرض او سنة ولا يترك السنن للجماعات كالتسبيحات
فتاوٰے قاضی خان میں ہے و یاتی بالثناء فی کل شفع ۔ تو شمس و امس کیطرح
ثابت ہوا کہ ہر تشہد پر درود شریف اور ہر شفع کے اول میں ثناء پڑھے البتہ جمعہ کی پچھلی چار سنتوں
کا بھی بعض نے استثناء فرمایا جو محققین نے رد فرما دیا ۔

واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ بعد ادائے جمعہ کے دو سنتیں پہلے پڑھی جائیں یا چار پہلے پڑھی جائیں ؟ ایک دو حوالہ بھی ، زیادہ جھگڑا نہیں ۔

السائل : مولانا علی محمد خطیب جامع مسجد چک نمبر ۲۱ فوجیا نوالہ ضلع ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بعد از جمعہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار رکعتیں سنت ہیں جو ایک سلام کیساتھ

یعنی چار اکٹھی پڑھی جائیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے چھ رکعتیں آئی ہیں لہذا چھ پڑھنی اچھی ہیں کہ چھ میں چار بھی آجائیں گی مگر یوں پڑھے کہ چار پہلے ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد ازاں دو پڑھے ۔ غنیہ شرح منیہ ص ۳۴۲ میں ہے والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف ۔ بدائع صنائع ص ۲۸۵ جلد ۱ میں ہے قال ابو یوسف

Marfat.com

ينبغي ان يصلي اربعا ثم ركعتين الخ

یہ دو حوالے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ فتوٰی کے لئے لفافہ ہو کہ سوال کے ساتھ جواب لکھا جائے اور حدیث شریف بھی لکھی جا سکتی ہے اور مہریں بھی ثبت ہو سکتی ہیں۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں باقاعدہ فرضِ عشاء اور تراویح ادا کرنے کے بعد اہالیانِ مسجد وتر باجماعت ادا کر رہے ہوں تو کیا وہ شخص جو فرضِ عشاء باجماعت ادا نہیں کر سکا بلکہ اکیلا فرض پڑھ چکا ہے اس جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے؟ ایک مولوی صاحب ناجائز بتاتے ہیں۔ میں نے صغیری میں نکال دیا تھا اور ساتھ ہی عالمگیری اور کبیری کا حوالہ دے دیا تھا لیکن وہ اسی عبارت کو جو آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے فقیر کو حرکت دے کر دکھائی تھی یعنی قہستانی والی، پیش کرتے تھے تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ان کی بات معتبر ہی نہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کی تائید علامہ شامی خود کر رہے ہیں، تو حضور آپ ذرا بالوضاحت تحریر فرما دیں کہ واقعی وہاں علامہ شامی نے تائید کی ہے۔ بندہ یہاں شامی میں دیکھ لے گا۔ صرف اتنی ہی بات کی ضرورت ہے۔

سائل: مولوی محمد محسن قصوری ۲۳ رماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لي التوفيق والصواب

بلاشک و شبہ و ریب شامل ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعتِ وتر بالاتفاق جائز و مشروع ہے اور جماعتِ جائز و مشروع کے ساتھ نماز ادا کرنا بحکمِ قرآن کریم جائز ہے کہ اس جماعت کے نمازی کہیں

Marfat.com

ہیں اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے واركعوا مع الراكعين اور حدیث صحیح میں ہے انما جعل الامام ليؤتم به اور یہ بھی ہے وما ادركتم فصلوا وما فاتكم فاتموا (رواهما البخاری) لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا الصلوٰة احسن مايعمل الناس واذا احسن الناس فاحسن معهم (صحیح بخاری ص۹۶ جلد۱) اور اسی بنا پر معتبرات مذہب مہذب حنفیہ متون و شروح و فتاوی و حواشی بالاتفاق ماہِ رمضان المبارک میں علی الاطلاق وتر باجماعت عـه ادا کرنے کے جواز و استحباب سے گونج رہے ہیں حالانکہ اگر صرف متون میں ہی ہوتا اور شروح و فتاوی میں اس کے خلاف ہوتا تب بھی جائز رہتا کہ محققین نے تصریح فرمائی کہ مسئلہ متون مسئلہ شروح و فتاوی سے مقدم ہوتا ہے۔ علامہ شامی ہی کی متعدد تصریحات سے ایک یہ ہے ان ما فی المتون مقدم على ما فی الشروح وما فی الشروح مقدم على ما فی الفتاوی (شامی ص۶۶ جلد۱) چہ جائیکہ سب یہاں جواز پر متفق ہیں اور مقابلہ میں صرف قہستانی ہے جس کے متعلق علامہ شامی نے فرمایا والقهستاني كجارف سيل و حاطب ليل۔ العقود الدریہ ص۳۵۶ جلد۲ اور رد المحتار کے رسم المفتی ص۹۵ جلد۱ میں شرح قہستانی کو غیر مستند قرار دیا اور تصریح فرمائی کہ اس سے فتوٰی دینا جائز ہی نہیں جبتک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ اور ایسے ہی ثلاثین ص۱۳ جلد۱ میں ہے والنظم منها ومن الكتب الغريبة مثل مسكين شرح الكنز والقهستاني لعدم الاطلاع على حال مؤلفيها (الی ان قال) لا يجوز الافتاء من هذه الكتب الا اذا علم عـه المنقول عنه الخ اور العقود الدریہ کے صفحہ مذکورہ میں یہ بھی تصریح فرماتے

عـه یعنی یہ قید نہیں لگائی کہ ہر ایک نمازی فرض عشاء باجماعت ادا کر چکا ہو تو وتر باجماعت پڑھے ورنہ نہیں حالانکہ اطلاق معتبر ہے اور قاعدہ المطلق يجری علی اطلاقہ نہایت مضبوط قاعدہ ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

عـه اور منقول عنہ کا علم جو کم از کم ظنِ غالب کے درجہ میں ہو نہیں ہو سکا گو قہستانی نے کما فی المنیۃ لکھا ہے مگر منیۃ المصلی میں تو یہ مسئلہ ہے نہیں، شاید منیۃ الفقہاء یا منیۃ المفتی میں ہو تو یہ نقل کالمجہول ہے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

ہیں کہ وہ زاہدی معتزلی کی کتابوں سے استناد کرتا ہے خصوصا و استناده الی کتب الزاهدی المعتزلی ۔ اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ زاہدی کی نقل معتبرات کی نقل کا معارضہ نہیں کر سکتی جب تک کسی اور مستند نقل سے مضبوط نہ ہو و نقل الزاهدی لایعارض نقل المعتبرات النعمانیة (الی ان قال) مالم یعضده نقل من غیره تو اکیلے قہستانی کا قول سب اکابر کے مقابلہ میں کیسے معتبر ہو سکتا ہے اور چونکہ شامی اس کے متعلق صراحۃً یہ وضاحتیں کر چکے ہیں تو صراحۃً رد نہیں فرماتے کہ ان وضاحتوں کے بعد اس کی طرف نسبت ہی کافی رد ہے ۔ اور یہ یوں بھی مردود ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ قہستانی کی ایک بحث بنے گی جو اطلاق و تصریحِ منقول کے خلاف ہے حالانکہ شامی علیہ الرحمۃ کو تسلیم ہے کہ ایسی بحث اگرچہ کسی بہت بڑے معتمد کی ہو ، غیر معتبر ہے ۔ شامی ص۲۵۵ جلد ۱ میں فرماتے ہیں و قد قال العلامة قاسم لا عبرة بابحاث شیخنا یعنی ابن الهمام اذا خالفت المنقول ۔

تعجب ہے کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ علامہ خود تائید کر رہے ہیں ۔ آپ نے دریافت کرنا تھا کہ وہ کونسا تائیدی جملہ ہے ۔ میری نظر میں شامی علیہ الرحمۃ نے ذرہ بھر بھی تائید نہیں کی بلکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی تحریرات و تقریرات جو (قوله لانها تبع) سے (قوله الی حیکه ذلک) تک ہیں ، ان پر نظر کی جائے تو مسئلۂ زیرِ بحث خود واضح ہو جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جماعتِ تراویح جماعتِ فرض کے تابع ہے تو اگر فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں تو تراویح جماعت کے ساتھ مشروع نہیں اور اگر فرض جماعت سے ادا کئے جائیں اور تراویح بھی جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں تو اکیلا فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے ۔ اور ایسے ہی جماعتِ وتر کے متعلق فرمایا کہ جماعتِ تراویح کے تابع ہے یعنی اگر جماعتِ تراویح ہو تو جماعتِ وتر جائز ہے اور جو جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھ سکا وہ اس جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جماعت سے پڑھنے والوں کی جماعت مشروع ہے تو یہ بھی اس مشروع میں داخل ہو سکتا ہے کہ کوئی مانع نہیں ، فرماتے ہیں لان جماعتهم مشروعة فله الدخول فیها معهم لعدم المحذور ۔ تو اس سے

Marfat.com

صاف صاف نمایاں ہے کہ صورتِ سوال میں اکیلا فرض پڑھنے والا جماعتِ وتر میں شامل ہوسکتا ہے کہ وہ جماعت والے فرضِ عشاء بھی جماعت سے پڑھ چکے ہیں اور ان کی یہ جماعتِ وتر مشروع ہے تو یہ بھی مشروع میں داخل ہوسکتا ہے لعدم المحذور بلکہ یہ قاعدہ لان جماعتہم مشروعۃ فلہ الدخول فیہا بغیر کسی تفرقہ کے صورتِ سوال پر سچا آرہا ہے نیز علامہ شامی کی اس تقریر سے واضح کہ جماعتِ تراویح میں جو بلاواسطہ جماعتِ فرض کے تابع ہے، اکیلا فرض پڑھنے والا شامل ہوسکتا ہے اور جماعتِ وتر میں جو جماعتِ تراویح کے بلاواسطہ تابع ہے جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے والا شامل ہوسکتا ہے تو جماعتِ وتر جو جماعتِ فرض کے بالواسطہ تابع ہے اس میں اکیلا فرض پڑھنے والا کیوں نہیں شامل ہوسکتا؛ کیا تابع کا تابع خود تابع سے جو اس کا متبوع ہے بڑھ جائے گا، ھل ھٰذا الا تحکم۔

اور اگر بالفرض مولوی صاحب کی بات مان لی جائے تو اس سے بھی قہستانی کی بات صغیریٰ کبیری وغیرہا کی تصریح اور معتمداتِ مذہبیہ کے اطلاق پر راجح نہیں ہوسکتی وذا واضح جدًا۔ نیز صغیری، کبیری میں جوازِ شمولیت کی صریح تصحیح ہے جو علاماتِ افتاء سے ہے۔ صغیری ص۲۱ طبع مجتبائی کے لفظ یہ ہیں و اذا لم یصل الفرض معہ قیل لایتبعہ فیہا ولا فی الوتر و کذا اذا لم یصل معہ التراویح لایتبعہ فی الوتر و الصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ۔ اور ایسے ہی کبیری میں بھی ہے تو ثابت ہوا کہ شمولیت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بلکہ اگر بطریقِ تنزل سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے دیکھا جائے تب بھی صرف "لا" عدمِ جواز کی تصریح نہیں کتبِ فقہیہ میں "لا" جیسے حرام و مکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے ایسی ہی مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی صفحہ کے حاشیہ پر و لا یصلی الوتر و التطوع بجماعۃ خارج رمضان۔ اس "لا" سے صاحبِ درالمختار اور شامی حرام نہیں سمجھ رہے بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اس کو صرف خلافِ اولیٰ اور مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہوئے ص۶۶۳ جلد۱ میں فرماتے ہیں و ھو کالصریح فی انہا کراھۃ تنزیھیۃ تو قولِ قہستانی میں بھی یہ "لا" خلافِ اولیٰ کے لئے ہوسکتا ہے تو

Marfat.com

یہ معنے نسبۃً قہستانی کے حق میں اولیٰ ہے کہ و ارکعوا مع الراکعین اور دوسرے دلائلِ جواز کے صریح مصادم نہ بنے ۔

بفضلہٖ و کرمہٖ اسی مختصر تقریر سے ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی مانند واضح ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ میں وہ شخص جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے اور یہ شمول جائز و روا ہے ۔ مجھے زیادہ فرصت نہیں درنہ اس مسئلہ کی بکثرتِ کتبِ معتبرۂ مذہبیہ سے اور بھی وضاحت کی جاتی ۔ بہرحال طالبِ حق کے لئے یہی کافی اور عناد کی صورت میں دفتر بھی نادانی ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

عبدہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۴ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ رمضانِ پاک میں ایک آدمی فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے ۔ بعد ازاں کیا وہ جماعتِ وتر میں شریک ہو سکتا ہے ؟ بہارِ شریعت میں ناجائز لکھا گیا ہے ۔ بہارِ شریعت کے یہ لفظ ہیں ونصہٗ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے ۔ اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح با جماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے (درالمختار، ردالمحتار) "

مستفتی : حضرت مولانا سید محمد صغر شاہ صاحب جیکب لائن صدر کراچی
مورخہ ۲۴ ماہِ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

سے وصرح فی احکام الشریعۃ ص۱۷۹ جلد۳ بجواز الوتر بلا کراھۃ تحریم ۱۲ ابوالخیر غفرلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں شامل ہوجائے۔ قرآنِ کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين "یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس حکم سے ہر جماعتِ مشروعہ میں شامل ہونا صراحۃً ثابت ہے اور جب کہ جماعتِ وتر بھی یقیناً اجماعاً ماہِ رمضان المبارک میں مشروع ہے، متون و شروح و فتاوے و حواشیِ مذہب مذہبِ مہذب میں صراحۃً روزِ روشن کی طرح موجود ہے۔ فتاوٰے عالمگیر صلا جلد ا وغیرہا میں ہے ويوتر بجماعة فى رمضان فقط عليه اجماع المسلمين كذا فى التبيين۔ تو آیتِ مذکورہ کی رو سے مطلقاً شامل ہونا جائز ہوگیا اور یونہی فقہائے کرام کی تصریحاتِ ادلئے وتر باجماعت بھی مطلق ہی ہیں اور مطلق اپنے اطلاق سے تمام افراد کا حکم ثابت کردیتا ہے۔ بلا دلیلِ خاصِ تخصیص کوئی فرد مخصوص نہیں ہوسکتا كما بين فى اسفار المذهب المهذب باتم بيان۔

تحریر المختار لرد المحتار صـ۹۴ جلد ا میں جماعتِ وتر میں شامل ہونے کے بیان میں فرمایا فيعمل بعمومه حتى يوجد ما يقتضى تخصيصه اور شامی علیہ الرحمۃ نے قاعدہ عامہ کی صورت میں فرمایا ان جماعتهم مشروعة فله الدخول معهم لعدم المحذور۔ اور کبیری و صغیری میں بالخصوص تصریحِ جواز بھی ہے۔ صغیری کے یہ لفظ ہیں واذا لم يصل الفرض معه قيل لا يتبعه فيها وكذا اذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه فى الوتر۔ یعنی جس وقت فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے تو کہا گیا ہے کہ تراویح اور وتر بھی امام کے ساتھ نہ پڑھے" اس کو "قیل" کے ساتھ بیان کر کے ضعیف بتا کر فرماتے ہیں والصحيح انه يجوز ان يتبعه فى ذلك كله۔ یعنی صحیح یہ ہے کہ مقتدی ان دونوں صورتوں

Marfat.com

میں امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔"

اس عبارت سے مدعا صاف طور پر ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام کے ساتھ شامل نہ ہونے کا قول ضعیف و مردود ہے اور در المختار میں تو وہ قطعاً ہے ہی نہیں اور شامی میں بھی قطعاً نہیں، ہاں شامی میں قہستانی سے اتنا ہے اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر یعنی جب فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے تو وتر بھی نہ پڑھے۔" مگر خود شامی اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ تراویح بھی نہ پڑھے تو یہ حکم ہے اور اگر تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو پھر وتر پڑھنے میں کراہت نہیں اگرچہ تراویح و وتر کا امام ایک نہ ہو ونصہ ینبغی ان یکون قول القہستانی معہ احترازا عن صلوتہا منفردا اما لو صلاہا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراہۃ۔

بفضلہ وکرمہ تعالیٰ مسئلہ کی واضح تصریحیں موجود ہیں لہذا شامی علیہ الرحمۃ کی طرح قولِ قہستانی کی تاویل کرنی چاہیے اور یا حلبی علیہ الرحمۃ کی طرح ضعیف کہہ کے صحیح کے مقابلہ میں رد کیا جاتے ورنہ بیچارے قہستانی میں یہ تاب و تواں کہاں کہ ایسی تصریحات کے مقابلہ میں اس کی بات قابلِ التفات بنے؟ علامہ شامی عقود الدریہ ص۳۵۶ جلد۲ میں فرماتے ہیں والقہستانی کجارف سیل وحاطب لیل۔ بلکہ رد المحتار ص۶۵ جلد۱ اور ثلاثین ص۱۳ جلد۱ میں تصریح فرماتے ہیں کہ قہستانی سے فتوے دینا جائز ہی نہیں جب تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ فرماتے ہیں لا یجوز الافتاء من ہذہ الکتب الا اذا علم المنقول عنہ الخ

تعجب تو یہ ہے کہ شامی علیہ الرحمۃ تو عبارتِ قہستانی کی تاویل فرمائیں اور حکمِ جواز بلا کراہت لگائیں مگر بعض حضرات ان کی طرف بھی نسبتِ عدمِ جواز شمول فرمائیں۔ یہ جواب نہایت مختصر ہے والتفصیل فی الفتاوی النوریۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم و
صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

ایک نمازی نے عشاء کے فرض کی جماعت میں شمولیت نہیں کی اور دیر کے بعد آیا ہے جسکی وجہ سے اس کی بیس تراویح نہ پوری ہوئیں، بعد میں نمازِ وتر شروع ہو گئی۔ وہ وتر کی جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؛ تراویح باقی ماندہ وتر کی جماعت سے پہلے پڑھے یا باجماعت نمازِ وتر پڑھ کر تراویح پڑھے؟

مستفتی: میاں محمد رمضان از حجرہ شاہ مقیم
مورخہ ۵۹-۳-۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

جو نمازی فرضِ عشاء ادا کر چکا ہے اور تراویح بیس رکعتیں پوری نہ کیں تو وہ جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے کسی دلیلِ شرعی سے اس کی ممانعت نہیں بلکہ قرآنِ کریم اور حدیثِ پاک سے جواز ثابت ہے کما سیأتی فی الجواب الثانی ان شاء اللہ تعالیٰ اور کتبِ فقہ حنفی سے بھی صاف صاف ثابت ہے نور الایضاح مطبوع مع الشرح ص۲۴۸ میں ہے یصح تقدیم الوتر علی التراویح فتاوے عالمگیر ص۱۶۱ جلد ۱، خلاصۃ الفتاوے ص۶۳ جلد ۱ میں ہے واذا فاتتہ ترویحۃ او ترویحتان فلو اشتغل بھا یفوتہ الوتر بالجماعۃ یشتغل بالوتر ثم یصلی ما فاتہ من التراویح و به کان یفتی الشیخ الامام الاستاذ ظہیر الدین۔ یعنی جب نمازی سے ایک ترویحہ (چار رکعتِ تراویح) یا دو ترویحے جماعت سے رہ جائیں۔ پس اگر وہ پورے کرنے لگے

Marfat.com

توجماعتِ وتر سے رہتا ہے تو وہ وتر باجماعت پڑھ لے۔ بعدازاں رہے ہوئے ترویحے پورے کرے شیخ امام ظہیرالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی فتویٰ تھا۔"

فتاویٰ عالمگیری ص۱۶ جلد۱، طحطاوی ص۲۴۹، بحرالرائق ص۷ جلد۲، تنویر، در، شامی ص۶۶۳ میں ہے والنظم من الھندیۃ و اذا صلی مع شیئا من التراویح او لم یدرك شیئا منھا او صلاھا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ ھو الصحیح کذا فی القنیۃ۔ یعنی جس وقت امام معین کے ساتھ کچھ ترویحے پڑھ لے یا کوئی ترویحہ بھی نہیں پڑھ سکا یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھ آیا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس امام معین کے ساتھ وتر پڑھ لے، یہی صحیح ہے غنیۃ المستملی ص۳۹۱ میں ہے وھو الصحیح ذکرہ ابواللیث وکذا قال ظہیرالدین المرغینانی۔ یعنی یہی صحیح ہے حضرتِ امامِ ابواللیث نے یہ ذکر فرمایا ہے اور یونہی حضرتِ ظہیرالدین مرغینانی نے فرمایا ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔"

اور جب جماعتِ وتر میں شامل ہوگیا تو باقی ماندہ ترویحے فارغ ہو کر ہی پڑھے گا۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ تراویح کا وقت فرضِ عشاء کے بعد صبح صادق تک وتر کے پہلے اور پیچھے ہے۔ کنزالدقائق ص۴۰، ملتقی الابحر ص۱۳۶ جلد۱، بحرالرائق ص۶۶ جلد۲ میں ہے والنظم من الکنز بعد العشاء قبل الوتر و بعدہ، یہی صحیح ہے۔ تبیین الحقائق ص۱۷۸ جلد۱، ہندیہ ص۱۶ جلد۱، کفایہ ص۴۰۸ جلد۱، قاضی خان ص۱۱۱ میں ہے والنظم من الھندیۃ والصحیح ان وقتھا ما بعد العشاء الی طلوع الفجر قبل الوتر و بعدہ یہی زیادہ صحیح ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ ص۴۰۸ جلد۱، درالمختار، شامی ص۶۵۹ جلد۱، عینی علی الکنز ص۴۲ میں ہے والنظم من الھدایۃ والاصح ان وقتھا بعد العشاء الی اٰخر اللیل قبل الوتر وبعدہ۔ منیہ وغنیہ ص۳۸۵ میں ہے وھو المختار کہ یہی پسندیدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

الاستفتاء

جو نمازی فرضِ عشاء کی جماعت کے ساتھ فرض نہ پڑھے آیا وہ وتر کی جماعت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

مستفتی : محمد رمضان دوکاندار حجرہ شاہ مقیم ۲۶-۳-۵۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جب امام حسبِ دستور جماعتِ فرضِ عشاء اور تراویح کرانے کے بعد وتر باجماعت پڑھانے لگے تو وہ نمازی جو فرضِ عشاء کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا اور اکیلا پڑھ چکا ہے جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے۔ کسی آیت یا حدیث یا ہمارے کسی امام کے قول میں اس سے ممانعت نہیں آئی اور بلا ممانعتِ شرعی کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی جماعتِ وتر بالاجماع عـہ جائز و مشروع ہے اور جماعتِ مشروع میں شامل ہونا جبکہ کوئی دلیلِ خاص منع نہ کرے یقیناً جائز ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اور حدیثِ پاک میں ہے اذا اتيتم الصلٰوة فعليكم السكينة فما ادركتم فصلوا وما سبقكم فاتموا یعنی جس وقت جماعتِ نماز کے لئے آؤ تو آرام سے آؤ (یعنی دوڑ کر نہ آؤ) پس جس قدر امام کے ساتھ پالو پڑھ لو اور جس قدر رہ گئی وہ بعد میں پوری کر لو" (بخاری ص۸۸ جلد ۱ مسلم ص۲۲۰ جلد ۱ عن ابی قتادة مرفوعاً)۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سواء فيه صلٰوة الجمعة وغيرها

عـہ کما فی جمیع کتب المذھب المھذب متونا و شروحا و فتاوٰی و حواشی ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

کہ "اس حکم میں جمعہ اور دوسری سب نمازیں برابر ہیں" نیز حدیث پاک میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ۔ یعنی امام شرعًا بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے (رواہ البخاری مرفوعا ص۹۵/۹۶ جلد ا ومسلم ص۱۷۷ جلدا عن ام المؤمنین الصدیقہ بنت الصدیق وانس رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین)

نیز جب حضرت سیدنا ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ تعالے عنہ سے سوال کیا گیا کہ بلوائیوں کی جماعت نماز میں شامل ہوں یا نہ، تو کلیۃً فرمایا الصلوۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم "یعنی نماز لوگوں کے سب کاموں سے اچھی ہے تو جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی شامل ہو جاؤ" (رواہ البخاری ص۹۶ جلد ا عن عبید اللہ بن عدی)

یہ آیت وحدیث اپنے عموم واطلاق سے سب نمازوں کی جماعتوں میں سب صورتوں میں جبکہ مشروع وجائز ہوں اجازت شمول دے رہی ہیں۔ یہیں سے علامہ شامی ص۶۶۳ جلد ا میں فرماتے ہیں لان جماعتھم مشروعۃ فلہ الدخول فیہا معھم لعدم المحذور۔ یعنی بے شک ان (جو پہلے فرض جماعت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں) کی یہ (جماعت تراویح) جماعت مشروع ہے تو وہ (جو پہلی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا) اس جماعت میں ان کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔

انہی آیت واحادیث کی اجازت سے جب ایک ہی نماز کی پہلی رکعت یا رکعتوں کے رہ جانے کی صورت میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا جائز ہے حالانکہ ایک نماز کی رکعتوں میں ترتیب نہایت ضروری ہوتی ہے تو دوسری یا تیسری نماز میں شامل ہونا کیوں نہ جائز ہوگا؟ لہذا تمام متون و شروح وفتاوٰے وحواشیٔ مذہب مہذب میں مطلقًا ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں وتر با جماعت ادا کئے جائیں بلکہ ہدایہ، ہندیہ، بحرالرائق وغیرہا میں بالاجماع کی تصریح جلیل ہے اور یہی تقاضائے اطلاقات عبارات ہندیہ وغیرہا ہے جو جواب اول میں گزریں کہ جو ساری یا بعض تراویح جماعت کے ساتھ نہ پڑھ سکے وہ جماعت وتر میں مل سکتا ہے کہ یہ سب تصریحات اپنے اطلاق سے اکیلے فرض والے کو بھی شامل ہیں اور المطلق یجری

Marfat.com

على اطلاق۔ تو قاعدہ مخفقہ ہے ہی، تو ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز کی طرح واضح و ہویدا ہوا کہ وہ شخص جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ استدراکِ قہستانی "و لکن اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر" کی کوئی وقعت ہی نہیں بلکہ اسکا استدراک بعد ازِ تصحیح عبارتِ مذکورہ مجوزہ علی الاطلاق (کما نقلہ الشامی) ہی بتا رہا ہے کہ خود اس کی نظر میں بھی وہ اطلاقِ مفیدِ جواز ہے تب ہی تو تصحیح کے بعد "لکن" سے ضرورتِ استدراک محسوس کی۔ مگر اتنے دلائلِ قاہرہ و باہرہ مذکورہ کے سامنے ایک استدراکِ بے دلیل اور وہ بھی قہستانیؔ[عہ] جیسے غیر معتمد کا کیسے قابلِ التفات بن سکتا ہے؟ لہٰذا شامی علیہ الرحمۃ نے اس کی قطعاً کوئی تائید نہیں کی بلکہ نسبت اسلئے القہستانی سے تضعیف فرمادی کہ شامی ان کے متعلق عقود الدریہ ص۲۵۶ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ ان سے فتوٰے دینا جائز ہی نہیں۔ فرماتے ہیں لا یجوز الافتاء من ہذہ الکتب الا اذا علم المنقول عنہ۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قہستانی میں عدمِ جواز یا کراہتِ تحریمی کی تصریح نہیں بلکہ صرف "لا یتبعہ" ہی ہے حالانکہ ایسی عبارتیں فقہائے کرام کے کلام میں جائز بلکہ مستحب شئے تک بھی موجود ہیں۔ دیکھئے نماز میں فاتحہ شریف کے بعد سورت کے اول میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا یقیناً جائز بلکہ مستحب ہے مگر فقہائے کرام کی عبارات میں "لا یسمّی" اور "لا یأتی" آیا ہے تو واضح ہوا کہ یہ عبارت عدمِ جواز یا کراہت کی نص نہیں (والتفصیل فی الفتاوی الرضویۃ ص۵۰۳، ۵۰۴ جلد ۳) تو اس کی وجہ سے آیت و حدیث و کتبِ مذہب کے اطلاقات جو مفیدِ جواز ہیں کیوں ترک کئے جائیں؟ پھر تعجب ہے کہ امام اہلسنت اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے احکامِ شریعت ص۷۹ جلد ۳ میں تصریح فرمادی کہ اس میں کراہتِ تحریم کی کوئی وجہ نہیں ظاہراً کراہتِ تنزیہ ہے تو اتنا شور کیوں برپا کیا جاتا ہے؟ اور عدمِ جواز کے فتوے دئے جاتے ہیں۔ رہی کراہتِ تنزیہ تو وہ بھی اعلیحضرت کے نزدیک بقولِ شامی ہی ہے حالانکہ شامی ہی تصریح کرتے ہیں جسے اعلیٰ حضرت بھی پسند کرتے ہیں کہ کراہتِ تنزیہ بھی دلیلِ خاص کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتی اور وہ جواز کے خلاف بھی نہیں کما ہو مبین فی الشامیۃ والفتاوٰی[عہ] الرضویۃ تو معلوم

عہ فتاوٰے رضویہ ص۱۶۲ جلد ۱ میں ہے "کراہت کے لئے اگرچہ تنزیہی ضرور دلیل کی حاجت ہے۔" نیز ص۲۵ جلد ۱ میں معلوم ان ترک المستحب لا یوجب کراہۃ التنزیہ کما حققہ فی البحر والشامیۃ وغیرہما ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ہوا کہ جس سے فرضِ عشاء کی جماعت رہ گئی اور اکیلے ادا کئے وہ جماعتِ وتر میں شامل ہو سکتا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ آیت وحدیث اور احکام فقہیہ کی پیروی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرعِ متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص عشاء کے فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے پھر اکیلا فرض پڑھ کر نمازِ تراویح میں امام کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔ چند رکعت تراویح بھی رہ جاتی ہیں، آیا وہ امام کے ساتھ نماز باجماعتِ وتر ادا کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس کی مکمل نوعیت سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

آپ کا خادم : مولوی محمد حسین امام مسجد موضع قادر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

ہاں وتر باجماعت ادا کرسکتا ہے۔ قرآنِ کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے واركعوا مع الراكعين یعنی نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔" اور یہی نماز باجماعت ادا کرنا ہے تو وتر باجماعت ادا کرنے والوں امام اور مقتدیوں کے ساتھ یہ بعد میں آنے والا بھی اس آیتِ پاک کے لحاظ سے اس جماعت میں شامل ہوسکتا ہے اور فقہائے کرام نے بھی یہ لکھا ہے۔ صغیری شرح منیۃ المصلی ص۲۱۰ میں ہے والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک

Marfat.com

کلہ یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ ادا نہ کئے وہ امام کے ساتھ وتر ادا کر سکتا ہے۔ اور تفصیل فتاویٰ نوریہ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۵ ماہِ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۶۷-۱-۷

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قبلہ فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی صاحب

جناب عرض یہ ہے، ایک شخص نے فرض کی نماز باجماعت نہیں پڑھی مگر تراویح جماعت کیساتھ ادا کی، آیا وہ شخص وتر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کتاب کا نام اور صفحہ بھی لکھ دیں تاکہ اگر کسی شخص کو ضرورت ہو کتاب منگوا کر دیکھ سکیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ اس مسئلہ کا جواب مہربانی سے ماہِ رمضان شریف میں پہنچ جائے ضرور تاکید ہے۔

میرا پتہ: بمقام چک ۹۱/۱۴۷ ۔ایل تحصیل وضلع ساہیوال ڈاکخانہ چک ۹/۱۴۸ ۔ایل بنگلا نائی والا

محمد عبداللہ قوم جٹ جویا کے جاوے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ہاں وہ شخص بھی وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے و ارکعوا مع الراکعین یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس آیت سے

Marfat.com

نماز باجماعت پڑھنا ثابت ہے تو وتر باجماعت پڑھنے والوں کے ساتھ بھی وتر پڑھنا مطلقاً ثابت ہوگیا اور صغیری صلا۲۱ میں ہے والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ۔ یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھے وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے، اور تفصیل فتاوی نوریہ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۶۷-۱-۴

الاستفتاء

(نوٹ) حضرت مولانا الحافظ القاری محمد رحمت علی صاحب المدنی نے والانامہ مدینہ طیبہ سے ارسال فرمایا جس میں سوالِ ذیل بھی تھا۔

قبلہ ایک چیز دریافت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو ظہر یا عصر یا عشاء کی سنتوں میں اکٹھی نیت کرکے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی پڑھے چار اور نیت آٹھ کی کرلے اور پڑھے چار یا علیحدہ علیحدہ پڑھے اور وضو اور مسجد کے تو چار کی نیت سے دو پڑھ لے۔ شاید آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا اب ذرا اس کی وضاحت طلب ہے۔ کسی سے کوئی بات اور جھگڑا نہیں ہوا صرف اپنے فائدہ کے لئے پوچھتا ہوں کیونکہ یہاں تو بہت بڑا فائدہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو پڑھنے میں ہے۔ فقیر تو ملا کے پڑھ لیتا ہے مگر بعض لوگ علیحدہ پڑھتے ہیں، مجھے خیال ہوا کہ شائد میں غلطی پر ہوں تو بہت بڑا نقصان ہے۔

سائل:

مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب المدنی

۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۲۵ ۱۱/۶۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بلاشبہ نماز تحیۃ المسجد مامور بہا ہے حضرتِ ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس (رواہ مسلم ص۲۴۸ جلد۱) والاحادیث فی ھٰذا المعنی شھیرۃ مگر یہ امر جمہور کے نزدیک وجوب کے لئے نہیں۔ فتح الباری شرح بخاری ص۴۳۶ جلد۱، عینی علی البخاری ص۳۸۵ جلد۲ میں ہے و النظم لابن حجر علیہ الرحمۃ اتفق ائمۃ الفتوی علی ان الامر فی ذلک للندب۔ تو تحیۃ المسجد واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح مسلم ص۲۴۸ جلد۱ میں فرماتے ہیں سنۃ باجماع المسلمین۔ ہمارے سب فقہائے کرام معتمداتِ کتبِ مذہبیہ میں فرماتے ہیں کہ سنت ہے رشامی ص۶۳۵ جلد۱ میں ہے فقد حکی الاجماع علی سنیتھا۔ پھر یہ سنت بھی یوں مستقل سنت نہیں کہ اس کا علیحدہ بہ نیتِ سنت پڑھنا ضروری ہو یا صرف مطلق نماز کی نیت سے استقلالاً ضروری ہو بلکہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے "رکعتین" کا حکم فرمایا ہے اور "رکعتین" نکرہ ہے تو ہر وہ نماز جو دو رکعت پر مشتمل ہو فرض ہو یا سنت، ادا ہو یا قضا، اس کے پڑھنے سے "رکعتین" کا پڑھنا صادق آجائے گا اور تعمیلِ ارشاد ہو جائے گی اگرچہ تحیۃ المسجد کی بھی نیت نہ کرے۔ نووی شرح صحیح مسلم، قسطلانی شرح بخاری ص۵۰۶ جلد۱ میں ہے والنظم للنووی ولا یشترط ان ینوی التحیۃ بل تکفیہ رکعتان من فرض او سنۃ راتبۃ وغیرھا۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص۲۴۵ جلد۱ میں ہے وینوب[عہ] عن تحیۃ المسجد

عہ الاشباہ والنظائر ص۱۵۴ قاعدۂ ثامنہ میں ہے لو دخل المسجد وصلی الفرض او الراتبۃ دخلت فیہ التحیۃ ۱۲ منہ غفرلہٗ

جلد اول فتاوی

Marfat.com

مطلق صلوٰة ذات رکوع و سجودٍ یصلیہا عند دخولہ۔
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۱۹۸ جلد۲ میں ہے تحیۃ المسجد او ما یقوم مقامہما
من صلوٰۃ فرض او سنت۔ بحرالرائق ص۳۶ جلد۲، طحطاوی، مراقی الفلاح، نورالایضاح ص۲۳۷،
شامی، درالمختار، تنویرالابصار ص۶۳۵ جلد۱ وغیرہا میں ہے و النظم من البحر و قد
قالوا ان کل صلوٰۃ صلاہا عند دخولہ فرضا او سنۃ
فانہا تقوم مقام التحیۃ بلا نیۃ کما فی البدائع
وغیرہ۔ نیز اس کی ایک وجہ محققین عظام نے یہ بیان فرمائی کہ تحیۃ المسجد سے مطلوب تعظیم مسجد ہے کہ
مسجد میں داخل ہوتے ہی مسجد کے رب جل وعلا کی وہ خاص عبادت ادا کی جائے جس کے لئے مسجد بنائی گئی۔
نووی، شامی اور صاحب بحرالرائق، صاحبِ نورالایضاح وغیرہم حضرات نے اپنے اپنے انداز میں اس کو
بیان فرمایا مگر مجھے حضرتِ امامِ غزالی کے وہ کلمات بہت پسند ہیں جو احیاء العلوم ص۲۱۱ جلد۱ میں فرمائے
و ان اشتغل بفرض او قضاء تأدی بہ التحیۃ و حصل
الفضل اذ المقصود ان لا یخلو ابتداء دخولہ عن العبادۃ
الخاصۃ بالمسجد قیاما بحق المسجد۔ توجب ہر نماز ادا کرنے
کے ساتھ بلانیتِ تحیۃ المسجد ادا ہوجاتا ہے تو اگر اس نماز کی نیت کے ساتھ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرلے تو بطریقِ
اولیٰ ادا ہوجائے گا۔ امام نووی اور قسطلانی فرماتے ہیں و النظم للقسطلانی و تحصل
بفرض او بنفل اٰخر سواء نویت معہ ام لا لان المقصود وجود
صلوٰۃ قبل الجلوس و قد وجدت بما ذکر و لا یضرہ
نیۃ التحیۃ لانہا سنۃ غیر مقصودۃ بخلاف نیۃ فرض
و سنۃ مقصودۃ فلا تصح۔ شامی میں ہے لان الفریضۃ اذا قامت
مقام التحیۃ و حصل المقصود بہا لم تبق التحیۃ مطلوبۃ
لان المقصود تعظیم المسجد بای صلوٰۃ کانت و لا یؤمر

عہ التنویر المختار میں ہے فنیۃ التحیۃ بمعنی التعظیم لا یضر ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بتحیۃ مستقلۃ الا اذا دخل لغیر الصلٰوۃ کما مرّ و حینئذٍ فاذا نواھا مع الفریضۃ یکون قد نوی ما تضمنتہ الفریضۃ وسقط بھا فلم یکن ناویًا جنسا اٰخر۔ اور جب فرض میں جائز ہے حالانکہ فرض کے لئے نیتِ فرض ضروری ہے تو سنتوں میں بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی کہ سنت کے لئے نیتِ سنت ضروری نہیں بلکہ مطلق نماز کی نیت ہی کافی ہے کما فی الفتح والغنیۃ والدر وغیرھا اور پھر سنت بھی سنت اور یہ بھی سنت۔ بہرحال فرض، اور سنت ادا کرتے وقت ساتھ ہی تحیۃ المسجد کی بھی نیت کرسکتا ہے اور مثلاً قبل الفجر دو رکعت پڑھنے سے سنۃ الفجر اور تحیۃ المسجد دونوں ادا ہوجائیں گے۔ اور فقیر کی نظرِ قاصر میں بفضلہٖ و کرمہٖ تعالےٰ یہ ہے کہ فرض یا واجب یا سنت کی نیت کرتے ہوئے اتنا ارادہ کرلینا کہ اس فرض یا واجب یا سنت کی ادائیگی کے ساتھ محبوب پیارے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو "رکعتین" نکرہ کی طلب فرمائی ہے وہ ابھی ادا کر رہا ہوں، صرف مختصر سا تصور کافی ہے اور بفضلہٖ و کرمہٖ تعالےٰ قطعًا ایسا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا جو شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں آیا اور اس کا جواب دیا۔ فرق یہ ہے کہ وہ نیتِ فرض کے ساتھ نیتِ تحیۃ المسجد سنت کے متعلق فرماتے ہیں اور فقیر نے حسبِ ارشادِ حدیثِ پاک "رکعتین" کی نیت رکھی اور ان "رکعتین" کا سنت ہونا ضروری نہیں بلکہ فرض، واجب، سنت سب کی رکعتین پر "رکعتین" سچا آرہا ہے یعنی یہ نماز کوئی علیحدہ نماز نہیں ہوگی بلکہ وہی فرض یا واجب یا سنت ہی یہ نماز بھی بن جائیں گے دو رکعتوں کے لحاظ سے۔ قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں فان صلی اکثر من رکعتین بتسلیمۃ واحدۃ جاز و کانت کلھا تحیۃ لاشتمالھا علی الرکعتین[عہ] وتحصل بفرض

[عہ] اور وہ جو فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ سنت ہے اس کا یہ مطلب کہ جب تحیۃ المسجد من حیث ہی ہی ہو یعنی کسی اور نماز فرض یا سنت کے ضمن میں ادا نہ کرے بلکہ استقلالًا پڑھے کہ فرض و سنت کا وقت ہی نہیں، یا پڑھ کر داخل ہوا تو وہ سنت ہے نہ یہ کہ مطلقًا سنت ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ عہ اللام للعہد تشیر الی رکعتین نکرۃ التی طلبھما منا محبوبنا الاکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

او نفل الخ یعنی اس فرض، واجب وغیرہ کی سب رکعتیں ہی تحیۃ المسجد بھی بن جاتی ہیں، یہ اس لئے کہ حدیثِ پاک میں جو "رکعتین" فرمایا ہے تو یہ کم کی حد ہے یعنی تحیۃ المسجد رکعتین سے کم نہیں ہو سکتا کہ صرف ایک رکعت، نماز نہیں اور زیادتی کی جانب میں حد نہیں کہ تین یا چار تحیۃ المسجد نہ بن سکیں۔ فتح الباری ص۴۲۶ جلد۱ عینی علی البخاری ص۳۸۵ جلد۲ میں ہے والنظم لہ ولا یتادی ھذا باقل من رکعتین لان ھذا العدد لا مفہوم لاکثرہ واختلف فی اقلہ والصحیح اعتبارہ۔

بہرحال داخلِ مسجد جو نماز بھی پہلے پڑھے اس سے تحیۃ المسجد ادا ہو جاتا ہے نیت کرے یا نہ، مگر ظاہر یہ ہے کہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ اگر نیتِ تحیۃ المسجد کرے تو اس حدیث پاک پر بھی عمل کا ثواب ملے گا اور اگر نیت نہ کرے تو فقط نماز کا ثواب ہوگا اور اس حدیث پر عمل کا ثواب نہیں ہوگا کیونکہ حدیثِ صحیح میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ بھی ہے انما لامرئ ما نوی۔ شامی ص۴۶۲ جلد۱ میں ابنِ حجر علیہ الرحمۃ سے مع التقریر ہے یسقط طلبہا بذلک اما حصول ثوابہا فالوجہ توقفہ علی النیۃ لحدیث انما الاعمال بالنیات۔ کتاب الفقہ ص۲۴۵ جلد۱ میں ہے ویحصل ثوابہا ان نواہا مع تلک الصلوۃ والا فلا۔

رہا یہ سوال کہ تحیۃ المسجد صلوۃ مسنونہ ہے تو ادائے فرض سے کس طرح ادا ہوگی تو اس[ع] کی وجہ بیان ہو چکی

ع قال مولانا العلی القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فی شرح الحصن الحصین ص۲۴۶ فی شرح "حتی یصلی رکعتین" (من حدیث صلوۃ تحیۃ المسجد) اما فرضا اداءً وقضاءً او سنۃ او نفلا ولیس للمسجد صلوۃ علی حدۃ تسمی تحیۃ المسجد علی ما یتوھمہ العامۃ بل المقصود انہ لا یقع دخولہ عبثا فی المسجد ولہذا لو توضأ فی بیتہ ودخل المسجد فصلی رکعتین سنۃ الفجر مثلا فقد ادی بشکر الوضوء وتحیۃ المسجد واداء سنۃ الصبح فلو کان وقت المکروہ التنزیہی فلیصل قضاء ان کان علیہ والا فلیقل سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر عملا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم برياض الجنۃ فارتعوا وایضا قد قال فی المرقات ص۴۵۶ جلد۱ فی کتاب الطہارۃ [illegible] [illegible] [illegible] بہذہ الفضیلۃ کما تحصل تحیۃ المسجد بذلک۔

ابوالخیر النعیمی غفرلہ ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ

Marfat.com

اور اس کی کئی نظیریں ہیں کہ سنت فرض کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ زید بھوک سے جان بلب تھا اور سحری کے وقت اسے کھانا ملا، حفظِ جان کے لئے یہ کھانا اس پر فرض ہے اور سحری سنت ہے تو اگر دونوں کی نیت کر لے تو فرض کے ساتھ سنت بھی ادا ہو جائے گی الی غیر ذٰلک من نظائر۔

تنبیہ

اگر ایسے وقت مسجد میں جائے کہ مطلق نماز ممنوع ہے یا صرف نفلی نماز ممنوع ہے مگر فرض پڑھ چکا یا جماعت کی انتظار ہے اور دیر ہے یا بے وضو ہو گیا یا ظالم نے ممانعت کر دی تو اس وقت بوجہ عذرِ شرعی تحیۃ المسجد ساقط ہے تو مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ تسبیح اور کلمہ شریف اور درود پاک پڑھے تو حقِ مسجد ادا ہو جاتا ہے۔ شامی میں ہے اذا دخل فیہ بعد الفجر او العصر فانہ یسبح و یھلل و یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم فانہ حینئذٍ یؤدی حق المسجد۔ طحطاوی علی المراقی ص۲۳۶ میں عبارتِ سابقہ کے بعد ہے و فی الدر عن الضیاء عن القوت من لم یتمکن منھا لحدث او غیرہ یقول کلمات التسبیح الاربع اربعا ام وھی سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ مرقات ص۱۹۸، ص۱۹۹ جلد۲ میں ہے و من دخلہ وقت کراھۃ الصلوٰۃ او و ھو محدث قال اربع مرات سبحٰن اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر زاد بعضھم و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فقد روی عن بعض السلف ان ذٰلک یعدل رکعتین فی الفضل و یؤیدہ ما صح عن جابر ابن زید الامام الکبیر التابعی انہ قال اذا دخلت المسجد فصل فیہ فان لم تصل فاذکر اللہ فکانک قد صلیت۔ اور جب تحیۃ المسجد فرض، واجب، سنت کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے تو نمازِ شکر الوضو

Marfat.com

بطریقِ اولیٰ ادا ہو جائے گی کیونکہ وہ مسنون ہے اور صحیح حدیثوں میں اس کا حکم آیا ہے، اور جب وہ تبعاً ادا ہو جاتی ہے تو یہ بطریقِ اولےٰ ادا ہو جائے گی کہ یہ نماز مستحب ہے کما صرح بہ الفقہاء الکرام، اور اس کا حکم کسی حدیث میں فقیر کی نظرِ قاصر میں نہیں آیا بلکہ احادیثِ مبارکہ میں صرف ترغیب آئی ہے یعنی شوق دلایا گیا ہے مگر حکم نہیں فرمایا اور یہ بھی تحیۃ المسجد کیطرح صلوٰۃِ غیر مستقلہ، بلکہ اس کی حدیثوں میں صراحۃً بعد الوضوء نماز فرض کا ذکر بھی آیا ہے۔ صحیح مسلم ص۱۲۲ جلد امیں حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیثِ مرفوع ہے من توضأ للصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی الصلوٰۃ المکتوبۃ فصلاھا مع الناس او مع الجماعۃ او فی المسجد غفر اللہ لہ ذنوبہ۔ نیز اسی صفحہ میں انہی کی دوسری حدیث مرفوع میں ہے ما من مسلم یتطہر فیتم الطہور الذی کتب اللہ علیہ فیصلی ھٰذہ الصلوات الخمس الا کانت کفارات لما بینھن۔ طحطاوی علے المراقی ص۲۳۷، مرقات شرح مشکوٰۃ ص۳۲۵، ص۳۲۶ جلد امیں ہے لو صلی عقب الوضوء فریضۃ حصلت لہ ھٰذہ الفضیلۃ کما تحصل تحیۃ المسجد بذٰلک۔ شامی ص۶۳۹ جلد امیں ہے وانظر ھل تنوب عنہا رکعتین بعد الوضوء ای صلوٰۃ غیرھا کالتحیۃ ام لا ثم رأیت فی شرح لباب المناسک ان رکعتی الاحرام سنۃ مستقلۃ کصلوٰۃ استخارۃ وغیرھما مما لا تنوب الفریضۃ منابہا بخلاف تحیۃ المسجد وشکر الوضوء فانہ لیس لہما صلوٰۃ

عہ بلکہ کنز العمال ص۸ جلد ۵ میں حضرتِ ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے برمزِ مسند امام احمد بن حنبل حدیثِ وضو میں ہے فاذا قام الی الصلوٰۃ رفعہ اللہ عز وجل بہا درجۃ وان قعد قعد سالما ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

علیحدۃ کما حققہ فی التحیۃ۔ اور فرض کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے تو سنت کے ساتھ بطریقِ اولیٰ ادا ہو جائے گی کما مر فی التحیۃ اور اس کی وضاحت حضرتِ بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیثِ متعلقِ نمازِ شکر الوضوء میں بھی ہے۔ قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۳۷ جلد ۲ میں حدیثِ بخاری کے کلمات الاصلیت بذلک الطہور ما کتب لی ان اصلی کی شرح میں ہے ای ما قدر علیّ اعم من النوافل و الفرائض۔ اور یہیں سے واضح ہو گیا کہ اگر تحیۃ المسجد کے ساتھ شکر الوضوء کی نیت بھی کرے اور دو رکعت پڑھے تو یقیناً جائز ہے اور دونوں نمازیں ادا ہو جائیں گی اور دونوں کا ثواب ملے گا بلکہ اگر شکر الوضوء کی نیت نہ بھی کرے تب بھی وہ ثواب جس کا احادیثِ مبارکہ میں ذکر ہے ضرور مرتب ہو جائے گا کہ اس ثواب کا نماز پر مرتب ہونا محبوبِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے حالانکہ ان کا فرمانا "کن" کے حکم میں ہے اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ ہاں نیت کرنے سے عمل بالاحادیث کا ثواب اور زیادہ بڑھ جائے گا۔

الحاصل وضوء یا غسل یا تیمم کرنے والا جب مسجد میں داخل ہو اور فرض نماز یا واجب ادا کرے یا قضاء پڑھے یا سنت یا نفل پڑھے تو نمازِ شکر الوضوء اور تحیۃ المسجد ساتھ ہی ادا ہو جائیں گی ہاں عمل بالاحادیث کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ بنیت تحیۃ اور شکر کی کرلے تو ثواب بڑھ جائے گا۔ اور یہ اللہ رب العالمین کے فضلِ عمیم بجاہ الحبیب الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کچھ بعید نہیں کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ و اللہ یضاعف لمن یشاء و اللہ واسع علیم ۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونے والا کوئی فرض، واجب وغیرہ نہیں پڑھتا کہ وقت ہی مثلاً فرض وغیرہ کا نہیں یا ادا کر چکا ہے تو تحیۃ المسجد استقلالاً کم از کم دو رکعت پڑھے اور شکر الوضوء ساتھ ہی ادا ہو جائے گا مگر نیت کرے تو بہتر کہ ثواب بڑھ جائے گا۔ اور اگر وقت مکروہ ہے تو ظاہر یہ ہے کہ جس طرح درودِ پاک اور تسبیح تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتے ہیں یونہی شکر الوضوء کے قائم مقام بھی ہو جائیں گے۔ مرقاۃ سے حضرتِ جابر بن زید تابعی کا قول گزر چکا فان لم تصل فاذکر اللہ کانک قد صلیت تو ذکر اللہ کو صلوٰۃ کا حکم دے رہے

Marfat.com

ہیں۔ نیز یہ بھی احادیثِ مسلم سے واضح ہوچکا کہ وضوء کے ماسوا غسل و تیمم کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی تطہر ہیں۔ شامی ص ۶۳۹ جلد ا میں ہے ومثل الوضوء الغسل کما نقلہ عن الشرنبلانی اور تیمم بھی طہارت ہے خصوصًا ہمارے نزدیک تو طہارتِ کاملہ ہے۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونیوالا نمازِ شکرِ طہارت ادا کرکے داخل ہوا ہے تو تحیۃ المسجد کے لئے پھر بھی وہ سب صورتیں ہیں جو مذکور ہوئیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الاعلم الاکرم واصحابہ واحبابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۱/۱۱/۶۲

Marfat.com

سجدۂ سہو

Marfat.com

بَابُ سَجْدَۃِ السَّہْوِ

الاستفتاء

نمبرا: عید الفطر کی نماز میں امام صاحب (مولوی حضرت عبدالعزیز صاحب) دوسری رکعت میں تکبیریں (تین تکبیریں) کہنا بھول گئے اور اسی طرح نماز ختم کر کے خطبہ پڑھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا کہ واجب تکبیریں نہیں کہی گئیں اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کیا نماز ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہوتا اس لئے نماز ہو گئی ہے۔ رسالہ رکن دین میں مولوی رکن دین صاحب نے بحوالہ فتوٰی دے کر تحریر فرمایا ہے کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو لازمی ہیں کہ تکبیریں رکوع میں کہی جائیں۔ دوسری جگہ مذکورہ رسالہ میں "باب سہو" میں تحریر فرمایا کہ عیدین کی نماز میں اگر تکبیریں کم یا زیادہ وغیرہ ہو جائیں تو بھی سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ پھر اخبار امروز میں عید کے مسائل میں بھی تحریر تھا کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو تکبیریں کہہ لی جائیں لیکن رکوع سے لوٹ کر تکبیریں نہ کہیں اور دونوں حالتوں میں سجدۂ سہو بکثرتِ اژدہام نہ کریں۔

آپ ارشاد فرمائیں کہ اس کے بارہ میں شریعت پاک کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اگر یہ درست ہو کہ تکبیریں رکوع میں پوری کر لینے یا رکوع سے لوٹ کر تکبیریں پوری کر لینے سے سجدۂ سہو نہیں ہوتا مگر جب تکبیریں پوری ہی نہ کی جائیں۔

نمبر۲: دعا قنوت میں جو وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے کہ الٰہی جو نیری نافرمانی کرتا ہے اسے چھوڑ دیں گے اس حالت میں اگر روزے نہ رکھنے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں سے قطع تعلق نہ کریں

Marfat.com

ترک کی خلاف ورزی میں شمار ہوتا ہے کہ نہیں؟ ارشادِ گرامی تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔

السائل: صوفی رحمت علی صاحب نوری کلرک این۔ای سی

بوریوالہ ضلع ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ج۱ بلاشک و شبہ و گنجائش ریب نمازِ جمعہ و عیدین میں ترکِ واجب سے سجدۂ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ تنویر الابصار مطبوع مع الشامی ص۵۰۷ جلد۱، اور فتاویٰ ہندیہ ص۱۲۶ جلد۱ میں ہے السھو فی الجمعۃ والعیدین والمکتوبۃ والتطوع واحد۔ ہمارے ائمہ متقدمین کا متفقہ فیصلہ یہی ہے مگر متاخرین مشائخ نے جمعہ و عیدین کے بہت بڑے اجتماعات میں عوام کی پریشانی کی بنا پر سجدۂ سہو کے ترک کی اجازت دے دی ہے۔ بحر الرائق ص۱۵۴ جلد۲، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی ص۲۷۹، در المختار، شامی ص۵۰۷ جلد۱، ہندیہ ص۱۲۶ جلد۱ میں ہے والنظم من الدر والمختار عند المتأخرين عدمہ۔ شامی میں ہے لیس المراد عدم جوازہ بل اولی ترکہ نیز شامی و طحطاوی نے فرمایا ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر۔ اور جب بڑے اجتماع نہ ہوں تو سجدۂ سہو ضرور ادا کیا جائے کہ تلافی نقصان (بوجہ ترکِ واجب یا واجبات) ہو جائے، اور اصل بھی یہی ہے اور چونکہ کم اجتماع کی صورت میں تشویشِ عوام جو مبنائے ترکِ اجازت تھی، نہیں پائی جاتی لہذا اجازتِ ترک بھی نہیں رہے گی۔ شامی و طحطاوی میں ہے والنظم للطحطاوی اما اذا لم یحضروا (ای جمع کثیر) فالظاھر السجود لعدم الداعی الی الترک وھو التشویش۔ بلکہ عقلِ سلیم سے کام لیا جائے تو چونکہ ہمارے زمانہ میں ترکِ سجدۂ سہو کی صورت میں تشویش پائی جاتی ہے اور عوام حیران و ششدر رہ جاتے

Marfat.com

ہیں کہ باوجودیکہ تکبیراتِ واجبہ رہ گئیں اور سجدۂ سہو بھی نہ کیا گیا تو نماز کیسے پوری ہوئی، تو انصافاً وہی تشویشِ عوام جو متاخرینِ کرام کے وقت میں وجہِ ترکِ سجدہ تھی اب وجہِ اداۓ سجدہ بن گئی ہے حالانکہ اصل بھی یہی ہے، تو سجدہ ضرور ادا کیا جاۓ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر ۲: اصل اور کامل چھوڑنا تو یہ ہے کہ بالکل قطع تعلق کیا جاۓ مگر بوقتِ ضرورت و مجبوری صرف دلی طور پر قطعِ تعلق بھی کافی ہے جب کہ میل جول بقدرِ ضرورت صرف ظاہر تک محدود رہے۔ قرآنِ کریم میں ہے الا ان تتقوا منھم تقٰۃً۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۵ ذلقعدۃ المبارکہ ۱۳۷۵ھ بروز جمعرات

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماۓ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو الحمد کے بعد بھول کر نہ کوئی سورت پڑھے اور نہ تین آیتیں خورد اور نہ ایک طویل آیت پڑھے، کیا اس کی نماز جائز ہو جاۓ گی؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہو گی بوجہِ ترکِ فرضِ قرات اور الحمد کے پڑھنے سے فرضِ قرات ادا نہیں ہو گا کہ الحمد عند الاحناف واجبات سے ہے۔ بینوا توجروا۔

السائل: سید وزیر علی شاہ بسنت پورہ ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک و شبہ و گنجائش ریب مذہبِ حنفی میں سہواً سورت اور آیتوں کے چھوڑنے کی صورت

Marfat.com

میں نماز جائز ہوگئی البتہ سجدۂ سہو واجب ہوگا کہ ترکِ واجب پایا گیا۔ فتح القدیر ص۴۳۸ جلد ۱، بحر الرائق ص۹۴ جلد ۲، فتاوٰے عالمگیری ص۶۵ جلد ا میں ہے والنظم من الهندية ولو قرأ الفاتحة وحدها وترك السورة يجب عليه سجود السهو وكذا لو قرأ مع الفاتحة آية قصيرة كذا فى التبيين۔

باقی مولوی صاحب کا فرمانا کہ فرضِ قراءت ادا نہ ہوا یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ فرضِ قراءت صرف کسی ایک آیت کا پڑھنا ہے جو فاتحہ شریف کی آیت ہو یا کسی دوسری سورت کی، رہا ان کا یہ کہنا کہ الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے تو یہ دلیلِ عدمِ ادائگیٔ فرض نہیں بلکہ اس واجب کے ضمن میں فرض ادا ہو جائیگا کہ مطلق آیت کا اطلاق یقیناً سب کو شامل ہے ورنہ اگر فاتحہ شریف کے ساتھ سورت بھی ملا کر پڑھے تو مولوی صاحب کی دلیل سے پھر بھی یہی ثابت ہوگا کہ نماز نہ ہوئی کہ ہمارے مذہب میں سورت کا پڑھنا بھی واجب ہی ہے حالانکہ اس صورت میں مولوی صاحب بھی ضرور ہی جائز کہتے ہونگے ورنہ جوازِ نماز کی ایسی صورت ذکر فرمائیں کہ فاتحہ وسورتِ واجبہ پڑھنے کے ساتھ فرضِ قراءت علٰحدہ ادا ہو ولا يقول به احد من اولى المتون والشروح والحواشى والفتاوى ومن ادعى الخلاف فعليه البيان۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه وآله واصحابه وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۷ شوال المکرم ۱۳۷۵ بروز جمعرات

الاستفتاء

جناب چشمۂ نور مآب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب سلامت باشند

مخدوم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ مزاج شریف! آپ کی حضرتِ عالیہ میں حاملِ رقعہ ہٰذا اشرف الدین

Marfat.com

بھیجا ہے مندرجہ ذیل مسئلہ حل کر دیں، مشکور ہوں گا۔

نمبرا : جماعت ہونے پر امام کو شبہ گزر گیا اس نے ایک طرف سلام کہہ دیا۔

نمبر۲ : ایک شخص نماز گذار رہا تھا اس کو سجدہ کا شبہ ہوگیا۔ اس کی نماز ایک طرف سلام کہنے سے ہو سکتی ہے یا دونوں طرف سلام کہنے سے ہو سکتی ہے۔ مسمیٰ قطب الدین و حاجی جان محمد کی زبانی معلوم ہوا کہ جس شخص نے ہر دو طرف سلام کہہ دیا اس کی نماز نہیں ہو سکتی، سامنا سجدہ کی بابت آپ مکمل مسئلہ حل کر دیں۔ والسلام۔

السائل : حاجی اللہ دین سکنہ مہر وک ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام و رحمۃ و برکاتہ :-

مذہب امام اعظم علیہ الرحمۃ میں سلام کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے۔ فقہائے کرام اور مشائخ عظام کا اختلاف ہے کہ سلام سے ایک سلام مراد ہے یا دو۔ بہت سے حضرات فرماتے ہیں ایک کے بعد کرے اور بہت سے فرماتے ہیں دو کے بعد، لہٰذا یہ تو نہ کہنا چاہیئے کہ دو سلام کہہ دے تو نماز نہیں ہو سکتی۔ ہاں بہتر اور افضل ایک سلام ہے۔ فتاوٰے شامی ص۶۹۱ جلدا، فتاوٰے عالمگیر ص۶۵ جلدا میں ہے والنظم من الھندیۃ ویأتی بتسلیمتین ھو الصحیح کذا فی الھدایۃ والصواب ان یسلم تسلیمۃ واحدۃ وعلیہ الجمھور والیہ اشار فی الاصل کذا فی الکافی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۶ ذی القعدۃ ۱۳۷۷ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ زید امام ہے اس نے قرأت قرآن مجید کی پہلی رکعت میں چار آیت کا مقدار پڑھ کر بھول گیا اور مقتدی نے لقمہ بھی دیا لیکن لقمہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور ایک آیت سہواً چھوڑ گیا۔ بعدہٗ ایک آیت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سجدۂ سہو بھی ادا نہیں کیا۔ کیا سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور نماز کا اعادہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب صحیح مدلل بحوالہ صفحہ فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

السائل: احقر العباد بشیر احمد عفی اللہ عنہ از ملکہ ہانس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سائل نے وضاحت نہیں کی مگر ظاہر یہ ہے کہ سورت فاتحہ پوری کر کے چار آیت کا مقدار پڑھنے کے بعد بھولا اور ٹھہرا پھر سہواً ایک آیت چھوڑ کر اگلی آیت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا اور وہ نماز بھی عشا رہا فجر تھی۔ ایسی صورتوں میں سجدہ سہو قطعاً واجب نہیں ہوتا کہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا حالانکہ سجدۂ سہو ترکِ واجب سے ہی واجب ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیر ص۶۵ جلد ا وغیرہا کتبِ معتبرہ میں ہے ولا یجب السجود الا بترك واجب او تاخیرہ (الی ان قالوا) وفی الحقیقة وجوبه بشیئ واحد وهو ترك الواجب كذا فی الكافی۔ اور امام کا دوسری آیت پڑھنا بھی ناجائز نہیں بلکہ ایسی بھول کی صورت میں یہی لائق ہے کہ جو آیت یاد نہیں آتی چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دے یا رکوع کر دے۔ مبسوط ص۱۹۴ جلد ا، بدائع صنائع ص۲۳۶ جلد ا، فتاویٰ قاضی خان ص۶۶ جلد ا، خلاصۃ الفتاویٰ ص۱۲۱ جلد ا، فتاویٰ ہندیہ ص۵۲ جلد ا، تبیین الحقائق ص۱۵۷ جلد ا، بحرالرائق ص۶ جلد ۲، مجمع الانہر ص۱۱۹ جلد ا، ہدایہ، فتح القدیر، کفایہ ص۳۴۹ جلد ا، غنیۃ المستملی ص۴۱۷،

جلد اول فتاویٰ نور یہ

Marfat.com

مشا ۴۱۸، شامی ۵۸۲ جلد ۱، طحطاوی علی المراقی ص ۲۰۱ وغیرہا میں ہے والنظم لشمس الائمۃ السرخسی علیہ الرحمۃ بل یرکع او یتجاوز الی اٰیۃ او سورۃ اخریٰ (والانتقال الی سورۃ اخریٰ ایضاً انتقال الی اٰیۃ اخریٰ لکن من غیر سورۃ الاٰیۃ الاولیٰ کما لایخفیٰ) بلکہ اس کا جواز ایسا واضح ومضبوط ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک تو اس وقت لقمہ دینا مفسدِ نماز ہے علی التفصیل گو تحقیق یہ ہے کہ مفسد نہیں۔ اکثر کتبِ مذکورہ میں ہے والنظم من البحر لوفتح علی امامہ بعد ما انتقل الی اٰیۃ اخریٰ الخ اور یونہی اس کا رکوع کرنا بھی جائز ہے کہ قدرِ ضرورت سے زیادہ پڑھ چکا ہے تو اعادۂ نماز کی بھی ضرورت نہیں، نماز بلا کراہت درست ہوگئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ واٰلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۳ شعبان المعظم ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

حضرتِ محترم دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی۔ المرام آنکہ چند صورتیں در پیش ہیں ان کے بارے میں اپنی تحقیق سے مطلع فرمایئے:۔

نمبر ۱: چوپائے مثلاً بھیڑ کے ساتھ وطی کے اثبات کے لئے آیا چار گواہ ضروری ہیں یا کہ دو ہی کافی ہیں؟ اور کیا یہ فعل ایک گواہ سے بھی ثابت ہوجاتا ہے؟ اور اگر کسی جنگل میں کوئی ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے اس فعل کو دیکھ کر پیچھے چلاتے اور بادو پ سے چند آدمی آجائیں اور آنے والوں نے بعینہٖ فعلِ مذکور نہ دیکھا ہو تو کیا ان کی

Marfat.com

شہادت بھی معتبر ہو سکتی ہے؟

نمبر۲ : امام نماز کی دوسری رکعت میں جہری نماز کے اندر بھول کر قرأت آہستہ کرے اور پھر یاد آجانے پر شروع فاتحہ سے شروع کر دے تو کیا حکم ہے؟ اگر بمقدار تین تسبیح کے آہستہ پڑھا ہو تو سجدۂ سہو لازم ہوگا؟

نمبر۳ : بکری یا کوئی اور مادہ جانور اپنے وقتِ مقررہ سے پہلے ہی بچہ گرا دے تو اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟ از راہِ کرم ذرا جلدی جواب سے مطلع کریں۔

السائل : غلام محمود از دار العلوم اہلِ سنت جہلم، المرقوم ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱۔ یہ فعلِ بد زنا نہیں اور چار گواہ صرف زنا کے لئے ضروری ہیں مگر نصابِ شہادت دو ہیں لہٰذا ایک کافی نہیں۔ اور گواہ وہ ہے جو مشاہدہ مشہود بہ کرے بعد میں آنے والے قرآن کا مشاہدہ کر سکتے ہیں مگر اصل فعل جس پر شہادت دینی ہے اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے تو شہادت کیسی؟ فتاوٰی عالمگیر ص۲۰۲ جلد ۳ میں ہے ان یکون التحمل بمعاینۃ المشھود بہ بنفسہ لا بغیرہ الخ نیز ص۲۰۳ میں ہے اما اقسام الشھادۃ فمنھا الشھادۃ علی الزنا و تعتبر فیھا اربعۃ من الرجال الخ

۲۔ ہاں سجدۂ سہو لازم ہوگا کہ ظاہر الروایت کے حکم سے تو قلیل پر بھی سجدہ ہے اور دوسری مصحح روایت کے لحاظ سے ایک آیت آہستہ پڑھنے پر لازم ہوتا ہے اور تین تسبیح تو زیادہ ہیں لہٰذا دونوں روایتوں کے لحاظ سے سجدہ لازم ہوگا۔ تنویر الابصار، در المختار میں ہے (و الجھر فیما یخافت فیہ) للامام (وعکسہ) لکل مصل فی الاصح تقدیرہ (بقدر ما تجوز بہ الصلوٰۃ فی الفصلین وقیل) قائلہ قاضی خان (یجب) السھو (بھما) ای بالجھر والمخافتۃ (مطلقا)

Marfat.com

اى قل او كثر (وهو ظاهر الرواية) شامى ص ۶۹۴ جلد ا میں فرمایا
صححه فى الهداية والفتح والتبيين والمنية لان اليسير
من الجهر لا يمكن الاحتراز عنه وعن الكثير يمكن
وما تصح به الصلوٰة كثير غير ان ذلك عنده اٰية
الخ وهذا بعمومه واطلاقه شامل لصورة الاعادة
ايضا والاستدلال بالعموم والاطلاق شائع بين الصحابة
رضى الله تعالىٰ عنهم وبين من بعدهم.

نمبر ۳ ہاں حلال ہے اگرچہ حمل ہی نہ ہوا ہو کہ قرآنِ کریم یا حدیثِ پاک میں حمل وغیرہ کی قید نہیں اور نہ ہی ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی قید لگائی۔ قرآنِ کریم پ ۱۴ ع ۱۵ میں ہے وان لكم في الانعام لعبرة ط نسقيكم مما فى بطونها من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربين ۰ نیز پ ۱۸ ع ۱ میں ہے نسقيكم مما فى بطونها۔ بہرحال اس اطلاق وعموم سے انعام (بکری، گائے وغیرہ اجناس) کے دودھ کے تمام اقسام حلال ہوگئے۔ حتیٰ کہ فتاوٰے خیریہ ص ۲ جلد ۱ میں فرمایا کہ اگر بکرے یا مینڈھے کے دودھ اتر آئے تو وہ بھی ظاہر یہی ہے کہ حلال ہے۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه الاكرم
واٰله وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ (۲۶/۱۰/۶۵)

الاستفتاء

مکرمی ومحترمی جناب مولانا مولوی محمد نوراللہ صاحب دام ظلکم العالی

Marfat.com

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔ امید ہے کہ جناب بفضلِ خدا بخیریت ہوں گے۔ باقی عرض آنکہ براہ کرم مندرجہ ذیل سوالات کا جواب شرعی حدود کے اندر دے کر ممنون فرمادیں جس سے ہماری پوری طرح تسلی ہو جاوے کیونکہ اس کی وجہ سے امام مسجد کے بارے میں ہمارے دل میں کچھ شبہ پیدا ہو چکا ہے :۔

نمبر۱ : ایک امام مسجد نے عید الفطر کے روز صرف نمازِ عید کا خطبہ پڑھا اور نماز پڑھادی۔ دورانِ نماز میں پہلی رکعت کے سامنے تکبیریں بھول گیا لیکن سجدہ سہو کرادیا ، آیا نماز مکمل ہوگئی یا کہ نہیں ؟

نمبر۲ : اسی دن جمعۃ المبارک کی نماز کیسا تھ اس دن کوئی خطبہ نہیں پڑھا صرف نماز باجماعت پڑھادی حالانکہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور نمازِ عید کا خطبہ واجب ہے۔ آیا کہ ہماری نمازِ جمعہ ہوگئی ہے یا نہیں ؟ برائے کرم مکمل جواب دیں آیا آئندہ اس امام کے پیچھے ہماری نماز جائز ہے یا کہ نہیں ؟ برائے کرم جواب جلدی دیں۔ زیادہ خیریت۔ والسلام وآداب۔

از طرف آپ کا نیاز کیش : اصغر علی زرگر کچا کھوہ ضلع ملتان

(نوٹ) دوسرے روز سائل نے یہ ترمیم بھی بھیجی کہ مولوی صاحب جمعہ کی اذان کہلوانے کے بعد خود ایک رکوع قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور اس کی تشریح و تقریر کے فوراً بعد جمعہ کی جماعت کرادی۔ آیا مولانا صاحب کا خطبہ پڑھنا ہو گیا یا کہ نہیں ؟ اور ہماری نمازِ جمعہ بھی ہوگئی یا کہ نہیں ؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس طریقہ سے خطبہ پڑھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ عید کی تکبیریں سہواً رہ جائیں تو سجدۂ سہو سے کمی پوری اور نماز کامل ہو جاتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیر صلا۲۶ جلد۱ میں ہے ومنہا (واجبات الصلوۃ) تکبیرات العیدین قال فی البدائع اذا ترکھا اونقص منھا او زاد علیھا اواتی بھا فی غیر موضعھا فانہ یجب علیہ

Marfat.com

السجود کذا فی البحر الرائق ۔ اور عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے ۔ سائل کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ خطبہ پہلے پڑھا گیا ہے ۔ اگر پہلے پڑھا گیا ہے تو یہ سنتِ مستمرہ کا خلاف ہے فتاوٰے عالمگیر مث جلد ۱ میں ہے ثم یخطب بعد الصلوٰۃ خطبتین کذا فی الجوھرۃ النیرۃ ۔

۲ واقعی خطبۂ جمعہ فرض اور شرطِ جواز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے تو جائز نہیں ۔ فتاوٰے عالمگیر ۵ جلد ۱ میں ہے لو صلوا بلا خطبۃ او خطب قبل الوقت لم یجز کذا فی الکافی ۔ مگر نماز کی طرح خطبہ میں بھی فرض اور سنتیں ہیں ترک فرض سے جس طرح نماز نہیں ہوتی یونہی خطبہ نہیں ہوتا اور اگر سنتیں رہ جائیں تو نماز اور خطبہ ہو جاتے ہیں مگر ناقص ہوتے ہیں ایسا کرنا بُرا ہے اور عادت بنانا بہت بُرا ہے ۔ فرضِ خطبہ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہے ۔ فتاوٰے عالمگیر میں ہے والثانی ذکر اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق بلکہ قرآنِ کریم میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ ۔ تو آپ کے مولوی صاحب نے جب نیتِ خطبہ سے رکوع پڑھا اور اس کی تشریح و تقریر کی تو فرضِ خطبہ ادا ہو گیا اور نماز بھی ہو گئی مگر کئی سنتیں ترک ہو گئیں اور کئی مستحب رہ گئے مثلاً دوسرا خطبہ اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا اور حمد و ثنا اور درود پاک اور حمد کے ساتھ شروع کرنا ، اور خلفائے راشدین رضے اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کا ذکر ہونا ، کما فی الھندیۃ وغیرھا اور پھر خطبہ میں پنجابی یا اردو کا استعمال کرنا بھی سنتِ متوارثہ کے خلاف اور بُرا ہے ۔ ہدایہ ملاث جلد ۱ میں ہے الا انہ یصیر مسیئاً لمخالفۃ السنۃ المتوارثۃ (الی ان قال) والخطبۃ والتشھد علی ھذا ۔ فتاوٰے مولانا عبدالحی م۲۱۹ جلد ۱ سے م۳۳۳ تک چودہ صفحوں میں وہ تحقیق جو مولانا مذکور کے نزدیک محقق ہے ، یہی ہے کہ خلافِ سنتِ متوارثہ اور مکروہ و بدعت ہے ۔ باوجودیکہ اسلام پھیلتا گیا اور ایسے ایسے ملک دائرۂ اسلام میں آتے گئے کہ وہاں کے باشندے عربی زبان سے قطعاً واقف نہیں تھے مگر پھر بھی صحابہ کرام اور تابعین ، تبع تابعین ، مشائخ و علمائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب کے سب عربی زبان میں خطبے پڑھتے آئے تو لامحالہ غیر عربی میں بدعت و مکروہ بنا ۔

Marfat.com

ص۲۳۳ میں مصفّٰی شرح مؤطا شاہ ولی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں" عربی بودن بجہت عمل مستمر مسلمین در مشارق و مغارب بوجود آنکہ در بسیارے از اقالیم مخاطبات عجمی بودند" تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ گو نماز وخطبہ ہو گئے مگر کراہت و بدعت سے خالی نہیں لہذا آئندہ کیلئے بالکل پرہیز کریں اور خطبہ و نماز مکمل ادا کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۷، ماہ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں :

نمبر۱ : نمازِ عید الفطر کی پہلی رکعت میں تکبیرات کے بجائے قرات شروع کر دیا بعد از لقمہ تکبیرات ادا کرنا قرات صرف الحمد کہا گیا۔

نمبر۲ : دوسری رکعت میں تین کی بجائے چار تکبیرات نادانستہ کہنا، بعد میں سجدہ ادا کیا جانا آیا، نماز ہوگئی یا دوبارہ پڑھی جائے !

سائل : از منچریاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

اگر کوئی اور مانع نہیں پایا گیا تو صرف ان دو وجوہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی بلکہ ہوگئی۔ بدائع

Marfat.com

صنائع میں ہے لو سہی عن تکبیرات العید حتی اشتغل بالقراءۃ ثم تذکر انہ لم یکبر یعود الی التکبیرات و یقرأ بعدھا۔ ہندیہ میں ہے اذا ترکہا او نقص منہا او زاد علیہا اواتی بہا فی غیر موضعہا فانہ یجب علیہ السجود کذا فی البحر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
یکم شوال المکرم ۱۳۸۶ھ ۶۵/۲/۴

Marfat.com

نمازِ مسافر

Marfat.com

بَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ

الاستفتاء

ایک مسافر نے عشاء کی جماعت کرائی۔ قعدۂ اولیٰ کرنے کے بعد بھول کر چار رکعتیں نماز پوری کرلی۔ کیا مسافر کی نماز ہوگئی یا کہ نہیں؟ دیگر مقتدی جو کہ مقیم ہیں ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کتبِ معتبرہ سے تحریر فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔ فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

مسافر کا فرض ادا ہوگیا اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہیں۔ مبسوط ج ۱ ص ۲۳۹ میں ہے مسافر صلی فی سفرہ اربعًا فان کان قعد فی کل رکعتین قدر التشہد فصلوتہ تامۃ والاخریان تطوع لہ وکذا فی عامۃ المعتبرات ایضًا۔ اور جس مقتدی مقیم نے امام کی متابعت میں نماز پوری کی اس کی نماز فاسد ہوگئی کہ پچھلی رکعتوں میں امام متنفل ہے اور مقیم مفترض اور مفترض متنفل کی اقتدا نہیں کرسکتا وکل

Marfat.com

ذلك مصرح متونا و شروحا وحواشی و فتاوى و ابين من ان يبين و اتقن من ان يبرهن، بلکہ رد المحتار ص۵۴۲ جلد ا میں جزئیہ صریحہ ہے لو اقتدى مقيمون بمسافر و اتم بهم بلا نية اقامة و تابعوه فسدت صلوتهم لكونه متنفلا فى الاخريين (الى ان قال) و قد نقلها الرملی فی باب المسافر عن الظهيرية و كذا فى المنحة ص۱۳۵ جلد ۲ و فى اخره لان هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم و احكم وصلى الله تعالى على حبيبه و اٰله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۷۰ھ

الاستفتاء

عزیزم مولانا ابوالفضل[1] صاحب شرفہ ربہ تعالےٰ بالشرف والفضل

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ : بعد از دعوات آنکہ آپ کا خط آیا اور چونکہ آپ کے کاغذ پر جگہ نہیں تھی اور یہاں بھی کاغذ کی قلت ہے تو اپیل پر ہی استفتاء نقل کرکے جواب دیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مسافر مقتدی نے امام مقیم کی اقتدا کی - - - - - - - - بعد سلام امام کے مقتدی نے بھی سلام پھیر کر کلام کرلی اور نماز باطل کرلی، نماز چہارگانہ تھی۔ اب مقتدی چار رکعت قضاء کرلے یا دو؟ والسلام۔ بینوا توجروا

---

[1] غالباً یہ ابوالفضل مولوی محمد شریف ہیں جو صاحبزادہ غلام رسول صاحب نوری حویلوی کے رشتہ دار ہیں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر وہ اقتدا بطور ادائے فرض تھی اور اس کے وقت فوت ہونے تک مسافر تھا یا آخر وقت بھی مسافر تھا تو صرف دو رکعت ہی قضا کرے اور ایسے ہی اگر وقت کے اندر ادا کرے اور اکیلا پڑھے یا مسافر کی اقتدا کرے تو دو ہی پڑھے کہ مسافر پر دو ہی لازم ہیں اور متابعتِ مقیم کی وجہ سے چار لازم ہوتی ہیں اور جب نماز توڑ دی تو متابعت چھوڑ دی تو وہ لزوم بھی مرتفع ہو گیا۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ اب جو پڑھ رہا ہے اس میں اس امام کی متابعت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔ مبسوط ص۲۴۳ جلد ۱، نیز ص۱۰۵ جلد ۲، بدائع صنائع ص۹۳ جلد ۱، بحر الرائق ص۱۳۴ جلد ۱، سراجیہ ص۱۲، فتح القدیر ص۱۲ جلد ۲، کفایہ ص۱۲ جلد ۲، غنیۃ المستملی ص۵۰۴، خلاصۃ الفتاوٰی ص۲۰۱ جلد ۱، ہندیہ ص۳۷ جلد ۱، شامی ص۷۴۱ میں ہے

والنظم لہ ولو افسدہ صلی رکعتین لزوال المغیر

بطور ادائے فرض کی قید اس لئے کہ خود فرض ادا کرنے کے بعد بطور تنفل اقتدا کرے تو چار کی قضا ہی لازم ہے جس طرح بھی پڑھے۔ معتمداتِ مذہبیہ میں ہے واللفظ لہ بخلاف ما لو اقتدی بہ متنفلا حیث یصلی اربعا اذا افسدہ۔ وقت کے فوت ہونے تک یا صرف آخر وقت میں بھی مسافر ہونے کی قید اس لئے کہ اگر اس وقت نیتِ اقامت ہوتی تو اتمام لازم ہو جاتا ہے۔ انفراد یا اقتدا مسافر کی قید یوں کہ اگر مقیم کی اقتدا کرے تو پھر بھی اتمام لازم ہو گا۔ اور ادا کا اضافہ اس لئے کیا کہ یہ بھی استفتا میں نہیں آیا تھا۔ اور یہ تو واضح ہی ہے کہ یہ سوال چہارگانہ فرض کے متعلق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ

Marfat.com

الاستفتاء

قبلہ و کعبہ حضرت صاحب مدظلہ العالی جناب مولانا نور اللہ صاحب

السلام علیکم ۔ جناب عالی گذارش یہ ہے کہ ہم انڈیا کی قید میں ہیں اور ہمارے لئے کونسی نماز کا حکم ہے؛ ہمیں بہت ساری جگہوں سے فتوے اور مسئلے وصول ہوئے ہیں۔ کسی فتوے پر نوٹ ہوتا ہے نماز قصر پڑھیں اور کسی پر ہوتا ہے کہ نماز پوری پڑھیں ۔ بندہ آپ کے ہاں بصیر پور غلہ منڈی سے ہے ۔ قبلہ حافظ صاحب محمد عبد اللہ صاحب سے قرآنِ پاک ختم کر کے فوج میں بھرتی ہوا ہے ۔ بندہ مولوی محمد عظیم کا بھتیجا ہے اور نور محمد ڈولا کھبیانوالی والا، اُس کا دوہتا ہے اور بندہ اس جگہ پر قیدیوں کو نماز پڑھاتا تھا پوری ۔ دو تین فتوے پوری کے آچکے ہیں اور دو تین قصر نماز کے ۔ بندہ پہلے تو پوری نماز پڑھاتا رہا مگر جب یہ فتوےٰ آیا تو امامِ اعظم کے قول کے مطابق قیدی آدمی اپنی پندرہ یا بیس دن یا کم یا زیادہ کی نیت نہیں کر سکتا تو بندہ نے نماز پڑھانا چھوڑ دی ۔ ابھی ہمارے کیمپ میں دو نمازیں ہوتی ہیں اور بندہ کا دل مطمئن نہیں ۔ جب تک آپ کا فتوےٰ نہیں آئے گا ہم چند آدمی نہ تو پوری نماز باجماعت پڑھیں گے اور نہ ہی قصر باجماعت پڑھیں گے ۔ اگر آپ کا فتوےٰ آگیا تو انشاء اللہ اس پر ضرور عمل کریں گے ۔ برائے مہربانی آپ جتنا بھی جلد ہو سکے اس کا جواب جلدی دیں کیونکہ یہ آپ پر لازم ہے ۔ باقی برائے مہربانی آپ پورا پورا احوال دیں اور واضح طور پر بتا دیں مہربانی ہوگی ۔ باقی جوابی خط کیونکہ یہاں قید میں میسر نہیں اس لئے تکلیف گوارا کریں مہربانی ہوگی باقی تمام قیدیوں کے حق دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ جلد ہمیں پاکستان لادے اور انڈیا کی قید سے رہائی دے (آمین) باقی اگر قبلہ حافظ عبد اللہ صاحب اور حافظ منظور حسین اور مولانا محمد عظیم صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو ان کو میرا اسلام کہہ دینا ہوگا مہربانی ، باقی ہمیں یہاں پر تقریباً دینی معاملے میں ہر قسم کی آزادی ہے جماعتیں ہوتی ہیں ، قرآن خوانی ہوتی ہے ۔ مذہبی بارے ہمیں یہاں پر کوئی تکلیف نہیں ۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ ہم پہ روزے فرض ہیں یا نہیں ؟ اور عیدین کے متعلق بھی بتا دیں مہربانی ہوگی ۔ دار العلوم حنفیہ کی مُہر فتوٰی پر لگا دیں ۔ باقی یہاں کیمپوں میں نماز قصر زیادہ پڑھی جاتی ہے اور میں نے بھی قصر نماز شروع کی ہوئی ہے اس لئے بندہ کو جلد آگاہ کریں کہ کونسی پڑھنی چاہیئے

Marfat.com

باقی جنگی قیدیوں کی طرف سے تمام اساتذہ اور طالب علموں کو سلام ۔ اچھا اجازت دیں ۔

آپ کا : بندہ خاکسار محمد اسلم ولد محمد یار منچریاں ، حال جنگی قیدی انڈیا (۱۳.۳.۷۳)

۸۶؍
۹۲

عزیز القدر حافظ محمد اسلم صاحب یسّر اللہ تعالیٰ اخلاصہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ :۔ بعد از دعواتِ خلاص و عافیت دارین آنکہ آپ کا خط مورخہ ۷۳/۳/۱۳ کا لکھا ہوا موصول ہوا ۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العالمین جلد از جلد آپ سب کو خیریت سے رہائی نصیب فرماتے اور جلد از جلد وطن واپس لائے ۔ آپ کے سلام حافظ صاحبان کو پہنچا دئے ہیں ۔ اتفاقاً آپ کے والد صاحب اور صوفی پہلوان صاحب ملنے آئے تو ان کو بھی آپ کا خط دکھایا ہے ۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ ہمیں یہاں پر نفر بیا دینی معاملے میں آزادی ہے اور کوئی تکلیف نہیں ، تو اس سے بہت خوشی ہوئی ۔ ہمیں اس سال بفضلہ تعالیٰ حج کر کے آیا ہوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ آپ سب کی رہائی کے لئے بہت ہی زیادہ دعائیں ہوئی ہیں اور اب بھی ہو رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ جلدی ہی رہائی ہونے والی ہے ۔ سب احباب سے سلامِ محبت ۔ آپ کے دریافت کردہ سوالات کے جوابات حسبِ ذیل ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

آپ سب جنگی قیدی شرعاً مسافر ہیں اور چونکہ حکومتِ پاکستان اور بھارت دونوں کی خواہش ہے کہ آپ جلد از جلد رہا ہو جائیں صرف چند معاملات کے تصفیہ کی انتظار ہے جس وقت بھی تصفیہ ہو گیا آپ رہا ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ تو ایسے حالات میں آپ حضرات کی نیتِ اقامت کا شرعاً اعتبار نہیں لہٰذا آپ پر نمازِ قصر واجب ہے ، اکیلے پڑھیں یا جماعت کے ساتھ پڑھیں جبکہ امام بھی آپ جیسا ہی ہو ۔ ہاں اگر ہندوستان کا مقیم امام نماز پڑھاتے تو اس کی اقتدا میں آپ بھی پوری نماز پڑھیں ۔ اور قصر صرف چار رکعتوں والے فرض میں ہے باقی فجر اور مغرب اور وتر پورے پڑھیں اور سنتیں بھی پڑھا کریں اور ان میں بھی قصر نہیں ۔ نمازِ عیدین آپ لوگوں پر لازم نہیں اس لئے کہ آپ مسافر ہیں اور رمضانِ پاک کے روزے آپ پر ضرور فرض ہیں البتہ رخصت ہے کہ تکلیفِ سفر کی وجہ سے اگر چند روز کی رخصت کریں تو جائز ہے مگر عذر

Marfat.com

زائل ہونے پر قضاء لازم ہے اور بہتر یہی ہے کہ وقت پر ہی ادا کرتے رہیں خصوصاً جبکہ آپ کو مذہبی معاملات میں بالکل آزادی ہے اور کوئی تکلیف نہیں تو وقت پر ہی فرض ادا کرنا بہتر ہے بلکہ قابلِ برداشت تکلیف ہو تب بھی وقت پر ہی ادا کرنا بہتر ہے۔ یہ قرآنِ مجید کا ارشاد ہے۔ یہ مسائل فتاویٰ عالمگیر، ہدایہ، فتح القدیر، بحرالرائق، بدائع صنائع، مبسوط وغیرہا کتبِ فقہ حنفیہ سے لکھے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۸ ربیع الاول شریف ۱۳۹۳ھ ۱۲/۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں کہ مسافر مؤکدہ سنتیں ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ادا نہیں کرتے۔

السائل : مولانا محمد نصیر الدین صاحب رکن پورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سفر میں ادائے سنن بلاشبہ جائز و مستحسن و مسنون ہے اس پر جمہور علمائے کرام کا اتفاق اور ائمہ اربعہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اطباق ہے اور خود قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ سے ثابت و مبرہن ہے۔ آیات واحادیثِ مثبتہ مدعائے مذکور بکثرت ہیں کہ ان کا استقصاء محالِ عادی ہے اور حسب المقدور تحریر کے لئے بھی دفترِ وافی ضروری و لابدی ہے لہٰذا بطورِ اجمال دلائلِ کثیرہ کی طرف اشارہ اور بعض قلیل قدرے تفصیل سے دکھایا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشادِ مبین ہے وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم

Marfat.com

عنہ فانتھوا۔ اب حضور پُر نور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرامین باتمکین گوش ہوش سے سنیں

حضرت سیدتنا ام المؤمنین ام حبیبہ رضے اللہ تعالے عنہا روایت فرماتی ہیں مسلم شریف ص۲۵۱ جلدا، ترمذی شریف ص۶۶ جلدا، نسائی ص۲۵۶ جلدا، ص۲۵۷ جلدا، صحیح مستدرک ص۳۱۱ جلدا، سنن ابی داود ص۱۷۸ جلدا، مسند ابی داؤد طیالسی ص۲۲۲، ابن ماجہ ص۸۱، سنن بیہقی ص۴۷۲ جلد۲، کنز العمال ص۱۶۶ جلد۴ اور ایسے ہی حضرت سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضے اللہ تعالے عنہما سے ترمذی ص۶۵ جلدا، سنن نسائی ص۲۵۶ جلدا، سنن ابن ماجہ ص۸۱، کنز العمال ص۱۶۶ جلد۴ میں بالفاظِ متقاربہ ہے و

النظم من الترمذی عن الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ثابر علی ثنتی عشرة رکعة من السنة بنی اللہ لہ بیتا فی الجنة اربع رکعات قبل الظہر و رکعتین بعدھا و رکعتین بعد المغرب و رکعتین بعد العشاء و رکعتین قبل الفجر و نحوہ عن ام المؤمنین ام حبیبة رضی اللہ تعالیٰ عنہا و فی بعض روایاتہم رکعتین قبل العصر بدل رکعتین بعد العشاء و فی بعض الروایات رکعتین بعد العشاء نحو الروایة المارّة و فی صدر روایتہا ما من عبد یصلی عند مسلم فمن صلی ایضاً عند مسلم وغیرہ و فی بعض الروایات من رکع (ترجمہ یعنی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جو پابندی کرے بارہ رکعتوں پر سنت سے، بنا کرتا ہے اللہ تبارک وتعالےٰ اس کے لئے بہشت میں مکان، چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو اس کے پیچھے اور دو مغرب کے پیچھے اور دو عشاء کے پیچھے اور دو فجر سے پہلے صرف بعض احادیثِ قولیہ ثبتہ جمیع سنن رواتب پر ہی اختصاراً اقتصار کیا جاتا ہے ورنہ وہ احادیثِ جلیلہ بکثرت صحاح ستہ وغیرہا میں جلوہ فرما ہیں جن سے سنن رواتب فعلاً عموماً اور قولاً وفعلاً فرادیٰ فرادیٰ روزِ روشن کی طرح واضح طور پر ثابت ہیں بلکہ فجر و مغرب

Marfat.com

کی سنتیں بالخصوص قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ معالم التنزیل ص۱۹۹ جلد ۶، کریمہ و سبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل الغروب ومن اللیل فسبحہ و ادبار السجود کی تفسیر میں ہے قال عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب والحسن والشعبی والنخعی والاوزاعی ادبار السجود الرکعتان بعد صلوٰۃ المغرب وادبار النجوم الرکعتان قبل صلوٰۃ الفجر وھی روایۃ العوفی عن ابن عباس وروی عنہ مرفوعًا ھذا قول اکثر المفسرین ونحوہ فی الخازن اور ایسے ہی وسبح بحمد ربک حین تقوم ومن اللیل فسبحہ و ادبار النجوم کی تفسیر معالم التنزیل ص۲۱۲ جلد ۶ میں ہے یعنی رکعتین قبل صلوٰۃ الفجر وذلک حین تدبر النجوم ای تغیب بضوء الصبح ھذا قول اکثر المفسرین ونحوہ فی الخازن وزاد یدل علیہ ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ادبار النجوم الرکعتان قبل الفجر وادبار السجود الرکعتان بعد المغرب اخرجہ الترمذی وقال حدیث غریب۔

بہرحال احادیثِ مبارکہ کا اطلاق وعموم حاضر و مسافر دونوں کو شامل اور احادیث دونوں کے لئے وعدۂ ثواب کی حامل اور عمومات قطعاً یقیناً بلاگنجائش شکوک و شبہات استدلال و اثبات کے لئے وافی وکافی ہیں ورنہ ایک ایک جزئیۂ شرائع کے لئے زید و بکر و عمر و کرو ڑہا افراد مکلفین کے اسمائے خاصہ دکھانے لازم ہوں گے یا ترکِ امر و نہی کا ارتکاب اور ایک عام طوفانِ بدتمیزی کا ایسا زبردست ہیجان و انقلاب بپا ہوگا جس کا علاج بجز ای استدلال بالعمومات کے محال و ممتنع ہے البتہ اگر بشروطِ معتبرہ کوئی ایسی حدیث قولی یا فعلی ثابت ہو جس سے یہ متیقن ہو کہ مسافر احادیثِ مذکورہ پر عمل نہیں

Marfat.com

کرسکتا تو گنجائش عدم جواز بھی تھی مگر ایسی کوئی حدیث نہیں دکھائی جاسکتی ہے۔ ائمہ کرام ومحدثین عظام نے اسی عموم کو جواز بلکہ استحباب ادائے مسافر کے لئے دلیل بنایا ہے۔ علامہ محی السنۃ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم ص۲۴۲ جلد ا میں فرماتے ہیں و استحبہا الشافعی واصحابہ والجمہور ودلیلہ الاحادیث العامۃ المطلقۃ فی ندب الرواتب۔ بلکہ سیدتنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث مروی کے صدر میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، کنز العمال سے ہے من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ اور مثابرت کا معنی مداومت و ملازمت ہے۔ اگر انسان سفر کی حالت میں ترک کرے اور صرف حضر ہی میں ادا کرے تو مداومت ہو ہی نہیں سکتی اور ایسے ہی سیدتنا ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی حدیث مذکور کے صدر میں صحیح مسلم اور سنن بیہقی وکنز العمال میں ہے ما من عبد مسلم یصلی للہ کل یوم تو اگر مسافر ترک کرے تو "کل یوم" یعنے ہر ایک دن میں ادا کرنا کیسے متصور ہوسکتا ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے زیادۃ الثقۃ مقبولۃ فالروایات الخالیۃ عن قید کل یوم مسکوۃ عنہ حکما وتدل علیہ تتمتہا[لعہ] کما لا یخفی۔

باقی رہی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی وہ حدیث جو صحاح میں مذکور ہے جسے تارکین سنن دلیل بناتے ہیں وہ قطعاً دلیل تخصیص نہیں بن سکتی کہ اس سے عند التحقیق صرف عدم رؤیت ہی ثابت ہے جس سے عموم عدم رؤیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ترک یا دوام ثابت ہو وکم لہ من نظائر عند من لہ نظر۔ بلکہ اگر بالفرض دوام ترک بھی ثابت ہوجائے تب بھی احادیث مذکورہ قولیہ کی یہ حدیث فعلی قطعاً نسخ نہیں کرسکتی کہ فعل رافع قول نہیں وذا ابین من ان یبین عند من لہ بصر وبصیرۃ فی الفن بحمدہ ومنہ تبارک وتعالیٰ۔ صرف اتنے ہی بیان سے مدعیٰ

[ھ] ای السنن للمسافر ۱۲ منہ غفرلہ

[لعہ] من الاستدامۃ علی العمل بالحدیث من الرواۃ کما فی صحیح مسلم والنسائی والمستدرک ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

نہایت پُرنور طریق پر مبرہن ہوچکا اور فقیر فرائض منصبیہ سے فارغ ہوا مگر افہامِ قاصرین و افحامِ خاسرین کیلئے خود حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سفر میں سنن ادا فرمانا روز روشن کی طرح ثابت کیا جاتا ہے، سنئے اور غور سے سنئے:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ترمذی ص۸۳ جلد۱، سنن ابو داؤد ص۱۷۲ جلد۱، صحیح مستدرک ص۳۱۵ جلد۱، سنن بیہقی ص۱۵۸ جلد۳، کنز العمال ص۱۸۹ جلد۴ میں ہے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیۃ عشر سفرًا فما رأیتہ ترک الرکعتین اذا زاغت الشمس قبل الظهر یعنے میں حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھارہ سفروں میں حاضر رہا تو میں نے نہ دیکھا کہ آپ نے ظہر سے پہلی دو رکعتوں کو ترک فرمایا ہو۔" اس حدیث سے سنتِ قبلیۂ ظہر کا صاف ثبوت ملا۔ اور سنن ترمذی ص۸۳ جلد۱ میں انہی حضرتِ عبداللہ بن عمر سے ہے صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحضر والسفر فصلیت معہ فی الحضر الظهر اربعا وبعدها رکعتین وصلیت معہ فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین والعصر رکعتین ولم یصل بعدها شیئا والمغرب فی الحضر والسفر سواء ثلاث رکعات لا ینقص فی حضر ولا سفر وهی وتر النهار وبعدها رکعتین قال ابو عیسیٰ هٰذا حدیث حسن سمعت محمدا یقول ما روی ابن ابی لیلی حدیثا اعجب الیّ من هٰذا۔ اور طحاوی ص۲۴۳ جلد۱ میں روایتِ مذکورہ بایں نظم ہے وصلی فی السفر الظهر رکعتین وبعدها رکعتین وصلی العصر رکعتین ولیس بعدها شیٔ وصلی المغرب ثلاثا وبعدها رکعتین وصلی العشاء

سے اور سنتِ قبلیۂ ظہر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے نزدیک دو ہی رکعتیں ہیں کما فی الصحاح ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

رکعتین و بعدھا رکعتین ۔ یعنے حضرت عبداللہ بن عمر رضے اللہ تعالے عنہما اپنا چشم دید بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور ایسے ہی مغرب کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور خود اپنا بھی ادا کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور حضرت ابو عیسٰے ترمذی اس حدیث کی تحسین فرماتے ہیں اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہیں امام ابن ابی لیلٰے کی سب حدیثوں سے یہ حدیث زیادہ پسندیدہ ہے اور امام طحاوی نے اسی روایت میں عشاء کے بعد دو رکعتیں ادا فرمانا بھی زیادہ کیا ہے۔

اس حدیث سے ظہر اور مغرب اور عشاء کے بعد سنن کا ادا فرمانا صراحۃً ثابت ہوا اور سنت فجر کا سفر میں ادا فرمانا تو احادیث کثیرہ لیلۃ التعریس سے ثابت ہے۔ حضرت ابو قتادہ سے صحیح مسلم ص۲۳۹ جلد۱، سنن بیہقی ص۲۱۶ جلد۲، طحاوی شریف ص۲۳۳ جلد۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے فلما ارتفعت الشمس صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتی الفجر ثم صلی الفجر۔ حضرت عمران بن حصین سے سنن ابی داؤد ص۶۴ جلد۱، صحیح مستدرک ص۲۷۴ جلد۱ میں ہے فصلی رکعتین قبل الفجر ثم اقام ثم صلی الفجر حضرت ابی ہریرہ سے صحیح مسلم ص۲۳۸ جلد۱، نسائی ص۱۰۱ جلد۱، بیہقی ص۲۱۸ جلد۲، کنز العمال ص۲۳۸ جلد۴ میں ہے صلی سجدتین۔ حضرت ذی مخبر سے ابو داؤد ص۶۴ جلد۱ میں ہے فرکع رکعتین غیر عجل۔ حضرت ابی مریم سے کنز العمال ص۲۳۸ جلد۴ میں ہے صلی رکعتین۔

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھی ہیں، نیز حضرت ابو قتادہ سے سنن ابو داؤد ص۶۳ جلد۱ میں ہے فصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر۔ طحاوی ص۲۳۲ جلد۱ میں حضرت جبیر سے ہے ثم صلوا رکعتی الفجر حضرت عمرو بن امیہ سے ابو داؤد ص۶۴ جلد۱ میں ہے وصلوا رکعتی الفجر۔ حضرت عمران بن حصین سے طحاوی ص۲۳۳ جلد۱ میں ہے فصلینا رکعتین۔ ان سب روایتوں کا محصول

سے صحیح بخاری ص۱۴۹ جلد۱ میں ہے رکع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر رکعتی الفجر ۱۲ ابو الخیر النعیمی غفرلہ

Marfat.com

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظرِ انور کے سامنے صحابہ کرام نے سفر میں فجر کی سنتیں پڑھیں۔ حضرت جبیر سے نسائی صـ۱۰۲ میں ہے فصلی رکعتین وصلوا رکعتی الفجر یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے فجر کی سنتیں سفر میں ادا فرمائیں۔

بالجملہ سنن رواتب قبلیہ و بعدیہ کا تخصیص سفر بھی نمایاں طور پر ثبوت موجود ہے نیز سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ابن ماجہ صـ۷۶، صحیح بہاری جلد ثانی قسم اول صـ۱۴۳ میں بصیغۂ استمرار ہے فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الحضر وصلوٰۃ السفر فکنا نصلی فی الحضر قبلہا و بعدہا وکنا نصلی فی السفر قبلہا وبعدہا۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضر کی نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم حضر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پیچھے بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پیچھے بھی۔ اور صحابی کا کنا نفعل فرمانا حکم حدیث مرفوع میں ہے کما ثبت فی اصول الحدیث۔ نیز سیدنا عبداللہ بن عباس رضے اللہ تعالےٰ عنہما کا فتوائے مبارکہ بھی یہی ہے۔ طحاوی صـ۲۴۵ جلد ۱، بیہقی صـ۱۵۸ جلد ۳ میں ہے والنظم من البیہقی فکما الصلوٰۃ قبل صلوٰۃ الحضر وبعدہا حسن فکذٰلک الصلوٰۃ فی السفر قبلہا وبعدہا۔ یعنی جیسے نماز حضر کے پہلے اور پیچھے نماز بہتر ہے ایسے ہی سفر میں فرض نماز کے پہلے اور پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے سیدنا فاروقِ اعظم حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضے اللہ تعالےٰ عنہما سفر میں سنن قبلیہ و بعدیہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ کنز العمال صـ۲۴۳ جلد ۴ میں ہے ان عمر وابن مسعود کانا یصلیان فی السفر قبل المکتوبۃ و بعدہا۔ حضرت انس رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی سفر میں ادا کرنا ثابت ہے۔ طحاوی صـ۲۴۴ جلد ۱ فصلی الظہر رکعتین ثم بعدہا رکعتین۔ اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہما اپنے صاحبزادے عبید اللہ کو ادا کرتے دیکھا کرتے تھے اور منع نہ فرمایا کرتے تھے۔ موطا امام مالک مع الشرح صـ۱۴۶ جلد ۱ میں بلاغاً ہے ان عبداللہ بن عمر کان یری ابنہ عبید اللہ بن عبداللہ

Marfat.com

يتنفل فى السفر فلا ينكر ذلك عليه - اور منع كيسے فرما سكتے تھے؛ جب كہ خود بھى ادا كر چكے - اور آنحضرت صلے اللہ عليہ وسلم كو ادا فرماتے ديكھ چكے تھے جيسے سننِ ترمذى و طحاوى سے مذكور ہوا - اور حرمت و كراہت كا تو كوئى بھى قائل نہيں جيسے امام ابو عيسٰے ترمذى رحمۃ اللہ تعالىٰ عليہ ارشاد فرماتے ہيں - سننِ ترمذى ص۸۳ جلد۱ ميں ہے و معنى من لم يتطوع فى السفر قبول الرخصۃ ومن تطوع فلہ فى ذلك فضل كثير وھو قول اكثر اھل العلم يختارون التطوع فى السفر - يعنى جو سنتيں ادا نہيں كرتے ان كا مقصود رخصت قبول كرنا ہے (يعنے عزيمت ادا ہے) اور جو ادا كرے تو اس كے لئے ادا ميں بہت فضيلت ہے، اور يہى قول اكثر اہلِ علم كا ہے كہ وہ سفر ميں سنتيں ادا كرنا اختيار فرماتے ہيں بلكہ جمہور اہلِ اسلام اور ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالےٰ عليہم اجمعين كا يہى مشرب ہے جيسے شرحِ صحيح مسلم سے منقول ہو چكا - اور كتاب "رحمۃ الامہ فے اختلاف الائمہ" ص۵۷ ميں ہے ولا يكرہ لمن يقصر التنفل فى السفر عند ابى حنيفۃ ومالك والشافعى واحمد وجماھير العلماء سواء الرواتب وغيرھا - اور ايسے ہى ميزانِ شعرانى ص۱۸۲ جلد۱ ميں ہے اور يہى ہمارے حضراتِ احناف كا مختار ہے كہ مسافر سننِ مؤكدہ ادا كرے مگر خوف و اضطرار كى حالت ميں كہ مجبوراً ترك ہوں گى اور يہى روايت عبد اللہ بن عمر كا بہترين محمل ہے و بہ يتسق الدلائل -

فتاوٰے امام فقيہ النفس قاضى خان ص۸۲ جلد۱ ميں ہے قال الشيخ الامام ابو بكر لا يرخص لہ فى ترك السنن - فتاوٰے سراجيہ ص۲ ميں ہے المسافر ياتى بالسنن ولا يتركھا الا بعذر بہ افتى شمس الائمۃ السرخسى رحمہ اللہ تعالىٰ - فتاوٰے ہنديہ ص۱۷ جلد۱ ميں وجيز كردرى سے اور بحر الرائق ص۱۳۰ جلد۲ ميں ہے والمختار انہ ان كان حال امن وقرار ياتى بھا فانھا شرعت مكملات والمسافر محتاج اليہ وان كان حال خوف لا ياتى لانہ ترك بعذر،

Marfat.com

ان تمام فرامین کا خلاصہ یہ ہے کہ مسافر کو سنتوں کے ترک کرنے کی رخصت نہیں۔ مسافر سنتوں کو ادا کرے اور بلا عذر ترک نہ کرے اور مختار یہ ہے کہ مسافر اگر امن و قرار کے حال میں ہے تو سنتیں ادا کرے اس لئے کہ فرائض کے لئے تکمیل کرنے والی بنائی گئی ہیں اور مسافر تکمیل کا محتاج ہے۔ اور اگر حالتِ خوف میں ہو تو ترک کر سکتا ہے۔ یہ ترک عذر سے ہے سبحان اللہ! ہمارے مشائخ کرام کا نظریہ کس قدر بلند ہے۔ نہایت ہی بہترین طریق سے روایاتِ اثبات کے ساتھ روایتِ ترک کو منطبق بنا دیا اور نہایت ہی لطیف ترین استدلال کیطرف اشارہ فرما دیا۔ یعنے سنن جب مکملاتِ فرائض ہیں اور مسافر کو بھی ضرورت تکمیل مقیم کے برابر ہے تو وہ بھی ادا کرے کہ سخت ترینِ اوقات یوم القیامہ میں کامیابی حاصل کرے اور یہ استدلال مرفوع حدیثِ سننِ ترمذی ص۶۵ جلد۱ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیٰمۃ من عملہ صلوتہ فان صلحت فقد افلح و انجح و ان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فریضتہ شیئ قال الرب تبارك وتعالیٰ انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا ما انتقص من عمل ثم یکون سائر عملہ علیٰ ذٰلك و فی الباب عن تمیم الداری قال ابوعیسٰی حدیث ابی ھریرۃ حدیث حسن غریب من ھذا الوجہ وقد روی ھذا الحدیث من غیر ھٰذا الوجہ الخ تنقیح الرواۃ ربع اول ص۲۳۸ میں ہے رواہ ایضًا ابن ماجۃ وحسن الحدیث الترمذی وقال غریب من ھٰذا الوجہ وسکت علیہ ابوداؤد والمنذری فھو صالح للاحتجاج بہ عندھما ورواہ ایضًا ابوداؤد من روایۃ تمیم الداری معناہ باسناد صحیح وفی الباب

Marfat.com

عن انس عند الطبرانی فی الاوسط والضیاء فی المختارۃ فی السراج قال الشیخ حدیث صحیح و عن عبداللہ بن قرظ عند الطبرانی فی الاوسط قال المنذری لا بأس باسنادہ ان شاء اللہ ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ وتمیم داری وحضرت انس وحضرت عبداللہ بن قرظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک قیامت کے دن بندے کے عملوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر صحیح نکلی تو ضرور کامیاب ہوا اور نجات پائی اور اگر غلط نکلی تو ضرور ناکامیاب ہوگا اور نامراد ہوگا۔ پس اگر فرائض میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک تعالیٰ فرمائے گا کہ نظر کرو کہ کیا میرے بندے کے پاس سنن و نوافل ہیں پس مکمل کیا جائیگا ان سے کمی والا عمل اس کا پھر باقی عمل بھی اسی اندازے پر ہوں گے ۔"

جانِ برادر! خدارا ایمان سے کہنا کہ کیا یہ ایک ہی دلیل ایسی نہیں کہ زندہ دل انسان کو سنتوں کا سفر وحضر میں پابند بنائے کہ اس سخت دن میں سخت نامرادی سے نجات پائے اور بارگاہِ الٰہیہ میں عزت و آبرو حاصل کرے، چہ جائیکہ اس دلیل کے علاوہ دلائل کثیرہ موجود و ثبت ہیں اور جانبِ ترک میں دلیلِ حرمت وکراہت نہیں۔ واللہ الھادی الی الحق والصواب والیہ المرجع والمآب وصلی اللہ تعالیٰ علی من وعد علی السنن بالثواب لکل مؤمن اٰواب وعلیٰ اٰلہ وکل الاصحاب ما حررجواب وقرئ کتاب۔ وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام طوینا الکشح عنھا لضیق المقام وانجلاء المرام لاولی النھی من الانام والاشارۃ تکفی ذوی البصائر والغبی لا تغنیہ الدفاتر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

جمعہ و عیدین

Marfat.com

تحصیل دیپالپور کے معروف گاؤں پکّاڈولہ سے آمدہ ۱۲۵ سوالات کا جواب

انوار التقن الذولہ
فی
اجوبۃ اسئلۃ پکاڈولہ

جمعہ، عرس، گیارہویں شریف، کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے، ساتواں، چالیسواں کرنے، قبروں پر قبے بنانے، استعانت واستمداد بالمخلوق بعد از وصال، قبر پر دیے جلانے اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ مسائل پر تحقیقی رسالہ

Marfat.com

باب صلوة الجمعة والعيدين

(رسالہ انوار الفقہ الدولہ فی اجوبۃ اسئلۃ فکا دولہ)

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب علمائے دین

السلام علیکم کے بعد آپ کی خدمت میں چند مسائل کی بابت دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ :۔

نمبر۱ جمعہ شریف چھوٹے گاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ قرآنِ مجید کی آیات سے ثابت تحریر کریں۔

نمبر۲ عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نمبر۳ فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

نمبر۴ ختم طعام حاضر رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

نمبر۵ وفات پر ساتواں یا چہلم[7] کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نمبر۶ قبر پختہ کا بنانا، گنبد[8] بنانا،

ان مسائل کا آیات قرآن کے ساتھ پوری تصدیق کر کے تحریر کر دیں جناب کی مہربانی ہوگی، نیز گیارہویں[9] کرنا، عرس پر مدد[10] مانگنا، قبروں پر چراغ[11] جلانا جائز ہے یا نہیں؟ داڑھی[12] منڈوانے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اگر مقتدی[13]

Marfat.com

و امام کل داڑھی مونڈ ہوں تو کس کی امامت جائز ہے ؟

آپ کا تابعدار

حافظ عبد الوہاب موضع پختہ ڈولہ تحصیل دیپال پور

ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ ذی الامر والنہی والعفو العافی وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی المنور المفسر کلمات الکافی وعلیٰ آلہ التقی الوفی الوافی واصحابہ کلھم میسرین غیر معسرین بترک عفو الشرع الصافی وان رغم انف الجاھل الجافی النافی لرخص الشفیع الشافی لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون۔ وسلم تسلیما کثیرا کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون، اما بعد :

سب سے پہلے ایک مقدمہ ضروری الصدق والضبط سمجھنا ضروری ہے کہ جمیع اجوبہ میں ان شاء اللہ العزیز نافع ومفید ہوگا وھی ھذہ :-

سرور دوسرا حضرتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ارشادِ قرآنِ کریم ہے حضور پُر نور کے فرمان پر عمل کرنا فرمانِ الٰہی پر عمل کرنا ہے کہ خود خداوندِ کریم نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔" پ ۵

Marfat.com

۸۷ - بلکہ ہمیں قرآنِ پاک کا قرآن ہونا فرمانِ مصطفائی سے ہی معلوم ہوا (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم)
وھا انا اشرع فی الاجوبۃ :-

۱ - مذہبِ مہذبِ حنفیہ میں نہ چھوٹے گاؤں میں نمازِ جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ بڑے شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو - اس مدعا پر شہود عدول نصوصِ قرآن وحدیث ہیں فالق السمع بقلب شہید - نمازِ ظہر فرضِ قطعی ثابت بہ قرآن وحدیث ہے اور اس کی فرضیت قطعاً فرضیتِ جمعہ سے پہلے کی ہے - تو جن جن خصوصیات سے نمازِ جمعہ وارد عن الشارع صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے ان کا لحاظ ازحد ضروری ہے کہ یقیناً جمعہ مسقطِ ظہر ہو، اسی واسطے تمام اہلِ اسلام وائمہ کرام کے نزدیک آیتِ جمعہ میں امر جمعہ کا عموم مخصوص عنہ البعض ہے - وقتِ خاص وطن اقامت ایسے مکانات جن میں لوگ بستے ہوں مرد تندرست وغیرھا کا ہونا ضروری سمجھتے ہیں گو تعدادِ جماعت وتعیینِ وقت وخصوصیتِ مکانات وغیرہا میں اختلاف ہے مگر نفسِ جماعت و وقت ومکانات کے شرط ہونے میں ہرگز اختلاف نہیں اور جو عدمِ مراعاۃِ خصوصیات کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے - اولاً تو ہر ایک مذہب والا خصوصیات کے ساتھ ہی ادا کرتا ہے کہ جماعت و وقتِ خاص وتوطن تو وہابی بھی مانتے ہیں تو انکار کا ہے کا ہے؟ ثانیاً بفرضِ غلط اگر یوں کہے تو اس پر لازم کہ کسی دلیلِ مستند سے سقوطِ ظہر کا ثبوت دے اور جو احتیاط کی آڑ لیتے ہیں وہ سقوطِ جماعت کا روشن ثبوت دیں - قرآنِ کریم تو جہاد جیسی نازک حالت میں بھی تعلیمِ جماعت دیتا ہے اور یہ مسجد میں مجمعِ جماعت پر قادر ہوتے ہوئے بلا عذر ترکِ جماعت کرتے ہیں بلکہ جائز وضروری سمجھتے ہیں قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین - آخر یہ آیۂ جمعہ میں تو نہیں آیا کہ نمازِ ظہر معاف ہے یا ترک کی اجازت ہے - کسی حدیثِ صریح قابلِ استدلال سے ثبوت دے سکتے ہیں تو دیں - بہرحال قطعاً یقیناً آیۂ جمعہ مکان کے حق میں اپنے عموم پر ہرگز ہرگز نہیں - امام دار الہجرۃ مالک علیہ الرحمۃ وغیرہ تمام کے نزدیک عوالی میں جمعہ نہیں کما سیأتی من الصحیحین ان شاء اللہ تعالیٰ -

امام مطلبی شافعی واحمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ ایسی آبادی ہو جس میں چالیس مرد آزاد، عاقل، بالغ، مقیم ہوں جو نہ سردیوں میں کوچ کریں نہ گرمیوں میں - یہ تفسیر معالم التنزیل ص۶ جلد۷ وخازن ص۷ جلد۷ میں ہے جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں - اور امامِ انام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کے نزدیک مصرِ جامع شرط ہے تو معلوم ہوا کہ چھوٹے گاؤں میں جو عوالی کی مانند ہوں جمعہ تمام ائمہ کے نزدیک نہیں۔ ہاں دورِ حاضر کے نئے مجتہد جائز کرلیں تو کوئی تعجب نہیں وہ تو جنگلوں میں بھی پڑھتے ہیں۔ اور فتح القدیر ص۲۳ جلد۲ میں ہے لایجوز اقامتها فی البراری اجماعا و مثله فی غنیة شرح المنیة۔ تو جس جگہ ہمارے ہاں صحیح ہوگا وہاں ہر ایک کے نزدیک صحیح ہوگا، تو ہم فرضِ ظہر قطعی سے یقیناً سبکدوش ہوئے۔ اور جہاں صرف ان کے نزدیک جائز ہے وہاں کلیّۃً اجماعاً جواز نہیں تو سبکدوشی فرض قطعی ظہر سے اجماعاً کیسے ہوئی! اور ہم جمعہ کے فرض قطعی ہونے کے ضرور قائل ہیں مگر صرف امصارِ جامعہ میں، نہ ہر جگہ فلا یسع لاحد تعکیس السوال علینا۔

بحمدہ تعالےٰ بیاں سے یہ کھل گیا کہ احناف اس قدر زبردست احتیاط کرنے والے ہیں اور ان کی شرطِ مکان یقینی ہے کہ سب کے نزدیک عموم مکان منصوص اور شہروں میں پڑھنا اور امر کرنا یقینی طور پر ثابت ہے اور بعض دیہات مثلاً عوالی میں جمعہ کا نہ ہونا یقینی اور دیگر بعض دیہات میں جو ان کے ہاں ثابت ہے وہ ظنی ہے اور ظنی سے فرض قطعی کی ترک ان کے ہاں آرہی ہے تو یہ مخالف جو آج تک کہا کرتے تھے کہ آیۂ جمعہ قطعی ہے اور تم شرطِ ظنی سے اس کی تخصیص کرتے ہو، وہ الٹا سوال ان پر پلٹا والحمد للہ علی التوفیق والافہام و بنعمتہ تتم الصالحات۔

اور جب تمام اہلِ اسلام کے نزدیک مکانِ خاص اجماعاً شرط ہے تو احناف پر یہ سوال کہ قرآن کریم کے حکم عام سے تم تخصیص کیوں کرتے ہو باجماعِ امت نہ رہا کہ اجماعاً ثابت کہ آیت اپنے عموم پر باقی نہیں۔ دوسروں نے قریہ خاصہ سے تخصیص کی اور ہم نے مصرِ جامع سے اور ہمارا قول ہی لائق بالقبول ہے کہ وہی مذہب حضرت مولےٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی ہے جو آپ کی حدیث موقوف صحیح سے ثابت ہے اور اس حدیثِ موقوف کو حکم مرفوع کا ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کریم کے اس عموم کی تخصیص کس طرح کرسکتے ہیں؟ تفسیر معالم التنزیل ص۷۱ جلد۷ میں ہے وقال علی بن ابی طالب لاجمعة الا فی مصر جامع۔ فتح القدیر ص۲۲ جلد۲، غنیة المستملی ص۵۱۱، بحر الرائق ص۱۴۰ جلد۲ میں ہے والنظم من الغنیة روی ابن ابی شیبة عن علی بن

Marfat.com

ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلوٰۃ فطر ولااضحیٰ الافی مصر جامع اومدینۃ عظیمۃ وصححہ ابن حزم فی المحلی وروی مرفوعا وھوضعیف ولکن الموقوف فی مثل ھذا کالمرفوع لانہ من شروط العبادۃ وھی من احکام الوضع ولامدخل للرأی فیھا۔ اور فتح القدیر میں یہ بھی ہے وروٰہ عبد الرزاق من حدیث عبد الرزاق السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال لاتشریق ولاجمعۃ الا فی مصر جامع۔ اور اس حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارض کوئی اور حدیث ہے نہیں۔

مخالفین کی سب سے بڑی دلیل حدیث جواثی ہے جو عند التامل اصلاً ان کا مدعیٰ ثابت نہیں کر سکتی اس حدیث کا محصل یہ کہ مسجد نبوی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جمعہ پڑھا گیا اس کے پیچھے پہلا جمعہ جواثی کی مسجد عبد القیس میں پڑھا گیا۔ اس حدیث کے صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین اور چونکہ بعض روایتوں میں جواثی کو قریہ کہا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے قریۃ من قری البحرین لہٰذا وہ اس سے استناد کرتے ہیں کہ حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ بلکہ حافظ محمد لکھوی نے تو اس قدر غلو کیا کہ کہہ دیا کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جواثی میں جمعہ پڑھا حالانکہ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ جمعہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد والا سے شروع ہوا تھا اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور جواثی تشریف لے گئے۔ بہر حال یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ جواثی شہر تھا کہ اس میں عامل بھی تھا، قلعہ بھی، مکانات بھی تھے، غرض شہر کی تعریف اس پر صادق تھی۔ صراح میں ہے جواثی قلعہ تھا، نووی علیہ الرحمۃ نے شرح صحیح مسلم ص۳۰۸ جلد ا میں نقل کیا ہے، ع قعود فی جواثی محصرینا، اور قریہ کہنے سے اس کا گاؤں ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس زمانہ میں قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوا کرتا تھا۔ قرآن کریم میں مکہ مکرمہ کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ الذین یقولون ربنا

Marfat.com

اخرجنا من ھٰذہ القریۃ الظالم اھلھا الآیۃ پ۵ ع ۷،
من قریتک الذی اخرجتک پ۲۶، دونوں جگہ میں قریہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے اور قرآنِ کریم میں مکہ مکرمہ کو شہر بھی فرمایا گیا ہے لا اقسم بھٰذا البلد و انت حل بھٰذا البلد۔ ان دو کلمہ "بلد" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ اور سورہ یٰسین میں شہرِ انطاکیہ کو قریہ فرمایا گیا کہ اصحاب القریۃ آیا ہے۔ اور اسی رکوع میں اس کو مدینہ بھی فرمایا ہے کہ جاء من اقصی المدینۃ الآیۃ اور مدینہ و بلد کا معنے شہر ہے تو معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں شہر کو قریہ کہا جاتا تھا تو شہرِ جواثی کو قریہ کہنا ان کا مدعٰی ثابت نہیں کر سکتا۔

قطع نظر ازیں اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہماری زبردست دلیل بنے گی اور مخالفین کا رد کرے گی کہ مدینہ منورہ اور جواثی کے درمیان مسافت دراز ہے چنانچہ خود وفدِ عبد القیس نے جب مسلمان ہو کر آیا تھا عرض کی یا رسول اللہ! انا نأتیک من شقۃ بعیدۃ و ان بیننا و بینک ھٰذا الحی من کفار مضر و انا لا نستطیع ان نأتیک الا فی شھر الحرام رواہ مسلم فی صحیحہ ص۳۴ جلد ۱۔ پھر جب مدینہ منورہ میں جمعہ شروع ہوا تو بعد میں سب سے پہلے جواثی میں پڑھا گیا اور جو قرب و جوار میں آبادیاں تھیں ان میں نہ پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر جواثی بھی گاؤں ہوتا تو اس کا کیا معنے کہ ایک گاؤں میں پڑھا گیا اور دوسروں میں نہ، مگر حاشا و کلا اس حدیث کا یہ معنے ہونا بہت ہی مشکل ہے کہ جواثی والے مسلمان ہو کر ۸ھ میں حاضر ہوئے تھے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم ص۳۳ جلد ۱ میں فرماتے ہیں قال القاضی عیاض وکانت وفادۃ عبد القیس عام الفتح قبل خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی مکۃ و نزلت فریضۃ الحج سنۃ تسع بعدھا علی الاشھر۔ اور فتح مکہ سے پہلے خیبر وغیرہ شہر فتح ہو چکے تھے۔ بلکہ مجمع البحار ص۴۳ جلد ۵ میں ہے کہ ۸ھ میں آئے تھے تو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا تو کیا ان بلادِ مفتوحہ میں جمعہ قائم نہ کیا گیا؟ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور اس حدیث کے چار اسناد میری نظر میں ہیں اور ہر چار میں ابراہیم بن طہمان ہے جس کی نسبت تقریب میں ہے تکلم فی الارجاء۔ بہر نہج یہ ثابت ہوا کہ حدیثِ حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ معارض سے سالم ہے۔

اب قرآنِ کریم سے دریافت کریں کہ آیا متابعتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جائز ہے؟ تو ارشاد ہوتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۔ پ۱۱ ع۴ ، اور یہ حنفی وغیر حنفی کا جھگڑا ہے اور قرآنِ کریم فیصلہ کرتا ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔ (ترجمہ) تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔"

اب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ سنیئے ارشاد فرماتے ہیں وستروں اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ رواہ ابن ماجۃ ص۵ والترمذی ص۹۴ ج۲ ونحوہ یعنی قریب ہے کہ تم سخت اختلاف دیکھو گے تو لازم پکڑنا میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو نہایت مضبوط پکڑنا اس کو" اور حضرت علی رضے اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء راشدین مہدیین سے ہیں۔ نیز اہلِ قبا جمعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ ص۸۰ میں حضرتِ عبداللہ بن عمر رضے اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان اھل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ ، اور اہلِ عوالی بھی، صحیح بخاری ص۱۲۳ جلد ۱ میں حضرتِ عائشہ صدیقہ رضے اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلہم ومن العوالی۔ اور صحیح مسلم میں یہ کلمات ہیں کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلہم ومن العوالی نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قولہ ینتابون الجمعۃ ای یأتونہا قولہ من العوالی ھی القری التی حول المدینۃ ۔ تو معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ یہ حضرات دوسری نمازوں کی طرح جمعہ بھی اپنے دیہات میں قائم کرتے ۔ خصوصاً ابن ماجہ کا باب

Marfat.com

ما جاء من این توتی الجمعۃ ، بخاری علیہ الرحمۃ کا باب ما جاء من این توتی الجمعۃ وعلیٰ من تجب میں درج کرنا اس پر بداہۃً دال ہے۔ صحیح بخاری شریف صہ ۸۳۵ جلد ۲ میں ہے کہ حضرت ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید پڑھائی اور وہ دن جمعہ کا تھا تو آپ نے فرمایا یا ایھا الناس ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعۃ من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ۔ یعنے اے لوگو! بے شک یہ ایسا دن ہے کہ اس میں تمہاری دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں تو جو اہلِ عوالی سے انتظارِ جمعہ پسند رکھے وہ انتظار کرے اور جو واپس ہونا پسند کرے تو میں نے اجازت دی اسے "۔

اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ عوالی زمانہ خلفائے راشدین میں بھی جمعہ مدینہ مکرمہ میں پڑھا کرتے تھے اور عید بھی، تو اگر ان کے عوالی میں جائز ہوتا تو وہاں بھی اس فریضۃ اللہ کو ضرور قائم کرتے اور اتنا تو وذروا البیع سے بھی سمجھا آتا ہے کہ جمعہ وہاں ہے جہاں عام طور پر بیع ہوتی ہو۔ اور عام طور پر بیع شہروں میں ہوا کرتی ہے۔ اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب جو بیان ہوا وہی مذہب حضرتِ حذیفہ صحابی وعطاء وحسن ونخعی ومجاہد، ابن سیرین وسحنون رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے کما فی الغنیۃ۔

۳ مقتدی پر مطلقاً قرآنِ پاک کا پڑھنا منع ہے، نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے نہ دوسری سورت۔ قرآنِ کریم میں صاف طور پر اس سے منع کیا گیا ہے، حکم ہوتا ہے واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ۔" اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر اس کی طرف اور چپ رہو تاکہ رحم کیا جائے تم پر"۔ جب جہر کرتا ہے امام تو استماع ہوگا اور جب آہستہ پڑھتا ہے تو انصات و سکوت ہوگا۔ سننِ نسائی کی حدیثِ ابوہریرہ مرفوع میں ہے واذا قرأ فانصتوا" اور جب قرآن پڑھے امام تو چپ رہو"۔ یہ حکم عام ہے اور یہ حدیث مرفوعاً ابنِ ماجہ میں بھی بہ روایتِ ابوہریرہ وابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے۔ باقی رہی وہ حدیث جس میں آیا ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بام القراٰن اس کا جواب بالکل واضح اور بے غبار ہے کہ امام کی قرارت مقتدی کی قراءت ہے۔ تو جب امام نے الحمد شریف پڑھا تو مقتدی کا پڑھنا شرعاً حکماً ثابت ہو گیا۔ نسائی شریف میں حدیثِ ابودرداء

Marfat.com

کے آخر میں ہے ما اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم اور قولِ صحابی مقبول ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل وابنِ ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ وفی ابن ماجۃ لہ قراءۃ بتقدیم لہ" شرح معانی الآثار میں طحاوی علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبداللہ کا فرمان روایت فرمایا ہے لا تقرأ خلف الامام فی شیئ من الصلوٰۃ۔

مسئلہ ۴۰۲ اہلِ سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جب تک دلیلِ حرمت و کراہت نہ آئے کوئی چیز حرام ومکروہ نہیں ہو سکتی۔ اس مدعا پر دلائلِ واضحہ آیات واحادیث سے صرف چند پر اختصاراً اقتصار کیا جاتا ہے۔ سنئے :-

مولےٰ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوٴکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبد لکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور رحیم ہ (ترجمہ) اے ایمان والو! ایسی چیزیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے جب قرآن اتر رہا ہو تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔ اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے" تو معلوم ہوا کہ ایسی چیزیں جن کی حرمت کسی نص سے ثابت نہیں وہ معاف ہیں یہی ہمارا مدعا ہے۔

تفسیر خازن ص۸۳ جلد۲ میں ہے عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اشیاء فقال الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما قد عفا عنہ فلا تتکلفوا وعن ابی ثعلبۃ الخشنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وحرم اشیاء فلا تقربوھا وترک اشیاء من غیر نسیان

Marfat.com

فلا تبحثوا عنها هٰذان الحديثان اخرجهما فی جامع الاصول و لم یعزهما الی الکتب الستۃ۔

سنن ابن ماجہ ص۲۴۹ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث اول بایں نظم ہے

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ و روی نحوہ الترمذی عنہ مرفوعا ایضاً۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۶۲ میں ابوداؤد سے بروایت ابن عباس ہے قال کان اھل الجاھلیۃ یاکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ و انزل کتابہ و احل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو و تلا قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ الاٰیۃ تفسیر کبیر ص۲۵۹ جلد۳ وکان عبید بن عمیر یقول ان اللہ احل وحرم فما احل فاستحلوہ وما حرم فاجتنبوہ وترک بین ذٰلک اشیاء لم یحللھا ولم یحرمھا فذٰلک عفو من اللہ تعالیٰ ثم یتلو ھٰذہ الاٰیۃ وقال ابوثعلبۃ الخشنی ان اللہ تعالیٰ فرض الحدیث نحو ما مر من المشکوٰۃ والخازن و نحوہ (معالم ص۸۲)۔

ان تمام احادیث اور عبارات تفسیر کا ماحصل یہ کہ اللہ تعالےٰ نے جس چیز کو قرآن کریم میں حلال فرمایا ہے وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمایا ہے وہ حرام ہے اور جن چیزوں کا بیان نہ فرمایا وہ معاف ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرائض مقرر فرمائے تو ان کو ضائع نہ کرو، اور کئی چیزوں کو حرام کیا ہے تو ان کے قریب نہ جاؤ اور حدود مقرر فرمائے ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور کئی چیزوں کے بیان کو ترک کیا تو ان سے بحث نہ کرو یعنی اس لئے کہ وہ معاف ہیں، ان کا کرنا نہ کرنا برابر ہے بدلالۃ ھٰذہ الاحادیث و

Marfat.com

ما في معناها كثيرا ۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا بیان بیانِ الٰہی اور تفسیرِ قرآنِ کریم ہے کما نص علیه الائمة ۔ نیز ارشادِ رؤف و رحیم ہے و ما كان الله ليضل قوما بعد اذ هدٰهم حتى يبين لهم ما يتقون ان الله بكل شيئ عليم ٥ (ترجمہ) اور شانِ الٰہی نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ فرمائے اور ان پر گمراہی کا حکم لگائے پیچھے ہدایت فرمانے ان کے یہاں تک کہ بیان فرمائے ان کے لئے ان چیزوں کو جن سے بچنا ضروری ہے ان پر، بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے "

تو بیّن طور پر ثابت ہوا کہ جس چیز کا عدمِ جواز شرعِ مطہر سے ثابت نہیں وہ ممنوع نہیں ہے جائز ہے ۔ اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ وہاں فلاں حادثہ فلاں صورت زمانہ نزولِ قرآن میں نہ تھی لہذا اس کا حکم بیان نہ فرمایا کہ ان الله بكل شيئ عليم "بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے" واقعات و حوادثِ آئندہ تمام کے تمام اسے معلوم ہیں اور سہو و بھول کو اس کی بارگاہِ اقدس تک ہرگز ہرگز رسائی و نسبت نہیں ہو سکتی، تو جس چیز سے منع نہیں فرمایا اسے جائز و مباح قرار دیا۔ تفسیر کبیر ص۵۱۳ جلد ۴ میں ہے و بين انه تعالىٰ لا يؤاخذهم بعمل الا بعد ان يبين لهم انه يجب عليهم ان يتقوه و يحترزوا عنه ونحوه في الخازن ص۱۲۵ جلد ۳ ۔ نیز خازن ص۱۲۸ جلد ۲ میں ہے وهو ان يقدم اليهم النهي عن ذلك الفعل فاما قبل النهي فلا حرج عليهم في فعله ومثله في المعالم ص۱۲۸ جلد ۳ ۔ صاوی علی الجلالین ص۱۲۶ جلد ۲ میں ہے فبين الله تعالى انه لا يؤاخذ احدا بذنب الا بعد ان يبين حكمه فيه ۔

خداوندِ قدوس کا فرمان تو سن چکے کہ وہ معاف فرما چکا ہے، گرفت نہیں فرماتا، گمراہی کا حکم نہیں لگاتا جب تک نہی نہ آئے مگر عجب کہ وہابیہ اتنے دلیر ہیں کہ بات بات پر مسلمانوں کو گمراہ بلکہ مشرک و کافر کہہ دیتے ہیں اور ہر ہر چیز میں یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا جواز دکھاؤ حالانکہ جس سے منع کرتے ہیں اس چیز کے منع ہونے کا اثبات ان پر لازم کہ جب تک نہی ثابت نہ ہو منع نہیں ہو سکتا کہ شرع میں غیر منہی عنہ جائز ہے

Marfat.com

ایسے کے حق میں قرآنِ کریم کا یہ فتوےٰ ہے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ٭ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ٭ پ۱۴ ع۱۶۔

نیز جس طرح جواز بدون اجازتِ شرع نہیں، اسی طرح منع بھی بدون منعِ شرع نہیں تو یہ ان کی بے انصافی کہ اپنی دلیل بیان نہیں کرتے، الٹا مطالبہ ہم سے کرتے ہیں۔ شرعِ مطہر سے اباحتِ اصلیہ کا ثبوت نہایت خوش اسلوبی سے ہم نے پیش کر دیا، مانع پر لازم کہ دلیلِ منع بیان کرے۔ جب یہ قاعدہ ممہد ہو چکا تو اب اشیائے مسئولہ میں سے ہر ایک کا تفصیلی جواب سنیں۔

ایسا عرس اہل اللہ جو منہیاتِ شرعیہ سے مُبرّا ہو اس میں عموماً یہ امور ہوتے ہیں :۔

(۱) زیارتِ قبرِ ولی اللہ و دیگر قبور کہ اس جگہ عموماً ہوتے ہیں۔

(۲) استفاضہ از صاحبِ عرس۔

(۳) اجتماع عامہ مسلمین و صلحاء و علماء۔

(۴) ملاقاتِ برادرانِ اسلام و سلام و مصافحہ۔

(۵) زیارتِ صوفیاء و صلحاء و علماء۔

(۶) وعظ و ہدایتِ عوام۔

(۷) اطعامِ طعام اور ان چیزوں سے شریعتِ مطہرہ میں ممانعت نہیں تو جائز ہوئیں بحکمِ قاعدۂ ممہدہ ہاں ہاں صرف یہی نہیں کہ شرع نے منع نہیں فرمایا بلکہ جائز فرمایا۔ صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب و مندوب و مامور بہا بنایا ہے۔

(۱) امام مسلم اپنی صحیح ص۳۱۴ جلد۱ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا زوروا القبور فانھا تذکرکم الموت و نحوہ ابن ماجۃ عنہ و فی اٰخرہ بدل الموت الاٰخرۃ و نحوہ الترمذی عن سلیمان بن بریدۃ۔ امام مسلم حضرتِ بریدہ

Marfat.com

سے راوی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا و نحوہ النسائی عنہ ص۲۸۵ جلد ۱ و ابن ماجۃ ص۱۱۳ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزیادۃ فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر الاٰخرۃ۔

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ہ صاوی علے الجلالین ص۲۴۵ جلد ۱ میں ہے ومن جملۃ ذٰلک محبۃ انبیاء اللہ و اولیاءہ والصدقات و زیارۃ احباب اللہ وکثرۃ الدعاء وصلۃ الرحم وکثرۃ الذکر۔

شیخ محقق عبد الحق رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں حضرتِ امام غزالی سے ناقل کہ وہ فرماتے ہیں" ہرکہ استمداد کردہ شود بوے درحیات استمداد کردہ میشود بوے۔۔۔ بعد از وفات" اور انشاء اللہ استغاثہ و استمداد کا بیانِ شافی جوابِ سوالِ دوم میں آئے گا۔

(۳) مشکوٰۃ شریف ص۴۲۶ میں حضرتِ معاذ بن جبل رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین والمتباذلین فیّ۔ یعنے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ثابت ہوئی محبت میری ان کے لئے جو ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں میرے لئے اور ان کے لئے جو ایک دوسرے کے لئے خرچ کرتے ہیں میرے لئے رواہ مالک۔ نیز اسی میں بروایتِ ابی موسےٰ اشعرے رضے اللہ تعالےٰ عنہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک و اما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد

Marfat.com

منه ريحًا خبيثة متفق عليه ۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۲ میں بروایتِ احمد و ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ و دارمی ایک حدیثِ طویل میں ہے ان العلماء ورثة الانبياء کہ بے شک علماء وارث انبیاء کے ہیں۔"

(۴) مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷ میں بیہقی سے ہے کہ فرمایا ابوہریرہ نے کہ میں حاضر تھا خدمتِ اقدس رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بے شک بہشت میں یاقوت کے ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالا خانے ہیں، ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، چمکتے ہیں جیسے ستارہ روشن چمکتا ہے۔ پس صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کون لوگ بسیں گے؟ تو فرمایا آپ نے المتحابون فی الله و المتجالسون فی الله و المتلاقون فی الله یعنی وہ لوگ بسیں گے جو اللہ عزوجل کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اللہ عزوجل کے لئے۔"

مشکوٰۃ شریف ص۳۹۷ میں بروایتِ امام مسلم ابوہریرہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ تم بہشت میں داخل نہ ہو گے اس حد تک کہ ایماندار ہو اور کامل ایماندار نہ بن سکو گے اس حد تک کہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھو۔ اور کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جب اس کو کرو تو ایک دوسرے کے دوست بن جاؤ، آپس میں عام کرو سلام کو۔" مشکوٰۃ شریف ص۴۰۱ میں بروایتِ احمد و ترمذی و ابن ماجہ براء بن عازب سے ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا کہ جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ ضرور معاف ہو جاتے ہیں۔"

(۵) ثبوت گزر چکا۔

(۶) قرآنِ کریم میں ہے كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله پ۴ ع ۳، مشکوٰۃ شریف ص۳۲ میں صحیح بخاری سے بروایتِ عبداللہ بن عمر کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بلغوا عنى ولو اية "میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی۔"

Marfat.com

(۷) قرآنِ کریم میں ہے و مما رزقنٰهم ینفقون پ۱ ع۲ "اور ہمارے دیے گئے رزق سے خرچ کرتے ہیں" نیز ہے و یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا پ۲۹ ع۱۹ "اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم، اسیر کو" مشکوٰۃ شریف ص۳۹۷ میں صحیح مسلم سے بروایتِ عبد اللہ بن عمرو ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام (اعمالِ اسلام) بہتر ہے؟ فرمایا کہ کھلائے تو کھانا اور کہے تو سلام جس کو پہچانے اور جس کو نہ پہچانے " تو جب عرس کے اجزاء و افراد کی مشروعیت انفراداً ثابت ہوئی تو اجتماعاً ضرور ثابت ہوگی کہ عبادات ایک دوسرے کے ساتھ مل کر گناہ نہیں بن سکتیں۔ ہاں ایک اور چیز بھی مانعین کو دھوکا دے رہی ہے یعنی عدمِ جوازِ تعیین، کہ وہ کہتے ہیں معین کر کے مستحب کام کا ادا کرنا جائز نہیں، ممنوع ہے۔ اور عرس معین کر کے کیا جاتا ہے لہذا منع ہوا۔ مگر ان کا یہ قاعدۂ عدمِ جوازِ تعیین محض کھوکھلا اور بے بنیاد ہے۔ جن اشیاء کی مشروعیت مطلقاً شریعِ مطہر سے ثابت ہے وہاں تعیین حضرت رساں نہ ہوگی کہ مطلق معین و غیر معین دونوں کو شامل ہے تو دونوں صورتوں میں مشروعیت ثابت ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ وہ مطلق مطلق نہ رہے بلکہ مقید بعدم التعیین بن جائے۔ اور یہ جائز نہیں کہ مطلق کو اپنی طرف سے مقید کیا جائے۔ اتقان ج۲ ص۱۳ میں ہے یبقی المطلق علی اطلاقہ۔ افسوس کہ معبودِ حقیقی جو اپنے فضل و کرم سے ثواب دینے والا ہے وہ تو مطلق کام پر وعدۂ ثواب کرے اور یہ لوگ اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کریں کہ ثواب تب ہوگا اگر مقرر کر کے نہ کرے۔ اور مقرر کر کے کرنے میں ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ و عذاب ہے ان هٰذا الا اختلاق۔

خداوندِ سبوح و قدوس ارشاد فرماتا ہے و ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیرۃ یعنی جو بھلا کام اپنی جانوں کے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے نزدیک پاؤ گے، اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے " نیز فرماتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہٗ یعنی جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا" تو عدمِ تعین کی قید کہاں سے لاتے ہیں؟

یہاں تک مدعیٰ تو ثابت ہو چکا مگر ہم قرآن و حدیث سے بالخصوص جوازِ تعیین کا ثبوت بھی دکھاتے ہیں کہ مخالفین کی تسکی بھی بند ہو جائے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ اپنے خاص بندوں کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

و الذین فی اموالہم حق معلوم پ۲۹ ع۷، یعنی وہ لوگ جن کے مالوں میں حق معلوم ہے" تفسیر کبیر ص۲۱۲ جلد۸، تفسیر خازن ص۱۲۶ جلد۷ میں ہے و النظم من الخازن وقیل ھی صدقۃ التطوع و ذلک بان یوظف الرجل علی نفسہ شیئا من الصدقۃ یخرجہ علی سبیل الندب فی اوقات معلومۃ یعنے ایک قول یہ ہے کہ "حق معلوم" سے مراد صدقہ نفلی ہے اور بایں طور کہ مقرر کرے بندہ اپنے اوپر صدقہ جو استحبابی طور پر کرے مقرر وقتوں میں" صحیح بخاری ص۳۰۷ جلد۱ میں حضرت صدیقہ رضے اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہر روز صبح وشام صدیق اکبر رضے اللہ تعالے عنہ کے دولت سرا میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے ان عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین و لم یمر علینا یوم الا یاتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم طرفی النہار بکرۃ و عشیا۔ نیز صحیح بخاری شریف ص۴۱۳ جلد۱ میں حضرت کعب بن مالک سے مروی کہ نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم جب کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو عموماً خمیس کے دن تشریف لے جاتے ان کعب بن مالک یقول لقلما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج فی سفر الا یوم الخمیس۔ نیز اسی میں انہی سے مروی کہ آپ خمیس کے دن تشریف لے جانا پسند فرمایا کرتے تھے و کان یحب ان یخرج یوم الخمیس۔ ترمذی شریف ص۲۳۳ ج۲ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضے اللہ تعالے عنہا سے مروی کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضے اللہ تعالے عنہا کبھی خدمت اقدس نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لئے قیام فرماتے اور بوسہ محبت دیتے اور بٹھاتے ان کو اپنی مجلس پاک میں اور جب کبھی نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لیجاتے تو کھڑی ہو جاتیں اپنی مجلس سے اور ادب سے چوم کر اپنی مجلس میں بٹھاتیں حضور پُر نور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو" قالت وکانت اذا دخلت علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قام الیہا فقبلہا و اجلسہا فی مجلسہ و کان النبی

Marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا ۔ صحیح بخاری شریف ص۱۵۹ جلد ا میں حضرتِ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد قبا میں ہر سنیچر تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یأتی مسجد قباء کل سبت ماشیا او راکبا وکان عبد اللہ بن عمر یفعلہ ۔ صحیح بخاری شریف ص۱۶ جلد ا میں ابی وائل سے مروی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر خمیس کو وعظ فرمایا کرتے تھے کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس ۔ صحیح بخاری شریف ص۱۲۸ جلد ا میں حضرتِ سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ ایک صحابیہ ہر جمعہ کے روز صحابہ کرام کو بعد از نمازِ جمعہ مختصر سی دعوت کھلاتی تھی کہ چقندر کو ہانڈی میں ڈالتی اور مٹھی بھر جو کا آٹا اوپر سے ڈالتی تو یہ ہمیں کھلایا کرتی تھی اور ہم اس طعام کے لئے روزِ جمعہ کی آرزو کیا کرتے تھے فکانت اذا کان یوم الجمعۃ تنزع اصول السلق فتجعلہ فی قدر ثم تجعل علیہ قبضۃ من شعیر تطحنہا فتکون اصول السلق عرقہ وکنا ننصرف من صلوٰۃ الجمعۃ فنسلم علیہا فتقرب ذلک الطعام الینا فنلعقہ وکنا نتمنی یوم الجمعۃ لطعامہا ذلک ۔

یہ حدیث صحیح بخاری کے ص۳۱۶ جلد ا اور ص۸۱۳ جلد ۲ میں بھی ہے اور ان دونوں جگہوں میں "نزورہا" زیادہ ہے تو اس حدیثِ نفیس سے دعوت بتعیین الیوم اور تعیین قسمِ طعام اور تعیینِ زیارت و سلام بھی ثابت ہے صحابیہ دعوت کرنے والی تھی اور صحابہ کرام کھانے والے تھے اور ان کو شبہ عدمِ جواز کا وہم بھی نہ ہوا ۔ تفسیر کبیر ص۲۰۰ جلد ۵ ، تفسیر ارشاد العقل ص۱۵۰ جلد ا میں ہے کہ حضرتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال بنفسِ نفیس قبورِ شہداء کی طرف تشریف لے جاتے اور خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہر سال تشریف لے جایا کرتے تھے والنظم للامام فخر الدین الرازی وعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ یأتی قبور

فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

الشہداء رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و الخلفاء الاربعۃ ھٰکذا کانوا یفعلون

جذب القلوب شریف ص۱۹۴ میں ہے " درخبر است کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برسر ہر سال برقبورِ شہدائے احد می آمد و می فرمود سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار"

غور سے دیکھا جاتے تو یہ عرس کا خاص جزئیہ ہے۔ یہاں تک جوازِ تعیین اجزائے عرس کا بیان تین ہے مگر دلیلِ عام اول کی طرح ایک اور دلیل بھی سنئے کہ صدہا مسائل کا فیصلہ بوجہ واضح ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ عباداتِ مستحبہ کو اوقاتِ معینہ میں بالتعیین کرنا مطلقاً جائز و مستحبِ مستقل ہے جسے اللہ جل جلالہ خود اور اللہ کے رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہت پسند فرماتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف ص۱۱ جلد۱، ابن ماجہ ص۳۲۲، نسائی شریف میں ام المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ایک بی بی تھی تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا فلاں، جو سوتی نہیں اپنی نماز کا ذکر کرتی ہے پس فرمایا آپ نے چپ رہو، عمل میں سے اپنے مقدور کو لازم پکڑو کہ اللہ کی قسم کہ اللہ عزوجل ثواب دینا بند نہیں کرتا جب تک تم اکتا نہ جاؤ۔ اور بہت پیارا اعمالِ دین سے حضور کو وہ عمل تھا جس پر دوام ہو۔ نسائی شریف میں یہ کلمات ہیں ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل علیھا و عندھا امرأۃ فقال من ھٰذہ قالت فلانۃ لا تنام تذکر من صلوتھا فقال مہ علیکم من العمل ما تطیعون فو اللہ لا یمل اللہ عزوجل حتی تملوا و کان احب الدین الیہ ما دام علیہ صاحبہ

صحیح بخاری شریف ص۱۵۲ جلد۱ میں ہے کہ حضرتِ صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا سے مسروق علیہ الرحمۃ نے سوال کیا کہ کونسا عمل نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بہت پیارا تھا فرمایا ہمیشگی والا۔ قال سألت عائشۃ ای العمل کان احب الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالت الدائم۔ اور یونہی بخاری کے ص۹۵۰ جلد۲ میں بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف ص۲۶۶ جلد۱ میں ہے کہ ام المؤمنین صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے

Marfat.com

عرض کی گئی کہ کونسا عمل اللہ تعالےٰ کو بہت پیارا ہے؟ فرمایا ہمیشگی والا اگرچہ تھوڑا ہو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل ومثلہ فی صحیح البخاری ص۹۵۶ جلد ۲ ۔ نیز صحیح مسلم شریف ص۲۶۵ جلد۱ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اعمال میں سے مقدور بھر اختیار کرو کہ بے شک اللہ تعالےٰ ثواب دینا ہرگز بند نہیں کرتا یہانتک کہ تم خود اکتا جاؤ ۔" اور فرمایا کرتے تھے کہ بہت پیارا عملوں کا اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ عمل ہے جس پر عمل کرنے والا ہمیشگی کرے احب العمل الی اللہ تعالیٰ ما داوم علیہ صاحبہ وان قل ونحوہ فی ص۲۶۶ وفیہ زیادۃ وکان اٰل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا عملوا عملا اثبتوہ ۔ ابن ماجہ ص۳۲۲ میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ سب عملوں سے پیارا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ نیک عمل تھا جس پر ہمیشگی کرے بندہ اگرچہ تھوڑا ہو وکان احب الاعمال الیہ العمل الصالح الذی یدوم علیہ العبد وان کان یسیرا ۔ نیز ابن ماجہ ص۳۲۳ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایسے عمل کی خواہش کرو جس پر دوام کی طاقت ہو تمہیں اس لئے کہ بہتر عملوں کا ہمیشگی والا ہے اگرچہ تھوڑا ہو اکلفوا من العمل ما تطیقون فان خیر العمل ادومہ وان قل ۔ اور یہ ارشادات اعمالِ مندوبہ یا واجبہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق ہیں اور مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے ۔ نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نمازِ نافلہ کے متعلق یہی فرماتی ہیں کہ صحیح مسلم ص۲۷۷ جلد۱ میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے سوال کیا گیا ان دو رکعتوں سے جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے پھر کسی عارضے سے رہ گئیں تو آپ نے ان کو عصر سے پیچھے پڑھا ، پھر ہمیشگی فرمائی ان پر اور جب آپ کسی نماز کو پڑھتے تو ہمیشگی فرماتے تھے فقالت کان یصلیہما قبل العصر

سے اور آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم جب عمل کرتے تھے ثابت کر لیتے تھے ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

ثم انه شغل عنهما او نسيهما فصلاهما بعد العصر ثم اثبتهما وكان اذا صلى صلوٰة اثبتها قال يحيى بن ايوب قال اسماعيل يعنى الدوام عليها ونحوه فى النسائى ص۶۹ جلد ا۔

دیکھو صراحۃً ثابت ہو گیا کہ نماز نافلہ پر دوام فرمایا کہ وہ رکعتیں پہلی دفعہ گو قضائے سنت تھیں مگر صرف ایک دن اور آئندہ نفلی تھیں۔ بلکہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نفل کا نام ہی سنت ہے تو یہ نفلی عبادت پر دوام تھا۔ اور سنیئے: صحیح بخاری شریف ص۱۵۲ جلد ا میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ضرور چھوڑا کرتے تھے کسی عمل کو حالانکہ آپ دوست رکھتے تھے اس کے کرنے کو بسبب خوف اس بات کے کہ عمل کریں ساتھ اس کے لوگ پس فرض کیا جائے ان پر قالت ان كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليدع العمل وهو يحب ان يعمل به خشية ان يعمل به الناس فيفرض عليهم۔ اور یہ بھی یقیناً نوافل ہی میں تھا کہ ترکِ واجب غیر منصور بلکہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کی طرف قیام رمضان کے لئے تشریف آوری ترک فرمائی تو یہ عذر فرمایا کہ میں نے تشریف لانا اس لئے ترک کیا کہ تم پر فرض کا خطرہ تھا۔

صحیح بخاری شریف ص۱۵۲ جلد ا اور صحیح مسلم شریف ص۲۵۹ جلد ا میں ہے ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما اصبح قال قد رأيت الذى صنعتم فلم يمنعنى من الخروج اليكم الا انى خشيت ان يفرض عليكم قال وذلك فى رمضان۔ پس اس شمس کی طرح واضح ولائح ہوا کہ عبادات مستحبہ بالتعیین بہت محبوب ہیں اللہ تعالےٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تو مانعین پر لازم کہ محبوب ترینِ خدا اور رسولِ خدا کو ممنوع وحرام نہ کہیں والله الهادى۔ ہاں اگر کسی ایک عبادت کے کسی خاص وقت میں کرنے سے شرع منع کرے تو اس عبادت کو اس وقت میں کرنا جائز نہیں نہ مطلقاً نہ معین، جیسے نماز

Marfat.com

طلوع و استواء و غروب کے وقت اور اگر کسی عرس کے موقع پر کوئی کام غیر مشروع کوئی شخص کرے جیسے
ناجائز کشتیاں کھلے بندوں قوالی وغیرہ تو اس کام کا ازالہ از حد ضروری ہے مگر اس کی وجہ سے عرس حرام و
ممنوع نہیں ہو سکتا چنانچہ بیاہ شادی جسے عربی میں عرس کہا جاتا ہے اس میں بھی لوگوں نے کئی ناجائز کام
گھڑ دلی وغیرہ داخل کر لئے ہیں تو ان کی وجہ سے نفس شادی حرام نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا ازالہ از حد ضروری ہے
اور اس کی نظائر بہت ہیں۔

ہاں اگر کوئی عرس محض اس غرض سے شروع کیا جائے کہ افعال محرمہ کا وسیلہ بنایا جائے چنانچہ
آجکل کئی بھنگڑ چرس نوش، زندیق ملنگوں نے محض پیٹ پروری کی غرض سے کئی مصنوعی عرس بنائے
ہوئے ہیں جن میں اعمال صالحہ مذکورہ سے کوئی ایک برائے نام ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناجائز طریق پہ، اور
علمائے کرام کے پکے دشمن ہوتے ہیں، تو ایسا مصنوعی عرس یقیناً ممنوع اور واجب الازالہ ہے کہ یہ
عرس ہے ہی نہیں، محض فریب ومکر و بہانۂ چرس نوشی و حرام کوشی ہے مگر حاشا و کلّا ایسے مصنوعی عرسوں
کی وجہ سے اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہرگز ناجائز و ممنوع نہیں ہو سکتے۔ مولیٰ عزوجل ارشاد فرماتا
ہے لا تزر وازرة وزر اخرىٰ۔ لها ما كسبت وعليها
ما اكتسبت۔

مسئلہ طعام حاضر رکھ کر پڑھنا شرعاً جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً شک وشبہ و ریب کو راہ نہیں کہ
جب شرع مطہر نے منع نہیں فرمایا تو بحکم اباحتِ اصلیہ کم از کم مباح ضرور ہوگا اور مباح نیتِ صالحہ سے
مستحب و عبادت بن جایا کرتا ہے کہ انما الاعمال بالنيات وصرح به
محى الدين النووى فى شرح صحيح مسلم و القاضى عياض
فى كتاب الشفاء وغيرهما فى غيرهما۔ سوال میں تخصیص حضورِ طعام سے
مفہوم ہوتا ہے کہ اگر طعام حاضر نہ ہو تو سائل کو اس کے جواز میں شک وشبہ نہیں لہذا ہم اطمینان سائل کے
لئے طعام کو حاضر رکھ کر پڑھنا ثابت کرتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف ص۳۴۲ جلد ا میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ
فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے شہادت پائی حالانکہ ان پر قرض تھا میں پیش کیا میں نے ان کے تمام قرض خواہوں

Marfat.com

پر کہ تمام تازہ کھجوریں تمام قرضوں کے بدلے لیں تو انہوں نے انکار کیا کہ ان کو کھجور کم معلوم ہوئی تو میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب کھجوروں کو کاٹ کر کھلیان میں رکھو تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اطلاع کرنا تو آپ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر بھی تھے تو حضور کھجوروں پر بیٹھے اور دعائے برکت فرمائی ۔ پھر فرمایا قرضداروں کو بلا کر پورا پورا ادا کرو تو میں نے ہر ایک کا قرض ادا کر دیا جو میرے باپ پر تھا اور تیرہ وسق بچے (الحدیث) کلماتِ استدلالیہ یہ ہیں

فجلس علیہ فدعا بالبرکۃ۔

صحیح بخاری شریف ص۳۳۸ جلد ا میں ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرام کے خرچ کم ہو گئے اور محتاج ہو گئے پس نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اونٹوں کے نحر کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی ، پس ملے ان کو حضرتِ عمر پس خبر دی انہوں نے ان کو تو فرمایا کہ کیا باقی رہنا تمہارا ہے تمہارے اونٹوں کے بعد ، پس خدمتِ اقدس نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ کیا باقی رہنا ان کا ہے ان کے اونٹوں کے بعد تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں منادی کر دو کہ بچے ہوئے خرچ لائیں پس بچھایا گیا اس کے لئے چام اور وہ بچی ہوئی چیزیں اس پر رکھی گئیں پھر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ، پس دعا فرمائی اور برکت ڈالدی اس پر ، پھر منگوائے ان کے توشہ دان تو لوگوں نے پُر کئے حتےٰ کہ فارغ ہوئے پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ گواہی دیتا ہوں میں اس کی کہ لا الٰہ الا اللہ و انی رسول اللہ ۔ کلماتِ استدلالیہ یہ ہیں

فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا وبرک علیہ ۔ اور اسی طرح ہے ص۴۱۹ جلد ا پر بھی ؛

اور صحیح مسلم شریف ص۱۷۹ جلد ۲ میں حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ ابو طلحہ نے ام سلیم کو فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو طعام کی ضرورت ہے تو کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے تو عرض کی ہاں ، پس نکالا جو کی روٹیوں کو اور اپنے کپڑے کے ایک حصے میں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے دبا دیا اور باقی کپڑا مجھے اوڑھا دیا ۔ پھر بھیجا مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف ، کہا پس میں لے گیا اس طعام کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقدس میں تشریف فرما پایا اور آپ کے ساتھ

Marfat.com

صحابہ بھی تھے تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ تو میں نے عرض کی جی ہاں تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو جو آپ کے ساتھ تھے اٹھو کہا پس چلے حضور اور چلا میں ان کے آگے آگے حتٰے کہ ابوطلحہ کو آکر خبر دی تو ابوطلحہ نے کہا اے ام سلیم! ضرور تشریف لائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ تمام کو کھلائیں تو ام سلیم نے عرض کیا اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے، کہا پس استقبالاً ابوطلحہ آگے سے جا کر ملے پس تشریف لائے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ساتھ اس کے حتی کہ داخل ہوتے آپ اور ابوطلحہ تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لاؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے اے ام سلیم! تو وہ لائیں انہی روٹیوں کو تو حکم فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ریزہ ریزہ کرنے کا تو ریزہ ریزہ کی گئیں اور نچوڑا ام سلیم نے اپنے کپے کو تو سالن ڈالا اس نے پھر پڑھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو چاہا اللہ تعالےٰ نے کہ پڑھیں پھر فرمایا دس کو اجازت دے تو اجازت دی اور پیٹ بھر کر کھا کر نکلے پھر فرمایا اجازت دو دس کو تو اجازت دی پس سیر ہو کر نکلے پھر فرمایا اجازت دو دس کو حتٰے کہ تمام قوم نے پیٹ بھر کر کھایا اور وہ قوم ستر یا اسی مرد تھے۔ اس میں یہ کلمات مبارکہ ہیں ثم قال فیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما شاء اللّٰہ ان یقول۔

اور اسی طرح اور پانچ سندوں سے بھی اسی صفحہ میں ہے اور سنن ترمذی صفحہ ۲۱ جلد ۲ میں بھی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا کھجور وطعام حاضر پہ دعا و برکت فرمانا اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ طعام حاضر رکھ کر دعا مانگ سکتا ہے اور ہر فاتحہ کے بعد ضرور دعا ہوا کرتی ہے لہٰذا کھانا بھی رکھا جاتا ہے۔ تو یہ سنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا بلکہ حدیثِ انس مذکورہ سے طعام پر پڑھنا صراحتہً ثابت ہے ومن ادعی الفرق فی ھذا بین کلام و کلام فعلیہ البیان ببرھان تام۔

نیز طعامِ پاک کے پاس قرآنِ کریم پڑھنا کیونکر منع ہو سکتا ہے حالانکہ قرآنِ کریم شفاء و رحمت ہے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وننزل من القراٰن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین تو اگر اس شفاء و رحمت کا اثر اس طعام پر ہوا اور ہوگا ضرور تو فبہا ورنہ یہ تو متیقّن کہ باعثِ مضرت نہیں۔ بلکہ احادیث سے ثابت کہ قرآنِ پاک پانی پر استشفاء کے لئے پڑھا جائے۔ اتقان جلد ثانی صفحہ ۱۶۲

Marfat.com

نہ بنانا تم قبروں کو مسجدیں، بے شک میں روکتا ہوں تمہیں اس سے "۔ تو نہی تجصیص وبناء مذکور کا محمل اس معنے پر کہ قبور پر مساجد بنانا ممنوع ہے بقرینۂ حدیثِ مذکور وہم معنی اس کے اولیٰ ہے کہ احادیث ایک دوسری کی تفسیر کیا کرتی ہیں۔ یا یہ مراد ہو کہ جب تجصیص وبناء میں فائدہ نہ ہو تو نہ کرو کہ عبث ممنوع ہے، یا اس بناء پر نہی ہو کہ قصدِ تکبر ومفاخرت وغیرہا اغراضِ فاسدہ سے ہو تو ممنوع ہے۔ یا قبرستان موقوف ہو کہ اس میں تجصیص وبناء سے زمینِ موقوف رکتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۴۸ میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور کنکریوں کو رکھا وان رش علی قبر ابنہ ابراھیم و وضع علیہ حصباء رواہ فی شرح السنۃ و روی الشافعی من قولہ رش۔

اس سے آگے صاحبِ مشکوٰۃ نے حدیثِ نہی تجصیص جابر رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرکے آگے یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرتِ جابر سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قبرِ مطہر پر پانی چھڑکا گیا اور چھڑکنے والے بلال بن رباح تھے کہ مشک کے ساتھ چھڑکا تھا وعنہ قال رش قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کان الذی رش الماء علیٰ قبرہ بلال بن رباح بقربۃ الحدیث و رواہ البیہقی۔ نیز اسی میں ہے کہ قبرِ انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی قبروں پر کنکریاں چنی ہوئی تھیں، سرخ عرصہ کی کنکریوں سے مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء۔ تو خود نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایک قسم کا پختہ بنانا ثابت ہوا اور صحابہ کرام سے بھی گویا کہ صاحبِ مشکوٰۃ بھی اسی طرف اشارہ فرمارہے ہیں بتقدیم حدیث وضع الحصباء و رش الماء و تاخیرہم۔

جذب القلوب شریف ص۱۲۱ میں شیخ المحدث شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ نے حجرہ شریف نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کچی اینٹوں سے بنا کیا۔ بعد ازاں عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن عبدالملک کے حکم سے اس کو منہدم کرکے منقوش پتھروں سے بنا کیا" و بعد ازاں کہ امیر المؤمنین عمر در مسجد زیادت کرد حجرہ را از خشتِ خام بناء کرد تا زمان حدوث عمارت ولید ایں حجرہ ظاہر بود عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آں را ہدم کرد بحجارۂ منقوشہ برآورد و برظاہر آں

Marfat.com

حظیرہ دیگر بنا کردہ۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۵۲ میں بخاری شریف سے ہے۔ جب حضرت حسن بن امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال شریف ہوا تو آپ کی زوجہ شریفہ نے آپ کی قبر پر قبہ بنایا اور سال تک رکھا اور بعد ازاں اٹھایا و عن البخاری تعلیقا قال لما مات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضربت امرأته القبة على قبره سنة ثم رفعت۔ تو وہ مائی صاحبہ تابعیہ تھیں، اہلِ بیتِ کرام سے تھیں، زمانۂ تابعین میں یہ کام کیا اور کسی نے منع نہ کیا، صرف ایک دو دن نہیں ایک سال تک غرضِ صحیح سے رکھا۔ اتنی مدتِ مدید میں کسی کی نظر سے اوجھل رہ سکتا ہے؟ اور بعد کو اٹھانا ہمیں مضر نہیں کہ جب وہ غرض منتفی ہوئی تو اٹھالیا۔ اور مدار نیت و غرض پر ہے کما سمعت۔

جذب القلوب شریف ص۱۷۱ میں ہے کہ حضرتِ عقیل بن ابی طالب برادر حضرتِ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روضہ بنایا" قبور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنھن نیز قریبِ دارِ عقیل است کہ چوں عقیل بن ابی طالب چاہی در دار خود حفر کرد از آنجا سنگے برآمد کہ در وے نوشتہ اند قبرِ ام حبیبہ بنت صخر بن حرب عقیل آں چاہ را بانباشت و عمارتے بر بالا قبر بنا کرد۔" تو جب صحابہ کرام و تابعین عظام سے روضے بنانا ثابت ہوا تو اس میں کونسا خدشہ رہا؟ حالانکہ حدیث صحیح ہے انما الاعمال بالنیات۔ اس کے بہت نظائر ملیں گے کہ کام نیتِ صالحہ سے صالح ہو جاتا ہے مثلاً ملتے وقت حد رکوع تک جھکنا ممنوع اور ہاتھ پاؤں چومنے معظم شرعی کے جائز و احادیث سے ثابت حالانکہ چومنے میں جھکنا ضرور پایا جاتا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ الادب المفرد ص۳۳۹ میں وازع بن عامر سے راوی کہ فرماتے ہیں جب ہم حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ مبارک اور پاؤں مبارک پکڑ کر چومے قال قدمنا فقيل ذاك رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذنا بيديه و رجليه نقبلها۔ وہیں روایت کہ حضرتِ علی نے حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پاؤں چومے عن صهيب قال رأيت عليا يقبل يد العباس و رجليه۔ مسلمان روضے بنانے مستحسن سمجھتے ہیں اور حدیث میں وارد کہ ما رآه المؤمنون حسنا فهو عند الله

Marfat.com

حسن۔ تو روضے بنانے مستحسن عنداللہ ہوئے۔ اور نیتِ صالحہ کئی وجہوں سے ہوسکتی ہے مثلاً یہ کہ عوام دیکھ کر پہچانیں گے کہ یہاں کوئی اہل اللہ آرام فرما ہیں، فاتحہ پڑھیں گے، فیض اٹھائیں گے تو یہ نشان عرفانِ قبور اہل اللہ کا ہے۔ اور آنے والے سایہ میں فاتحہ پڑھ لیں گے، گرمی و سردی، آندھی وغیرہ سے محفوظ رہیں گے، قرآن شریف پڑھنا چاہیں تو وہ بھی بآرام پڑھ سکیں گے۔

حضرتِ شیخ الہند شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ شریف ص۴۲ جلد ا میں فرماتے ہیں " در مطالب المومنین گفتہ اند کہ مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبورِ مشائخ و علماءِ مشہور تا زیارت کنند ایشاں را مردم و استراحت یابند دراں و نشینند در سایۂ آں۔ نقل کردہ است آں را از مفاتیح شرح مصابیح الخ " اور اسی طرح مجمع البحار شریف میں ہے۔

اسواط العذاب کے آخر میں حضرتِ ابنِ حجر کی شرح صحیح بخاری، فتح الباری سے منقول ہے ضرب الفسطاط ان کان لغرض صحیح کالتستر من الشمس للحی لا لاظلال المیت فقد جاز۔ اور ایک یہ نیت بھی صحیح ہے کہ عوام قبروں کی بے حرمتی کے خوگر ہو رہے ہیں تو یہ صاحبِ روضہ جو شرعاً معظم ہیں ان کی تربتِ اطہر کی بے حرمتی بھی نہ کریں۔ اسواط العذاب کے آخر میں تفسیر روح البیان سے ہے بناء القباب علیٰ قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذٰلک التعظم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا صاحب ھذا القبر۔

گیارہویں شریف کا ثبوت ثبوتِ عرس کے ضمن میں گزر چکا کہ گیارہویں بھی خیرات و صدقہ جعلیہ ہی ہے۔

مسئلہ سائل نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس سے مدد مانگنے کے متعلق سوال ہے؟ یہاں کئی احتمال ہیں، مولےٰ تعالےٰ سے مدد مانگنا مراد ہے یا مسلمانوں سے علی العموم یا صاحبِ روضہ سے؟ اور یہ تمام استمداد جائز ہیں جن کا جواز قرآنِ کریم و احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے۔ استمداد باللہ تعالےٰ کے جواز کے تو مخالفین بھی قائل ہیں رہی تعیین، اس کا ثبوتِ کامل گزر چکا اور استمداد و استعانت بالمخلوق بھی کامل طور پر ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ہے استعینوا بالصبر والصلوٰۃ پ۱ ع۵۔ یاایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ پ۲ ع۳۔ تو استعانت بالصبر والصلوٰۃ استعانت بالمخلوق ہے کہ صبر و صلوٰۃ اعمال ہیں اور تمام اعمال مخلوق ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے واللہ

Marfat.com

خلقکم و ما تعملون پ۲۳ ع۶ یعنے اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔" قرآن کریم میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سدِ سکندری بنانے کے وقت متعلقہ لوگوں سے مدد طلب کی فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما پ۱۶ ع۶ اللہ تعالٰے نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مکے والے مسلمان جنہوں نے ہجرت نہیں کی ان کا ترکہ تم کو نہیں ملتا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں مدد طلب کریں تم سے تو تم پر ان کی مدد ضروری ہے و الذین اٰمنوا ولم یہاجروا مالکم من ولایتہم من شیءٍ حتی یہاجروا وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علیٰ قوم بینکم و بینہم میثاق واللہ بما تعملون بصیر۔ پ۱۰ ع۶۔ قرآن کریم میں ہے کہ سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواریوں سے مدد طلب فرمائی یاایہا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسٰی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ پ۲۸ ع۱۰۔ اللہ تعالٰے نے مؤمنین کو علے العموم حکم دیا ہے کہ میری طرف وسیلہ طلب کرو یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ پ۶ ع۱۰ اور وسیلہ الی اللہ سے مراد وہ چیز ہے جو بارگاہِ الٰہی کے قریب کرے۔ تفسیر جلالین وصاوی علے الجلالین ص۲۴۵ جلد۱، تفسیر کبیر ص۳۹۹ جلد۳، تفسیر ارشاد العقل ص۴۴ جلد۳، تفسیر خازن ص۳۹ جلد۲، تفسیر معالم التنزیل ص۳۹ جلد۲ والنظم من الجلالین ما یقربکم الیہ۔ اور اولیاء اللہ یقیناً اللہ کا مقرب بنانے والے ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ جب نظر آجائیں اللہ تعالٰے یاد آجاتا ہے تفسیر کبیر ص۱۰۱ جلد۵، خازن ص۱۰۱ جلد۳، معالم التنزیل ص۱۶۱ جلد۳، صاوی ص۱۶۶ جلد۲ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے اولیاء کے متعلق ہے ھم الذین اذا رأوا ذکر اللہ والنظم من الخازن مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷ میں ہے خیارکم اذا رأوا ذکر اللہ رواہ ابن ماجۃ۔

سبحان اللہ! معنیٰ وسیلہ ان کی ذوات بابرکات پر کیسا چسپاں ہوا! رہا بعض کا اقتصار طاعت پر تو وہ بطورِ تمثیل ہے کہ مفسرین کرام بعض افراد پر تمثیلاً اقتصار فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اتقان ص۱۷۱ جلد۲ میں ہے

جلد اول فتاوٰی نوریہ

Marfat.com

الثانی ان یذکر کل منہم من الاسم العام بعض انواعہ علی سبیل التمثیل وتنبیہ المستمع علی النوع لا علی سبیل العد المطابق للمعدود فی عمومہ وخصوصہ الخ

اور احادیثِ شفاعتِ کبریٰ وغیرہا سے روزِ روشن کی طرح جوازِ توسل واستمداد واضح ولائح ہے اور اس کا شرک نہ ہونا بھی کہ اس میدانِ جاں گداز میں شرک وشرکیات کے بطلان پر وقوف کفار تک کو بھی ثابت ہوگا و للّٰہ الحجۃ البالغۃ ۔ اب معاندین بتائیں کہ ان کے امام کا قول تقویۃ الایمانی صفحہ (پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے) کیا معنے رکھتا ہے؟ کیا جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت ہو اور دنیا وآخرت میں موجود ومتحقق ومتکرر ومتقرر ومقرر ہو وہ شرک ہوسکتی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

اب خاص استمداد وامداد بعد از انتقال کا ثبوت سنیئے!

پہلے سمجھنا چاہئے کہ امداد روح کرتا ہے اور روح ہر ایک کا زندہ ہوتا ہے کہ موت جسم پر واقع ہوتی ہے اور موت قبضِ روح از جسم کا نام ہے تو جو اولیاء قبل از وصال امداد کرسکتے ہیں وہ بعد از انتقال بھی کرسکتے ہیں شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات صفحہ $\frac{۱۹}{۱}$ ۷ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں " بتحقیق ثابت شدہ است بآیات واحادیث کہ روح باقی است واو را علم وشعور بزائراں واحوالِ ایشاں ثابت است وارواح کاملاں را قربی ومکانتی در جنابِ حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بیشتر از آں واولیاء را کرامات وتصرف در اکوان حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں را وارواح باقی ست "

صاوی علی الجلالین صفحہ ۱۰ جلد ۳ میں ہے ارواح المطیعین مطلقۃ غیر محبوسۃ

تفسیر کبیر صفحہ ۴۹۰ جلد ۲ میں ہے الارواح المفارقۃ عن ابدانہا المشاکلۃ لہذہ الارواح فی الصفات والطبیعۃ والخاصیۃ یحصل لہا نوع تعلق بہذا البدن بسبب المشاکلۃ والمجانسۃ وتصیر کالمعاونۃ لہذہ الروح علی اعمالہا الی ان قال انعکس انوارہا بعضہا علی بعض علی مثال المرأۃ المشرقۃ

Marfat.com

المتقابلة وكذا عن الغزالی فی التفسیر الکبیر ص۲۱۳ جلد ۸

بلکہ قوی ہوجاتا ہے۔ تفسیر کبیر ص۲۲۴ جلد ۵ میں ہے وهو ان النفوس البشرية والارواح الانسانية اذا فارقت ابدانها قويت فى تلك الصفات التى اكتسبتها فى تلك الابدان وكملت فيها الى ان قال وتصير تلك النفس المفارقة معاونة لهذه النفس المتعلقة بهذا البدن ومعاضدة لها على افعالها واحوالها.

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ سیدی احمد زروق علیہ الرحمۃ نے جو اعاظم فقہاء و علماء مشائخ مغرب سے ہیں فرمایا کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے دریافت کیا کہ امداد زندے کی زیادہ قوی ہے یا مردے کی تو میں نے کہا کہ ایک گروہ کہتا ہے امداد زندے کی بہت قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ امداد مردے کی زیادہ قوی ہے، تو شیخ نے فرمایا ہاں! اس لئے کہ وہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں ہے "پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساطِ حق ست و در حضرۃِ اوست۔"

بیضاوی شریف، کبیر و روح البیان و تفسیر عزیزی میں فالمدبرات امرا کی ایک تفسیر یہ بتائی کہ اس سے مراد ارواح ہیں تو لامحالہ استمداد جائز ہوئی کہ وہ امداد کرسکتے ہیں اور امداد کرنیوالوں سے استمداد کا ثبوت گزر چکا۔ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب شریف ص۲۲۴ میں فرماتے ہیں

" اما تبرک و توسل در عالم برزخ و موطن قبر در اختصاص او بہ حضراتِ قدسی سماتِ انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم اجمعین تردد است و ظاہر جوازِ اوست در غیرِ ایشاں از اولیاء اللہ و علمائے امت واللہ اعلم از جہتِ عمومِ جوازِ توسل در حالتِ حیات با ضمیمہ بقائے روح میت و شعور و ادراک (الی ان قال) و ورودِ نصِ صریح در وے حاجت نیست از جہتِ وجود بقائے ذات متوسل بخلاف موطنِ اول بلکہ عدمِ ورود نص بر منعِ آں کافی ست الخ

تفسیر عزیزی ص۹ پ۳۰ میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں (مترجم سے ہے) اور بعضے خاص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کے استغراق میں کمال وسعت مدارک کے سبب سے کچھ خلل واقع نہیں ہوتا (الی ان قال) اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پوچھتے ہیں اور ان کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں الخ اولیائے کرام تو

Marfat.com

مظہرِ صفاتِ حق تعالےٰ ہیں۔ ان کی امداد امدادِ حق تعالےٰ ہے تو ان سے استمداد درحقیقت حق تعالےٰ سے استمداد ہے تو یہ ممنوع کیسے ہوسکے؟ صحیح بخاری شریف ص۹۶۳ جلد ۲ حدیث قدسی میں ارشادِ حق تعالےٰ ہے کہ میں جب اپنے بندے کو دوست بناؤں تو بن جاتا ہوں اس کا کان جس سے سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جو پکڑتا ہے اس سے اور اس کا پاؤں جو چلتا ہے اس سے یعنی وہ بندہ مظہرِ صفاتِ علیہ بن جاتا ہے فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا۔ اور جب ان حضرات کا یہ شان ہے تو قبل از وصال و بعد از وصال ہر حال میں جوازِ استمداد ثابت ہوا کہ درحقیقت یہ استمداد حق تعالےٰ سے ہے اور امداد اس کی طرف سے ہے اور وہ ہر وقت امداد فرما سکتا ہے۔ اور موت سالبِ ولایت نہیں بلکہ مؤکدِ ولایت ہے: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون بلکہ ان کے ارواحِ طیبہ بعد از وصال مدبّرات بن جاتے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت فالمدبرات امرًا کی ایک تفسیر یہ بھی فرمائی ہے کہ ثم ان ہذہ الارواح الشریفۃ العالیۃ لا یبعد ان یکون فیہا ما یکون لقوتہا و شرفہا یظہر منہا اٰثار فی احوال ہذا العالم فہی المدبرات امرًا الیس ان الانسان قد یری استاذہ فی المنام و یسئلہ عن مشکل فیرشدہ الیہا الخ اور اس کی مثل تفسیر بیضاوی و تفسیر روح البیان میں بھی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اسے صفتِ نفس بتایا کہ تفسیر عزیزی مترجم ص۲۱ میں ہے "اور پانچواں درجہ وہ ہے کہ کمال کے سبب مدارج کو طے کرکے تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور اس کے کام کا پیشوا اور استاد ہو جاتے کہ اور لوگ اس سے اپنی مشکل حل کرادیں اور اس صفت میں بے تدبیر اور مشورے اس شخص کے کام نہ کر سکیں۔ اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے:- فالمدبرات امرًا۔ وللہ الحمد۔

مخالفین پر سب سے بھاری شہادت کہ اس کا اصلاً انکار نہیں کر سکتے ان کے امام میاں اسمٰعیل

Marfat.com

دہلوی کا قول ہے ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری - صراطِ مستقیم صفحہ ۱۶۶ میں کہتا ہے کہ جناب غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے ارواحِ مقدسہ میرے پیر پر جلوہ گر ہوئے اور ایک پہر تک توجہ قوی اور تاثیرِ زور آور فرماتے رہے۔ اس حد تک کہ دونوں طریقوں کی نسبت اسی ایک پہر میں پوری ہوئی " روزے ہر دو روحِ مقدس بر حضرتِ ایشاں جلوہ گر شدند وتا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفسِ نفیس حضرتِ ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور مے فرمودند تا ایں کہ در ہماں یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرتِ ایشاں گردید" اسی ایک قول سے افاضہ ارواح اور تاثیر ارواح ثابت ہوئی اور دور سے جاننا اور توجہ قوی فرمانا بھی ثابت ہو گیا کہ اول تو پیر جی دونوں حضرات کرام کے مزاراتِ طیبہ پر حاضر نہ تھے اور اگر ہوں تو ایک مزار کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں نہ کہ دونوں کے پاس، اور توجہ دونوں حضرات نے یک وقت فرمائی، مان رہا ہے کہ "ہر دو امام" اور "در ہماں یک پاس" کہہ رہا ہے تو اب انکاری کیوں ہیں؟

اس سے بھی سخت تر شہادت سنئے کہ وہی امام مزار پر جا کر فیض لینا بھی مان رہا ہے۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے کہ ایک دن پیر جی حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے مرقدِ منور کی طرف گئے اور مرقدِ منور پہ مراقبہ میں بیٹھے اور مراقبہ میں ان کے روحِ پُرفتوح سے ملاقات ہوئی اور آنجناب نے پیر جی پر بڑی قوی توجہ فرمائی اور اس کے سبب ابتدا، حصولِ نسبتِ چشتیہ ہو گیا " روزے حضرتِ ایشاں بسوئے مرقدِ منور حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب بختیار کاکی علیہ الرحمۃ تشریف فرما شدند و بر مرقدِ مبارک ایشاں نشستند و دریں اثنا بروحِ پُرفتوحِ ایشاں ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرتِ ایشاں توجہے بس قوی فرمودند کہ بہ سبب آں توجہ ابتدار حصولِ نسبتِ چشتیہ متحقق شد" اسی قول سے مزاروں پر حاضر ہونا، مراقبہ میں مزاروں کے پاس بیٹھنا، ملاقاتِ ارواح، علمِ ارواح و تصرفِ ارواح، ارواح کا پُرفتوح ہونا وغیرہ ثابت ہو رہا ہے۔ ہاں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی جاہل مخلوق کو مستقل بالذات سمجھ کر مدد مانگے یعنی یوں سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کے محتاج نہیں، اس کی دی ہوئی طاقت کے سوا مدد کر سکتے ہیں تو ضرور وبالِ شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے مگر اس میں یہ تفرقہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کہ زید و عمرو عوام کو یوں سمجھے تو کوئی حرج نہیں اور اولیائے کرام کو یوں سمجھے تو شرک ہو جاتا ہے یا بالعکس یا تفرقِ موت و حیات ہو کہ شرک میں تفرقہ محض خبط ہے اور خواہ

Marfat.com

نخواہ ظنِ بد بھی مسلمان پر حرام ہے اور سخت حرام ہے۔ مسلم کا اسلام اعلیٰ قرینہ ہے کہ وہ بندگانِ خدا کو وسیلہ و واسطہ و مظہرِ قدرت سمجھ کر ہی مدد طلب کر رہا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مخالف تو یوں بھی مشرک ہی کہتے ہیں کہ تقویت الایمان کے ص۲۶ پر ان کا امام صاف صاف الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ (سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے) مگر عاقل خوب سمجھتا ہے کہ یہ شرک نہیں ہو سکتا جس کا ثبوتِ بیّن گزر چکا۔ خود مخالفین حکما، و حکام سے امداد مانگا کرتے ہیں، چندے وغیرہا طلب کرتے ہیں۔ بلکہ خود ان کے امام کے اقوال ابھی سن چکے کہ افاضۂ و استفاضۂ ارواح کا اقرار کر چکا تو بحکم اقرار مرد آزاد مرد خود اپنے منہ سے اپنے آپ کو مشرک کہہ گیا۔ مگر بحمدہٖ تعالیٰ اس استعانت سے مسلمان ہرگز ہرگز مشرک و مرتکبِ گناہ نہیں ہو سکتے بلکہ مستفیض و مستفیز و مستفید ہیں والحمد للہ علیٰ ذلک۔

مسئلہ ۱۱ قبروں پر چراغ جلانا ممنوع ہے کہ قبر حقِ مقبور ہے۔ اس میں تصرف نہ کیا جائے۔ اور بعض احادیث سے ثابت ہے مگر اس سے یہ سمجھنا کہ قبر کے پاس نیتِ صالحہ سے بھی ممنوع ہے غیر صحیح ہے کیونکہ بعض احادیث میں "علیٰ" آیا ہے اور "علیٰ" کا معنے حقیقی استعلا رہے نہ کہ "عند و لدیٰ" کہ مخالف دلیل پکڑ سکے اور بلا دلیلِ شرعی عدول عن الحقیقۃ سخت منع ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اٹھ جائے۔ اور جب اس سے ممانعت نہیں آئی تو بحکم اباحتِ اصلیہ مباح ضرور ہوگا بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات نیتِ حسنہ سے مندوب و مستحسن ہوگا۔ مجمع البحار ص۱۰۱ جلد ۳ میں ہے وان کان ثم مسجد او غیرہ ینتفع فیہ للتلاوۃ والذکر فلا بأس بالسراج فیہ۔ بلکہ غرضِ صحیح کے ساتھ قبر کے پاس خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چراغ جلانا مروی ہے کہ سنن ترمذی شریف ص۱۳۷ جلد ا میں ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل قبرا لیلاً فاسرج لہ سراج فاخذہ من قبل القبلۃ وقال رحمک اللہ ان کنت لاواھا تلاءً القراٰن وکبر علیہ اربعا۔ اور اس حدیث کی تحسین بایں الفاظ فرمائی ہے قال ابو عیسیٰ حدیث ابن عباس حدیث حسن۔ ہاں بلا غرض یا معاذ اللہ نیتِ تعبد یا اغراضِ فاسدہ سے ہو تو ضرور ممنوع ہے۔ مگر ان صورتوں میں قبر کی کیا تخصیص ہے جہاں ہو ممنوع ہے اور بلا دلیل مسلمانوں پر ظنِ بد بھی حرام ہے کہ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ

Marfat.com

مسنونًا وارد ہے۔

مسئلہ ۱۳-۱۴ داڑھی منڈانے والے کی امامت جائز ہاں معنی کہ فرض ذمہ امام و مقتدی سے ساقط ہو جاتا ہے ضرور ثابت ہے مگر مکروہ اور سخت مکروہ ہے کہ داڑھی منڈانے والا گنہگار ہے اور گناہ کو بدلنا اور برا جاننا ہر ایک مسلمان پر بہت ہی ضروری ہے حتیٰ کہ صرف دل سے برا جاننے والے کو اضعف الایمان فرمایا گیا۔ اور اس کے پیچھے کوئی درجہ نہیں چھوڑا گیا۔ صحیح مسلم شریف ص۵۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان۔ اس کی شرح میں نووی علیہ فرماتے ہیں فقوله صلى الله عليه وسلم فبقلبه معناه فلينكره بقلبه۔ تو مسلم من حیث ہو مسلم اس کو ضرور برا جانے گا اگرچہ کسی عارضے کی وجہ سے ظاہر نہ کر سکے۔ سے اس کے آقا نے بتادیا کہ اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ اس کے پیچھے درجۂ ایمان نہیں اور اسے یہ کیونکر پسند آئے کہ تارکِ اسوۂ حسنۂ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم مصلائے محبوب صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر کھڑا نظر آئے اور احادیث طیبہ میں وارد کہ ایسے کی نماز قبول نہیں ہوتی کہ امام بنے اس قوم کا کہ اسے ناپسند جان رہے ہوں۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۰۰ میں ابوداؤد وابن ماجہ سے ہے کہ ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون ہاں اگر مقتدی ایسی مجبوری میں کہ اس کے پیچھے نہ پڑھیں تو سخت خطرہ ہے کہ سلطان یا نائب سلطان ہے تو ان مقتدیوں کو اجازت ہے اور تمام جماعت کا اہل جماعت نہ ہونا جائے تعجب نہیں کہ نبی علیم صلی اللہ علیہ وسلم اناءے ما کان وما یکون اس کی خبر پہلے دے چکے ہیں اور آپ کی ہر خبر یقینًا صحیح و صادق ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۰۰ میں ائمہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نشانوں سے ہے ان يتدافع اهل المسجد لا يجدون اماما يصلى بهم۔ اللہ تعالے مسلمانوں کو توفیق عطا کرے تو توبہ کرنی مشکل نہیں، کچھ خرچ نہیں آتا، کچھ دیر نہیں لگتی، توبۂ ظاہرہ کر کے اسی وقت امام بلا کراہت بن سکتا ہے کہ التائب من الذنب كمن لا ذنب له اور المهاجر من هجر ما نهى الله عنه۔ کیا مسلمانوں کی جماعت میں ایک بھی رجلِ رشید ایسا نہیں کہ تارکِ اسوۂ حسنہ

Marfat.com

مطابق عقیدہ رکھے اور اس کو شائع کرے اور لکھ کر دے آیا مسلمان ہے یا کافر؟ عبارت یہ ہے: جمعہ فرضِ عین ہے دیہاتوں میں، جو شخص دیہاتوں میں جمعہ نہ پڑھے گا یا اب نہیں پڑھتا ہے محمد صاحب (ایک شخص مسمّٰی با محمد) قرآن وحدیث کی رو سے اسے کافر ثابت کریں گے بینوا ماجورین من رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بلاشک وشبہ وریب نمازِ جمعہ فرضِ عین ہے مگر بالشرائط اور چونکہ مصرِ جامع بھی ان شرائط میں سے ہے لہٰذا دیہات میں نمازِ جمعہ فرض نہیں۔ اس مدّعا پر دلائلِ قاہرہ باہرہ زاہرہ ظاہرہ شہود عدل ہیں جن میں سے چند حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔

(۱) وہی حدیثِ جواثی جو طائفہ بھر کی مایہ ناز اور بہترین دلیل ہے، ہمارے مدّعا کے لئے نہایت ہی واضح و روشن دلیل ہے جو یہ ہے وعن ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین رواہ البخاری فی صحیحہ (ص۱۲۳ مجتبائی) و البیہقی فی سنن الکبریٰ (ص۱۷۶ جلد۳ دائرۃ المعارف) وابوداؤد فی سننہ مع زیادۃ فی الاسلام وقریۃ من قری البحرین۔

وجہِ استدلال یہ کہ جب مسجدِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے نمازِ جمعہ جواثی میں قائم کی گئی حالانکہ احادیثِ صحاح سے ثابت کہ جواثی مدینہ طیبہ سے بہت ہی دور ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ قباء و عوالی وغیرہا بہت سے دیہات جو مدینہ طیبہ سے بہت قریب تھے سب سے پہلے ان میں جمعہ قائم کیا جاتا اور ان سب کو پسِ پشت ڈال کر سب سے پہلے جواثی میں قائم نہ کیا جاتا۔

Marfat.com

اور روایتِ ابوداؤد میں زیادتی قریۃ من قری البحرین نہ ہمیں مضر اور نہ ہی مخالف کو مفید کہ لفظِ قریہ کا اطلاق لغتِ عرب میں شہر پر بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم پ ۲۶ ع ۶ میں مکہ شریف کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتک الایۃ حالانکہ قرآنِ کریم پ ۳۰ ع ۱۵ میں مکہ شریف کو شہر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد الایۃ۔ اور اسی طرح قرآنِ کریم میں شواہدِ کثیرہ موجود ہیں۔ صراح ص ۴۲ مجیدی، مجمع البحار ص ۲۱۷ جلد ۱، کشوری والنظم من المجمع ھو حصن بالبحرین اور جس آبادی میں قلعہ ہو اس پر تعریفِ مصرِ جامع صادق آتی ہے۔

(۲) قال علی رضی اللہ تعالٰی عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع رواہ البیہقی فی السنن الکبرٰی ص ۱۷۹ جلد ۳ والطحاوی فی مشکل الاثار ص ۵۴ جلد ۲۔ اور قاعدۂ مسلّمہ اصولِ حدیث کی رو سے یہ موقوف حکمِ مرفوع میں ہے۔ مشکل الآثار کے اسی صفحہ میں ہے مما یحیط علما انہ لم یقلہ رأیا اذ کان مثلہ لا یقال بالرأی و انما لم یقلہ الا توقیفا ولا توقیف یوجد فی ذلک الا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۳) حضرتِ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کان الناس ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی رواہ البخاری فی صحیحہ ص ۱۲۳ جلد ۱ و مسلم فی صحیحہ ص ۲۸۰ جلد ۱ والبیہقی فی سنن الکبرٰی ص ۱۷۳ جلد ۳۔ اگر دیہات میں جمعہ فرض ہوتا تو دوسری نمازوں کی طرح وہ حضرات عوالی میں بھی قائم کرتے اور ہمیشہ مدینہ طیبہ میں حاضر نہ ہوتے۔ مجمع البحار ص ۴۰ جلد ۳ و فیہ انہ لا یجب الجمعۃ علی من ھو خارج المصر۔

(۴) اور ایسے ہی اہلِ قبا مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ سننِ ابن ماجہ ص ۸۰ فاروقی میں ہے ان اھل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم الجمعۃ۔

Marfat.com

(۵) اور باوجودیکہ سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دس روز سے زیادہ قبا میں تشریف فرما ہونا اکثر اقوال سے ثابت ہے مگر جمعہ قائم نہ فرمایا تو ثابت ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں۔ صحیح بخاری کے صـ۵۵۵ جلد ا میں ہے فلبث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرۃ لیلۃ۔ اور صـ۵۶ میں ہے فاقام فیھم اربع عشرۃ لیلۃ اور تفسیر اتقان صـ۳۶ جلد ا والجمعۃ فرضت بمکۃ۔

(۶) صحیح بخاری شریف صـ۸۳۵ جلد ۲ اور مؤطا امام مالک صـ۱۵۵ جلد ا میں ہے کہ حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عید کے دن فرمایا کہ جو اہلِ عوالی سے جمعہ کے لئے ٹھہرنا چاہے تو ٹھہرے اور جو واپس ہونا چاہے تو میں نے اسے اجازت دے دی و النظم من البخاری قال یا ایھا الناس ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعۃ من اھل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ۔ امام مالک نے اس حدیث کو باب لا جمعۃ فی العوالی و من حضر المدینۃ منھم فلہ الرجوع قبل دخول الوقت میں اخراج فرمایا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ اہلِ دیہات پر جمعہ نہیں۔

(۷) بلکہ خود حضور پُر نور سید یوم النشور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ آپ نے اجازت فرمائی چنانچہ مشکل الآثار صـ۵۳ جلد ۲، سنن ابوداؤد صـ۱۵۳، صحیح مستدرک صـ۲۸۸ جلد ا، مسند ابی داؤد طیالسی صـ۹۴ میں ہے و النظم من المسند ثم رخص فی الجمعۃ فقال من شاء ان یصلی فلیصل۔

(۸) اور اس کے سوا بہت سے دلائل ہیں جو اختصاراً تحریر نہیں کئے جاتے۔ ہاں اتنا سمجھنا نہایت ہی ضروری کہ نمازِ ظہر فرضِ قطعی اور فرضِ عین ہے۔ غیر مقلدین کے پاس وہ کونسی قطعی دلیل ہے جس سے دیہات میں اس فرضِ قطعی کو جمعہ کے روز بلاعذر ترک کرکے مسلمان بنے رہتے ہیں۔ آیۂ جمعہ بالاجماع مخصوص ہے حتے کہ طائفۂ غیر مقلدین کے نزدیک بھی کہ بیمار اور نابینا، لنگڑا، غلام، مسافر، عورت اور تنہا، بالاجماع مخصوص ہیں حالانکہ ان

Marfat.com

تمام پر بھی نمازِ ظہر فرضِ عین ہے۔

صد افسوس کہ برائے نام اور کمزور دلائل کو اپنی رائے قاصر سے دلائل سمجھ کر جہل مرکب میں گرفتار ہو کر علماء وائمہ عظام وصحابہ کرام پر معترض بنتے ہیں۔ صرف معترض نہیں بلکہ کفر وشرک تک پہنچتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں کسی فتوے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عوام اہلِ اسلام بلکہ خواص یعنی ائمہ کرام اور اخص الخواص یعنے صحابہ کرام کو کافر کہا بلکہ خاک بدہانِ گستاخ اس کی یہ گستاخی سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک پہنچی کہ سرکار سے دیہات والوں کے لئے رخصت ثابت جیسے مذکور ہوا حالانکہ صرف کسی عام مومن کو اگر کوئی کافر کہے تو ظاہر حدیث کے لحاظ سے خود کافر ہو جاتا ہے اور ظاہر ہی پر عمل کرنا انکا مذہب ہے۔ صحیح بخاری صـ۹۰۱ جلد ۲ میں حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ہے و النظم للثانی ان رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما۔ بلکہ عدالتِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایسے طائفہ بھر کے لئے یہ حکم نافذ ہو چکا کہ دینِ اسلام سے خارج ہے چہ جائیکہ اس کا قول بد تر از بول کہاں سے کہاں تک پہنچا؟ چنانچہ صحیح بخاری صـ۶۲۴، صـ۱۰۲۴ جلد ۲ وغیرہ میں ہے یمرقون من الدین اور بے ادبی اولیائے کرام اور انبیائے عظام تو ان کے نزدیک شیر مادر ہے جس کی وجہ سے اسلام وایمان سے خارج اور دنیا وآخرت میں ملعون اور عذابِ مہین کے سزاوار بن جاتے ہیں۔ خود قرآنِ کریم سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ اہلِ اسلام پر لازم کہ ان سے ہر حال میں بچے رہیں اور اپنے دین وایمان پر قائم وثابت قدم رہیں اور جلتی آگ سے زیادہ انہیں مضر سمجھیں کہ ذیاب فی ثیاب یہ ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد و
علی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانہ میں پاکستان کے دیہات میں جہاں پہلے جمعہ نہیں پڑھا جاتا اب جمعہ پڑھا جانا چاہیئے یا نہیں ؟ کیا وہ شرائط جو جمعہ کے لئے ہونی لازمی ہیں وہ سلطنتِ پاکستان میں پوری ہو چکی ہیں۔ اور جمعہ اگر پڑھا جاوے تو فرضی پڑھنا چاہیئے یا احتیاطی ؟ بینوا توجروا۔

السائل : فضل حق از ڈولو وال تحصیل دیپال پور ۲۷-۷-۵۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سیدنا حضرت مولیٰ مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ وحضرتِ حذیفہ وعطاء وحسن بن ابی الحسن ونخعی ومجاہد وابن سیرین وثوری وسحنون وامامِ ہمام حضرتِ ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین کے نزدیک نمازِ جمعہ دیہات میں نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے لا تجوز فی القریٰ عندنا وهو مذهب علی بن ابی طالب وحذیفة وعطاء والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاهد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافا للائمة الثلاثة لما روی ابن ابی شیبة عن علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه انه قال لا جمعة ولا تشریق ولا صلوٰة فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینة عظیمة وصححه ابن حزم فی المحلی۔

Marfat.com

کتبِ مذہب میں متوناً و شروحاً و فتاویٰ سے یہی مصرح و مشرح ہے کہ ادائے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے اور شہر بھی جامع ، جب شہر ہونا متحقق ہولے تو بعد ازاں جامع ہونے کی تحقیق ضروری ہے اور مصر کی صحیح تعریف وہ ہے جو غنیہ وغیرہا میں مذکور ہے انہ بلدة کبیرة فیہا سکک واسواق و لہا رساتیق و فیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ھٰذا ھو الاصح (ترجمہ بیشک وہ (مصرِ جامع) ایسا بڑا شہر ہے جس میں متعدد محلے اور بازار ہوں اور اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم با اختیار ایسا ہو کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے سکے اپنے رعب سے اور علم سے یا اپنے غیر کے علم سے ، اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اپنے مقدمات میں "

حدیثِ جواثی جسے مجوزین اپنی زبردست دلیل سمجھے ہوئے ہیں وہ دراصل ہماری زبردست دلیل ہے اور ان کا زبردست رد کرتی ہے ۔ بہرنہج احناف کے نزدیک گاؤں میں نمازِ جمعہ ادا نہیں کر سکتے کما لایخفی علی اولی النہی ۔ اور سلطنتِ پاکستان کے دیہات بھی دوسرے ممالک اسلامی کی طرح دیہات ہی ہیں اور اگر کوئی بزعمِ خود جمعہ پڑھے تو فرضِ ظہر از روئے مذہبِ مہذب احناف ضرور ادا کرے کہ فرضِ ظہر اس جمعہ کے ساتھ ساقط ہوتا ہے جو حقیقۃً شرائط کے ساتھ جمعہ ہو کما مر ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

جناب عالی صاحب

Marfat.com

السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں کا پینتالیس گھر ہے۔ حضرتِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جمعہ اس گاؤں میں جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی : غلام محمد متعلم خورد ۲؍ ربیع الاول شریف ۱۳۷۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ایسے موضع میں حضرتِ امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک نمازِ جمعہ نہیں پڑھی جاتی، جو دعوےٰ کرے وہ ثبوت دیوے ورنہ کاذب متصور ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲؍ ربیع الاول شریف ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

مکرمی محترم نور اللہ صاحب

السلام علیکم۔ سب سے پہلے اپنا تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔ امید ہے آپ حاجی کرم الٰہی صاحب اور محمد اسحاق رکن پورہ والوں کو جانتے ہی ہوں گے۔ محمد اسحاق کا لڑکا ہوں اور مولوی محمد اکرم صاحب کا ہم جماعت اور دوست ہوں۔ یہاں پر ملازمت کے سلسلہ میں آیا ہوا ہوں۔ یہاں پر ہم ایک بجلی گھر بنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مسجد بنانے کی بھی کوشش شروع کی ہے۔ مجھ ناچیز کو مسجد کمیٹی کا سیکریٹری منتخب کیا گیا ہے اس لئے اپنے فرائض کو انجام دینے کے لئے کبھی کبھی آپ کی رہبری کی ضرورت پیش آتی رہے گی اور میں امیدِ واثق کرتا ہوں کہ

Marfat.com

آپ مایوس نہیں فرمائیں گے۔ فی الحال مندرجہ ذیل دو مسئلوں کے متعلق آپ سے دریافت کر رہا ہوں :۔

نمبرا : نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں ؟ نمازِ جمعہ پڑھنے کے لئے کم از کم کن شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے جن کے بغیر نمازِ جمعہ ادا نہیں کی جا سکتی ؟

نمبر۲ : ایک شخص نے کسی بزرگ کو اپنا مرشد تسلیم کیا اور مرشد کی وفات ہوگئی۔ اب مذکورہ شخص دوسرے کو مرشد بنا سکتا ہے یا نہیں ؟ جوابی لفافہ ارسالِ خدمت ہے جواب دیکر مشکور فرمادیں۔

الراقم : میاں بشیر احمد جاوید کوئٹہ معرفت ملک سلیم شیخ ماندہ براستہ کوئٹہ ۲۵-۵-۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِی النُّوْرَ وَالصَّوَاب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہٗ : بعد از دعواتِ عافیتِ طرفین آنکہ مرسلہ ملفوف ملا۔ میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں اور آپ کے خط سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ آپ بڑے شوق سے سوال بھیجا کریں میں حاضر ہوں مگر چونکہ کام بہت زیادہ ہے لہذا کبھی جواب ذرا دیر سے دیا جاتا ہے۔ اور اب تو کئی دن مجھے تکلیف رہی ہے۔ امید کہ اسے صحیح عذر پر محمول کریں گے۔

نمبر۱ : جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو ہوگا ہی نہیں۔ ۱۔ شہر ۲۔ بادشاہِ اسلام حقیقۃً یا حکماً۔ ۳۔ وقتِ ظہر۔ ۴۔ خطبہ ، ۵۔ جماعت۔ ۶۔ اذنِ عام ، یہ سب شرطیں آسانی سے پائی جاتی ہیں مگر صرف پہلی شرط ہے جو دیہات میں نہیں پائی جاتی لہذا دیہات میں جمعہ نہیں کما فی عامۃ معتبرات المذہب۔

نمبر۲ : ہاں جب پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جائے مگر یہ ضروری ہے کہ مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالمِ دین ، سُنّی ، صحیح العقیدہ ، پابندِ شریعت ہو۔ یہ شرط ضروری ہے پہلا مرشد ہو یا دوسرا یا تیسرا کیونکہ جو خود ناواقف ہو یا گمراہ ہو تو دوسرے کو وہ معرفت یا ہدایت و رشد کا سبق کیا دے سکتا ہے ؟

باقی سب خیریت ہے آپ کی خیریت مطلوب۔ دو تین دن ہوئے آپ کے والدِ ماجد صوفی محمد اسحاق صاحب اسٹیشن

Marfat.com

پڑھے تھے، سب خیریت بتاتے تھے۔ والسلام

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۸-۶-۶۳

الاستفتاء

بخدمت جناب واجب الاحترام حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم جامع فریدیہ حنفیہ بصیر پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل فتوے تحریر فرمادیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری منڈی رائے ونڈ جو ضلع لاہور کی ایک اہم منڈی ہے یہاں ریلوے اسٹیشن، اڈا لاریاں، آڑھتیں، بازار، تھانہ، ڈاک خانہ، شفاخانے، ٹیلیفون، بجلی ٹاؤن، کمیٹی منڈی، محصول چونگی وغیرہ ہر ایک چیز پائی جاتی ہے غرضیکہ ضلع لاہور کا مشہور قصبہ ہے، یہاں کی جامع مسجد اہل السنت والجماعت جو کہ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے، میں جمعۃ المبارک باحسن وجوہ بروقت ادا کیا جاتا ہے اور جمعہ میں مجمع تقریباً بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں احتیاط الظہر کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا یہاں احتیاط الظہر کا ادا کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ آیا ہر خاص وعام کو احتیاط الظہر کے متعلق مجبور کیا جاسکتے یا نہ؟ اگر عوام الناس احتیاط الظہر نہ پڑھیں تو کیا حکم ہے؟ نیز واضح فرمادیں کہ جمعہ فرض ہے یا کہ نہیں؟ آیا جمعہ علٰحدہ فرض ہے یا ظہر کا نعم البدل ہے؟ آیا حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مقدسہ میں احتیاط الظہر ادا کی جاتی تھی یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا من اللہ اجراً عظیما۔

السائل الخائل: فقیر محمد منظور احمد نقشبندی مرتضائی خطیب جامع مسجد اہل سنت منڈی رائے ونڈ ضلع لاہور

نوٹ: اپنے فتوے پر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے مدرسین حضرات کی طرف سے تاکید اور دستخط زیادہ مناسب ہیں صادر ہونے چاہئیں۔

Marfat.com

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللّٰهم اجعل لى النور والصواب

ایسے مقام میں جمعہ فرض ہے۔ فتاوٰی عزیزیہ ص۳ میں ہے لا شك فى جواز الجمعة فى البلاد و القصبات۔ اور جمعہ فرض محکم ہے۔ فتح القدیر ص۱۲ جلد ۲ میں ہے ان الجمعة فريضة محكمة بالكتاب و السنة و الاجماع اسی کے صفحہ ۲۲ میں ہے وقد صرح اصحابنا بانها فرض آكد من الظهر۔ اور یہیں سے ظاہر کہ وہ علیحدہ فرض ہے اور ظہر کا بدل نہیں اور صرف استظہاری نہیں بلکہ اسفارِ مذہبِ مہذب اس کی تصریحاتِ جلیلہ سے مملو ہیں۔ اسی کے ص۲۱ میں ہے هى فرض ابتداء پھر ص۲۳ میں متن و شرح میں تصریح ہے کہ امام زفر علیہ الرحمۃ کے نزدیک ظہر جمعہ کا بدل یا کالبدل ہے اور یہ کسی کا بھی قول نہیں کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے فيما روى۔ احتیاط الظہر ایسے مقام میں فرض یا واجب نہیں اور سنت تو کہیں بھی نہیں۔ ہاں بعض وجوہ کی بناء پر مستحب ہے مگر وہ بھی عوام کے لئے نہیں تو مجبور کیوں کئے جائیں؟ اور کیا حکم کیا جائے؟ فتاوٰی رضویہ ص۵۰۷ جلد ۳ میں ہے ويفتى به الخواص لا العوام۔ اور ظاہر ہے کہ زمانِ اقدس میں احتیاط الظہر ادا نہیں کی جاتی تھی کہ اس کا مبنی و سبب ہی اس وقت نہ تھا۔

والله تعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على حبيبه الانور و آله و اصحابه و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۹ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۶۴-۲-۲۲

Marfat.com

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ گاؤں میں نمازِ جمعہ فرض ہے یا نہیں ؟

سائل : عبدالعزیز بقلم خود ، محمد رمضان بقلم خود ۶۶-۵-۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

گاؤں میں نمازِ جمعہ فرض نہیں حسب الارشاد حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سنن بیہقی ص۱۷۹ جلد ۳ وغیرہا میں ہے قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے ، فتاویٰ عالمگیر ص۱۴۳ جلد ۱ میں ہے ولادائہا شرائط فی غیر المصلی منہا المصر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم وآلہ واصحابہ وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۸ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ ۶۶-۵-۲۸

الاستفتاء

نمبرا : عرض ہے کہ ایک آدمی نے ریش کے بارے میں تنگ کر رکھا ہے ۔ آپ حدیث شریف سے بیان

Marfat.com

فرمائیے۔

نمبر۲ : عید فطر کی نماز عورتوں پر باجماعت جائز ہے تو یہ بھی غریب کو بتا دیجیے۔ نہایت مہربانی ہوگی۔

السائل : صوفی محمد اسماعیل از کماں اسلام پور ۲۶ رماہ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

حامدًا ومصلیا ومسلمًا میرے محترم!

ملے : اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ (الی) اطیعوا اللہ و الرسول یعنی رسول اللہ کی پیروی کرو اور اللہ کا حکم مانو " اور بخاری شریف ۸۷۵ جلد۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں و فروا اللحی و احفوا الشوارب " بڑھاؤ داڑھیوں کو اور ترشواؤ مونچھوں کو " نیز ارشاد فرماتے ہیں انھکوا الشوارب و اعفوا اللحی " مونچھوں کو ترشواؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ " ان دو حدیثوں کے ہم معنے بہت سی حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں اور بہت سے دلائل قویہ سے داڑھی کا بڑھانا ثابت ہے مگر میں نے بغرض اختصار صرف دو آیتوں اور دو حدیثوں پر اکتفا کیا کہ ایماندار کو یہی کافی اور بدمذہب تابع نفس و ہوا کو ہزار ہا دفتر بھی ناوانی۔ اور یہ بھی خیال کہ شاید آپ اس فتوے کے پہنچنے سے پہلے ہی یہاں پہنچیں۔

ملے ، میرے معزز ! عورتیں نماز عید میں شریک نہیں ہو سکتیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے و قرن فی بیوتکن۔ " اور اپنے گھروں میں ٹھہرو " یہ خطاب خواتین کو ہے تو جب گھر میں ٹھہرنے کا حکم ہے تو باہر جانا خود بخود ہی منع ہوا۔ البتہ جہاں دلیل سے ثابت ہو جائز ہے جیسے حج ورنہ اسی حکم میں داخل جن احادیث سے جواز ثابت، وہ زمانۂ اقدس و مقدس محبوبِ دو عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے ساتھ مختص کہ سب زمانوں سے ستھرا اور پاکیزہ اور نیک تھا۔ حدیث شریف میں ہے خیر القرون قرنی " سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے " اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضے اللہ تعالے عنہا نے فرمایا

Marfat.com

لو ادرك رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد" اگر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عورتوں کا یہ حال ہوتا تو آپ ضرور منع فرما دیتے "

دیکھا صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا کس طرح تاکید فرما رہے ہیں کہ حضور ضرور منع فرما دیتے اور دراصل یہ اجتہادِ صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا نفسِ حدیثِ مرفوع سے ہے کما اشار الیہ مسلم وھو واضح کہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا شهدت احدٰكن المسجد فلا تمس طيبا " کوئی ایک تمہاری جب مسجد میں آنا چاہے تو خوشبو نہ لگائے "

مشکوٰۃ شریف میں ہے لا تقبل صلوٰة امرأة تطيب للمسجد حتى تغتسل غسلها من الجنابة رواه ابوداؤد وروی احمد والنسائی نحوہ۔

سبحان اللہ! جب صدیقہ رضے اللہ تعالےٰ عنہا باوجود پرہیزگاری واجتہاد وعلوِ شان اپنے زمانہ کی نسبت جو ہمارے زمانے سے ہزارہا مرتبہ بہت بہتر تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے زمانہ سے دوسرے مرتبہ میں رکھا اور صحابہ وصحابیات بکثرت موجود تھے، حدودِ شرعیہ جاری تھیں، احتمالِ بدی بہت ہی کم تھا، صرف اسی وجہ سے کہ اس زمانہ میں بہ نسبت زمانِ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم زیادہ زینت وزیب وخوشبو اور اچھے کپڑے پہنے جاتے تھے مگر وہ بھی موافق شرع، نہ زمانے کی طرح تب بھی بہ لحاظِ احادیثِ مذکورہ وغیرہ کے یہ فرما رہی ہیں تو ہمارے زمانے کا حالِ پرملال تو یقیناً قطعاً منع وعدمِ جواز کا مقتضی ہوا کہ اس زمانہ میں صحابہ وصحابیات

---

[1] یعنی زینت خوشبو اور اچھے کپڑے ۱۲ من النووی علی صحیح مسلم [2] حیث اتی بالحدیث الاٰتی وبمعناه وقول الصديقة بعد الاحاديث المطلقة وعادته وغیرہ من ائمة الحديث ان يذكروا الاحاديث التي يرونها منسوخة ثم يعقبونها بالناسخ صرح به النووی فی شرح صحیح مسلم وكذا يأتون بعدها ما يستنبط منها ۱۲ منہ غفر لہ

Marfat.com

موجود اور اب بالکل مفقود اور اس زمانہ میں حدود شرعیہ جاری جن سے لوگوں پر سخت رعب طاری تھا اور اب آزادی کا وہ عالم کہ اگر عورت راضی ہو تو زنا پر بھی کوئی تعزیر عائد نہیں کی جاتی۔ زیب و زینت ولباس وخوشبو کا وہ منظر کہ خدا امان دے بانکی ادا بانکی چال شیطان کا پورا پورا جال، تو ثابت ہوا کہ زمانۂ نبوت پر اس زمانہ کا قیاس محض غلط و فاسد ہے اور صحابی ولی سے بھی افضل و بہتر ہے اور جو بعض منافق تھے وہ مجلس مبارک میں نہایت ہی دبے ہوئے ہوتے تھے اور ڈرتے تھے کہ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنے محبوب اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان کی شرارتوں سے مطلع فرما دیتا تھا چنانچہ آیت ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستأخرین کا سبب نزول ایک قول پر یہی ہے۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی کہ آپ جیسا آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے چنانچہ آیت واحادیث صحاح سے ثابت ہے خصوصاً مجلس مطہر اشرف المجالس تھی کہ "شرف المکان بالمکین"، ہاں اگر اب بھی تمام حاضرین وحاضرات صحابی اور مجلس مجلس رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے تو ضرور حاضر ہوں اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نہ، اس بنا پر کتب فقہ میں مصرح کہ عورتیں کسی جماعت میں حاضر نہ ہوں۔ چنانچہ درالمختار، ردالمحتار، بحرالرائق وغیرہ میں ہے ونظمہ من البحر (قولہ لا یحضرن الجماعات) لقولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکن الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک چک (جس میں شرائط جمعہ وعیدین نہیں پائے جاتے)

Marfat.com

کا امام مسجد عید کے دن لوگوں کو خود بخود جمع ہو جانے پر دو رکعت نفل محض باجماعت بغیر تکبیراتِ عیدین ادا کرتا ہے اور نمازِ عید کو وہاں واجب نہیں سمجھتا کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ یاد رہے کہ چک مذکور کے قریب ایک دوسرے چک کا امام مسجد نور احمد دیوبندی نماز مذکور کو مکروہ تحریمیہ اور نماز پڑھانے والے کو گنہگار کہتا ہے اور اپنی دلیل کی صحت کے لئے فتاوٰے شامی کی عبارت (قولہ بما لایصح) ای علی انہ عید و الا فھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ پیش کرتا ہے۔ اور نمازِ عید کو گاؤں میں واجب قرار دیتے ہوئے اس کے تارک کے لئے فتوٰی خوفِ کفر بھی صادر کرتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے اور واقعی نفل محض باجماعت مکروہ تحریمیہ اور پڑھنے پڑھانے والے گناہگار و حرام کار ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو مفتی مذکور کا فتوٰے غلط اور خود کذاب و خطا کار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی : ابوالفیض علی محمد نوری غفرلہٗ چک ۷-۴/۱۳۱ ضلع منٹگمری ۵۲-۷-۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

حسبِ تصریحاتِ جلیلہ حضرتِ امامِ اعظم اور دیگر ائمہ احناف علیہم الرحمۃ گاؤں میں نمازِ عید نہیں کہ حضرتِ مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کا یہی فتوٰے ہے جو حقیقۃً حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا فتوٰے ہے اور ان کا فتوٰی ان کے ربِ اکرم جل وعلا کا فتوٰی ہے۔ اسفارِ مذہب مہذب متوناً و شروحاً و حواشی و فتاوٰے اور دفاترِ احادیث و شروح ان تصریحاتِ جلیلہ سے گونج رہے ہیں حنفی بن کر اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عقل و انصاف کے وجود کا ہی قائل نہ ہو۔ تو امس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ امام مسجد اولیں کا نمازِ عید کو واجب نہ سمجھنا اور ادا نہ کرنا اپنے پسندیدہ اور پیارے مذہبِ حنفیہ پر عمل کرنا ہے جو اس کا شرعاً عرفاً عقلاً ہر طرح حق ہے اور نماز نفل محض کی ادائیگی اوقاتِ خاصہ میں گو بجماعتِ کثیرہ ہو قطعاً جائز اور آیہ کریمہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ

Marfat.com

میں یقیناً داخل۔ پھر تکبیرات عیدین چونکہ مخصوص بہ عیدین ہیں تو ان کے بغیر ادا کرنا بعید از انصاف نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔ رہا باجماعت ادا کرنا تو وہ بھی قابلِ گرفت نہیں بلکہ کریمۂ مذکورہ کا اطلاق مجوز اور ظاہر صیغۂ جمع متقاضیٔ جواز ہے و اطلاق النصوص حجۃ لایجوز نسخہ بخبر الواحد و القیاس فضلا عن آراء الاغبیاء کما نصوا علیہ فی مظانہ۔

باقی اس دیوبندی امام کا مکروہ تحریمہ کہنا اور نماز پڑھانے والے کو گناہ گار و حرام کار بتانا تو یہ ان بہادروں کا روزانہ مشغلہ ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ ان کے نزدیک تو سارا جہان شرک آباد ہے، گیارہویں شرک، میلاد شریف شرک، یہ شرک وہ شرک غرض شرک ہی شرک ہے تو اس بیچارے کا شکوہ ہی کیا؟ ہر ایک اپنی عادت سے مجبور ہوتا ہے بلکہ یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ صرف گناہ و حرام و خوفِ کفر پر اکتفا کیا ورنہ شرک و کفر کہتا۔ اس کا تو عبارتِ شامی کو بطورِ سند پیش کرنا ہی اس کے علم و عقل کا بہترین شاہدِ عدل ہے ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد، کا مصداق جلتی پر تیل بلکہ پٹرول چھڑکنے کا کارنامہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ درالمختار میں ہے کہ نمازِ عید گاؤں میں مکروہ تحریمہ ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے اور شامی نے اسے برقرار رکھتے ہوئے فرمایا کہ غیر صحیح و مکروہ تحریمہ تب ہے کہ عید جان کر ادا کرے ورنہ وہ نفل ہے اور ادا باجماعت کیوجہ سے مکروہ ہے جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اگر عید نہ سمجھے تو صحیح ہے اور مکروہ تحریمہ نہیں ہاں جماعت کیوجہ سے مکروہ ہے تو لامحالہ یہ مکروہ تنزیہی بنے گا کہ وہی صحیح ہوتا ہے اور وہی مکروہ تحریمہ کے مقابلہ میں آتا ہے ورنہ شامی علیہ الرحمۃ کا "الا" بے معنی اور بے جا ہو جائے گا حالانکہ یہی شامی دوسری جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ نفل باجماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی ص۶۶۳ جلد۱، منحۃ الخالق ص۷ جلد۲ میں ہے وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیہ۔ منحۃ الخالق ص۳۴۵ جلد۱ میں ہے وان الکراھۃ کراھۃ تنزیہ تو خود اس کی پیش کردہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ،

(۱) گاؤں میں نمازِ عید مکروہ تحریمہ ہے اور صحیح نہیں۔

(۲) ادائے نفل باجماعت صحیح ہے یہی پہلے امام کا نظریہ و عمل ہے اور دوسرا اس کے مخالف ہے

Marfat.com

باقی شامی علیہ الرحمۃ کا مکروہ تنزیہہ کہنا تو یہ بھی امام اولین پر اعتراض نہیں بن سکتا کہ مکروہ تنزیہہ حرام نہیں بلکہ حرام کا مقابل اور جائز ہوتا ہے ورنہ مقابل نہیں رہے گا۔ اور اگر مواظبت و ہمیشگی سے با جماعت ادا نہ کرے بلکہ گاہے گاہے ادا باجماعت کرے تو مکروہ تنزیہہ بھی نہیں۔ شامی ص۶۶۳ جلد۱ میں ہے

ان کان احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ

اور یہی صورت ہے اس مسئلہ کی کہ کبھی کبھی ہی پڑھتا ہے تو مکروہ تنزیہہ بھی نہ رہا۔ پھر دوسرے امام مسجد کا گاؤں میں نمازِ عید کو ایسا واجب قرار دینا کہ تارک پر خوفِ کفر ہو محض نادانی اور خطرناک ظلم ہے۔ اس کا یہ خوفِ کفر کہاں کہاں جا پہنچا، یہ اوائلِ جواب سے بخوبی واضح، ظالم اگر ہمارے ائمہ کرام و حضراتِ عظام کا لحاظ نہیں کرتا تو کم از کم اپنوں ہی کا پاس کرتا۔ اکابرِ دیوبند بھی گاؤں میں نمازِ عید کے قائل نہیں۔ بلکہ ظالم کو تو اپنا بھی خیال نہ رہا کہ اسی کی پیش کردہ عبارت سے ثابت کہ گاؤں میں نمازِ عید مکروہ تحریمہ اور غیر صحیح ہے اور مکروہ تحریمہ سے بچنا واجب، شامی ص۲۴۳ جلد۱ میں ہے کراھۃ التحریم فی رتبۃ الواجب تو الٹے وہ خود تارکِ واجب بنا، کہ گاؤں میں نمازِ عید مکروہ تحریمہ کا ارتکاب۔ کیا تو اس کے اپنے اس فتوے سے خود اس پر خوفِ کفر ثابت ہو گیا۔

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را ॥ چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

کذلک العذاب و لعذاب الاخرۃ اکبر و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اس کے اس فتویٰ و سندِ مذکور کی اغلاط کثیرہ وجہالات وغیرہ وغیرہ اہلِ علم سے نہاں نہیں اور متلاشیٔ حق و انصاف کے لئے بھی چند سطور ہی کافی اور معاند و دشمنِ حق کے لئے صدہا دفتر بھی نادانی۔ تو اس پر اختصار و اقتصار ہوا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۶ ذی القعدۃ المبارکہ ۱۳۷۳ھ

(نوٹ) حضرت علامہ مولانا الحاج ابو البیان غلام علی صاحب اوکاڑہ نے اس فتوے کی تائید عبارت

Marfat.com

ذیل سے بمع اپنے دستخطوں کے فرمائی ہے۔

" نفل مع الجماعت علی سبیل التداعی مکروہ تنزیہی ہیں حرام نہیں، معصیت بھی نہیں "

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا آیا سنتِ مؤکدہ ہے، غیر مؤکدہ یا مکروہ؟ اس سلسلہ میں نقل کی جانے والی حدیثِ ابی داؤد استنباطِ مسائل میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کے متعلق فتوٰے صادر فرمایا ہے فتاویٰ رضویہ میں کہ بعض نے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ، اگر سنت بھی ہے تو غیر مؤکدہ، بنظرِ اختلاف بچنا ہی بہتر ہے مگر کوئی عذر ہو (لان الفعل اذا تردد بین السنۃ والکراھۃ فکان ترکہ اولی۔ نیز احکامِ شریعت میں فرمایا کہ سنت ومکروہ میں تعارض ہو تو ترک اولیٰ ہے کیونکہ جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط میں مکروہ لکھا ہے۔ زید نے اعلیٰ حضرت کے فتوٰے کے خلاف "دیوبندی مفتی" سے فتویٰ لیا ہے اور اس نے ان الفاظ میں فتویٰ دیا ہے:

"روایۃ ابی داؤد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام ای فی الخطبۃ متکئا علی عصا او قوس کذا رواہ البوابن عازب و محمد بن السکن وفی شامی ونقل القہستانی عن عبد المحیط ان اخذ العصا سنۃ کالقیام (رد المحتار ص۲) [ ]

مندرجہ بالا حدیث اور شامی کے فتوے سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لیا ہے جو کم از کم سنت پر دلالت کرتا ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کسی شخص کا کہنا کہ عصا ہاتھ میں لینے کا ثبوت نہیں اور خطبہ میں غیر مشروع ہے، بہت بڑی جسارت ہے اور اس سے لازم کہ خطیب کو استغفار

ص ۶۸۳ جلد ۳۔ ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہ للعہ ص۱۳۵ حصہ دوم مطبوعہ مراد آباد شریف ۱۲ ابوالخیر النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

کرکے اور کوئی بات بلا دلیل شرعی نہ کرے۔ قہستانی نے کہا ہے کہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے باقی عصا کو ہاتھ میں لازم قرار دینا اور اس کے بغیر خطبہ نہ ہونے کا اعتقاد کرنا درست نہیں ،، "دیوبندی مفتی"

تحقیق سے بیان فرمائیں اس مفتی کا یہ فتوٰے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور جامع الرموز اور صاحب محیط اور صاحبِ خلاصہ و درالمختار و عالمگیری تمام فقہائے کرام اور ان فتاویٰ کے خلاف ہوا یا نہیں ؛ علماءِ اہلسنت کے نزدیک اعلیٰحضرت مجددِ مائۃِ حاضرہ کے فتوے کی حیثیت ہے کیا ، اعلیٰ حضرت کی تحقیق حقیقت ہے یا کچھ اور ؟ اور زید جو اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی کے فتوے کو ترجیح دیتا ہے ۔ کیا یہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی تائید نہیں اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا من شک فی کفرہ فھو کافر ۔ بینوا بالتحقیق و توجروا

السائل : محمد بشیر مدرس دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ ، پنجاب کالونی گزری روڈ کراچی ملا

نوٹ : اوائل ربیع الآخر میں یہ سوال آیا ، ابو الخیر النعیمی غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم و آلہ واصحابہ و بارک وسلم

الجواب
اللھم اجعل لی النور والصواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے بمسند امام احمد (المکتب الاسلامی بیروت) صـ۲۱۲ جلد ۴ ، سنن ابی داؤد صـ۱۵۶ جلد ۱ ، سنن بیہقی صـ۲۰۶ جلد ۳ میں حضرت حکیم بن حزن کلفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حدیث طویل میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم عن المسند فلبثنا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاما شھدنا فیھا الجمعۃ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکئا علی قوس او قال عصا ۔ مواہب اللدنیہ صـ۳۸۴ جلد ۷ میں ہے (مطبوعہ مع الشرح الزرقانی) وعند

Marfat.com

ابی داؤد باسناد حسن انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قام متوکئا علی قوس او عصی فی خطبۃ الجمعۃ۔ سنن ابن ماجہ صہ۷۹، سنن بیہقی صہ۲۰۶ جلد۳ میں حضرت سعد مؤذن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظ متقاربہ ہے اذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر صہ۲۸۰ جلد۲ میں اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ مستدرک حاکم صہ۶۰۷ جلد۳ میں انہی حضرت سعد سے خطبۂ عیدین کے متعلق ہے و یخطب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی عصا۔ سنن بیہقی صہ۳۰۰ جلد۳ میں حضرت برا بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خطبۂ اضحیٰ کے متعلق ہے واعطی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قوسا او عصا فاتکأ علیہا اور سنن ابی داؤد صہ۱۶۲ جلد۱ کی اسی حدیث میں ہے نوّل یوم العید قوسا فخطب علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ زرقانی علی المواہب صہ۳۸۴ جلد۷ اور صہ۳۹۴ جلد۷ میں مکرر ہے وفی ابی داؤد کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام یخطب اخذ عصا فتوکأ علیہا وھو علی المنبر۔ کتاب الام صہ۲۰۰ جلد۱ (للامام الشافعی) میں حضرت عطا بن ابی رباح تابعی جلیل القدر کی حدیث مرسل ہے۔ اسناد کے بعد ہے قلت لعطاء اکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقوم علی عصا اذا خطب قال نعم کان یعتمد علیہا اعتمادا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر صہ۲۸۰ جلد۲ میں اس حدیث کا ذکر فرما کر تصحیح فرمائی۔ سنن بیہقی صہ۲۰۶ جلد۳ میں بھی اس حدیث کو بالاسناد ذکر فرمایا ہے اور المنیر شرح جامع صغیر صہ۱۲۴ جلد۳ میں ہے قال الشیخ حدیث صحیح۔ طحطاوی علی المراقی صہ۳۰۹ میں محقق ابن امیر حاج رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے انہ ثبت انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قام خطیبا بالمدینۃ متکئا علی عصا او قوس کما فی ابی داؤد

سہ والمرسل حجۃ عندنا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

وكذا رواه البراء بن عازب عنه صلى الله تعالى عليه وسلم وصححه ابن السكن۔ شامی ص۷۶۲ جلد۱ میں درالمختار کی عبارت وفی الخلاصة ویکره ان یتکئ علی قوس او عصا کی تضعیف میں فرمایا استشکل فی الحلیة بانه فی روایة ابی داؤد انه صلی الله علیه وسلم قام ای فی الخطبة متوکئا علی عصا او قوس اھ ونقل القهستانی عن عید المحیط ان اخذ العصا سنة کالقیام۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح سفر السعادت ص۲۰۹ میں فرماتے ہیں "صحیح آنست کہ مکروہ نیست از جہت ورود سنت" رہی تردد وتعارض سنت وکراہت کی بات تو وہ اس مسئلہ میں مشکل ہے کیونکہ تعارض کے لئے شرط ہے کہ دونوں دلیلیں برابر ہوں کما بین فی محلہ۔ اور مسئلہ ہذا کا اثبات صحیح و حسن حدیثوں سے ہے حالانکہ نفی کیلئے کوئی حدیث نہیں لائی گئی۔ رہا خلاصہ وغیرہ میں ذکر کراہت تو وہ کسی شیخ[للعہ] کا قول ہی ہو سکتا ہے جو تفکہات وتفقہات مشائخ سے ہی ہے تو اس میں یہ طاقت کہاں کہ صحیح وحسن حدیثوں کے مقابلے آسکے۔ امام اہل السنت والجماعت کے فتاوی میں ہونا بظاہر کاتب یا مرتب کی غلطی ہی ہو سکتی ہے۔ خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاوی رضویہ شریفہ میں اکابر مشائخ عظام پر بکثرت تعقلات کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ پہلے ہی جلد میں انیس صد سے بھی زیادہ ذکر کئے ہیں۔ مثلاً ص۸۳۷ جلد۱ میں فرمایا سبق قلم من الامام فقیه النفس رحمه الله تعالی رحمة واسعة ورحمنا به فی الدنیا والآخرة آمین۔ اور پھر نہایت زریں ارشاد فرمایا ولا غرو فلکل جواد کبوة ولکل صارم نبوة ولا عصمة الا لکلام الالوهیة ثم النبوة۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ ثلاثین ص۱۳ جلد۱ میں فرماتے ہیں وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرین کتابا من کتب المتأخرین ویکون القول

[للعہ] کوئی ایسے صاحب جو بصیرت محدثانہ سے عاری ہوں ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

خطأ أخطأ به اول واضع له فيأتى من بعده و ينقله عنه وهٰكذا ينقل بعضهم عن بعض پھر ص ۱۵ میں فرمایا و لهٰذا الذی ذکرناه نظائر کثیرة اتفق فیها صاحب البحر والنهر و المنح و الدر المختار و غیرهم وهی سهو منشأها الخطأ فی النقل او سبق النظر اور یہ بھی واضح کر کسی دیوبندی کی کوئی سچی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہوسکتی کہ دیوبندی کی بات ہے الکذوب قد یصدق حق ہے هٰذا ما لدیّ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه الاعظم واٰله واصحابه و بارک وسلم۔

نوٹ: حضرت کا استفتاء صاف نہیں لکھا ہوا ذرا آرام سے صاف لکھا جائے اور پھر تاریخ بھی درج کرنی چاہیئے۔ شکریہ ۱۲ منہ غفرلہ

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ ۷۱-۶-۱۰

الاستفتاء

از حجرہ شاہ مقیم ۶۳-۶-۱۷

قبلہ محترم حضرت صاحب

السلام علیکم: اگر ایک شخص جس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہو، قوم کا سید ہو، اور سادات گیلانی بروز جمعہ جامع مسجد میں کھڑے ہو کر واقعہ کربلا، فضیلت اہل بیت، مصائب اہل بیت بیان کرے اور خطیب جامع مسجد کی اجازت سے بیان کرے۔ اس سے پہلے بھی وہ خطیب جامع مسجد کی اجازت سے اللہ اور رسول کی باتیں مسجد میں بیان کرتا رہتا ہے، مگر ایک ڈاڑھی والا صرف اس لئے مسجد سے نکل جائے کہ اس ڈاڑھی

Marfat.com

مونڈے سید نے مسجد میں تقریر کیوں کی اور وہ ڈاڑھی والا مسجد میں نمازِ جمعہ باجماعت بھی نہ پڑھے اور نماز گھر میں جاکر پڑھے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ کس کا فعل قابلِ مذمت ہے؟ کیا سید صاحب کو آئندہ تقریر نہیں کرنی چاہیئے اور ڈاڑھی والے صاحب کی یہ نفرت درست تھی؟ خطبہ خطیب صاحب نے ہی پڑھا، جماعت خطیب صاحب نے ہی کرائی۔ جواب کے لئے علیحدہ لفافہ ارسالِ خدمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام:

آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ مقرر سید صاحب اور ڈاڑھی والا اہل السنت والجماعت ہیں یا نہیں اور یونہی ڈاڑھی والے کی قومیت نہیں ذکر کی مگر ظاہر یہ ہے کہ وہ گیلانی صاحب سنی ہیں کہ خطیب صاحب کی اجازت سے سنیوں کو فضائلِ اہلِ بیت وغیرہا سناتے ہیں تو اگر گیلانی صاحب کا بیان صحیح روایات سے افراط و تفریط سے پاک ہوا کرتا ہے اور آیات واحادیث کی روشنی میں ہوا کرتا ہے تو ایسے بیان سے نفرت کا کوئی معنٰی نہیں، خصوصًا جبکہ بیان کرنے والا بھی صحیح النسب ہو ایسے سادات تو اہلِ ایمان کے سروں کے تاج ہیں باقی رہا ڈاڑھی کا معاملہ تو یہ گناہ ضرور ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے سید ہونے میں یا صحتِ بیان میں فرق نہیں پڑتا اور اس باریش شخص کا اتنا نفرت کرنا اور نمازِ جمعہ بھی سرے سے ترک کر دیا کہ گھر میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جا سکتا تو اس کا فعل خود قابلِ نفرت ہے۔ میری نظر میں کوئی ایسی حدیث یا آیت نہیں جس سے سید صاحب کو پابند کیا جائے کہ آیات واحادیث اور صحیح مسائل آئندہ کے لئے بیان نہ کریں ہاں انہیں یہ ضرور چاہیئے کہ حضراتِ حسنین کریمین اور حضور غوثِ اعظم اور حضرت مولیٰ مشکل کشا بلکہ تمام ائمہ اطہار رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی طرح وہ بھی شریعت کے مطابق ڈاڑھی رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

Marfat.com

جنازہ

Marfat.com

بَابُ الجَنَائِز

الاستفتاء

جناب عالی !

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو لڑکی ایک سال یا دو سال کی فوت ہو جائے۔ اسے غسل دینے والی عورتیں موجود ہوتے ہوئے بھی پھر اس لڑکی میت کو غسل مرد دے سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر وہ امام لڑکیوں کو غسل دیتا رہے کیا شریعت اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے ؟ اور مرد کو کیا شریعت کا حکم ہے ؟

دعاگو : سید احمد علی شاہ ولد سید حیدر علی شاہ نقوی کرمانی شیر گڑھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

بالکل چھوٹا بچہ نر ہو یا مادہ اسے مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیر ص۱۰۲ میں ہے

ان کان المیت صغیرا لا یشتھی جاز ان یغسلہ النساء وکذا اذا کانت صغیرۃ لا تشتھی جاز للرجال غسلھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ

Marfat.com

وصحب وبارك وسلم۔

حررہ ۔ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی غفرلہ

۶۳-۳-۲۴

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام ومفتیان عظام دینِ متین حضرتِ محمدِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت (زوجہ) زید کو چھوڑ کر اختر کے ساتھ بھاگ گئی اور اس عورت نے اختر سے زنا کر کے تین بچے جننے کے بعد اختر فوت ہو گیا اور دس سال تک یہ عورت یعنی زید کی عورت آوارہ گردی کرتی رہی اور اب زید کی عورت فوت ہو گئی ہے اور زید ابھی زندہ ہے۔ کیا اب اس عورت کا نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس شخص نے اس کا نماز جنازہ پڑھا ہے اس کے متعلق کیا حکمِ شرع وارد ہے؟ بحوالہ تحریر فرماویں۔

از: شاہو بلوچ ضلع منٹگمری تحصیل پاکپتن شریف ۴ / جمادی الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وہ عورت گو بڑی سخت گنہگار تھی مگر جبکہ کلمہ گو اور مسلمان تھی تو اس کا جنازہ پڑھنا ضروری تھا کہ نمازِ جنازہ کی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے۔ فتاوٰے عالمگیری ص۸۳ جلد۱ میں ہے وشرطها اسلام المیت نیز اسی میں ہے ویصلی علی کل مسلم مات الخ شرح عقائد ص۱۱۵ میں ہے ویصلی علی کل بر وفاجر اذا مات علی الایمان للاجماع الخ اگر مرنے والے کلمہ گو نے اپنی زندگانی میں اپنے فرائض ادا نہ کیے اور گنہگار رہا تو وہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور جب فوت ہوا تو اس کا کفن ودفن اور نماز جنازہ ہمارے فرائض ہیں تو ہم اپنے فرائض ترک کر کے گنہگار کیوں بنیں جس

Marfat.com

شخص نے جنازہ پڑھا اس نے اپنا فرض ادا کیا اور نیک کام کیا۔ اس پر اعتراض کرنے والا گنہگار ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب مدرسہ بصیر پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ، السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ قصبہ کرم پور میں ایک شخص محمود ماچھی قضاء الٰہی سے فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کے لئے مولوی صاحب امام مسجد کو بلایا گیا تو امام مسجد کو ایک شخص شعبان کمہار نے شہادت دی کہ یہ شخص مسمیٰ محمود شیعہ ہے۔ اس کا جنازہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد نہ پڑھا سکتا ہے اور نہ پڑھ سکتا ہے۔ مگر شہر کے باقی معززین سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ محمود تو ساری عمر اہل سنت والجماعت کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتا رہا ہے تو شیعہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ جس شخص یعنی شعبان کمہار نے شہادت دی تھی کہ یہ شیعہ ہے اس سے شہر کے چیئرمین صاحب اور دیگر معززین نے بلا کر پوچھا کہ تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شیعہ ہے تو اس نے کہا کہ جامع مسجد میں میرے ساتھ مسمیٰ محمود نے نماز ادا کی اور بعد میں اس نے دعا مانگتے وقت کہا " اے علی المرتضیٰ علی المرتضیٰ مجھے بخش دے اور تین دفعہ اس نے یہی الفاظ کہے۔ چیئرمین صاحب اور دیگر حضرات نے پوچھا کہ کوئی اور گواہ؟ تو اس نے جواب دیا میرے پاس کوئی اور گواہ نہیں ہے۔ کئی آدمی بمع امام مسجد اس اکیلے کی شہادت پر نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر گئے اور جن کے ساتھ وہ ہمیشہ باجماعت ادا کرتا رہا ہے۔ ان لوگوں نے دوسرے امام کو کھڑا کر کے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً دو اڑھائی سو ہے۔ اب امام مسجد شعبان کمہار اور دوسرے لوگ جنازے پر نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے محمود ماچھی کا جنازہ پڑھا ہے اور جس نے پڑھایا ہے وہ توبہ تائب ہوں اور نکاح دوبارہ پڑھائیں۔

Marfat.com

نوٹ :- امام مسجد کا نام واحد بخش ہے۔

السائل :- فیض محمد چیئرمین یونین کونسل کرم پور ۱۶۱ تحصیل میلسی ضلع ملتان ڈاک خانہ کرم پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر مسمیٰ محمود ماچھی عمر بھر اہل السنت والجماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہے اور اس سے کوئی ایسی حرکت شرعی شہادت سے ثابت نہیں ہوئی جو اس کے بدعقیدہ ہونے کی دلیل بنے تو وہ شرعاً مسلمان ہے اور سنّی ہے۔ اس کا جنازہ پڑھنا فرض تھا۔ رہا شعبان کمہار کا کہنا تو وہ شرعی شہادت نہیں۔ شرعاً شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور وہ بھی پابندِ شریعت ہوں تو گواہی کے قابل ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے ذوا عدل منکم، وغیرہ من الاٰیات تو اکیلے شعبان کا قول غیر معتبر ہے۔ پھر وہ قول بھی ایسا ہے جو شیعہ ہونا ثابت نہیں کرتا۔ اس " اے علی المرتضٰے مجھے بخش دے" کہنے میں اگر نیت اس کی درست تھی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ کے مقبول اور پیارے اس کی دی ہوئی طاقت سے برزخ میں سن لیتے ہیں لہذا یا علی یا غوث وغیرہ ندائیں اس بنا پر جائز ہیں اور "بخش" کہنا بھی جائز ہے کیونکہ بندگانِ خدا اپنے حقوق بخش سکتے ہیں۔ دیکھئے قرآنِ کریم پ ۲۵ ع ۵ میں ہے واذا ما غضبوا ھم یغفرون " اور جب ناراض ہو جائیں تو بخش دیتے ہیں۔" پھر اسی رکوع میں ہے ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور (ترجمہ) اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں سے ہے" نیز اسی پارہ کے رکوع ۱۸ میں ہے قل للذین اٰمنوا یغفروا الاٰیۃ (ترجمہ) فرما دو ایمان داروں کو معاف کریں۔"

بہر حال بخشنا، معاف کرنا مغفرت کا ترجمہ ہے جو قرآنِ کریم کی ان تین آیتوں میں مادہ "مغفرۃ" سے ہے اور اللہ تعالےٰ کے پیاروں کی صفت بن رہا ہے تو حضرت شیرِ خدا مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کیوں نہیں بخش سکتے! ہاں ہاں وہ اللہ رب العالمین کی عطا کردہ طاقت سے ندائے غائبانہ سن لیتے

Marfat.com

ہیں اور اپنے نیازمندوں کی کوتاہیاں بھی جان لیتے ہیں اور بخش بھی سکتے ہیں، تو بلاوجہ ایک مسلمان سنی نمازی پر بدنیتی کی تہمت کیوں لگائی جائے جبکہ قرآنِ کریم نے بدگمانی اور افتراء وبہتان کو حرام قرار دیا ہے اور حدیث پاک میں بھی بدگمانی سے سخت منع فرمایا ہے لہذا اگر یہ قول محمود کا ثابت بھی ہو جائے تب بھی وہ اس قول کی بنا پر جب تک نیتِ بد کا شرعی ثبوت نہ ملے ہشیعہ نہیں بن سکتا۔ لہذا اس کا جنازہ ادا کرنا فرض تھا شعبان کمہار اور اس کے ساتھیوں نے سخت ترین غلطی کی، صدقِ دل سے توبہ کریں اور عذابِ آخرت سے بچیں اور جن لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی ان لوگوں نے فرض ادا کیا وہ ثوابِ جزیل اور اجرِ جمیل کے مستحق ہیں ان کو یہ کہنا کہ توبہ کریں اور نکاح دوبارہ کریں محض بیہودہ اور حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۲۰-۸-۶۶

الاستفتاء

نمبر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ زید نے نادانستہ والدین کی گواہی پر مسمّاۃ ہندہ بیوہ کا نکاح قبل از انقضاءِ عدت کر دیا۔ نکاح کرنے کے بعد کافی مدت تقریباً دو ماہ گزرنے کے بعد پتہ چلا کہ مسمّاۃ مذکورہ کا نکاح قبل از انقضاءِ عدت ہوا ہے۔ اب کیا صورتِ حال ہوگی؟ اور نکاح خوان وحاضرینِ مجلس وغیرہ کے نکاح میں کوئی شرعاً نقص وارد ہوگا یا نہیں؟

نمبر ۲: مسمّٰی زید نے مسماۃ ہندہ کا بغیر علم کے نکاح پر نکاح کر دیا۔ آیا از روئے شریعت زید وحاضرینِ مجلس پر کیا جرم عائد ہوگا؟ آیا ان کے نکاح میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟

نمبر ۳: مسمّٰی امان اللہ نے اپنی بیوی مسماۃ رانی کو تحریری طور پر بایں الفاظ طلاق دی الفاظ یہ ہیں: تجھے طلاق۔ طلاق۔ طلاق ہے۔ ان الفاظ سے شرعاً کونسی طلاق واقع ہوگی؟

Marfat.com

نمبر۴ زید میں یہ مندرجہ ذیل وصف ہیں۔ کیا زید کا جنازہ اہل السنت والجماعت کو کرنا درست ہے یانہیں ؟ : (۱) نماز میں رکوع و سجود نہیں ۔ (۲) کسی کا جنازہ نہیں پڑھنا ۔ (۳) قرآنِ پاک کے ۲۵ پاروں کا قائل ہے ۔ بینوا توجروا

نوٹ :۔ صورت اول و دوم میں اگر قصداً یہ عمل کرے تو کیا جرم عائد ہوگا ؟

السائل : منیر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ : وہ نکاح جو عدت کے اندر کیا گیا فاسد ہے۔ مرد اور عورت پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ نکاح خواں اور حاضرین مجلس کو جب معلوم نہیں اور دھوکا سے نکاح پڑھایا گیا ہے تو ان کا کوئی جرم نہیں۔

نمبر۲ : اوپر بیان ہوا کہ اندریں صورت ان کا کوئی جرم نہیں لہٰذا ان کے نکاحوں میں کوئی خلل نہیں۔

نمبر۳ : اگر یہ الفاظ مسمّٰی امان اللہ نے مسماۃ رانی کو باقاعدہ خط و کتابت کے طریقہ پر لکھے ہیں تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور یہ طلاق مغلظہ بنے گی کہ بلا حلالہ امان اللہ پر حلال نہیں ہوگی۔

نمبر۴ : ایسے شخص کا جنازہ اہل السنت والجماعت کو پڑھنا جائز نہیں۔

نمبر۵ : علم ہوتے ہوئے نکاح پر نکاح پڑھانا، ایسے نکاح کا گواہ بننا یا رضا و رغبت سے اس مجلس میں شامل ہونا حرام اور سخت حرام ہے۔ اگر حلال جان کر ایسا کریں تو دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائیں گے تو ان کے نکاح بھی فاسد ہو جائیں گے، ان پر فرض و لازم ہے کہ صدقِ دل سے توبہ کریں اور کلمۂ اسلام پڑھ کر مسلمان ہوں اور تجدیدِ نکاح کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

Marfat.com

الاستفتاء

نمبر۱ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید نے اسلم کا حق کسی صورت سے کھا لیا چاہے ظلم سے کھا لیا یا ادھار لے کر، پھر نہ دیا، یا چوری کر کے کھا گیا۔ کیا زید کو شرع شریف اجازت دیتا ہے کہ اسلم کا اسی قدر مال جس طرح ہو سکے کھالے یا نہ؟ مفصل جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

نمبر۲ : ایک شخص لین دین کے معاملہ میں اپنا مقدمہ یونین کونسل میں لے کر آیا ہے۔ کافی جد وجہد کے بعد چیرمین صاحب اور ممبران کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ فریقین میں سے ایک قرآن پاک کی قسم اٹھائے اور دوسرا نقدی ادا کرے۔ قرآن کا فیصلہ فریقین کو منظور ہونا چاہیے۔ اس فیصلہ پر مسمیٰ سلطان جو ایک فریق کا امدادی تھا اس نے کہا کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔ ہمارا فیصلہ جج صاحب کریں گے۔ ہر چند کوشش کی گئی کہ مسلمان ہو، قرآن کے فیصلے سے انکار نہ کرو مگر مسمیٰ مذکور نے ہرگز ہرگز منظور نہ کیا۔

بینوا توجروا

نمبر۳ : اہل شیعہ کو اہل سنت والجماعت والے اپنے جنازہ میں شامل ہونے دیں یا نہ؟ کیا شامل کرنے سے شرعاً کوئی سقم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

۱ : ہاں حسب مختار فقہائے کرام متاخرین اجازت ہے کہ وہ شخص جس کا مال ناحق چوری وغیرہ سے کسی نے کھا لیا ہو اور دیتا نہ ہو تو حق والا اپنے حق کا قدر اس ظالم کے مال سے لے سکتا ہے کما فی التنویر والدر والشامیۃ۔

۲ : ظاہر یہ ہے کہ مسمیٰ سلطان یونین کونسل کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا مگر مخالف فریق بوجہ مخالفت اس کو قرآن

Marfat.com

کریم کے فیصلہ کا منکر کہتا ہے حالانکہ جیپرمین کے اس کہہ دینے سے کہ "ایک فریق قرآنِ پاک کی قسم اٹھائے" یہ فیصلہ قرآن کا فیصلہ نہیں بن جاتا۔ ایسی باتوں پر ہر مسلمان کو منکرِ قرآنِ کریم اور کافر و مرتد نہیں کہنا چاہیئے وذا معلوم من الشرع الشریف ضرورة۔

۳۔ نمازِ جنازہ بارگاہِ ربّانیہ میں میّت کی شفاعت ہے تاکہ اس کی مغفرت ہو اور مورد رحمت بنے اور شفاعت اس شخص کی معتبر ہو سکتی ہے جو پسندیدۂ بارگاہِ ربّانیہ ہو لہٰذا جنازہ میں ہر ایسے شخص کو شامل کیا جاتا ہے جو پسندیدۂ بارگاہِ حقیقیہ ہو اور ہر وہ شخص جو شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ مردود و مغضوب ہے اس سے اجتناب کیا جائے وذا لا یخفٰی علٰی من لہ ادنٰی فہم فی الدین۔

واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم
وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی حبیبہ و اٰلہٖ وصحبہ
وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللّٰہ النعیمی غفرلہٗ

۸-۶-۶۳

نوٹ:۔ آپ کے سوالات صاف نہیں اور پہلا سوال تو بالکل ہی بظاہر الٹا سا ہے۔ زید ہی اسلم کا حق کھانے والا ہے اور پھر زید کے نام ہی سے سوال کیا جاتا ہے کہ اسلم کا اسی قدر کھا سکتا ہے! بہر حال ظاہر مفہوم کے لحاظ سے جواب لکھے گئے ہیں۔

الاستفتاء

ذی المجد والفضل والکرم حضرت علامہ مولانا محمد نور اللّٰہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ وانوار علومہ ساطعہ وبراہین حججہ علٰی اخصامہ مسکتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ :۔ مزاج گرامی!

عبارتِ کبیری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص۵۳۵ سے ۱۷ حسبِ ذیل ہے :۔

Marfat.com

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر لہ وروی فلا شیئ لہ۔ اور صفحہ ۵۴۶ سطر ۳ میں ہے و اعلم ان لفظ حدیث ابی ھریرۃ محتمل لکل من الکراھۃ فی ھٰذہ الصورۃ وعدمھا فان الجار والمجرور ان تعلق بالفعل اقتضی الکراھۃ وان تعلق بصفۃ النکرۃ لم یقتضھا۔ جار مجرور اگر متعلق بفعل ہوتے تو کیا معنے ہوں گے جو مقتضی کراہت ہے! کیا یہ معنے ہے کہ میت بھی مسجد میں ہو؟ صفت نکرہ کیا ہے اور حرف جار "علیٰ" کی بحث ہے یا "فی" کی! اور ایسی صورت میں کیا معنے ہوں گے! اس سے میت کا بیرونِ مسجد ہونا، کس طرح سمجھا جائے! یعنی نماز مسجد میں پڑھی جائے اور میت بیرونِ مسجد ہو تو کراہت نہیں۔ یہ عبارت سے کس طرح سمجھا جاتے؟ براہِ کرم تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

نیاز مند: حکیم تجمل حسین خان از ڈرگ کالونی بلاک ۱۰ اسٹاپ ۲ کراچی مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۶۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

یہ دو احتمال حرف جار "علیٰ" کے متعلق ہرگز ہرگز نہیں ("علیٰ" تو "صلیٰ" کے متعلق ہی ہے کہ یہ مسئلہ متعلقہ صلوٰۃ الجنازہ ہے اور صلوٰۃ الجنازہ صلوٰۃ علیٰ میت ہی ہے بلکہ "فی المسجد" کے متعلق ہیں)۔ پہلے احتمال یعنی تعلق بالفعل کی صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ جو شخص کسی میّت (عام ازیں کہ میّت مسجد کے اندر ہو یا باہر کہ "میت" نکرہ غیر موصوفہ ہے اور نکرہ حیزِ شرط میں عام ہوا کرتا ہے) پر مسجد کے اندر نماز پڑھے تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شئے نہیں، تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ نمازی مسجد سے باہر پڑھیں کہ نماز ثواب کے لئے ادا کی جاتی ہے اور مسجد کے اندر نہ پڑھیں۔ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر دونوں صورتوں میں، اور دوسرے احتمال یعنی تعلق "بصفۃ النکرۃ" کی صورت میں یہ معنے

Marfat.com

ہوں گے کہ جو شخص ایسے میت پر جو " حاصل " یا " کائن " یا " ثابت " فی المسجد ہو پر نماز پڑھے (عام ازیں کہ خود نمازی مسجد کے اندر ہو یا باہر، کہ اس صورت میں " مَنْ " موصولہ شرطیہ کے صلہ " صلّٰی " کے لئے فی المسجد کی قید نہیں) تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شئے نہیں تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ میت بوقتِ نماز مسجد میں نہ ہو کہ فی المسجد کی قید ہے ہی میّت کے لئے ۔ اور جب تقاضائے حدیث کے موافق عمل کرے تو کراہت نہیں ہو سکتی اور اس ترجمہ سے ہی واضح ہو گیا کہ صفت النکرہ سے مراد وہ اسمِ فاعل مقدر ہے جو اسی ظرف مستقر فی المسجد کا متعلق بہ ہے حاصل ہو یا کائن یا ان کا ہم معنیٰ کوئی اور کلمہ اور پہلی صورت میں فی المسجد ظرفِ لغو بنے گی کہ اس صورت میں متعلق بہ " صلّٰی " ملفوظ ہے مقدر نہیں ۔ کبیری کی اسی ساری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اسی حدیثِ ابی ہریرہ میں دو احتمال ہیں جن میں سے ایک صورتِ مذکورۂ بالا (و لو وضعت خارج المسجد و الامام و بعض القوم معها و الباقی فی المسجد الخ) کی کراہت کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرا احتمال عدمِ کراہت کا حالانکہ یہ قاعدہ مشہورہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو اس حدیث سے صورتِ مذکورہ کی کراہت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ۔

اقول یہاں تین احتمال اور بھی ہیں وہ یوں کہ فی المسجد ظرفِ مستقر بنے اور مقدر کے متعلق ہو کر ضمیرِ مستتر " ھو " (جو صلّٰی کا فاعل ہے) سے یا میت سے یا ھُوَ اور میّت دونوں سے حال واقع ہو تو اس احتمال نمبر اول اور نمبر دوم کے حاصل معنے بالترتیب وہی ہیں جو پہلے دو احتمالوں سے حاصل ہیں ۔ البتہ احتمال سوم کی صورت میں حاصل معنیٰ بدل جاتا ہے یعنی حدیث کا یہ تقاضا بن جاتا ہے کہ نمازی اور میّت دونوں مسجد میں ہوں تو اجر نہیں اور اگر نمازی یا میت میں سے کوئی ایک فریق مسجد سے باہر ہو تو کراہت نہیں ۔

البحر الرائق ص۱۸۲ جلد ۲ ، شامی ص۹۲۳ جلد ۱ ، طحطاوی علی الدر ص۳۷۷ جلد ۱ میں ہے والنظم منه ان لفظ فی المسجد الواقع فی الحدیث یحتمل ان یکون ظرفا للمصلی او للمیت او لهما الخ اس احتمال سے پانچوں احتمال ہی واضح ہو رہے ہیں ۔ فی المسجد " صلّٰی " کی ظرف بنے اس کا مصداق دو طرح ہے بلا واسطہ صلّٰی سے متعلق ہو یا مقدر کے متعلق ہو کر فاعلِ صلّٰی کا حال بنے کہ حال بھی اپنے عامل کی

ظرف بناکرتا ہے اور میت کا ظرف بنانا بھی دو طرح ہے۔ ایک یہ کہ فی المسجد کا متعلق بہ مقدر میت کی صفت واقع ہو اور دوسرا یہ کہ حال واقع ہو۔ اور میت و مصلّٰی دونوں کے لئے ظرف بنانا یوں ہے کہ فاعل و مفعول دونوں سے حال واقع ہو۔ علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ نے چونکہ صرف حدیث کا محتمل ہونا ہی دکھانا تھا اور حصر مقصود نہیں تھا لہذا دو ہی احتمال ذکر فرمائے کہ محتمل ہونے کا ادنیٰ درجہ یہی ہے۔

یہاں بحرالرائق میں ایک اعتراض کرتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے جسے شامی علیہ الرحمۃ نے رَدّ کرتے ہوئے اپنا تحقیقی جواب بلکہ مستقل تحقیق بیان کی ہے مگر عبارتِ کبیری کی تفہیم جس کا ارشاد ہوا ہے اس پر موقوف نہیں لہذا تفصیل سے سکوت مناسب۔ ہاں اجمالاً اتنا معروض کہ شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں یہ سب احتمالات مضمحل ہیں اور حدیث کا معنے متعین صرف ایک ہے اور "فی المسجد" "صلّٰی" کی ظرف ہے۔ ان کا صرف ایک ہی جملہ عرض کئے دیتا ہوں۔ ص۸۳۵ جلد ۱ میں ہے فقوله من صلی علی میت فی مسجد یقتضی کون المصلی فی المسجد سواء کان المیت فیه او لا فیکره ذلك اخذا من منطوق الحدیث۔ پھر اخیر میں فرمایا فاغتنم هذا التحریر الفرید فانه مما فتح به المولی علی اضعف خلقه والحمد لله علی ذلك۔

کبیری کی عبارت تو بفضلہ تعالٰی پہلی ہی نظر میں واضح تھی مگر بفضلہ تعالٰی مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمداتِ مذہب ضرور دیکھا کرتا ہوں۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبه واٰله واصحابه وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

حضور والا فقیہ اعظم مدظلہٗ،

Marfat.com

السلام علیکم: گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کی صحیح تحقیق سے مطلع فرمائیں کہ یہاں اس مسئلہ پر اختلاف آئے باعثِ فتنہ ہو رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ زید نمازِ جنازہ کی امامت کرتے ہوئے دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دایاں ہاتھ چھوڑ دیتا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بایاں ہاتھ چھوڑ دیتا ہے لیکن بکر کہتا ہے کہ اس طرح نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور یہ چیز باعثِ فتنہ ہے۔ امید ہے کہ حضور والا تشفی فرمائیں گے۔ والسلام

السائل: نذیر احمد بٹ کریانہ سٹور گھاس منڈی ساہیوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بکر کا یہ کہنا کہ اس طرح نماز فاسد ہو جاتی ہے بالکل غلط ہے۔ بلاشک و شبہ نماز صحیح رہتی ہے مگر ہے زید کا فعل بھی بے دلیل۔ صحیح یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے فوراً بعد[1] دونوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں سلام کہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص۲۲۵ جلد۱ میں ہے فالصحیح ان یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین ھکذا فی الذخیرۃ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ ۲۴/۶/۷۲

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب جی ساکن دس بصیر پور شریف

---

[1] ای بعد التکبیر الرابع کما قبیل ھذہ العبارۃ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

عرض ہے کہ ہمارے گاؤں چک ۲۹/ڈی میں قضائے الٰہی سے ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اور اس کے جنازے کے واسطے تمام گاؤں والے اکٹھے ہو گئے اور صفاں باندھیں اور آگے امام بھی کھڑا ہو گیا اور جب امام نے نیت جنازہ کی کر دی تو پہلی تکبیر کہہ دی تو ایک آدمی جو فتح دین قوم ترکھان نے پیچھے سے امام کو کہا کہ تھوڑا سا آگے ہو جاؤ۔ اور مخول کے ذریعے اس نے کہا اور اس آدمی کے ساتھ ایک ماچھی نام مراد تھا وہ ہنسنے لگا۔ اسی ہنسی میں دوسری تکبیر بھی امام نے کہہ دی اور ایسی ہنسی ان دونوں کو ہوئی کہ تمام آدمی ہنسنے لگے اور شور ہو گیا۔ اسی طرح جنازہ ٹوٹ گیا اور امام نے بھی سلام پھیر دیا۔ جناب عالی عرض ہے اس واسطے آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ فتح دین اور مراد ماچھی کو کسی چیز کا فتویٰ لگنا چاہیے یا نہیں؟ جو آپ فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ جب ان کو ہنسی ہوئی تو آدمی بہت گالی دینے لگے اور وہ ان دونوں کو روکنے لگے بلکہ یہ نہ رکے اور ان کی ہنسی سے تمام کے تمام برا بھلا کہنے لگے۔ فقط والسلام مورخہ ۵۷-۹-۲۶ کا واقعہ ہے تقریباً اس جنازہ میں ۳۵ آدمی تھے۔

سائل : نظام الدین بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر فتح دین ترکھان نے امام کو حیثیتِ امام میں مخول کیا تو یہ شریعتِ مطہرہ کے ساتھ مخول بنے گا اور اس صورت میں وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس پر لازم کہ وہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھے اور مسلمان ہو اور عورت سے دوبارہ نکاح کرے اور ایسے ہی جو لوگ اس کا یہ فعلِ بد جانتے ہو شامل یا راضی ہوئے ان کا بھی یہی حکم ہے وھذا ظاھر جدًّا لاغبار علیہ قطعًا۔ اور اگر امام کی حیثیت سے مخول نہیں کیا بلکہ دنیاوی طور پر ویسے ہی شرارت کی اور ظاہر بھی یہی ہے کہ آخر وہ کلمہ گو ہے۔ اندریں صورت وہ اور جو اس کے کام میں شریک ہوئے سب کے سب سخت گنہگار ہوئے اور ان سب کے برابر اس اکیلے کا گناہ ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے اور امام صاحب سے معافی مانگے۔ قرآنِ کریم میں ہے والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا ہ پ۲۲ ع ۴۔ ایضاً

Marfat.com

يا ايها الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم عسىٰ ان يكونوا خيراً منهم (الى قوله تعالىٰ) ومن لم يتب فاولٓئك هم الظالمون ٥ پ ۲۶ ع ۱۴۔ باقی رہی تعزیر وغیرہ تو وہ اسلامی حکومت کا کام ہے وہ سخت سے سخت تعزیر ایسے برے کاموں پر لگا سکتی ہے۔ ہاں زمیندار وغیرہ باثر لوگ آپ جتنا زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں جوتوں وغیرہ سے مرمت کریں کہ ایسے گندے اور برے کام سے لوگ باز رہیں اور نمازیں حسبِ شریعت ادا کرتے رہیں وذا واضح جدا من الآيات المنيفة والاحاديث الشريفة۔

واللّٰه تعالىٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم وصلى اللّٰه تعالىٰ على حبيبه واٰله وصحبه وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہ

الاستفتاء

منجانب مولانا ابوالفیض علی محمد صاحب نوری خطیب ہاڑی، خط کے ضمن میں:۔

ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ قبرستان میں جبکہ قبریں سامنے موجود ہوں تو وہاں نمازِ جنازہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جنازہ اور سامنے والی قبروں میں کوئی چیز حائل ہو تو پھر تو جائز ہوگا؟ مجھے اس سلسلے میں حوالہ بھی مطلوب ہے۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الجواب

اللهم اجعل لى النور والصواب

یہ سوال بوجہ اجمال تفصیل طلب ہے مگر بوجہ قلتِ فرصت ایسا مجمل جواب دیتا ہوں کہ عاقل کے لئے

Marfat.com

بفضلہ تعالیٰ اکثر صُوَر کا تفصیلی جواب بن جائے گا فاقول مستعینا بہ کافیا العبادہ قبرستان میں قبروں کے سامنے بلکہ قبروں کے درمیان بھی اگرچہ مکان نجس ہو نمازِ جنازہ جائز بلکہ فرض بھی ہے جبکہ بلا نماز جنازہ یا قبل از تکمیلِ غسل یا بلا ولی اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا ہو بشرطیکہ قدم پاک چیز پر ہوں تنویر الابصار، درالمختار، ردالمختار صہ ۸۲۶ جلد ا میں ہے (وان دفن) و اھیل علیہ التراب (بغیر صلوٰۃ) او بھا بلا غسل او ممن لا ولایۃ لہ (صلی علی قبرہ) الخ شامی فرماتے ہیں ای افتراضا فی الاولیین و جوازا فی الثالثۃ لانھا لحق الولی افادہ ح۔ ہمارے پیارے نبی اولیٰ بالمومنین متعدد صحابہ کرام کی قبروں پر نمازِ جنازہ ادا فرما چکے ہیں حالانکہ قبر عموماً قبرستان میں ہوتی ہے ایکطرف یا درمیان اور یونہی میت غیر مدفون کی نماز جنازہ بھی قبرستان میں قبروں کے سامنے ہوسکتی ہے جبکہ قبروں کے درمیان نہ ہو جبکہ قبریں کراہت مرور بما زامام المصلی کی حد سے دور ہوں (جو ایک قول پر جائے سجدہ ہے اور صحیح یہ کہ نمازی باخشوع جب جائے سجدہ پر نظر رکھے تو ما زیر نظر نہ پڑے کما فی الھندیۃ وغیرھا) شامی صہ ۶۱۲ جلد ا میں ہے لاتکرہ الصلوٰۃ فی جھۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لوصلی صلوٰۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ کما فی جنائز المضمرات۔ ہندیہ صہ ۵۶ جلد ا میں ہے ان کانت القبور ما وراء المصلی لایکرہ۔ اور اگر قبریں بالکل نزدیک ہوں اور سترۂ شرعیہ ہو تو بھی کراہت نہیں کہ وہ ایسا حجاب ہے جو شرعاً معتبر ہے، مشکوٰۃ شریف صہ ۷۲ میں مرفوعاً ہے اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل مؤخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من مر وراء ذلک رواہ مسلم۔ فتاوٰے ہندیہ صہ ۵۶ میں ہے ان کان بینہ و بین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ و یمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لایکرہ کذا فی التتارخانیۃ۔ اقول یصدق علی السترۃ ایضا

عہ اصل مسائل کے ماسوائے صرف اسمائے کتب پر اکتفاء کیا ہے اختصاراً ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اور یہ تو مسلم ہی ہے کہ سترۃ الامام سترۃ القوم اور میت چونکہ عادۃً چارپائی پر ہوتا ہے تو چارپائی ہی بہترین سترہ بن جاتی ہے۔ مرقات ص۲۴۰ جلد۲ میں ہے ھی بالضم ما یستتر بہ کائنا ما کان و قد غلب علی ما ینصبہ المصلی قدامہ من عصا او سجادۃ او سوط او غیر ذٰلک من آدمی او شجرۃ او دابۃ الخ (ھٰذا مما یجب التنبہ لہ لیفید) ہاں اگر وہ مکان نجس ہو اور نجاست نہ اٹھائی جائے بلکہ مصلّٰی وغیرہ ڈال کر پڑھی جائے کہ بدبو وغیرہ آئے تو مکروہ کہا جاسکتا ہے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۰۳ جلد۲ میں ہے و محاذاتہا (ای النجاسۃ) فی الصلوٰۃ مکروھۃ سواء کانت فوقہ او تحتہ ماھو واقف علیہ اقول و عندی ھٰذا محمول علی مجیئ الریح او کون نحو العذرۃ امام المصلی۔ اور قبروں کے درمیان جبکہ قبریں نزدیک اور غیر مستور ہوں تو مکروہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے حدیث مرفوع ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی الجنائز بین القبور (جامع صغیر ص۲۰ جلد۲ برمز طس شارحؔ فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ بدائع صنائع ص۳۲۰ جلد۱ طحطاوی علی المراقی ص۳۱۸ میں ہے قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لا ینبغی ان یصلی علی میت بین القبور و کان علی و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما یکرھان ذٰلک۔ ہاں اگر پڑھا جائے تو ہو جائے گا۔ انہی میں ہے و ان صلوا اجزأھم لما روی انہم صلوا علی عائشۃ و ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما بین مقابر البقیع والامام ابو ھریرۃ و فیہم ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم

عہ ھذا لفظ الہندیۃ ص۱۶۵ جلد۱ ۱۲ منہ غفرلہ سہ عزیزی علیہ الرحمۃ السراج المنیر ص۴۴۰ جلد۳ میں فرماتے ہیں واسنادہ حسن ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اور اگر مقبرہ میں نماز کی جگہ تیار کی گئی ہو اور وہاں قبریں نہیں اور پاک وصاف ہو تو مطلقاً حرج نہیں جبکہ سامنے قبر بلا سترہ نہ ہو شامی ص۳۵۳ جلد۱ میں ہے ولا بأس بالصلوٰۃ فیھا اذا کان فیھا موضع اعد للصلوٰۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ کما فی الخانیۃ ولا قبلتہ الی قبر حلیہ[۱] اگر قبریں نمازیوں کے صرف دائیں بائیں یا پیچھے ہوں اور جگہ پاک ہو تو نمازِ جنازہ میں پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقبرہ میں کراہت نماز (جو حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مستفاد ہے) اس کی وجہ بعض یہ فرماتے ہیں کہ مقبرہ میں چونکہ اموات کے جسم سے خارج ہونے والا مواد پیپ وغیرہ اور گوشت اور ہڈیاں بھی خاک شدہ ہوتے ہیں اور بار بار کھدائی سے ایسی ناپاک مٹی اوپر آجاتی ہے لہٰذا طہارتِ مکان مشکوک ہوجاتی ہے طحطاوی علی الدر ص۱۸۳ جلد۱ و ذٰلك لان تراب المقابر قذر بسبب ما یصیب من مائعات الموتٰی و یکثر تقلبہ بجعل اسفلہ اعلاہ شامی ص۳۵۲ جلد۱ میں ہے لان فیھا عظام الموتٰی وصدیدھم وھو نجس۔ مرقاۃ[سہ] اور عینی علی البخاری ص۳۵۱ جلد۲ میں گوشت کا ذکر بھی ہے مگر یہ وجہ صرف ان مقابر میں پائی جاتی ہے جو بڑے پرانے ہوں اور ان پر بھی دوبارہ، سہ بارہ کھدائی کے بعد بارش نہ پڑی ہو ورنہ ناپاک نہیں کہ یوں ہو تو ہر جگہ احتمال ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی قبر رہی ہو۔ پھر بارش سے پہلے بھی ناپاک یا مشکوک کہنا مشکل ہے کہ دوبارہ سہ بارہ وہی قبریں کھودی جاتی ہیں جو پرانی اور مٹی ہوئی ہوں تو ایسے اموات کے فضلاتِ نجسہ بھی خاک بن چکے ہوتے ہیں حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہر شئے قلبِ ماہیت کے بعد پاک ہوجاتی ہے کما قیل فی حمار وقع فی مملحۃ فصار ملحا وعذرۃ صارت ترابا وخمر تخلل۔ شامی ص۲۹۱ جلد۱ وغیرہ میں ہے بخلاف نحو

سہ مرقات ص۲۰۲ جلد۲ میں ہے وقیل تاویل الحدیث (اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد) ان الغالب من حال المقبرۃ اختلاط تربتھا بصدید الموتٰی ولحومھا والنھی لنجاسۃ المکان فان کان المکان طاھرا فلا باس ۱۲ منہ غفرلہ (بجوازھا فیھا و)

Marfat.com

خمر صار خلا و حمار وقع فی مملحة فصار ملحا و كذا دردی خمر صار طرطیرا و عذرة صارت رمادا او حمأة فان ذلك كله انقلاب حقيقة الى حقيقة اخرٰی اسی میں ہے ان العلة عند محمد هی التغير و انقلاب الحقيقة و انه يفتی به للبلوٰی ۔ غالبًا اسی بنا پر اس وجہ کے متعلق شامی میں و هو نجس کے بعد ہے و فيه نظر اور مرقات میں فرمایا کہ قبریں بھی چونکہ اموات پر مشتمل ہیں اور نجاست کا آگے پیچھے یا نیچے ہونا اگرچہ پردہ سے ہو مکروہ ہے و نصه لتصريحهم بكراهة الصلوٰة فی مقبرة غير الانبياء و ان لم تنبش لانه محاذ للنجاسة و محاذاتها فی الصلوٰة مكروهة سواء كانت فوقه او خلفه او تحت ما هو واقف عليه (مرقاة ص۲۰۳ جلد ۲) مگر یہ قطعاً مسلّم نہیں کہ یوں دبی ہوئی نجاست کہ بو تک بھی نہ آئے، کراہت پیدا کرے۔ غنیۃ المستملی ص۳۵۳ میں خلاصہ سے ہے هٰذا اذا لم يكن بين يدی المصلی و بين هٰذه المواضع حائل كالحائط و ان كان حائط لا يكره [منها القبر ۱۲ منہ غفرلہ] ۔ اور یونہی بحرالرائق ص۱۱۶ جلد ۱ میں بھی ہے۔ اور فتح القدیر ص۳۶۵ جلد ۱ میں ہے و يكره و قدامه عذرة كما يكره ان تكون قبلة المسجد الى حمام او مخرج او قبر فان كان بينه و بين هٰذه حائل حائط لا يكره ۔ اور غنیہ کے اسی صفحہ میں ہے لان الكراهة فی المسجد انما هی لاحترامه لا لان الصلوٰة الى النجاسة لان جدار الحمام حائل بخلاف ما لو صلی و بين يديه عذرة او غيرها من النجاسات بلا حائل حيث يكره لذٰلك ۔ پھر یہ بھی مسلّم نہیں کہ ہر مسلمان خاک ہو جاتا ہے

سه مشاہدے سے ثابت ہے کہ کئی مقبور بعینہٖ رہتے ہیں وجاء فی الاحادیث ایضا کما فی شرح الصدور ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

یا اس کی قرآن پاک ہے البتہ ایسے پرانے قبرستان میں ادب سے جانا چاہیئے کہ خاک بھی محترم ہے۔ اور یہ تو تمام صورتوں میں ضروری ہے کہ قبر پر کھڑے نہ ہوں یا پاؤں نہ پڑیں کما بین فی جنائز کتب المذھب فی زیارۃ القبور۔ اور بعض نے قبرستان میں کراہتِ نماز کی یہ علت بیان کی ہے کہ بے سمجھ لوگ قبروں کی آڑ میں بول و براز کر لیتے ہیں تو جہاں نجاستِ مانعہ متیقن پر قیام ہو نماز ہو گی ہی نہیں اور شک و ظن کی صورت میں کراہت۔ بدائع ص۱۱۵ جلد ۱ مبسوط ص۲۰۶ جلد ۱ میں ہے و النظم من البدائع قیل معنی النھی ان المقابر لا تخلو عن النجاسات لان الجھال یستترون بما شرف من القبور فیبولون و یتغوطون خلفہ فعلی ھذا لا تجوز الصلوۃ لو کان فی موضع یفعلون ذلک لانعدام طھارۃ المکان۔ مگر یہ علت بھی عام نہیں۔ اور بعض نے یہ علت بیان کی کہ اس میں یہود سے تشبہ ہے کہ قبورِ انبیاء و صالحین کو سجدے کرتے ہیں جیسے بخاری و مسلم کی احادیثِ مرفوعہ سے ثابت ہے اتخذوا قبور انبیائھم و صالحیھم مساجد۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ علت یہ ہے کہ مشرکین کی عبادتِ اصنام کا اصل یہ ہے کہ قبورِ صالحین کو سجدے کیا کرتے تھے تو شیطان نے مجسمے بنا دئے یا بنوائے۔ شامی ذخیرہ میں و قیل لان اصل عبادۃ الاصنام اتخاذ قبور الصالحین مساجد و قیل لانہ تشبہ بالیھود و علیہ مشی فی الخانیۃ۔ اور یہ دونوں علتیں بلاشبہ تمام مقابر کے متعلق عام ہیں جبکہ سترہ نہ ہو مگر یہ سجود والی نمازوں کے ساتھ خاص ہیں کہ ان کا اصل سجود الی القبور ہی ہے۔ اور چونکہ نمازِ جنازہ میں سجدہ نہیں لہٰذا کراہت ثابت نہیں ہو سکے گی۔ بلکہ حدیثِ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس میں صلوٰۃ فی المقابر سے نہی ہے اور یونہی حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وغیرہ کی حدیثیں جن میں صلوٰۃ الی القبر سے نہی ہے صلوٰۃِ جنازہ کو شامل نہیں ہونی چاہئے کہ یہ حقیقۃً صلوٰۃ سے ہی نہیں بلکہ دعا و استغفار ہے اور مجازاً صلوٰۃ کہا جاتا ہے

سے کا لقبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار۔ نیز میتِ مسلم کی نجاست جو موت سے عارض ہوتی ہے غسل سے ساقط ہو جاتی ہے حتی کہ میتِ مسلم مغسول کو اٹھانا مفسدِ صلوٰۃ نہیں پھر احادیث میں آگیا سبحان اللہ! ان المومن لا ینجس حیا ولا میتا ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

یا صلوٰۃ بمعنے دعاء ہے چنانچہ رکوع و سجود و قراءت رکنِ صلوٰۃ ہیں اور جنازہ میں نہیں کہ وہ حقیقۃً صلوٰۃ نہیں مبسوط ص۶۴ جلد ۲، بدائع صنائع ص۳۱۴ جلد ۱ و النظم ص۲۶ و قولہ علیہ السلام لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب ولاصلوٰۃ الا بقراءۃ لایتناول صلوٰۃ الجنازۃ لانہا لیست بصلوٰۃ حقیقۃ انما ھی دعاء و استغفار للمیت الاتری انہ لیس فیہا الارکان التی تتترکب منہا الصلوٰۃ من الرکوع والسجود الا انہا تسمّٰی صلوٰۃ لما فیہا من الدعاء و اشتراط الطہارۃ و استقبال القبلۃ فیہا لایدل علی کونہا صلوٰۃ حقیقۃ کسجود التلاوۃ ولانہا لیست بصلوٰۃٍ مطلقۃٍ فلا یتناولہا مطلق الاسم اور یہ یوں بھی واضح ہے کہ قبر کو سجدہ حرام ہے مگر قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعاء و استغفار حرام نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے اور جنازہ ہے ہی یوں۔

بہرحال فقیر کی نظرِ قاصر میں نمازِ جنازہ کی کراہت ان علّتوں سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ہندیہ ص۸۵ جلد ۱ میں جو ہے والصلوٰۃ علی الجنازۃ فی الجبانۃ و الامکنۃ و الدور سواء کذا فی المحیط۔ اس جبانہ کا معنٰے قبرستان ہو سکتا ہے کہ جبانہ کے معانی سے ہے کما فی منتہی الارب و المنجد۔ ہاں بین القبور کی نہی میں صلوٰۃِ جنازہ کی تصریح ہے تو وہ بلاشبہ مکروہ ہے تنزیہا او تحریما و الظاہر الاول کما یتبین من ما مر۔ السراج المنیر ص۲۰۴ جلد ۳ میں ہے مکروھۃ تنزیہا۔ ہاں مقبرہ میں نمازِ جنازہ حضرتِ ابو برزہ اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے سنن بیہقی ص۳۳ جلد ۴ میں ہے ان جنازۃ وضعت فی مقبرۃ اھل البصرۃ (الی ان قال) فتقدم ابوبرزۃ فصلی بہم المغرب و فی الناس انس بن مالک و ابوبرزۃ من الانصار من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم صلوا علی الجنازۃ۔ بہرنہج بین القبور والی صورت کے علاوہ جب کہ مکان پاک ہو اور قبور پر پاؤں بھی نہ آئیں

سہ لان فیہ تفصیلا حسنا ۱۲ منہ غفر لہ

Marfat.com

کراہت فقیر کی نظرِ قاصر میں ثابت نہیں خصوصاً جبکہ بلا سُترہ قبور سامنے نہ ہوں تو اصلاً کوئی وجہِ کراہت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ ، ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرعِ متین مسئلہ ذیل کے متعلق:

نمبر۱:۔ کہ جب نمازِ جنازہ کسی میت پر پڑھی جائے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اس میت پر اسی جگہ کھڑے دعا مانگنی شرع شریعت کے نزدیک جائز ہے کہ نہیں؟

نمبر۲:۔ پھر جب میت کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر قبرستان سے باہر آکر جو دعا مانگی جاتی ہے یہ بھی شریعت کے مطابق جائز ہے؟

حضور کی خدمت میں بعد السلام علیکم کے نہایت مؤدبانہ التماس ہے مذکورہ بالا دونوں مسائل کی پوری کوشش فرما کر دلائل قویہ کے ساتھ بحوالہ کتبِ شرعیہ کے ثبوت کے ساتھ تحریر فرماویں بہت مہربانی ہوگی۔

ازطرف: فدویان مولوی محمد عارف امام مسجد چک ۳۲/۲-ایل براستہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری

شیخ عبد العزیز دوکاندار چک ۳۲/۲-ایل، عبد العزیز بقلم خود، محمد عارف بقلم خود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱:۔ شرعاً یہ دونوں صورتیں یقیناً جائز ہیں۔ آیاتِ متکاثرہ واحادیثِ متظافرہ اور اقوالِ ائمہ وعلمائے کرام متواترہ

Marfat.com

سے روزِ روشن کی طرح نمایاں وعیاں ہے کہ دعا ایسی خصوصی عبادت و مغزِ عبادت ہے کہ اس کا جواز زمان و مکان و تعداد کی قیود سے آزاد ہے تو لامحالہ ان دونوں صورتوں میں بھی جائز ہی رہے گی کہ کسی آیت و حدیث یا اجماعِ امت سے ان آیات و احادیث مشرعۂ دعا و اجماعِ مجوز کی تخصیص ان دونوں صورتوں کے ماسوا کے لئے ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ ان کے عموم و شمول کی تائیدِ صریح ثابت ہے کہ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ و اجماعِ امت سے بالخصوص بلا کسی قیدِ زمانی و مکانی و تعدادی کے ثابت کہ دعائے احیاء اموات مؤمنین کیلئے نافع و مفید اور سنتِ محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان کا دستورِ مسلّم ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ شرح الصدور طبعِ مصر ص۱۲۷ میں فرماتے ہیں قد نقل غیر واحد الاجماع[عہ] علی ان الدعاء ینفع المیت و دلیلہ[عہ] من القراٰن قولہ تعالیٰ والذین جاءو امن بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان یعنی متعدد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے اور دلیل اس کی قرآنِ کریم سے اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے اور وہ لوگ جو آئے ان کے پیچھے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے جو ہم سے پہلے ایمان لائے" اور یونہی قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ "تذکرۃ الموتٰے" مجتبائی ص۳۵ میں یہ اجماع و دلیل بیان فرماتے ہیں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر طبع مصر ص۱۱۸، ص۱۱۹ میں فرماتے ہیں ان دعاء الاحیاء للاموات نفع لھم بے شک زندوں کی دعائیں اموات کے لئے سودمند ہیں (الی ان قال) و قد

عہ فی شارا لتنکیت للنواب صدیق حسن خان البھوفالی ص۱۱ ان الدلیل علی انتفاعہ بما فعل لہ الاحیاء الکتاب والسنۃ والاجماع وقواعد الشرع اما الکتاب فقولہ تعالیٰ والذین جاءو امن بعدھم الاٰیۃ (الی ان قال) وھذا اعنی انتفاع المیت بدعاء الاحیاء لا نزاع فیہ الخ ۱۲ عہ و قد استدل بہ امام المنکرین ابن القیم الجوزیۃ فی کتاب الروح ص۱۹۰ علی ھذا و قال بعد ذکر الاٰیۃ فاثنی اللہ سبحانہ علیھم باستغفارھم للمؤمنین قبلھم فدل علی انتفاعھم باستغفار الاحیاء ۱۲

Marfat.com

متوارثة السلف واجمع عليه الخلف یعنی پہلوں اور پچھلوں سب کا اس پر اتفاق ہے۔ پھر آیاتِ کثیرہ و احادیث سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں اتفق اھل السنۃ ان الاموات ینتفعون من سعی الاحیاء یعنے اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ مردے زندوں کی کوشش (دعاؤ استغفار وغیرہ) سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور یونہی عقائدِ نسفیہ و شرح تفتازانی طبع مجیدیہ صـ۱۲۳ اور تکمیل الایمان تصنیف حضرتِ مولانا عبدالحق محدثِ دہلوی صـ۷۷ مجتبائی میں ہے۔ بلکہ ابنِ قیم جوزیہ کی کتاب الروح طبع حیدرآباد صـ۱۸۱ اور نواب صدیق حسن خان بہادر بھوپالی کی ثمار التنکیت طبع بھوپال صـ۱۰۱ میں ہے مجمع علیہما بین اھل السنۃ من الفقہاء واھل الحدیث والتفسیر احدھما ما تسبب الیہ المیت فی حیاتہ والثانی دعاء المسلمین لہ واستغفارھم الی اخرہ۔ یعنے تمام گروہ اہل السنت والجماعت فقہاء و محدثین و مفسرین اس پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کی دعاؤ استغفار سے اموات نفع اٹھاتے ہیں۔ نیز ابنِ قیم کی اسی کتاب کے صـ۱۹۱ میں ہے و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم للاموات فعلا و تعلیما و دعاء الصحابۃ والتابعین والمسلمین عصرا بعد عصر اکثر من ان یذکر واشھر من ان ینکر یعنے حضرتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاء مردوں کے لئے جو آپ نے خود کی اور امت کو تعلیم فرمائی اور صحابہ کرام، تابعین، تمام اہلِ اسلام کا زمانہ بعد زمانہ اموات کے لئے دعاء کرتے رہنا اس سے زیادہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جاسکے اور اس سے زیادہ مشہور ہے کہ اس کا انکار کیا جاسکے۔ یہ دونوں صاحب معترضین کے مسلّم امام ہیں ؏ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری۔ حضرتِ امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کشف الغمہ طبع مصر صـ۱۷۲ جلد ۱ میں حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ناقل کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یحث علی الدعاء والصدقۃ والقرب المہداۃ للاموات من اقاربھم واخوانھم و یقول ان ذٰلک ینفعھم یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شوق دلایا کرتے تھے ان دعاؤں اور خیراتوں اور نیکیوں پر جو اموات کے لئے ان کے رشتہ داروں اور بھائیوں کی طرف سے بطورِ تحفہ بھیجی جائیں، فرمایا کرتے تھے کہ بے شک یہ سب کچھ انہیں نفع دیتا ہے وقد صرح الشعرانی بتصحیح جمیع الاحادیث المذکورۃ فی کتابہ صـ۹۰۵۔ اور

Marfat.com

استدلال بعموم واطلاقِ نصوص طریقۂ ائمہ قدیم وحدیث بالاتفاق ہے وذا مما لا ینکر من رأی کلماتہم العالیۃ۔ حتے کہ معترضین کے مسلّم امام نواب صدیق حسن خان بہادر اپنے رسالہ حل سوالات مشکلہ مطبوعہ نظامی کے ص۵ میں بعد از نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ مطلقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے مگر بعد از نماز کی قید نہ نفیاً ہے اور نہ اثباتاً، پس عموم ادلہ و مطلقاتِ آں شاملِ فریضہ خواہد بود تا آنکہ دلیلے بر تخصیصِ وے قائم شود، یعنی ان دلائلِ جواز کا عموم واطلاق دعا بعد از نمازِ فرض کو بھی شامل ہوگا تا آنکہ کوئی دلیل یہ تخصیص ثابت کرے کہ بعد از نماز جائز نہیں (ہمارے ائمہ کرام بھی یونہی فرماتے ہیں کہ بلا دلیلِ تخصیص حکم عام سب افراد کو شامل ہے) لہٰذا بعد از نمازِ فرض جنازہ بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز انہی کے مسلّم پیشوا کے دلائل سے بھی ثابت ہوگیا اور جوازِ شرعی واضح وہویدا، مگر اطمینانِ سائلاں کے لئے اور توضیح کی جاتی ہے:۔

(۱) بالخصوص دعا بعد از نمازِ جنازہ کی تصریح بھی بلاشبہ ثابت ہے۔ سنن ابوداؤد مجیدی ص۱۰۰ جلد ۲، سنن بیہقی طبع حیدرآباد ص۴۰ جلد۴، سنن ابنِ ماجہ اصح المطابع ص۱۰۹ میں حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً ہے اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء یعنے جب میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔" مرقات ص۵۹ جلد۴ میں ہے قال ابن حجر وصححہ ابن حبان۔ یعنے ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ ابنِ حبان نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ بدائع صنائع ص۳۱۱ جلد۱ طبع مصر میں ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو حضرت عمر حاضر ہوتے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرتِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوٰۃ علی الجنازۃ لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر لہ یعنی جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لئے (جس پر ابھی ابھی نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہے) دعا واستغفار کرلو۔ (وھذا نص فی الباب کما قال ملک العلماء علیہ الرحمۃ) نیز بدائع کے اسی صفحہ اور مبسوطِ سرخسی طبعِ مصر ص۶۷ جلد۲ میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم ایک جنازہ پر نماز سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہوکر اس کے لئے استغفار کیا نیز ان دونوں کے انہی صفحات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نمازِ جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہوکر بولے ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ

Marfat.com

آپ لوگوں نے اگر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر نماز میں مجھ سے پہل کرلی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔

اس سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نمازِ جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔ مصنفِ ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز طبع ملتان ج۳ ص۳۳۲ میں ہے کہ حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں ثم مشٰی حتی اتاہ و قال اللّٰھم عبدک و ابن عبدک نزل بک الیوم فاغفر لہ ذنبہ و وسع علیہ مدخلہ فانا لا نعلم منہ الا خیرًا و انت اعلم بہ۔ یعنے بعد از نمازِ جنازہ چل کر میت کے نزدیک ہو کر یہ دعا فرمائی۔ شرح الصدور ص۵۳ میں بحوالہ بزّار حضرتِ معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث مرفوع طویل میں ہے کہ فرشتے مومن قرآنِ کریم پڑھنے والے کی روح پر روحوں میں نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں۔ ثم تستغفر لہ الی یوم یبعث پھر فرشتے اس کے لئے قیامت کے دن تک استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ایسی عبادت ہے جو فرشتے بھی کرتے رہتے ہیں اور یہ استغفار عمومِ آیاتِ مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے الذین یحملون العرش و من حولہ یسبحون بحمد ربھم و یؤمنون بہ و یستغفرون للذین اٰمنوا الاٰیات۔ یعنی وہ فرشتے جو حاملینِ عرش ہیں اور وہ جو عرش کے ارد گرد ہیں اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے اور استغفار کرتے رہتے ہیں ایمانداروں کے لئے "آخر دعا تک۔ نیز قرآن کریم میں ہے و الملٰئکۃ یسبحون بحمد ربھم و یستغفرون لمن فی الارض فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔" میت تو میت اور محتاج ہے، میت کے احسان کرنے والے پر بھی بعد از نمازِ جنازہ دعا فرمائی حدیث طویل مرفوع سے ثابت ہے سنن دار قطنی ص۳۰۸ طبعِ دہلی، کشف الغمہ ص۱۶۱ جلد ۲، عمدۃ القاری علے البخاری ص۶۶۵، ص۶۶۶ جلد ۵، فتح الباری ص۳۶۹ جلد ۴ مطبوعاتِ مصر میں حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے کہ حضرتِ مولیٰ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے میت کا قرض اپنے ذمہ لیا تو حضور پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھائی۔ پھر حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو یہ دعا فرمائی جزاک اللہ خیرا فک اللہ رھانک کما فککت رھان

Marfat.com

اخیك اور اس دعا کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ جو مرنے والا اس حالت میں مرے کہ اس پر دَین (قرض وغیرہ) ہو تو وہ اپنے دَین کے بدلے گروی ہی رکھا ہوا ہوتا ہے۔ پھر ہر اس شخص کے لئے جو میت کے دَین ادا کر کے گروی سے چھڑائے، یہ دعا دی ومن فك رهان ميت فك الله رهانه يوم القيامة تو آفتابِ نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ بعد از نمازِ جنازہ دعا، جائز ہے، کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر۔ آخر نمازِ جنازہ میں بھی کھڑے ہو کر ہی دعا، کیا کرتے ہیں اور کسی آیت یا حدیث بلکہ کسی امامِ معتمد کی تصریح کسی کتابِ مستند میں قطعاً کوئی نہیں دکھا سکتا کہ بعد از نمازِ جنازہ کھڑے ہو کر ایسی مختصر دعائیں ناجائز ہیں۔ ہاں یوں کھڑے رہنا جائز نہیں کہ کھڑے ہی رہیں اور دفن میں دیر کر دیں۔ یوں کھڑے رہنا تو بلا دعا، بھی منع ہے مگر یہ اور چیز ہے۔ فوری دعا، جس سے دیر نہ ہو دلائل مذکورہ بالا کی رُو سے یقیناً جائز ہے۔ اور بعض لوگ جو یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب جنازہ میں دعا، ہو گئی تو دوبارہ کیوں کی جائے؟ تو ان کا یہ شبہ بھی دلائل مذکورہ بالا سے اُٹھ گیا۔ نیز کثرت و تکرارِ دعا، یقیناً جائز و مستحب مستحسن ہے كما اثبتناها بالدلائل المحكمة فى فتاوانا من الكتاب و السنة لہذا ہم کہتے ہیں کہ دوبارہ کیوں نہ کی جائے؟ جو کہے، دلیلِ شرعی سے عدمِ جواز ثابت کرے۔ ہم نے تو جواز ثابت کر دیا۔

بدائع صنائع ص ۳۱۲ جلد ۱ میں اسی تکرارِ دعا، بعد از جنازہ کے اثبات میں فرمایا ان التنفل بالدعاء و الاستغفار مشروع۔ یعنے دعا و استغفار نفلی طور پر دوبارہ شروع کرنے مشروع ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دفنِ میت کے بعد خصوصی طور پر اس کے لئے بخشش مانگنے اور جواب منکر و نکیر میں کامیاب رہنے کی دعا، کرنے کا حکم حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ سنن ابو داؤد ص ۱۰۳ جلد ۲، بیہقی ص ۵۶ جلد ۴، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی ص ۱۵۸، حاکم بحکمِ صحت و تقریرِ ذہبی، مستدرک ص ۳۷ جلد ۱ میں یہ کلمات متغار ہے و النظم للبيهقى كان النبى صلى الله عليه و سلم اذا فرغ من دفن الميت قال استغفروا لميتكم و سلوا له التثبيت فانه الأن يسئل۔ یعنے پیارے مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو فرماتے اپنے میت کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے سوالِ تثبیت کرو اس لئے کہ وہ ابھی سوال کیا جائے گا۔ رعاف

Marfat.com

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال وجواب سے فارغ ہونے تک یہ استغفار و دعائے تثبیت جاری رہیں تو بہت ہی اچھا ہے اور مقبور کی سخت احتیاج کے وقت بہترین امداد ہے۔ سراج المنیر شرح جامع الصغیر ص۱۳۳ جلد ۳ طبع مصر میں ہے (وسلوا) الله (له التثبيت) اى اطلبوا منه ان يثبت لسانه وجنانه لجواب الملكين (فانه الآن يسئل) اى يسئله الملكان منكر و نكير فهو احوج الى الدعاء۔ حالانکہ ان سوالاتِ منکر نکیر کا سلسلہ کافی دیر تک قائم رہتا ہے۔ صحیح مسلم ص۶ جلد ۱ اصح المطابع، سنن بیہقی ص۵۶ جلد ۴ میں حضرتِ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وصیت میں ہے و النظم للمسلم ثم اقيموا حول قبرى قدر ما تنحر جزور و يقسم لحمها حتى استأنس بكم و انظر ما ذا اراجع به رسل ربى یعنی بعد از دفن میری قبر کے گرد اگرد اتنے وقت کے لئے ٹھہرے رہنا کہ اونٹ نحر کیا جائے اور اس کا گوشت بانٹا جائے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس حاصل کرتا رہوں اور دیکھ لوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوؤں (منکر نکیر) کو کیا جواب دیتا ہوں۔" مرقات ص۸۱ جلد ۴ میں استانس بكم کی شرح میں فرمایا اى بدعائكم و اذكاركم و قراءتكم و استغفاركم یعنی تمہاری دعاؤں اور ذکروں اور قرآن خوانی و استغفار سے۔"

بہرحال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو نحر کر کے گوشت بنا کر تقسیم کرنے پر جتنا وقت خرچ آتا ہے اتنے وقت کے لئے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور زیادہ وقت تک جاری رہنے کی نفی نہیں۔ اور شرح الصدور ص۵۸، کشف الغمہ ص۱۷۲ جلد ۱، ثمار التنکیت مصنفہ صدیق حسن خان بھوپالی ص۱۶۷ تا ۱۷۴، تفسیر در المنثور ص۸۳ جلد ۴ میں احادیثِ موقوفہ لفظاً، مرفوعہ حکماً سے ہے کہ یہ سلسلۂ سوالات سات دن تک جاری رہتا ہے اور الحاوی للفتاوی طبع درب الاتراک میں ص۱۸۳ سے ص۱۹۵ تک جلد ۲ انہی احادیث کی تحقیق انیق ہے۔ شرح الصدور کے لفظ یہ ہیں واخرج الامام احمد فى الزهد و ابو نعيم فى الحلية عن طاؤس قال ان الموتى يفتنون فى قبورهم سبعا فكانوا يستحبون ان يطعم عنهم تلك الايام یعنی امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرتِ طاؤس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے

Marfat.com

روایت فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں بے شک مردے اپنی قبروں میں سوال کئے جاتے ہیں سات دن تک پس پسند کرتے تھے وہ (صحابہ کرام) یہ کہ ان دنوں میں کھانا مردوں کو ثواب پہنچانے کے لئے کھلایا جائے۔ حاوی ص۱۸۳ جلد میں ہے فالحکم علی مثل ھذا بالرفع من الامور التی اجمع علیہ اھل الحدیث یعنے بالاجماع ایسی حدیثیں حکماً مرفوع ہیں اور یونہی بھوپالی نے بھی ثمار التنکیت کے ص۷۷ میں لکھا ہے۔ نیز حاوی کے اسی صفحہ میں ہے اذا تقرر ان اثر طاؤس حکمہ حکم الحدیث المرفوع المرسل واسنادہ الی التابعی صحیح کان حجۃ عند الائمۃ الثلاثۃ ابی حنیفۃ و مالک و احمد مطلقا من غیر شرط یعنی یہ حدیثیں مرفوع حکمی صحیح الاسناد حضرات امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد کے نزدیک بلا کسی شرط کے دلیل قوی ہے۔ پھر آگے امام شافعی کے نزدیک بھی دلیل قوی ہونے کا بیان مفصل ہے۔ پھر یہ بھی بظاہر کہ صحابہ کرام کا سات سات دن تک اس اطعامِ طعام سے مقصود یہ تھا کہ میت کی امداد جاری رہے اور منکر نکیر کے جوابات میں اس کے دل و زبان ثابت رہیں۔ حاوی ص۱۸۵ جلد۲ میں ہے ان اخبار عن الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بانہم کانوا یستحبون الاطعام عن الموتٰی تلک الایام السبعۃ صریح فی ان ذلک کان معلوما عندھم وانہم کانوا یفعلون ذلک لقصد التثبیت عند الفتنۃ فی تلک الایام اور جب سات دن تک اطعامِ طعام برائے تثبیت جائز ہے تو دعا و استغفار و قرآن خوانی بھی جائز رہے گی لہذا قرونِ سالقہ میں بھی یہ سب کچھ اہالیانِ اسلام میں رائج رہا حاوی ص۱۹۴ جلد۲ میں ہے الظاھر انہا لم تترک من عھد الصحابۃ الی الاٰن وانہم اخذوھا خلفا عن سلف الی الصدر الاول ورأیت فی التواریخ کثیرا فی تراجم الائمۃ یقولون واقام الناس علیٰ قبرہ سبعۃ ایام یقرءون القراٰن الخ اور دعا و استغفار کا مفیدِ تثبیت ہونا تو حدیثِ مندرجہ بالا عن سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہو چکا بلکہ اسی سے سات دن تک بالخصوص

---

[1] حاوی ص۱۸۶ جلد۲ میں ہے اطبق العلماء علی ان المراد بقولہ یفتنون و بفتنۃ القبر سوال الملکین منکر و نکیر ۱ھ منہ غفی لہ

Marfat.com

دعا و استغفار کا کرنا بوجہ وجودِ علّت سوال ثابت ہو رہا ہے نیز اطعامِ صحابہ سے سات دن تک دعا و استغفار و قرآن خوانی کا جواز و استحباب یوں بھی مستفاد کہ دلائلِ شرعیہ میں یہ تفریق قطعاً نہیں کہ ایک عمل کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور دوسرے کا نہیں بلکہ نصوصِ کثیرہ سے تمام اعمالِ خیر کا ثواب پہنچنا ثابت ہے۔ یہ صرف ہمارے ہی ائمہ کا فرمان نہیں بلکہ مخالف حضرات کے مسلّم مقتدا بھی یہی اقرار کرتے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کی کتاب ثمار التنکیت ص۱۰۲ میں ہے فای نص او قیاس او قاعدۃ من قواعد الشرع یوجب وصول احدھما ویمنع وصول الاٰخر بل ھذہ النصوص متظافرۃ علی وصول ثواب الاعمال من الاحیاء الی الاموات الخ۔ ابنِ قیم کی کتاب الروح ص۲۲۷ میں ہے وھل ھذا الا تفریق بین المتماثلات۔ تو بالوضاحت ثابت ہو گیا کہ سات دن تک میت کے لئے دعا و استغفار اور اطعام و قرآن و فاتحہ خوانی بالخصوص مفید تثبیت اور جائز و مستحسن ہیں۔ اور جب سات دن تک جائز ہے تو صرف چالیس قدم چلتے ہی کیسے ناجائز ہو جائے گی تو آفتابِ تاباں سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ چالیس قدم پر دعا، جائز ہے اور مفید و مستحسن ہے اور یوں ہی چالیس قدم سے پہلے اور پیچھے بھی جائز و مفید ہے چالیس کی تخصیص محض اتفاقی طور پر ہے کہ غالباً اس[1] تک امتحانِ میت شروع ہو جاتا ہے اور وہ پانی میں ڈوبنے والے فریادی کی مانند امداد کا بہت زیادہ مستحق ہوتا ہے اور حاضرینِ امتحان سے فارغ ہونے تک عادۃً ٹھہرا نہیں کرتے لہذا قبر پہ دعا مانگ کر روانہ ہونے کے بعد جاتے جاتے کچھ اور دعا بھی کر جاتے ہیں اور پھر سات دنوں تک نوبت بہ نوبت فاتحہ خوانی بھی جاری رکھتے ہیں اور شرعِ مطہر سے ممانعت قطعاً نہیں بلکہ دلائلِ جواز بے شمار موجود، تو یقیناً جائز ہے۔

وہی نواب بھوپال اسی کتاب کے ص۱۰۱ میں مسئلہ ایصالِ ثواب میں لکھتے ہیں وھب ان ما فعل ھذا احد منھم فانہ لا یقدح فیھم لانہ مندوب لا واجب ولانہ قد ثبت لنا دلیل کون فعلہ سواء سبقنا

[1] کہ اس وقت لوگ قبرِ میت سے متفرق و منتشر ہو جاتے ہیں اور منکر و نکیر کی آمد ... حدیث میں اذا ولوا مدبرین حین یولون اذا ولیتم عنہ مدبرین تفرق عنہ اصحابہ انصرف الناس الخ ... آیا ہے۔ منہ غفرلہ

Marfat.com

الیہ احد اولا ۔ شرح الصدور ص۱۲۷ میں دیلمی اور بیہقی کی شعب الایمان سے اور مشکوٰۃ شریف ص۲۰۶ اصح المطابع میں ہے عن عبد اللہ بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالیٰ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم رواہ البیہقی فی شعب الایمان مظاہر حق ص۲۹۲ جلد ۲ طبع لکھنؤ میں اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے ، روایت ہے عبداللہ بن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہوتا ہے مردہ قبر میں مگر مانند ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کے کہ کوئی ہاتھ اس کا پکڑے منتظر ہوتا ہے دعا کا کہ پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پس جس وقت کہ پہنچتی ہے دعا، اس کو ہوتا ہے پہنچنا دعا کا بہت پیارا طرف اس کی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ پہنچاتا ہے قبر والوں کو بسبب دعاء زمین والوں کے مانند پہاڑوں کے یعنی ثواب بڑا اور رحمت اور بخشش اور تحقیق تحفہ زندوں کا طرف مردوں کی استغفار کرنا ہے ان کے لئے نقل کی یہ بیہقی نے شعب الایمان میں ۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ بھی تذکرۃ الموتیٰ ص۳۵ میں بیہقی اور دیلمی سے یہ ذکر فرماتے ہیں بنا بر علیہ زیادہ سے زیادہ دعاء وخیرات و فاتحہ خوانی و استغفار سے ایسے نازک وقت میں خصوصًا اولین اوقات ہیبت ناک میں امداد میت کی بہت زیادہ ضرورت ہے مگر بعض لوگ اس تھوڑی سی امداد سے بھی روکنے کے درپئے ہیں جو مستحسن نہیں مستحسن یہ ہے کہ ایسے امورِ خیر پر جو رائج ہیں قائم رہتے ہوئے اور زیادہ امداد کی طرف توجہ دی جائے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی

سے شرح الصدور اور تذکرۃ الموتیٰ میں ہے من اب او ام او ولد او صدیق ثقۃ ۱۲ منہ غفرلہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

مکرمی ومعظمی جناب مفتی صاحب مدرسہ عربیہ بصیر پور

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ :۔ عرض ہے کہ چند دن ہوئے ایک دوست کے جنازہ میں شرکت کا اتفاق ہوا متوفی کے حلقۂ احباب میں بریلوی اور دیوبندی سب ہی تھے۔ ہماری اہل السنت والجماعت (بریلوی) کی اکثریت تھی مگر اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دیوبندی عالم کو جنازہ کے لئے امام بنا لیا گیا۔ اس امام نے جنازہ کے بعد دعا نہیں کی جس پر ہنگامہ ہو گیا اور بحث شروع ہو گئی۔ ہمارے سب بریلوی حضرات دعا مانگنے پر زور دیتے رہے لیکن وہ مولوی صاحب دیوبندی انکار کرتے رہے۔ ہمارا یہ دعوٰی تھا کہ جنازے کا سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا سنت ہے۔ ان کا یعنی فریقِ مخالف کا کہنا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے۔ آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں سے جو آج سے کم از کم دو سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ہوں دو سو سال سے بعد کی لکھی ہوئی کتاب کو نہیں مانا جائے گا، ان کتابوں میں سے فتوٰی لا دیں کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہیئے۔ ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ دیوبندیوں کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ مہربانی فرما کر فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں سے جو دو سو سال قبل کی لکھی ہوں ان میں سے مفتیٰ بہٖ قول بمعہ کتاب کا نام تحریر فرمائیں تاکہ جھگڑا ختم ہو۔ دعا فرمائیں فتح اہل السنت والجماعت کی ہو اور خدا کے سچے رسول کی سنت زندہ ہو۔

دعاگو :۔

شیخ محمد حنیف بزاز ریل بازار منڈی بورے والا ضلع ملتان

۶۹-۱۰-۱۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمازِ جنازہ کے بعد دعاء مانگنے کا ثبوت بفضلہٖ وکرمہٖ تعالےٰ قرآنِ کریم کی آیات اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے دیا جاسکتا ہے مگر آپ کے فیصلہ کے لحاظ سے صرف فقہ حنفی کی نہایت مستند کتابوں سے جو دو صدیوں سے بھی کئی صدیاں پہلے کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کو دنیائے حنفیت میں نہایت ہی بلند پایہ اور مستند سمجھا جاتا ہے حوالے دیئے جاتے ہیں ۔ مبسوطِ سرخسی ص۶۷ جلد ۲ طبع مصر، بدائع صنائع ص۳۱۱ جلد ۱ طبع مصر میں ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم (جو جلیل القدر صحابی ہیں) ایک جنازہ پر نمازِ جنازہ سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لئے استغفار کیا و لنا ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما و ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما انہما فاتہما الصلوٰۃ علی جنازۃ فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار لہ ۔ نیز ان دونوں میں ہے کہ حضرتِ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہو کر کہا ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ یعنے آپ حضرات نے اگر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر نمازِ جنازہ میرے آنے سے پہلے پڑھ لی ہے تو ان کے لئے دعاء کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو ۔" اس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نمازِ جنازہ دعاء کیا کرتے تھے ۔

تنبیہ

مصنفِ مبسوطِ سرخسی حضرتِ امام سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہے کما فی کشف الظنون صنہ۱۵ جلد ۲ اور بدائع صنائع کے مصنف علامہ کاشانی کی وفات ۵۸۷ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص۳۷ جلد ۱ طبع تہران اور صاحبِ کشف الظنون کی وفات ۱۰۶۷ھ میں ہے ۔ تو واضح ہوا کہ مبسوط کے تصنیف ہونے کو کم از کم ۹۰۶ سال ہو چکے ہیں ۔ اور بدائع صنائع کی تصنیف کو کم از کم ۸۶۲ سال ہو چکے ہیں ۔

Marfat.com

دیوبندیوں نے تو دو صدیوں سے پہلے کی لکھی ہوئی کتابِ فقہ کا حوالہ مانگا ہے مگر فقیر نے بفضلہ تعالیٰ چار مرتبہ دو دو صدیاں گزرنے سے بھی پہلے کا حوالہ دے دیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۴ر شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ ۱۶-۱۰-۶۹

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر قبرستان مشرق کی طرف ہو تو جنازے کے پیر قبلہ کی طرف کئے جائیں یا سامنے؟ اور جو مولوی قبلہ شریف کا ادب نہ کرتا ہوا پاؤں قبلہ کی طرف کر دادے اس کو کوئی شرعی ڈنڈ ہے یا نہیں؟ اسی طرح قطب (شمال) کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا یا پاؤں کر کے سونا یا میت کے پاؤں قطب کی طرف کرنا یہ تمام جائز ہیں یا ناجائز اور حرام؟ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

فضلائے کرام نے جنازہ اٹھانے کا جو طریقۂ سنتِ کاملہ بیان فرمایا وہ مستلزم ہے کہ اگر قبرستان جانبِ مشرق ہو تو پاؤں قبلہ کی طرف کئے جائیں۔ ہندیہ وغیرہا میں ہے اما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد الخ۔ رہا بے ادبی کا شبہ تو وہ محض جہالت ہے۔ مریض ومیت کے حق میں یہ صورت توجہ الی القبلہ ہے کما صرحوا فی صلوٰۃ المریض و الغسل۔ اور جب بے ادبی نہ ہوئی تو مولوی صاحب بے ادب نہ بنے بلکہ ادب سکھلانے والے بنے تو سزا کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مولوی صاحب کی مخالفت کرتے ہیں نہ مولوی صاحب۔ اسی طرح قطبِ شمالی کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت یا پاؤں کر کے سونا یا وقتِ غسل میت

Marfat.com

کے پاؤں کرنا سب جائز و حلال ہے، جو ناجائز بتاتا ہے وہ شریعتِ غرا پر افترا کرتا ہے، اگر سچا ہے تو دلیل لائے اصل اباحت ہے قرآن کریم فرماتا ہے عفا اللہ عنہا، حدیث شریف میں ہے مما عفا، فقہائے کرام نے بھی اس کی تصریح فرمائی کما فی الدر وغیرھا بلکہ پہلے دو مسئلے مفہوماً بیان فرماتے و مفہوم الکتب حجۃ اور تیسرا صراحۃً بیان فرمایا۔ درالمختار، فتاویٰ عالمگیری میں ظہیریہ سے ہے والاصح ان یوضع کما تیسر ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین ومفتیانِ شرعِ امین اندریں صورت کہ میت کو قبرستان لے جاتے وقت سر کس طرف کرنا چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبرستان مشرقی جانب ہو تو اس میں بے ادبی ہے کہ سر آگے ہو۔ بینوا توجروا۔

سائل: شیر محمد از شہامند ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

سر آگے ہی ہونا چاہیے۔ فتاویٰ عالمگیری ص۸۳ جلد ۱، بحر الرائق ص۱۹۳ جلد ۲، فتاویٰ برہنہ ص۳۵۷ دفتر اول میں ہے و النظم من الھندیۃ و فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الرأس کذا فی المضمرات اور یہی اکثر کتب معتبرہ مذہب مہذب سے صراحۃً مستفاد کہ سنت طریقہ جنازے اٹھانے کا کامل یہ بیان فرمایا کہ پہلے جنازے کی اگلی طرف دائیں شانے پر پھر پچھلی طرف دائیں شانے پر پھر اگلی طرف بائیں شانے پر پھر پچھلی طرف بائیں شانے پر یوں اٹھائے کہ میت کی دائیں جانب اور اٹھانے والے کا دایاں شانہ اور میت کی بائیں جانب اور اٹھانے والے کا بایاں شانہ ملتے جائیں۔ ہدایہ مصریہ مع الفتح ص۹۷

Marfat.com

جلد۲ ، شرح الوقایہ صـ۲۵۷ جلدا ، کنز الدقائق صـ۲۷ ، بدائع صنائع صـ۳۰۹ جلدا ، مبسوط امام سرخسی صـ۵۶ جلد۲ ، فتاوٰی قاضی خان صـ۹ جلدا ، درالمختار ، شامی صـ۸۳۳ جلدا ، نور الایضاح ، مراقی الفلاح ، حاشیہ طحطاوی صـ۳۶۵ ، بحرالرائق صـ۱۹۳ جلد۲ ، فتح القدیر ، عنایہ شرح ہدایہ صـ۹۷ جلد۲ و النظم من الھندیۃ واما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد وھو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازۃ کذا فی التتارخانیۃ فیحمل علی عاتقہ الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقہ الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقہ الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقہ الایسر ھٰکذا فی التبیین

اور روزِ روشن کی طرح واضح کہ اس صورتِ مسنونہ میں سر آگے ہی ہوگا ولا یقول بخلاف الا من اکب علی وجھہ ۔ رہا بے ادبی کا خیال تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیالِ جہال مقدم ہے یا منصوص کتبِ شرعیہ آخر خیال اور وہ بھی جہال کا خیال ہی تو ہے بلکہ شرعًا مریض و میت کے توجہ الی القبلہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ پاؤں اس طرف ہوں لیٹے ہوتے کے کما لا یخفی علی من طالع باب صلٰوۃ المریض و بیان غسل المیت من اسفار المذھب المھذب۔

واللہ تعالٰی اعلم وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر الوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

جواب مسئلہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے واقعی درست ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

نصیر الدین بقلم خود از رکن پورہ

الاستفتاء

بخدمت شریف اقدس حضرت مولانا لفضل اوللنا دام اقبالہٗ ؛ سلام مسنون نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام و صوفیائے ذوالکرام :۔

Marfat.com

نمبرا:۔ بعض علماء نے جو تحریر فرمایا ہے اگر کسی کا قبرستان مشرق کی طرف ہو تو وہ جنازے کا سر مشرق کیطرف کیا جائے اور قدم کعبہ شریف کی طرف بھی ہو جائیں تو جائز ہے؟

نمبر۲:۔ زید کی بیوی فوت ہو گئی ہے اور اس کا ارادہ ثانی نکاح کا پہلی بیوی جو گزر چکی اس کی ہمشیرہ سے ہے کیا جس سے وہ نکاح کا خواہش مند ہے بغیر عدت کے وہ پہلی بیوی کی ہمشیرہ سے نکاح کر سکتا؟ اگر عدت ہو تو کتنی عدت گزار کر نکاح ثانی کرے۔ مہربانی فرما کر ان دو مسائل کو تفصیل سے لکھ کر روانہ فرمائیں جناب کی بڑی مہربانی ہوگی۔

خادم العلماء حافظ بشیر احمد امام مسجد چک ۱۲/۷۷۔ ایل ڈاکخانہ خاص براستہ اقبال نگر ضلع منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱:۔ حضرت امام عالی مقام امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ ارشاد اور خود ان کا اپنا معمول ہے جو ہماری کتابوں میں مفصّل ہے وہ یہ ہے کہ میت اٹھانے والا میت کی اگلی دائیں طرف پہلے اپنے دائیں شانے پر اٹھائے پھر میت کی پچھلی دائیں طرف اپنے دائیں شانے پر اٹھائے۔ پھر اگلی بائیں طرف اپنے بائیں شانے پر بعد ازاں پچھلی بائیں طرف اپنے بائیں شانے پر اٹھائے۔ فتاویٰ عالمگیر ص۸۳ جلد۱ میں ہے و اما کمال السنۃ فلا یتحقق الا فی واحد وھو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازۃ کذا فی التتارخانیۃ فیحملہ علی عاتقہ الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقہ الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقہ الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقہ الایسر ھکذا فی التبیین۔ جامع صغیر ص۱۲ میں ہے قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی رأیت اباحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یصنع ھذا و یقولہ۔ اور جب اس طریقہ سے اٹھایا جائے تو سر قبرستان کی طرف ہی ہوگا۔ باقی رہا یہ وہم کہ قبرستان مشرق کی طرف ہو تو میت کے پاؤں کعبہ شریف کی طرف ہو جائیں گے تو وہ بالکل غلط ہے کیونکہ مریض اور میت کا ایسی صورت میں منہ قبلہ کی طرف سمجھا جاتا ہے۔ اگر کھڑا کر دیا جائے تو قبلہ رخ نظر آئے گا لہٰذا اس صورت میں قبلہ رُخ تصور کیا

Marfat.com

جائے گا اور کوئی حرج نہیں ہو گا۔ فتاوٰے عالمگیری ص۸۱ جلد۱ میں ہے الوضع طولا کما فی حالت المرض اذا اراد الصلوٰۃ بایماء۔

ص۲: بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی ہمشیرہ سے فوراً نکاح ہو سکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو کہ عدت نہیں پڑتی تو جمع بین الاختین بھی نہیں بن سکتا اور قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما وراء ذٰلکم فتاوٰے عالمگیری ص۴ جلد۲ میں ہے ولا یجوز ان یتزوج اخت معتدتہ اور جب کہ مرنے والی پر یقیناً عدت نہیں تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح بلا عدت گزارے جائز ہو گا لہذا فتاوٰی عالمگیر کے اسی صفحہ میں فرمایا کما اذا ماتت۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۳۰/۱/۶۴

الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا ابوالخیر مفتی اعظم دام اقبالہٗ۔ سلام مسنون نبوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ بعض علماء نے جو یہ تحریر کیا ہے اگر کسی کا قبرستان مشرق کیطرف ہو تو وہ جنازے کا سر مشرق کیطرف کیا کریں اور پاؤں کعبہ شریف کو، اسی طرح میت کو غسل کے وقت بھی، کیونکہ میت کا منہ کعبہ کو ہوتا ہے اگر بیٹھا یا جائے یا نہ بیٹھا یا جائے یکساں ہے۔ نیز سونے کی انگوٹھی پہننا مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں سفر کے لئے۔ ان دو مسائل کی تفصیل ساتھ پوری تحقیق آیات و احادیث شریفہ سے تحریر فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں حضور کی عین نوازش ہو گی۔

خادم العلماء: محمد نذیر ولد غلام قادر زرگر شہیدی بازار پاکپتن شریف

(نوٹ) ایک علیحدہ کاغذ پر یہ بھی لکھا ہوا تھا، جناب ایسی دلیلیں ہم کو شیعہ دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری

Marfat.com

اہلِ سنت وجماعت کی کتابوں میں بھی ایسا ہے ۔ حدیث تفسیر کا ہم کو علم نہیں ۔ فقط والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

جنازہ اٹھانے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے اٹھانے والا اپنے داہنے شانے پر میت کا اگلا داہنا حصہ اٹھائے پھر اسی پر پاؤں کا داہنا حصہ بعد ازاں بائیں شانے پر میت کی اگلی بائیں طرف پھر اسی پر پاؤں والی بائیں طرف ۔ اب اس طریقہ سے اٹھانے کی صورت میں اگر مشرق کی طرف قبرستان ہو تو بظاہر پاؤں قبلہ کیطرف ہو جائیں گے اور یونہی غسل کے ایک طریقہ میں بھی مگر ایسی مجبوری کی صورت میں ظاہر پر نظر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ دل پر ہو ۔ حدیثِ پاک میں صاف ارشاد ہوا انما الاعمال بالنیات ۔ اور اس کی شریعت میں کافی صورتیں ہیں کہ ظاہر میں کچھ اور دکھائی دیتا ہے مگر دوسرا پہلو جو ذرا تھوڑا ظاہر ہوتا ہے ، ہو جاتا ہے مثلاً غیر اللہ کے لئے جھکنا یا رکوع کرنا منع ہے مگر جب کہ ایک شخص یا جانور کے پاؤں میں کانٹا لگا تو کوئی رحمدل کانٹا نکالنے کے لئے جھکے تو یہ جھکنا وہ جھکنا نہیں ہوگا جو ناجائز ہے کیونکہ نیت کانٹا نکالنے کی ہے ۔ دیکھیئے کسی کو تنگ کرنا دکھانا یا خون بہانا اور زخمی کرنا جائز نہیں مگر طبیب یا ڈاکٹر مریض کا اپریشن کرے یا فصد کھولے تو یہ تنگ کرنا ، دکھانا اور خون بہانا جائز ہے کہ نیت علاج کی ہے ۔ اس کی صدہا مثالیں ہیں جو قرآن کریم اور حدیث پاک سے ثابت ہیں ۔ باقی شیعہ صاحبان کی کتابیں تو واقعی ان میں بھی یونہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر کسی ہمارے مسئلہ میں ان کی موافقت سے یہ تصور کرنا کہ ہمارا مسئلہ غلط ہے کہ شیعہ کے موافق ہو گیا بالکل غلط ہے ۔ کئی چیزوں میں وہ ہمارے موافق ہیں ۔ دیکھیے خانہ کعبہ کیطرف منہ کر کے ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی ادھر ہی منہ کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی وجہ سے خانہ کعبہ کو منہ نہ کریں ؟ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے ؟ مگر اس سے یہ بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیئے کہ ہمارا ان کا کوئی فرق ہی نہیں ۔ حقیقت پر قائم ہونا چاہیئے ۔ ہمیں اپنے مذہب پر ثابت قدم ہونا ضروری ہے ۔

رہی سونے کی انگوٹھی تو حدیثِ پاک مسلم اور بخاری وغیرہا میں مرد کے لئے حرام قرار دی گئی ہے تو

Marfat.com

نہ سفر میں مرد پہن سکتا ہے اور نہ ہی گھر میں ۔ ہاں اگر کوئی اور نقدی نہیں سونا ہی گھر ہے تو سفر میں ضرورت کے لئے ساتھ لے جا سکتا ہے مگر یہ جائز نہیں کہ مرد پہن بھی لے بلکہ بٹوہ وغیرہ میں محفوظ رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ ۱۴ر شوال المکرم ۱۳۸۳ھ $\frac{۲}{۶۴}$۲۸

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مفتیانِ فقہ اس بارہ میں کہ ایک آدمی درویش، عالم، حکیم، خلیفہ عارف، کامل جو کہ تقریباً دو تین ماہ کا دنیا فانی سے رخصت ہو گیا ہے اور اس کی مزار ایک تنگ جگہ پر واقع بنائی جا چکی ہے جس کی وجہ سے عام طور پر دنیا دار بھی معترض ہیں اور عوامی درویشی طبقہ بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کو یہاں سے نکال کر کسی اور جگہ پر دفن کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو تین مرد عورتوں کو بذریعہ خواب مکمل طور پر اس بزرگ نے کہا ہے کہ مجھے یہاں تکلیف بہت ہے مجھے یہاں سے نکال لیں لہذا آپ جناب ان بیانات کے مطابق فیصلہ فرما دیں اور ہمیں نکالنے کے شرائط اور دوسری جگہ دفن کرنے کے قانون اور خیرات وغیرہ حسبِ توفیق حکم دے کر مشکور فرما دیں تاکہ بندہ ہر طرح شریعت طریقت کے لحاظ سے مطمئن ہو سکے۔ بندہ ہمیشہ ہمیشہ جناب کا شکریہ ادا کرتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احقر العباد تابعدار بندہ خاکسار خادم الفقراء پیر غلام رسول سجادہ نشین دربار شریف حضرت الٰہی بخش نوشاہی قادری از مول شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

ان بزرگ صاحب کو وہیں آرام کرنے دیں۔ دنیا دار اور عوام کیا جانتے ہیں۔ حدیث پاک سے ثابت ہے

Marfat.com

کہ اللہ کے پیاروں کی قبریں بہت فراخ ہو جاتی ہیں جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ہے وہاں تک فراخ ہو جاتی ہیں تو ظاہری تنگی کا کیا حرج ہے؛ کتبِ مذہبِ مہذبِ حنفی میں بعد از دفن نکالنے کی ممانعت ہے۔ کما فی اسفار المذھب المھذب۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ ۲۲-۱۱-۶۶

الاستفتاء

ایک صاحب کی طرف سے زبانی پوچھے گئے فتوے کا درج ذیل جواب دیا گیا۔ (محب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

محب ملک وملت جناب سلطان علی صاحب ممبر یونین کونسل پھلانتولی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف! محمد امین ڈولا نے دریافت کیا ہے کہ قبرستان میں قبر تیار ہونے پر میت کو دوسرے گاؤں کے قبرستان میں دفنایا گیا تو پہلی قبر کا کیا کیا جائے؟ لوگ کہتے ہیں کہ غلہ جو یا مونجی سے پُر کی جائے۔ کیا یہ درست ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جَو یا مونجی ڈال کر خراب کرنا شرع شریف میں ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ یہ اسراف یعنی بے جا خرچ کرنا ہے اور اضاعتِ مال یعنی مال کا ضائع کرنا ہے جو بحکم قرآن کریم اور حدیث

Marfat.com

پاک بالکل ناجائز اور حرام ہے لہذا قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کوئی میت ہو تو اسے دفن کر دیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ و صحبہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۴ رجمادی الاخری ۱۳۸۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک مردہ کے دفن کئے ہوئے کو عرصہ سال کا گزر چکا ہے۔ اب بوجہ بارش یا سیلاب قبر میں پانی داخل ہو گیا ہے۔ قبر بھی زمین میں دب گئی ہے اور یہ بھی یقین کامل ہے کہ مٹی و پانی باہم مل کر کیچڑ بن گیا ہے اور کیچڑ سے مردہ آلودہ ہو گیا ہے اب اس صورت میں علمائے کرام کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ مردہ کو قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا جائے یا اسی قبر پر مٹی ڈال دی جائے۔ بینوا توجروا یا اولی الابصار۔

المستفتی: غلام رسول از بھلروان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

بعد از تکمیلِ دفن نبشِ قبر و اخراجِ میت کو حضرات احناف ادام اللہ تعالیٰ فیوضہم وبرکاتہم نے ممنوع و حرام قرار دیا ہے لہذا اوپر سے قبر بنادی جائے۔ مبسوط، فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ عالمگیر، بحر الرائق، مراقی الفلاح، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، در المختار، رد المحتار، فتح القدیر وغیرہا اسفارِ مذہب میں ہے والنظم من مراقی الفلاح والنبش حرام حقا للہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارك وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ
۱۲ / شوال المکرم سنہ ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

مکرمی ومعظمی قبلہ وکعبہ جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ــ مزاج گرامی! قبلہ! ایک استفتار آپکی خدمت عالیہ میں پیش کررہاہوں یہاں اس فتویٰ کی سخت ضرورت ہے اسلئے آپسے استدعاہے کہ فوری جواب سے سرفراز فرمائیں، میں ہمیشہ آپکا بیحد ممنون رہونگا :

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک میت کو عارضی طور پر ایک سال کے لئے کسی جگہ ایک عام قبرستان میں لکڑی کے صندوق میں رکھ کر امانۃً دفن کردیا گیا تاکہ مناسب اور موقع کے مطابق جگہ حاصل ہونے پر وہاں سے منتقل کرکے دفن کیا جاسکے۔ اندریں حالات کیا مذہبِ حنفی سنت والجماعت میں میت کو عارضی طور پر دفن کرنا جائز ہے ؟

۲۔ اگر جائز ہے تو میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی کیا صورت ہے ؟

السائل : سید محمد یونس گیلانی مکان ۸۲۷/سی، کوچہ منظر اگئی گمٹی بازار لاہور مورخہ ۷۰-۳-۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

نمبر۱ :۔ مذہبِ مہذب حنفی میں ایسی کوئی صورت نہیں۔

نمبر۲ :۔ بعد از دفن میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ایسی کوئی وجہ جواز نہیں۔ فتاویٰ شامی صفحہ ۸۴۰ جلد ۱ میں ہے واما نقلہ بعد دفنہ فلا مطلقا قال فی الفتح واتفقت کلمۃ المشائخ فی امرأۃ دفن ابنہا وھی غائبۃ فی غیر بلدھا ولم تصبر

Marfat.com

وارادت نقلہ علی انہ لایسعہا ۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بعداز دفن نقل کی بالکل اجازت اور گنجائش نہیں اور اس پر ہمارے مشائخ کرام کا اتفاق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

۲۶ر ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۸۹ھ ۷۰۔۳۔۵

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں میرے عمّ محترم جناب حاجی چراغ دین صاحب مرحوم نے وفات کے وقت بندہ کو فرمایا تھا کہ میں نے جناب میاں غلام اللہ صاحب دام فیضہٗ سے آستانہ عالیہ شرقپور شریف میں دفن ہونے کے لئے جگہ طلب کی تھی اور آپ نے آمادگی کا اظہار فرمایا تھا۔ وفات کے بعد مجھے صندوق میں رکھ کر بطورِ امانت ملتان میں دفن کرنا اور اس کے بعد شرقپور شریف لے جانا۔ مرحوم کو شرقپور شریف لے جاتے وقت ان کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بعض اقارب وفات کے وقت زیارت نہ کر سکے ہوں تو ان میں سے جو زیادہ قریب ہیں وہ زیارت کر سکتے ہیں یا تمام؟ نیز شرقپور شریف لے جاتے وقت مرحوم کا دوبارہ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: شیخ علی محمد از بصیر پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

شرعاً دفن کرنے کے بعد صرف نقل مکانی کے لئے نکالنا جائز نہیں اور یہ جو لوگوں میں امانت رکھنا مشہور

Marfat.com

ہے، نثر غلبے اصل ہے۔ اور جب نکالنا جائز نہیں تو دیدار کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اور دوبارہ جنازہ پڑھنا بھی ہمارے مذہب میں جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ

الاستفتاء

نوٹ:۔ مولوی اللہ بخش صاحب مدرس شرقپوری نے بذریعہ جوابی کارڈ سوالِ ذیل کا جواب طلب کیا ہے:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں صورت کہ قبروں پر پھول عدس ماش پانی چھڑکنا لیپنا پیسے ڈالنے خصوصاً محرم الحرام میں جائز ہے یا کہ نہیں۔ کتبِ معتبرہ بمع حوالات تحریر فرما دیں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے اصل میں امورِ مباح ہیں کہ شریعتِ مطہرہ نے جس چیز کو حرام ومنع نہیں فرمایا وہ اباحت اصلیہ پر ہے۔ یہ قاعدہ احناف متعدد آیات اور کثیر احادیث ابوداؤد وترمذی وابنِ ماجہ ومستدرک وبیہقی وغیرہا سے ثابت ہے وقد صرح بہ الائمۃ الاعلام من المفسرین والمحدثین والمتفقہین اور جب اباحت ثابت ہوئی تو نیتِ صالحہ سے مستحب بن سکتے ہیں کہ مباحات نیاتِ صالحات سے عبادات اور نیاتِ فاسدات سے خطیات بن جاتے ہیں وذا ایضا ثابت بالآیات والاحادیث وتصریحات المحدثین والفقہاء۔ اور بلاوجہ مسلمانوں پر ظنِ بد رکھنا جائز۔ البتہ یہ معلوم ہو کہ اس خاص شخص نے نیتِ فاسدہ سے ڈالے ہیں تو اسے سمجھا دیا جائے نہ یہ کہ علی العموم حرمت وبدعت کا فتوےٰ دے دیا جائے وقد صرح الفقہاء

Marfat.com

باستحباب وضع الورد ونحوها على القبور وذا ايضا مقيد بحسن النية والباقي عند التلاقي ان شاء المولى الباقي۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

نوٹ:۔ آیات واحادیث ونصوصِ ائمہ کرام کارڈ پر نہیں لکھ سکتے ۱۲ منہ غفرلہٗ

Marfat.com

متفرقات

Marfat.com

مسائلِ شتّٰی

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام اس مسئلہ میں کہ زید برائے تبلیغ بر دوکان فرید بخش گیا۔ نماز کے لئے کہا فرید بخش نے عذر کیا، آئندہ پڑھنے کا وعدہ کیا۔ قریب ہی ایک پیر صاحب مسمّٰی غلام قادر شاہ بیٹھے تھے۔ وہ چلّا کر کہتے ہیں خالی پیشانی رگڑنے سے تو "یہ" "بھی نہیں ہے۔" "یہ بھی" کا اشارہ اپنے آلہ تناسل کی طرف کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ہمارے عرف میں توہین ہے۔ دوسرا اشارہ بھی استہزاء کرتا ہے۔ عند الشرع کیا حکم ہے؟

السائل: مولوی الٰہی بخش چک نمبر ۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

العیاذ باللہ! نماز کو خالی پیشانی رگڑنے کا نام دینا اور پھر بیہودہ جاہلانہ اشارہ سے توہین و استہزاء بدترین حرام ہے۔ غلام قادر نے سخت ترین جرم سنگین کا ارتکاب کیا۔ اس پہ لازم کہ فوراً سچے دل سے اہلِ اسلام کے روبرو توبہ نصوحا کرے۔ قرآنِ کریم میں صاف موجود ہے واذا ناديتم الى الصلوة اتخذوها هزوًا و لعبًا ذلك بانهم قوم

Marfat.com

لا یعقلون ۰ پ۶ رکوع ۱۳ ۔ اور ارشاد ہوتا ہے قل ابا للہ و ایٰتہ و رسولہ کنتم تستہزءون ۰ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ۔ اور اگر نہ مانے اور توبہ نہ کرے تو اہلِ اسلام پر لازم کہ اس سے بالکل الگ رہیں ۔ بیٹھنا اٹھنا وغیرہ کسی قسم کا تعلق و رابطہ نہ رکھیں ۔ حضرتِ رب العالمین کا حکم قرآنِ کریم میں ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم و الکفار اولیاء و اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین پ۶ ع ۱۳ ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وآلہ وصحبہ وسلم الیٰ ابد الآباد ۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہٗ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بندہ ریلوے چھاپہ خانہ میں ملازم ہے ۔ میرے ساتھ اسی چھاپہ خانہ میں ایک اور آدمی بھی کام کرتا ہے ۔ میرا اس سے لڑائی جھگڑا ہے ۔ ہم نے بات چیت کبھی نہیں کی ۔ ایک دن وہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا ۔ ایک تیسرے شخص نے ہمیں اکٹھا بیٹھا دیکھ کر تمسخر کے لہجے میں مسکرا کر زور سے کہہ دیا اللہ اکبر ! میں نے غصہ میں آکر اُس کے جواب میں کہہ دیا " او کتے بکواس مت " کیوں کہ وہ مجھے پہلے بھی تمسخر و مذاق کرتا رہتا تھا ۔ میں نے اس وقت بھی یہ سمجھا کہ یہ شرارتی آدمی ہے ، شرارت کر رہا ہے اور غصہ میں آکر یہ الفاظ کہہ دئے ۔ بلکہ غصہ میں مجھے یہ بھی پتہ نہیں لگا کہ اس نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں اور میں کیا کہہ رہا ہوں ۔ باقی میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ توہینِ نامِ خدا میرا قطعاً مقصد نہیں تھا ۔ میں تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں ۔ آپ جیسے بزرگوں سے مسئلہ صوم و صلوٰۃ و داڑھی وغیرہ کی پابندی کر رکھی ہے ۔ اسی لئے وہ مجھے مخول کرتا رہتا تھا ۔ اب میں اپنے اس

Marfat.com

لفظ پر نادم ہوں اور وہ مخالف بھی پروپیگنڈا کرتا ہے کہ اس نے خدا کے نام کی توہین کی ہے ۔ کفریہ لفظ بولے ہیں ، اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے ۔ لہٰذا میں آپ سے سائل ہوں ۔ برائے مہربانی بندہ کے لئے شریعت کی رُو سے جو حکم ہو اس سے واپسی ڈاک مطلع فرمائیں ۔ بندہ شریعت کے حکم کی تعمیل کے لئے بدل و جان حاضر ہے ۔ والسلام

السائل : ولایت علی ساکن گڑھی شاہو لاہور ، ۸-۸-۵۸ بروز جمعۃ المبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور و الصواب

اس تیسرے شخص نے اگر واقعی لہجۂ تمسخر میں مسکراتے ہوئے زور سے تکبیر کہی تو وہ خود سخت گنہگار ہوا توہینِ نام پاک اور بے ادبی کبیر کا مرتکب بنا ۔ فتاوٰی عالمگیر صفحہ ۹ جلد ۴ میں ہے الکلام من ما یوجب اجرا کالتسبیح و التحمید و قراءۃ القرآن و الاحادیث النبویۃ و علم الفقہ و قد یاثم بہ اذا فعلہ فی مجلس الفسق وھو یعلم لما فیہ من الاستہزاء و المخالفۃ لموجبہ ۔ تو آپ کا اس کے جواب میں اور کتنے بکو مت " کہنا اسے اس استہزاء و تمسخر سے (جو موجب توہین ہے) روکنا بنا جو سراسر جائز ہے ۔ بلکہ اگر آپ یہ معنے سمجھ کر ردِّ توہین کے لئے کہتے تو موجب اجرِ عظیم بھی بنتا کہ نہی عن المنکر ہے ۔ اور ایسے ظالموں کا رد جو ارادۂ فاسدہ سے اچھا کلام بولیں ، سنتِ الٰہیہ بھی ہے ۔ قرآن مجید میں ہے اذا جاءك المنافقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ و اللہ یعلم انك لرسولہ و اللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون ہ بنا بریں حضرتِ مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم کے سامنے جب خارجیوں نے لاحکم الا للہ پڑھا تو آپ نے فرمایا کلمۃ حق ارید بھا باطل ۔ الیٰ غیر ذٰلك من النظائر المتکاثرۃ

Marfat.com

والجزئيات المتظاهرة المتوافرة۔

بہرحال آپ اندریں حالات اس الزام سے پاک اور ایمان ونکاح پر قائم ہیں۔ ہاں خود وہ مخالف نامِ پاک کی توہین کرنے والا، گستاخ ہے اور جھوٹا ہے، اپنے نکاح کا فکر کرے۔ پھر اس کا صوم و صلوٰۃ ولحیہ پر پابندی کی وجہ سے مخول کرتے رہنا بھی حرکتِ کفریہ ہے اور توہینِ شریعتِ علیہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

محمد الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

۲۸ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص کسی غصے کی بنا پر اپنے امام مسجد کی جانب زبانی بے ادبی کر بیٹھتا ہے بعد میں اسکو احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی ہے۔ آیا اب وہ اپنے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ توبہ استغفار بھی کر لیتا ہے اس مسئلہ کی وضاحت قرآن وسنت کے مطابق کیجائے عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا

السائل:۔ محمد عارف خان نمبردار چک ۲۳۵/ای۔بی ڈاکخانہ چک ۲۲۹/ای۔بی ضلع ساہیوال

نوٹ:۔ یہ سوال مولانا محمد شفیع صاحب نوری عارفی نے پیش کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللھم اجعل لی النور والصواب

جب توبہ واستغفار کر لیتا ہے اور اپنی غلطی کا احساس کرتا ہے تو اسے نماز امام مسجد کی اقتدار میں ضرور ادا کرنی

Marfat.com

چاہیے کیونکہ سچی توبہ سے گناہ مٹ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے بھی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے وهو الذی یقبل التوبة عن عبادہ و یعفو عن السیئات پ۲۵ ع۴۔ نیز ارشاد ہے ان الحسنات یذھبن السیئات پ۱۲ ع۱۰۔ اور حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ جامع صغیر ص۲۵۶ جلد ا اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے انما جعل الامام لیؤتم بہ۔ صحیح بخاری ص۹۵ جلد ا۔ اور قرآنِ کریم میں ہے واركعوا مع الراكعين پ۱ ع۵۔ لہذا اسے اپنے امام کی اقتداء میں نماز ضرور ادا کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ وعلیٰ الہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابو الخیر محمد نور اللہ النعیمی غفرلہ

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ ۲۸-۳-۷۳

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی صاحب امام مسجد جنڈ والی پاکپتن شریف نے حافظ صاحب جو کہ قرآنِ پاک نمازِ تراویح میں سنا رہے تھے ایک رات ان کے سامع جو حافظ صاحب تھے وہ موجود نہ تھے تو امام مسجد نے بعد نماز تراویح کے اعلانیہ نمازیوں کو کہا کہ آج رات نماز تراویح بالکل نہیں ہوئی نمازیوں نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز تراویح پڑھائی تو اس رات جبریل امین علیہ السلام سامع نہیں تھے۔ اس رات کے قبل حضرت جبریل امین سامع ہوتے اور حضور نماز پڑھاتے لہذا جبریل امین کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے نمازِ تراویح نہ ہوئی تو حضور نے صحابہ کو فرمایا کہ آج رات سب کی نماز تراویح نہیں کیونکہ میرے پیچھے جبریل سامع نہیں تھے۔ تو مولوی صاحب نے نمازیوں کو یہ زبانی ثبوت دے کر کہا کہ ہماری بھی نماز تراویح نہیں ہوئی۔ ۱۔ نماز تراویح ہوگئی یا کہ نہیں۔ ۲۔ مولوی صاحب نے جو ثبوت دیا ہے یہ بالکل صحیح ہے یا کہ نہیں؟ اگر مولوی صاحب کی دلیل کا ثبوت نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

السائل: حافظ پیر بخش فریدی پاکپتن شریف ۷۳-۱۰-۱۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

اللّٰھم اجعل لی النور والصواب

اگر صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو اس مولوی نما برائے نام امام کا یہ اعلان جھوٹ اور افتراء وبہتان ہے ایسی کوئی حدیث کسی ایک مستند کتاب میں بھی ہرگز ہرگز نہیں۔ اس کا یہ افتراء اللہ جل وسبحانہ کے پیارے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر خود اللہ تعالےٰ پر افتراء ہے جس کی سزا بہت ہی سخت ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ط ان اللہ لایھدی القوم الظٰلمین۔ نیز فرمایا انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفیٰ بہ اثما مبینا۔ پھر ایسا کوئی مسئلہ بھی نہیں کسی معتمد کتاب میں بھی نہیں کہ سامع کا ہونا شرطِ جواز ہے۔ سچا ہے تو کوئی واقعی ثبوت دے، بتلائے کہ یہ کس کتاب میں ہے، اور کونسے امام کا قول ہے! اس کا زبانی کہنا تو غلط اور جھوٹا دعوٰے ہے، ثبوت نہیں، پھر ایسے جھوٹے اور بڑے ظالم کا امام بنانا سرے سے ہی ناجائز وہ جبتک اپنی غلطی کو غلطی مانتے ہوئے اپنے دل سے توبہ نہ کرے امامت کے قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ علی حبیبہ الاعظم محمد رسول اللہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حررہ الفقیر ابوالخیر محمد نوراللہ النعیمی غفرلہٗ

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ ۱۴-۱۰-۷۳

تم الجزء الاول من الفتاوی النوریۃ

فالحمد للہ علی اتمامہ

Marfat.com

فہارس

Marfat.com

Marfat.com

فہرستِ آیاتِ مبارکہ

نمبر شمار	آیات	آیت سورت نمبر	صفحہ
پ ۱			
۱	وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔	۳/۲	۹۳۳
۲	خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔	۲۹/۲	۳۷۲-۵۲۲-۵۱۹-۵۰۸-۵۴۰-۵۴۳-۵۶۱-۵۸۲-۳۹۹-۴۰۰
۳	وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔	۴۳/۲	۳۳۵-۳۴۸-۳۵۸۔
۴	وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ۔	۴۵/۲	۲۳۹-۹۲۶-۹۷۰۰
۵	وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ۔	۶۵/۲	۴۵۷
۶	فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ۔	۷۹/۲	۴۵۷
۷	وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔	۸۳/۲	۳۲۴
۸	وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔	۱۱۰/۲	۹۳۳
۹	قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔	۱۱۱/۲	۹۲۱
۱۰	وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا۔	۱۱۴/۲	۱۴۶-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۷-۳۱۷
پ ۲			
۱۱	حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ۔	۱۴۴/۲	۱۹۵

جلد اول
فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

۱۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ ۱۵۳/۲ ۲۳۹

۱۳ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ۱۸۴/۲ ۱۱۷

۱۴ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۱۸۵/۲ ۲۱۱

۱۵ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ
وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ ۱۸۶/۲ ۵۱۱

۱۶ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ
فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ ۲۰۶/۲ ۳۹۰

۱۷ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا
فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ۔ ۲۲۹/۲ ۳۲۱

۱۸ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۲۳۸/۲ ۴۰۰
وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ ۲۳۸/۲ ۳۰۳

۱۹ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔ ۲۳۹/۲ ۲۱۰

پ ۳

۲۰ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ
مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ ۲۶۱/۲ ۵۸۰

۲۱ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ
مِنَ التَّعَفُّفِ۔ ۲۷۳/۲ ۲۰۰

۲۲ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ ۲۷۵/۲ ۱۹۱

۲۳ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ

Marfat.com

	وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔	۲۸۶/۳	۳۱۰ تا ۳۱۱، ۳۱۲
۲۴	...... اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۔	۲۸/۳	۳۱۲
۲۵	قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔	۳۱/۳	۶۶۷
۲۶	اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۔	۳۲/۳	۶۶۷

پ ۴

۲۷	كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔	۱۱۰/۳	۲۱۳، ۳۸۲، ۹۳۲
۲۸	وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔	۱۳۵/۳	۳۹۰
۲۹	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۔	۱/۴	۴۰۲
۳۰	وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ۔	۵/۴	۱۴۹
۳۱	وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔	۱۹/۴	۳۲۱

پ ۵

۳۲	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔	۲۹/۴	
۳۳	اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ۔	۳۴/۴	۳۲۱
۳۴	اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۔	۵۰/۴	۷۳۴
۳۵	اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۔	۵۸/۴	۳۳۴

Marfat.com

۳۶	فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔	۶۵/۴	۶۲۵
۳۷	اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔	۷۵/۴	۶۲۳
۳۸	مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ	۸۰/۴	۶۲۰
۳۹	وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ۔	۱۰۱/۴	۷۳۱
۴۰	اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔	۱۴۵/۴	۴۹۲

پ ۶

۴۱	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ۔	۲/۵	۱۵۹
۴۲	فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔	۶/۵	۱۳۳
۴۳	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔	۳۵/۵	۶۲۷-۶۳۱
۴۴	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا الآية	۵۷/۵	۷۳۰
۴۵	وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا الآية۔	۵۸/۵	۷۲۹

پ ۷

۴۶	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (الٰى قوله تعالٰى) عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا۔	۱۰۱/۵	۳۴۱-۳۴۷، ۵۱۵-۵۱۹، ۶۹۲۷-۷۱۲

Marfat.com

۴۷ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔	۱۰۵/۵	۲۲۰
۴۸ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔	۱۰۶/۵	۶۸۴
۴۹ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔	۱۱۸/۵	۵۳۸
۵۰ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔	۶۸/۶	۳۳۳
پ ۸		
۵۱ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔	۱۴۴/۶	۷۳۴
۵۲ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔	۱۶۴/۶	۶۳۹
۵۳ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔	۳۱/۷	۴۲۳-۵۰۰-۵۰۱
۵۴ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ۔	۳۲/۷	۵۲۰
پ ۹		
۵۵ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔	۱۸۹/۷	۴۷۷
۵۶ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔	۱۹۹/۷	۴۵۷
۵۷ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔	۲۰۴/۷	۴۲۵-۵۱۴-۶۲۶
پ ۱۰		
۵۸ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ الآیۃ	۶۰/۸	۴۵۷

Marfat.com

۵۹ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ۔ ۸/۷۲ ۶۴۷

۶۰ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (الیٰ قولہ تعالیٰ)
وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ۹/۱۴ ۴۵۷

۶۱ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ ۹/۱۷ ۱۹۰، ۳۱۹

۶۲ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ۔ ۹/۱۸ ۱۸۷، ۱۹۷

۶۳ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَفِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ۹/۶۰ ۱۹۲، ۵۵۰

۶۴ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ۹/۶۱ ۳۱۵

۶۵ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ۹/۶۵ ۴۳۰

۶۶ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ ۹/۶۶ ۴۳۰

پ ۱۱

۶۷ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى
يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ ۹/۱۱۵ ۴۲۸، ۴۲۹

۶۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ
الصّٰدِقِيْنَ۔ ۹/۱۱۹ ۶۲۵

۶۹ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ۔ ۱۰/۲۲ ۲۰۸

۷۰ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ۔ ۱۰/۶۲ ۶۵۰

Marfat.com

پ ۱۲

۷۱ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ۔ ۴۲/۱۱ ۲۰۸

۷۲ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ ۱۱۳/۱۱ ۲۱۹

۷۳ وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ
إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى
لِلذَّاكِرِينَ۔ ۱۱۴/۱۱ ۶۳۳

۷۴ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ۔ ۲۳/۱۲ ۵۴۳

پ ۱۳

۷۵ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ
أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ ۲۸/۱۳ ۴۲۵

پ ۱۴

۷۶ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا
الْمُسْتَأْخِرِينَ۔ ۲۴/۱۵ ۶۶۹

۷۷ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ ۸/۱۶ ۴۱۸-۴۵۴

۷۸ تَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا۔ ۱۴/۱۶ ۵۲۰

۷۹ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي
بُطُونِهِ۔ ۶۶/۱۶ ۵۹۳

۸۰ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ۔ ۸۹/۱۶ ۴۵۵

۸۱ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ۔ ۱۰۶/۱۶ ۳۳۳

۸۲ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا
حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ الآية ۱۱۶/۱۶ ۳۰۷، ۳۷۲، ۵۱۳، ۵۶۴، ۶۰۰

Marfat.com

پ ۱۵

آیت	حوالہ	صفحہ
۸۳ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا۔	۲۶/۱۷	۱۴۹
۸۴ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ۔	۲۷/۱۷	۱۴۹
۸۵ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔	۳۶/۱۷	۶۵۲
۸۶ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ۔	۷۱/۱۷	۳۳۳
۸۷ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ	۸۲/۱۷	۶۴۱ [illegible]
۸۸ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا۔	۱۱۰/۱۷	۴۱۱-۴۲۸-۴۳۳

پ ۱۶

آیت	حوالہ	صفحہ
۸۹ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا۔	۹۵/۱۸	۶۴۷
۹۰ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ الآیۃ	۹۶/۱۸	۵۲۰
۹۱ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔	۶۴/۱۹	۳۴۰، ۵۱۹
۹۲ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔	۱۴/۲۰	۲۴۰
۹۳ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ۔	۱۰۸/۲۰	۴۵۷

پ ۱۷

آیت	حوالہ	صفحہ
۹۴ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ۔	۳۲/۲۲	۱۶۰
۹۵ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔	۳۶/۲۲	۱۸۵

Marfat.com

۹۶ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔	۴۱/۲۲	۱۹۵
۹۷ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔	۷۸/۲۲	۳۱۲-۳۱۱

پ ۱۸

۹۸ نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهَا۔	۲۱/۲۳	۵۹۳
۹۹ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً۔	۴/۲۴	۳۲۵
۱۰۰ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔	۱۳/۲۴	۳۲۵
۱۰۱ فِي بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ۔	۳۶/۲۴	۱۳۷-۱۴۲-۱۹۰
۱۰۲ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔	۳۷/۲۴	
۱۰۳ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ۔	۷/۲۵	۳۶۱
۱۰۴ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔	۸/۲۵	۵۳۹

پ ۱۹

۱۰۵ فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔	۷۰/۲۵	۳۲۹
۱۰۶ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔	۲۱۹/۲۶	۴۲۲
۱۰۷ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔	۲۲۷/۲۶	۹۷۲

پ ۲۰

۱۰۸ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔	۸۸/۲۷	۲۴۲
۱۰۹ فَلَمَّآ أَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي		

Marfat.com

اَلْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ۔	۳۰/۲۸	۴۱۸

پ ۲۱

۱۱۰ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔	۳۱/۳۰	۵۰۷
۱۱۱ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔	۲۱/۳۳	۵۳۳-۲۸۲
۱۱۲ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔	۲۵/۳۳	۱۸۲

پ ۲۲

۱۱۳ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ۔	۳۳/۳۳	۶۶۹-۴۹۷
۱۱۴ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ الاٰية	۴۰/۳۳	۵۳۷
۱۱۵ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔	۵۶/۳۳	۲۸۲
۱۱۶ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ الاٰية	۵۷/۳۳	۳۱۵،۶۵۹
۱۱۷ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۔	۱۰/۳۴	۵۲۰
۱۱۸ وَتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا۔	۱۲/۳۵	۵۲۰
۱۱۹ اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ۔	۱۳/۳۶	۶۲۴
۱۲۰ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ۔	۲۰/۳۶	۶۲۴

پ ۲۳

۱۲۱ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔	۹۶/۳۷	۶۴۶
۱۲۲ فَبَشِّرْ عِبَادِ۔	۱۷/۳۹	۴۷۸-۴۱۸-۳۸۹
۱۲۳ اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔	۱۸/۳۹	۴۷۸-۴۱۸-۳۸۹
۱۲۴ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۔	۲۳/۳۹	۴۲۵

Marfat.com

پ ۲۴

نمبر	آیت	حوالہ	صفحہ
۱۲۵	الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔	۷/۴۰	۴۰۵
۱۲۶	قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔	۶۰/۴۰	۵۱۱
۱۲۷	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ الآية	۶۷/۴۰	۳۷۷-۳۰۲
۱۲۸	إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ۔	۷۱/۴۰	۵۳۵
۱۲۹	وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ۔	۲۶/۴۱	۳۸۰
۱۳۰	وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ۔	۳۳/۴۱	۲۱۲

پ ۲۵

نمبر	آیت	حوالہ	صفحہ
۱۳۱	وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔	۵/۴۲	۴۰۵
۱۳۲	وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ الآية	۲۵/۴۲	۷۳۳
۱۳۳	وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ۔	۳۲/۴۲	۲۰۸
۱۳۴	إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ۔	۳۳/۴۲	۲۰۸
۱۳۵	وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ۔	۳۷/۴۲	۶۸۴
۱۳۶	وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔	۴۳/۴۲	۶۸۴
۱۳۷	قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ۔	۱۴/۴۵	۶۸۴

پ ۲۶

نمبر	آیت	حوالہ	صفحہ
۱۳۸	وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ۔	۱۳/۴۷	۶۵۷-۶۲۴
۱۳۹	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ۔	۱۱/۴۹	۶۹۴

Marfat.com

۱۴۰	یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ الاٰیۃ۔	۱۲/۴۹	۳۲۲
۱۴۱	وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۔	۳۹/۵۰	۶۰۸
۱۴۲	وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔	۴۰/۵۰	۶۰۸
۱۴۳	وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ۔	۴۱/۵۰	۴۵۷

پ ۲۷

۱۴۴	وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔	۵۵/۵۱	۳۹۰
۱۴۵	وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ۔	۴۸/۵۲	۶۰۸
۱۴۶	وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔	۴۹/۵۲	۶۰۸
۱۴۷	یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ نُّكُرٍ۔	۶/۵۴	۴۵۷
۱۴۸	هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔	۶۰/۵۵	۱۸۵
۱۴۹	وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔	۲۵/۵۷	۵۲۰۔۵۲۲

پ ۲۸

۱۵۰	لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔	۲۲/۵۸	۳۱۶
۱۵۱	مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔	۷/۵۹	۳۴۱۔۶۰۶
۱۵۲	یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔	۱۰/۵۹	۶۲

۵۳	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الآية	۱۴/۶۱	۶۲۷
۱۵۴	مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ۔	۱۱/۶۲	۳۱۴
۱۵۵	إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ الآية	۱/۶۳	۷۳۱
۱۵۶	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا۔	۸/۶۶	۳۲۹
	پ ۲۹		
۱۵۷	كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ۔	۳۳/۶۸	۶۷۲
۱۵۸	وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ۔	۲۴/۷۰	۶۳۲
۱۵۹			
۱۶۰	وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ۔	۱۸/۷۲	۱۹۱-۱۵۰-۱۳۰
۱۶۱	فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔	۲۰/۷۳	۵۲۵
۱۶۲	وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔	۴/۷۴	۵۰۴
۱۶۳	وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ۔	۲۲/۷۵	۵۴۵
۱۶۴	إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔	۲۳/۷۵	۵۴۵
۱۶۵	وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔	۸/۷۶	۶۳۳
	پ ۳۰		
۱۶۶	فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا۔	۵/۷۹	۶۵۰
۱۶۷	وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔	۱۵/۸۷	۴۰۵

Marfat.com

۱۶۸ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔	۱/۹۰	۹۵۶-۹۲۴
۱۶۹ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔	۲/۹۰	۹۵۶-۹۲۴
۱۷۰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔	۴/۹۴	۲۱۶
۱۷۱ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔	۷/۹۴	۵۱۳
۱۷۲ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔	۸/۹۴	۵۱۳
۱۷۳ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔	۹-۱۰/۹۶	۲۲۰
۱۷۴ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔	۷/۹۹	۹۳۳

Marfat.com

فہرستِ احادیثِ مبارکہ

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
	ا	
١	انما الاعمال بالنیات۔	١١٨
٢	اذا اقیمت الصلوٰۃ۔	١٢٢
٣	انما بنیت المساجد لما بنیت لہ۔	١٥٣
٤	انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا ینشد...... فقال لا وجدت۔	١٦٢
٥	ان رجلا نشد فی المسجد...... فقال لا وجدت۔	١٦٢
٦	ان الحصاۃ لتناشد الذی یخرجہا من المسجد۔	١٦٤
٧	ان حصی المسجد لتناشد صاحبہا اذا خرج بہا من المسجد۔	١٦٤
٨	احب البلاد الی اللہ مساجدھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقہا۔	١٦٤
	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقوم قد اسسوا مسجدا ...... فقال اوسعوہ۔	١٦٩
١٠	ان شئت حبست اصلہا وتصدقت بہا فتصدق عمر۔	١٨٠
١١	امر بلال ان یثوب فی صلوٰۃ الصبح ولا یثوب فی غیرہا۔	٢١٣
١٢	ان من الشعر حکمۃ۔	٢١٦
١٣	اشعار حسان قرأہا امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	٢١٧
١٤	اذا استوت قارنہا۔	٢٤٧
١٥	انہ نہی عن الصلوٰۃ نصف النہار حتی تزول الشمس۔	٢٥٦

Marfat.com

صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر
۲۸۲	اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی... ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ۔	۱۶
۲۸۴	یا ایہا الناس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اذن المؤذن یقول ما سمعتم منی مقالتی۔	۱۷
۲۸۵، ۱۲۲	اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام۔	۱۸
۲۹۰	اذا امن الامام فامنوا۔	۱۹
۵۲۴، ۳۰۳	اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس۔	۲۰
۳۰۳	اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین۔	۲۱
۶۳۲، ۳۲۶	ان العلماء ورثۃ الانبیاء۔	۲۲
۳۲۸	امام قوم وھم لہ کارھون۔	۲۳
۳۲۹	ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ۔	۲۴
۳۳۲	اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم وبین اللہ عزوجل۔	۲۵
۳۳۲	اذا سرکم ان تقبل صلٰوتکم فلیؤمکم خیارکم.... وبین ربکم۔	۲۶
۳۳۲	ان سرکم ان تزکوا صلٰوتکم فقدموا خیارکم۔	۲۷
۳۵۰	عفوا اللحی۔	۲۸
۳۵۰	اوفوا اللحی۔	۲۹
۳۵۰	ارخوا اللحی۔	۳۰
۳۵۰	امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحی۔	۳۱
[illegible]	اتموا صلٰوتکم فانا قوم سفر۔	۳۲

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۳۳	اتموا صلوتکم (حدیث اخر) حدیث مرض الموت۔	۳۸۹، ۴۷۸، [illegible]
۳۴	أدرءوا ما استطعتم۔	۳۹۶
۳۵	انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا۔	۳۹۹، ۴۵۸، ۵۶۰، ۵۶۹
۳۶	اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وھو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ۔	۴۱۹، ۴۴۱
۳۷	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر بالقرأن فی الصلوات کلھا فی الابتداء۔	۴۳۱، ۴۶۹، ۴۸۲
۳۸	انما لامرئ ما نوی۔	۴۹۶
۳۹	احفوا الشوارب۔	۴۹۸
۴۰	انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس القلانس تحت العمائم ویلبس القلانس بغیر عمائم۔	۵۰۴
۴۱	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہ قلانس یلبسھا۔	۵۰۴
۴۲	ان فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس۔	۵۰۶
۴۳	ان الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔	۵۱۰
۴۴	اشرف العبادۃ الدعاء۔	۵۱۰
۴۵	افضل العبادۃ ھو الدعاء۔	۵۱۰
۴۶	ادعوا اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ۔	۵۱۱
۴۷	اکثر الدعاء بالعافیۃ۔	۵۱۱
۴۸	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعجبہ ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا۔	۵۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۴۹	اذا سألتموا اللّٰہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ..... وامسحوابہا وجوھکم۔	۵۱۲
۵۰	ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلوٰتہ استغفر ثلاثا۔	۵۱۴
۵۱	اذا صلیت المکتوبۃ فقولی سبحٰن اللّٰہ عشرا ...... ثم سلی ماشئت۔	۵۱۵،۵۱۴
۵۲	اذا فرغ احدکم من صلوٰتہ فلیدع بابن بعم ثم لیدع بما شاء۔	۵۱۵
۵۳	اذا ام احدکم الناس فلیخفف فان فیھم الصغیر۔	۵۱۶
۵۴	ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرأ فی صلوٰۃ المغرب بسورۃ الاعراف فرقھا فی الرکعتین۔	۵۲۶
۵۵	ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلوٰۃ الغداۃ من الستین الی المائۃ۔	۵۲۶
۵۶	ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرأ فی صلوٰۃ المغرب بسورۃ الاعراف۔	۵۲۸
۵۷	اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔	۵۳۱
۵۸	انی لاقوم فی الصلوٰۃ ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی۔	۵۳۲
۵۹	اذا اتیتم الصلوٰۃ فعلیکم السکینۃ فما ادرکتم فصلوا۔	۵۶۸
۶۰	اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا۔	۵۷۷
۶۱	ان صلیت بذلک الطھور ما کتب لی ان اصلی۔	۵۸۰

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
٦٢	ادبار النجوم الرکعتان قبل الفجر وادبار السجود الرکعتان بعد المغرب۔	٦٠٨
٦٣	ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیٰمۃ من عملہ صلوٰتہ۔	٦١٤
٦٤	ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس۔	٦٢٣، ٦٥٦
٦٥	انا ناتیک من شقۃ بعیدۃ وان بیننا وبینک ھٰذا الحی۔	٦٢٤
٦٦	ان اھل قباء کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ۔	٦٢٥، ٦٥٧
٦٧	ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا۔	٦٢٧
٦٨	ان عائشۃ قالت لم اعقل ابوی ... الا یاتینا فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	٦٣٤
٦٩	انہ (علیہ السلام) یاتی قبور الشھداء رأس کل حول فیقول۔	٦٣٥
	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا فقال مہ علیکم من العمل ما تطیقون۔	٦٣٦
٧٠	ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل احب الی اللہ قال ادومہ وان قل۔	٦٣٧
[illegible]	احب العمل الی اللہ تعالیٰ ما دام علیہ صاحبہ۔	٦٣٧
	ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ۔	٦٣٨
[illegible]	الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم ------ انی	

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	انہا کم عن ذٰلک۔	۶۴۳
۷۵	ان یتدافع اھل المسجد لایجدون اماما یصلی بہم۔	۶۵۳
۷۶	ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما۔	۶۵۹
۷۷	انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔	۶۶۷
۷۸	اذا شھدت احدٰکن المسجد فلا تمس طیبا۔	۶۸
۷۹	ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام متکئا علی عصا او قوس۔	۶۷۳
۸۰	ان صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام متوکئا علی قوس او عصا۔	۶۷۵
۸۱	اذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصا۔	۶۷۵
۸۲	ان صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام خطیبا بالمدینۃ متکئا علی عصا او قوس	۶۷۵
۸۳	ان صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام متوکئا علی عصا او قوس۔	۶۷۶
۸۴	یتخذوا قبور انبیائھم وصالحیھم مساجد۔	۶۹۹
۸۵	ان المؤمن لا ینجس حیا ولا میتا	۶۹۲
۸۶	المؤمن لاینجس حیا ولا میتا۔	
۸۷	اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔	۷۰۴
۸۸	ان اللّٰہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال۔	۱۴۹
۸۹	انہ [illegible] لوۃ فلا وضوء۔	۱۱۶
۹۰	ان علیا رأی مؤذنا فی صلوۃ العشاء قال اخرجوا ھذا المبتدع	۲۱۵
۹۱	انھم کانوا فی زمن عمر بن الخطاب یصلون یوم الجمعۃ حتی یخرج۔	۲۸۷
۹۲	انھم کانوا یتحدثون فی زمن عمر بن الخطاب۔	۲۸۸
۹۳	ان رجلا من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل المسجد	

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	او عمر بن الخطاب يخطب الناس۔	۲۹۰
۹۴	أن معاوية أجاب المؤذن بين يديه۔	۲۹۷
۹۵	ان الصحابة والتابعين كانوا لا يمتنعون من الاقتداء بالحجاج۔	۳۳۵
۹۶	ادركت عشرة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كلهم يصلي خلف ائمة الجور۔	۳۳۶
۹۷	ان الحسن والحسين كانا يصليان خلف مروان۔	۳۳۶
۹۸	اقتدوا بكل بر وفاجر۔	۳۳۶
۹۹	ان ابن عمر كان يصلي خلف الحجاج۔	۳۳۶
۱۰۰	ان عمر بن الخطاب كان يجهر بالقراءة في الصلوٰة..... عند دار ابي جهم۔	۴۳۴، ۴۳۵ ۴۶۴
۱۰۱	ان ابا بكر الصديق صلى الصبح وقرأ فيهما سورة البقرة في الركعتين كلتيهما۔	۵۲۶
۱۰۲	ام ابو بكر بالصحابة في صلوٰة الصبح بسورة البقرة۔	۵۲۲
۱۰۳	ان عمر وابن مسعود كانا يصليان في السفر قبل المكتوبة وبعدها۔	۶۱۲
۱۰۴	ان ابن عمر كان يرى ابنه...... يتنفل في السفر فلا ينكر عليه ذلك۔	۶۱۲
۱۰۵	انهم صلوا على عائشة وام سلمة بين المقابر۔	۶۹۶
۱۰۶	ان جنازة وضعت في مقبرة اهل البصرة......... ثم صلوا على الجنازة۔	۷۰۰
۱۰۷	اذا سبقتموني بالصلوٰة عليه فلا تسبقوني بالدعاء له۔	۷۰۴، ۷۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
۱۰۸	اشهدوا الصلوات الخمس والجمعة بالجماعة مع كل امام۔	۳۴۹
۱۰۹	رش على قبر ابنه ابراهيم ووضع عليه حصباء۔	۳۴۴
۱۱۰	اعطى (صلى الله عليه وسلم) قوسا او عصا فاتكأ عليها۔	۶۷۵،
۱۱۱	ابوبكر رضى الله تعالى عنه يسمعهم التكبير۔	۴۱۹
۱۱۲	اعفاء اللحية۔	۳۵۰
	ب	
۱۱۳	بين العبد و بين الكفر ترك الصلوة	۵۰۷
	ت	
۱۱۴	تصدق باصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث ولكن ينفق ثمره۔	۲۰۵،۱۸۰
۱۱۵	تدعون الله فى ليلكم ونهاركم۔	۵۱۱
۱۱۶	التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔	۶۵۳
	ث	
۱۱۷	ثم صل فان الصلوة مشهودة محضورة حتى يستقل الظل بالرمح۔	۲۴۳
۱۱۸	ثم صل فالصلوة محضوبة متقبلة حتى تستوى الشمس ------ كالرمح۔	۲۴۵
۱۱۹	ثم الصلوة مقبولة حتى يقوم الظل قيام الرمح ثم لا صلوة حتى تزول الشمس۔	۴۴۶
	ثلاث اوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نصلى فيهن او نقبر فيه موتانا۔	۲۴۹

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۲۱	ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون	۳۳۱،۳۲۸
۱۲۲	ثلاثة لا ترفع صلوتهم فوق رءوسهم شبرا رجل ام قوما وهم له كارهون۔	۳۳۱
۱۲۳	ثلاثة لا تجاوز صلوتهم اذانهم ...... وامام قوم وهم له كارهون۔	۳۳۱
۱۲۴	ثم صلوا ركعتى الفجر۔	۶۱۱
۱۲۵	ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة .... فلم يخرج اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم۔	۶۳۸
۱۲۶	ثم قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله ان يقول۔	۶۴۱
۱۲۷	ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون۔	۶۵۳
۱۲۸	ثم رخص (صلى الله عليه وسلم) فى الجمعة فقال من شاء ان يصلى فليصل۔	۶۵۸
۱۲۹	ثم تستغفر له الى يوم البعث۔	۴۰۵
۱۳۰	ثم مشى (على) حتى اتاه وقال اللهم عبدك۔	۴۰۵
	ج	
۱۳۱	جعلت لى الارض مسجدا وطهورا۔	۱۹۰،۱۳۳
۱۳۲	جعلت لنا الارض كلها مسجدا۔	۱۹۵
۱۳۳	جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات۔	۵۱۴

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۳۴	جزاک اللہ خیرا فک اللہ رھانک کما فککت رھان اخیک۔	۴۰۵
	ح	
۱۳۵	الحجر من البیت لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف من ورائہ۔	۱۷۰
۱۳۶	حین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس۔	۲۴۱
۱۳۷	حتی یعدل الرمح ظلہ۔	۲۴۵
۱۳۸	الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرمہ اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔	۳۰۴، ۳۷۰، ۵۱۹، ۶۲۷
	خ	
۱۳۹	الخصال لا تنبغی فی المسجد لا یتخذ طریقا۔	۱۷۶
۱۴۰	خالفوا الیھود فانھم لا یصلون فی نعالھم۔	۵۰۸
۱۴۱	خیر الناس الحال المرتحل۔	۵۴۲
۱۴۲	خیرکم اذا رؤوا ذکر اللہ۔	۶۴۷
۱۴۳	خیر القرون قرنی۔	۶۶۷
	د	
۱۴۴	الدین یسر۔	۲۱۱
۱۴۵	الدعاء مخ العبادۃ۔	۵۱۰
۱۴۶	الدعاء سلاح المؤمن وعماد الدین ونور السموات والارض۔	۵۱۰
۱۴۷	دعا ثم دعا ثم دعا۔	۵۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
	ر	
۱۴۸	رفع عن امتی الخطأ والنسیان۔	۳۳۰
۱۴۹	ربما جهر و ربما اسر۔	۴۶۳
۱۵۰	رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلا عمامۃ۔	۵۰۵
۱۵۱	رفع صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ ثلاث مرات۔	۵۱۲
۱۵۲	رکعتین قبل العصر۔	۶۰۷
۱۵۳	رکعتین بعد العشاء۔	۶۰۷
۱۵۴	رش قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان الذی رش الماء علی قبرہ بلال بن رباح۔	۶۴۴
۱۵۵	روی مجاهد قال دخلت مع ابن عمر مسجدا یصلی فیہ الظهر فسمع مؤذنا یثوب فغضب۔	۲۱۵
۱۵۶	رفع عمر صوتہ بالقراءۃ حتی لو کان فی الوادی احد لاسمعہ۔	۴۳۵
	ز	
۱۵۷	زوروا القبور فانها تذکرکم الموت۔	۶۳۰
۱۵۸	زوروا القبور فانها تذکرکم الآخرۃ۔	۶۳۰
	س	
۱۵۹	سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجدار امن البیت هو قال نعم۔	۱۴۱، ۱۴۲
۱۶۰	سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ بالطور فی المغرب۔	۵۳۴

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۶۱	سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی ذات لیلۃ وھو یردد اٰیۃ حتی اصبح۔	۵۳۸
۱۶۲	سألت عائشۃ ای العمل کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الدائم۔	۶۳۶
۱۶۳	سترون اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی .... عضوا علیہا بالنواجذ۔	۶۲۵
۱۶۴	سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور۔	۴۳۴
	ش	
۱۶۵	شر البقاع اسواقہا وخیر البقاع مساجدھا۔	۱۶۴
	ص	
۱۶۶	صلوا خلف کل بر و فاجر۔	۳۳۵، ۳۳۹، ۳۴۶، ۳۴۷
۱۶۷	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر خلفہ .... یسمعنا۔	۴۱۹
۱۶۸	صلوا کما رأیتمونی اصلی۔	۴۴۲، ۵۳۳
۱۶۹	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر۔	۴۴۱
۱۷۰	صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ۔	۵۰۵
۱۷۱	صلی لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصبح بمکۃ فاستفتح سورۃ المؤمنین۔	۵۲۹
۱۷۲	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر باقصر سورتین	۵۲۰

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	ثم قال انما اسرعت۔	۵۳۴
۱۷۳	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخفف فسألت عن ذلك فقال سمعت بكاء الصبی۔	[illegible]
۱۷۴	الصلوٰة احسن ما يعمل الناس و اذا احسن الناس فاحسن معهم۔	۳۳۶، ۵۶۰، ۵۶۹
۱۷۵	صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... فما رأيته ترك الركعتين اذا زاغت الشمس۔	۶۱۰
۱۷۶	صليت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر والسفر۔	۶۱۰
۱۷۷	صلی سجدتين۔	۶۱۱
۱۷۸	صلی ركعتين۔	۶۱۱
۱۷۹	صلوٰة علی الجنازة لا تحاد ولكن ادع للميت واستغفر له۔	۶۰۴
۱۸۰	صلی بنا ابوبكر صلوٰة الصبح فقرأ بسورة البقرة فی الركعتين كلتيهما۔	۵۳۰
۱۸۱	صليت مع عبد اللہ العشاء الاٰخرة فافتتح الانفال۔	۵۳۱
۱۸۲	صليت خلف ابن عباس بالبصرة فقرأ فی اول ركعة...... فاقرء واما تيسر منه۔	۵۳۰
۱۸۳	صلی بنا عمر بن الخطاب بمكة الفجر فقرأ...... بسورة يوسف۔	۵۳
۱۸۴	الصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برا كان او فاجرا و ان عمل الكبائر۔	

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۸۵	الصلوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم۔	۳۵۸
۱۸۶	صلی فی الظہر (السفر) رکعتین وبعدھا رکعتین۔	۶۱۰
	ط	
۱۸۷	طوفی من وراء الناس وانت راکبۃ۔	۴۶۳
	ع	
۱۸۸	علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔	۳۰۶، ۵۳۱، ۵۳۳
۱۸۹	عن ابن عباس وابتغ بین ذلک سبیلا یقول تعالی اطلب بین الاعلان۔	۴۶۰
۱۹۰	عن ابن عباس ولا تجہر ...... ولا تجعلہا کلہا جہرا ولا تخافت بہا ...... سرا۔	۴۳۳
۱۹۱	عن ابن عباس فکما الصلوۃ قبل صلوۃ الحضر وبعدھا حسن فکذلک الصلوۃ فی السفر۔	۶۱۲
۱۹۲	عن ابن مسعود انہ قرأ فی الاولی من الصبح اربعین آیۃ من الانفال۔	۵۳۱
۱۹۳	عن ابی جعفر محمد بن علی من وجد فی قلبہ قسوۃ فلیکتب یٰس ...	۶۴۲
۱۹۴	عن ابن عباس فی المرأۃ تعسر علیہا ولادتہا قال یکتب یٰس فی قرطاس ثم تسقی۔	۶۴۲
۱۹۵	عن صہیب قال رأیت علیا یقبل ید العباس ورجلیہ۔	۶۴۵

فتاوی رضویہ جلد اول

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۱۹۶	عن طاؤس قال ان الموتی یفتنون فی قبورهم سبعا۔	۴۰۶
۱۹۷	عن ابن عباس و ابن عمر انهما فاتهما الصلوة علی جنازة۔	۴۱۲
	ف	
۱۹۸	فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بیدی فادخلنی الحجر ......فانه هو قطعة من البیت۔	۱۶۱
۱۹۹	فاذا طلعت فصل فان الصلوة محضورة متقبلة حتی تعتدل علی	
۲۰۰	رأسك كالرمح۔	۲۴۶
۲۰۱	فاذا دنت للزوال قارنها۔	۲۴۶
۲۰۲	فاذا كانت فی وسط السماء قارنها۔	۲۴۷
۲۰۳	فی یوم الجمعة فاكثروا علی من الصلوة فیه۔	۲۸۲
۲۰۴	فقد عفا عنه۔	۵۱۹، ۳۴۰
۲۰۵	فهو عفو۔	۳۴۰، ۵۱۹
۲۰۶	فخرج رجل ممن صلی معه صلی الله علیه وسلم فمر علی اهل مسجد......فداروا كما هم قبل البیت۔	۳۸۸، ۳۴۸
۲۰۷	فاشار بیده صلی الله علیه وسلم۔	۳۹۵
۲۰۸	فلما هاجر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی المدینة سقط هذا كله۔	۴۲۹، ۴۳۰
۲۰۹	فاتیناه مرة اخری نعود فصلی المكتوبة۔	۴۴۱
۲۱۰	فصلی ابوبكر تلك الایام ثم ان النبی صلی الله علیه وسلم وجد من نفسه خفة۔	۴۴۲

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
۲۱۱	فاعتزل تلك الفرق كلها۔	۴۹۷
۲۱۲	فليكثر الدعاء في الرخاء۔	۵۱۱
۲۱۳	فما رأيت النبي صلى الله عليه وسلم غضب في موعظة .... ان منكم منفرين۔	۵۱۷
۲۱۴	فمن صلى لله كل يوم ثنتي عشرة ركعة۔	۶۰۸
۲۱۵	فلما ارتفعت الشمس صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتي الفجر ثم صلى الفجر۔	۶۱۱
۲۱۶	فصلى ركعتين قبل الفجر ثم اقام ثم صلى الفجر۔	۶۱۱
۲۱۷	فصلوا ركعتي الفجر ثم صلوا الفجر۔	۶۱۱
۲۱۸	فركع ركعتين غير عجل۔	۶۱۱
۲۱۹	فصلينا ركعتين۔	۶۱۱
۲۲۰	فصلى ركعتين وصلوا ركعتي الفجر۔	۶۱۲
۲۲۱	فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الحضر وصلوة السفر۔	۶۱۲
۲۲۲	فهو مما قد عفا عنه۔	۶۲۷
۲۲۳	فهو مما عفا عنه۔	۶۲۸
۲۲۴	فجلس (صلى الله عليه وسلم) عليه فدعا بالبركة۔	۶۴۰
۲۲۵	فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فدعا وبرك عليه۔	۶۴۰
۲۲۶	فكنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به۔	۶۵۰
۲۲۷	فلبث رسول الله صلى الله عليه وسلم في بني عمرو بن عوف بضع	

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	عشرۃ لیلۃ۔	٦٥٨
٢٢٨	فاقام فیہما اربع عشرۃ لیلۃ۔	٦٥٨
٢٢٩	فبتنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاما شہدنا فیہا الجمعۃ۔	٦٧٣
٢٣٠	فحبس اصلہا ان لا تباع ولا توھب ولا تورث۔	
٢٣١	فان اللہ احق من تزین لہ۔	٥٠٢
٢٣٢	فیسمع قراءۃ الامام وھو فی بیتہ۔	٤٣٥
٢٣٣	فافتتح الانفال حتی بلغ ونعم النصیر۔	٥٣١
٢٣٤	فان لم تصل فاذکر اسم اللہ کانک قد صلیت۔	٥٨٠
٢٣٥	فصلی (انس) الظہر رکعتین ثم بعدھا رکعتین۔	٦١٢
٢٣٦	فکانت اذا کان یوم الجمعۃ تنزع اصول السلق......کنا نتمنی یوم الجمعۃ۔	٦٣٥
	ق	
٢٣٧	قتلوہ قتلہم اللہ۔	١١٨
٢٣٨	قرأ فیہما بمائۃ من النساء والبقرۃ..... قال ما الوت ان اضع قدمی حیث وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمہ۔	٥٢٩
٢٣٩	قرأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الفجر فی الرکعۃ الاولی بستین آیۃ۔	٥٣٣
٢٤٠	قال اللہ تعالی وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی۔	٦٣١
٢٤١	قال قد منافقیل ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذنا بیدیہ و رجلیہ نقبلہا۔	٦٣٥

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
۲۴۲	قال نعم كان يعتمد عليها اعتمادا۔	۶۷۵
۲۴۳	القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار۔	۶۹۹
۲۴۴	قال على فى بئر وقعت فيه فارة ينزح ماءها۔	۱۲۶
۲۴۵	قال على بن ابى طالب لا جمعة الا فى مصر جامع۔	۶۲۳
۲۴۶	قال على لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع	۶۵۷، ۶۶۶
۲۴۷	قال على لا جمعة ولا تشريق ولا صلوة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع۔	۴۹۷، ۶۲۳، ۶۵۴، ۶۶۰
۲۴۸	قال قتادة يقرأ سورة واحدة فى ركعتين او يردد......... كل كتاب الله۔	۵۲۶
۲۴۹	قرأ عمر فى الركعة الاولى بمائة وعشرين اية۔	۵۳۰
۲۵۰	قرأ عمر باٰل عمران فى الركعتين الاوليين من العشاء۔	۵۳۱
۲۵۱	قرأ بنا سيدنا عمر اٰل عمران فى الركعتين۔	۵۳۱
۲۵۲	قال عثمان يا يها الناس ان هٰذا يوم قد اجتمع لكم فيه عيدان۔	۶۲۶
۲۵۳	قال ابو الدرداء ما ارى الامام اذا ام القوم الا قد كفاهم۔	۶۲۷
۲۵۴	قال عمرو بن العاص ثم اقيموا حول قبرى قدر ما تنحر جزور۔	۷۰۴
۲۵۵	قد كان النبى صلى الله عليه وسلم فى الابتداء يجهر ------ وكان المشركون يؤذونه۔	۴۳۱
۲۵۶	قد خرج صوته من المسجد۔	۴۳۳
۲۵۷	قد توقف النبى صلى الله عليه وسلم فى تحريم الخمر حتى نزل عليه النص القطعى۔	۴۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
	ک	
۲۵۸	كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ عند كل صلوٰة۔	۱۲۳
۲۵۹	كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان منبرا في المسجد	۲۱۶
۲۶۰	كنا ننهى عن الصلوٰة عند طلوع الشمس وعند غروبها ونصف النهار۔	۲۴۸
۲۶۱	كان بيتي من اطول بيت حول المسجد وكان بلال يؤذن عليه الفجر۔	۲۶۱
۲۶۲	كان يؤذن بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ... و اذن به على الزوراء۔	۲۶۳، ۲۶۱
۲۶۳	كان عليه السلام اذا خطب استقبله اصحابه بوجوههم۔	۳۰۱
۲۶۴	كما فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم بولدي ام سلمة۔	۳۹۹
۲۶۵	كان النبي صلى الله عليه وسلم يجهر في الصلوات كلها في الابتداء	۴۳۲
۲۶۶	كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وانا على عريشي۔	۴۶۳
۲۶۷	كنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم بالليل وانا نائمة على فراشي۔	۴۶۳
۲۶۸	كانت قراءة النبي صلى الله عليه وسلم على قدر ما يسمعه من في الحجرة وهو في البيت۔	۴۶۳
۲۶۹	كنا نسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم في جوف الليل عند الكعبة وانا على عريشي۔	۴۶۳

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
۲۷۰	كان صلى الله عليه وسلم يأمر بستر الراس بالعمامة او القلنسوة و ينهى عن كشف الرأس فى الصلوة۔	۵۰۳
۲۷۱	كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس القلانس تحت العمائم۔	۵۰۳
۲۷۲	كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير عمامة۔	۵۰۴
۲۷۳	كان اذا دعا دعا ثلاثا واذا سأل سأل ثلاثا۔	۵۱۲
۲۷۴	كان النبى صلى الله عليه وسلم يعجبه ان يدعو ثلاثا ويستغفر ثلاثا۔	۵۱۳
۲۷۵	كان الناس يتنابون الجمعة من منازلهم ومن العوالى۔	۶۵۷،۶۲۵
۲۷۶	كان اهل الجاهلية ياكلون اشياء ...... فبعث الله نبيه...... وما سكت عنه فهو عفو۔	۶۲۸
۲۷۷	كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها۔	۶۳۱
۲۷۸	كنت نهيتكم .... الا فزوروها فانها تزهد فى الدنيا وتذكر الآخرة۔	۶۳۱
۲۷۹	كان النبى صلى الله عليه وسلم يأتى مسجد قباء كل سبت ماشيا او راكبا۔	۶۳۵
۲۸۰	كلفوا من العمل ما تطيقون فان خير العمل ادومه وان قل۔	۶۳۷
۲۸۱	كان يصليهما قبل العصر ثم انه شغل عنهما او نسيهما فصلاهما بعد العصر۔	۶۳۷
۲۸۲	كان صلى الله عليه وسلم اذا قام يخطب اخذ عصا۔	۶۷۵

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۲۸۳	كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحث على الدعاء والصدقة ...... و يقول ان ذلك ينفعهم۔	۴۰۳
۲۸۴	كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت قال استغفروا لميتكم و سلوا له التثبيت۔	۴۰۶
۲۸۵	كان انس يصلى خلفه (اى الحجاج)۔	۳۳۶
۲۸۶	كما في صلوة سيدنا جابر في ثوب واحد مع وضع الثوب على المشجب۔	۳۲۵
	كان عمر يقرأ في الصبح بمائة من البقرة۔	۵۳۰
۲۸۸	كان (عمر) يقسم السورة الطويلة في الركعتين من المكتوبة	۵۳۱
۲۸۹	كان عبدالله يذكر الناس في كل خميس۔	۶۳۵
۲۹۰	كان عمر بن الخطاب يروحنا في رمضان۔	۵۵۴
۲۹۱	كان يحب ان يخرج يوم الخميس۔	۶۳۴
۲۹۲	كانت (فاطمة) اذا دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم قام اليها۔	۶۳۴
۲۹۳	كان ال محمد صلى الله عليه وسلم اذا عملوا عملا اثبتوه وان قل	۶۳۶
۲۹۴	كان احب الاعمال اليه العمل الصالح الذي يدوم عليه العبد وان كان يسيرا۔	۶۳۷
۲۹۵	كان ابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عقبة وكان يشرب الخمر۔	۳۳۶
۲۹۶	كان ابن عمر يوضع له الطعام وتقام الصلوة...... حتى يفرغ۔	۴۳۱
۲۹۷	كان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه۔	۴۹۸

Marfat.com

نمبرشمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۲۹۸	كان عبيد بن عمير يقول ان الله احل و حرم ...... فذلك عفو من الله۔	۶۲۸
	ل	
۲۹۹	لا يزال لسانك رطبا بذكر الله۔	۲۸۲
۳۰۰	لا يزال احدكم في صلوة ما كانت الصلوة تحبسه۔	۲۹۰
۳۰۱	لا تقوموا حتى تروني۔	۳۰۳
۳۰۲	لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا ام قوما وهم له كارهون۔	۳۳۱
۳۰۳	لا يؤم فاجر مؤمنا الا ان يقهره بسلطانه يخاف سيفه او سوطه۔	۳۳۲
۳۰۴	لقد اوتي ابو موسى من مزامير آل داؤد۔	۴۶۴
۳۰۵	ليس شيء اكرم على الله من الدعاء۔	۵۱۰
۳۰۶	لا صلوة الا بفاتحة الكتاب۔	۵۲۸
۳۰۷	لا صلوة لمن لم يقرأ بأم القرآن۔	۶۲۶
۳۰۸	لقلما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج في سفر الا يوم الخميس۔	۶۳۴
۳۰۹	لا تقبل صلوة امرأة تطيب للمسجد حتى تغتسل غسلها من الجنابة۔	۶۶۸
۳۱۰	لا يؤم الغلام حتى يحتلم (عن ابن عباس)	۳۵۸
۳۱۱	لا يؤم الغلام حتى تجب عليه الحدود (عن ابن مسعود)	۳۵۸
۳۱۲	لا تقرأ خلف الامام في شيء من الصلوة (عن جماعة من الصحابة)	۶۲۷
۳۱۳	لما مات الحسن بن الحسن بن علي ضربت امرأته القبة على قبره	

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
	سنۃ ثم رفعت۔	۶۴۵
۳۱۴	لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد۔	۶۶۸
۳۰۵	لا تدعوھما وان طردتکم الخیل۔	۱۲۱
۳۱۶	لا وضوء علی احد من غیر ذٰلک ممن صلی علیہ۔	۱۱۶
۳۱۷	لا طاف الناس من ورائہ الا لذلک۔	۱۷۰
۳۱۸	لا تدعوا الصلوٰۃ علی من مات من اھل القبلۃ	۱۱۸
	م	
۳۱۹	من مات صائما اوجب اللہ لہ الصیام الی یوم القیٰمۃ۔	۱۱۷
۳۲۰	من ختم لہ بصیام یوم دخل الجنۃ۔	۱۱۷
۳۲۱	من مات علی شیٔ بعثہ اللہ علیہ۔	۱۱۷
۳۲۲	من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ۔	۱۱۸
۳۲۳	من توضأ علی طھر کتب اللہ لہ بہ عشر حسنات۔	۱۲۳
۳۲۴	من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردھا اللہ علیک	۱۶۲
۳۲۵	ما راٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔	۲۹۹، ۲۱۲، ۶۴۵
۳۲۶	ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔	۳۰۶، ۳۰۰
۳۲۷	من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ۔	۳۸۶، ۲۲۰، ۶۵۳
۳۲۸	من باب کان وجاہ المنبر۔	۲۷۳، ۲۷۲
۳۲۹	مما عفا عنہ۔	۴۱۴، ۴۵۶
۳۳۰	المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔	۴۹۷

جلد اول فتاویٰ نوریہ

Marfat.com

صفحہ	احادیث مبارکہ	نمبر شمار
	من لا یدعو الله یغضب علیہ۔	۳۳۱
۵۱۰	من لم یسأل یغضب علیہ۔	۳۳۲
۵۱۶	ماصلیت وراء امام قط اخف صلوٰۃ ولا اتم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳۳
۵۷۹	من توضأ للصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی الصلوٰۃ المکتوبۃ۔	۳۳۴
۵۷۹	مامن مسلم یتطہر فیتم الطہور الذی کتب اللہ علیہ۔	۳۳۵
۶۰۸، ۶۰۹	من ثابر علی ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔	۳۳۶
۶۰۸، ۶۰۹	مامن عبد یصلی للہ کل یوم۔	۳۳۷
۶۲۷	من کل لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ۔	۳۳۸
۶۲۷	من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔	۳۳۹
۶۳۱	مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر۔	۳۴۰
۶۳۲	المتحابون فی اللہ والمتجالسون فی اللہ والمتلاقون فی اللہ۔	۳۴۱
۶۳۲	مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الاغفر لہما قبل ان یتفرقا۔	۳۴۲
۶۴۴	مبطوحۃ ببطحاء العرصۃ الحمراء۔	۳۴۳
۶۵۳	المہاجر من ہجر مانہی اللہ عنہ۔	۳۴۴
۶۸۹، ۶۹۰	من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر لہ۔	۳۴۵
۶۸۹	من صلی علی میت فی المسجد فلا شیئ لہ۔	۳۴۶
۷۱۰	ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ۔	۳۴۷
۳۹۵	ماشان الناس فاشارت برأسہا الی السماء فقلت اٰیۃ۔	۳۴۸
۷۰۹	من فک رہان میت فک اللہ رہانہ یوم القیٰمۃ۔	۳۴۹

Marfat.com

نمبر شمار	احادیث مبارکہ	صفحہ
۰۱۵		
۳۵۰	ما سکت عنہ فہو عافیۃ فاقبلوا من اللہ عافیتہ فان اللہ لم یکن نسیا	۳۷۰، ۵۱۹
۳۵۱	ما ادرکتم فصلوا و ما فاتکم فاتموا۔	
	ن	
۳۵۲	نزلت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختف بمکۃ۔	۴۲۸
۳۵۳	نزلت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوار بمکۃ فکان اذا صلی باصحابہ رفع صوتہ۔	۴۶۰
۳۵۴	نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر و ان یبنی علیہ وان یقعد علیہ۔	۴۶۳
۳۵۵	نزول یوم العید قوسا فخطب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۶۷۵
۳۵۶	نہی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی الجنائز بین القبور۔	۶۹۶
۳۵۷	نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن اشتمال الصماء۔	۴۹۹
۳۵۸	نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی تلک الساعات۔	۲۴۷
۳۵۹	نصلی علیہ ولا نعید الوضوء۔	۱۱۶
۳۶۰	نہانا عمر بن الخطاب ان یؤمنا الا المحتلم۔	۳۵۸
	و	
۳۶۱	الوضوء علی الوضوء نور علی نور۔	۱۲۳
۳۶۲	وفروا اللحی۔	۳۵۰، ۴۹۸، ۶۶۷
۳۶۳	وضوء الغسل سنۃ۔	۱۱۳
	ھ	
۳۶۴	ھلا انتفعتم بجلدھا قالوا انہا میتۃ قال انما حرم اکلہا۔	۳۱۷

Marfat.com

نمبر شمار	احادیثِ مبارکہ	صفحہ
۳۶۵	ھلا فتحت علی۔	۵۴۳
۳۶۶	ھم الذین ذار أوا ذکر اللہ۔	۶۴۷
	ی	
۳۶۷	یقول اللہ عزوجل یوم القیمۃ این جیرانی .... یقول عمار مساجدی۔	۱۶۴
۳۶۸	یسروا ولا تنفروا۔	۲۱۱
۳۶۹	یمرقون من الدین۔	
۳۷۰	یخطب (صلی اللہ علیہ وسلم) علی عصا۔	۶۷۵
۳۷۱	یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ۔	۳۵۸

Marfat.com

ماخذ ومراجع فتاوٰی نوریہ جلد ا

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
ا	قرآن مجید			

کتب تفسیر و اصول تفسیر

نمبر شمار	کتاب	مطبع / سن طباعت	مصنف	سن وصال
۲	جامع البیان (طبری)	کبرٰی امیریہ مصر سنہ ۱۳۳۰ھ	ابوجعفر محمد بن جعفر طبری	سنہ ۳۱۰ھ
۳	احکام القرآن جصاص	بہیۃ مصر سنہ ۱۳۴۸ھ	ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص	سنہ ۳۷۰ھ
۴	معالم التنزیل	تجاریہ کبرٰی مصر سنہ ۱۳۵۷ھ	ابومحمد حسین بن مسعود فرا بغوی	سنہ ۵۱۶ھ
۵	مفاتیح الغیب کبیر	حسینیہ وعامرہ شرقیہ مصر	فخر الدین محمد بن عمر رازی	سنہ ۶۰۶ھ
۶	انوار التنزیل	نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۲۸۲ھ	ابوسعید عبداللہ بن عمر شافعی بیضاوی	سنہ ۶۸۵ / ۶۹۲ھ
۷	مدارک التنزیل	احیاء الکتب العربیہ مصر سنہ ۱۳۴۴ھ	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	سنہ ۷۱۰ھ
۸	غرائب القرآن نیشاپوری	کبرٰی امیریہ مصر سنہ ۱۳۳۰ھ	حسن بن محمد قمی نیشاپوری	سنہ ۷۲۸ھ
۹	لباب التاویل خازن	تجاریہ کبرٰی مصر سنہ ۱۳۵۷ھ	علی بن محمد بغدادی صوفی خازن	سنہ ۷۴۱ھ
۱۰	ابن کثیر	عیسٰی البابی الحلبی مصر سنہ ۱۳۲۱ھ	ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر	سنہ ۷۷۴ھ
۱۱	تفسیر جلالین	مجیدی کانپور	جلال الدین محمد بن احمد محلی	سنہ ۸۶۱ھ
			جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی	سنہ ۹۱۱ھ
۱۲	ارشاد العقل	حسینیہ وعامرہ مصر	ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی	سنہ ۹۸۲ھ
۱۳	تفسیرات احمدیہ	علیمی دہلی سنہ ۱۳۴۹ھ	شیخ احمد ابوسعید ملا جیون جونپوری	سنہ ۱۱۳۰ھ
۱۴	روح البیان	درسعادت مصر سنہ ۱۳۳۰ھ	شیخ اسماعیل حقی بن مصطفٰی بروسوی	سنہ ۱۱۳۷ھ

Marfat.com

۱۵	فتوحات الالٰہیہ (جمل)	عیسی البابی الحلبی مصر	سلیمان بن عمر عجیلی شافعی	سنہ ۱۲۰۴ھ
۱۶	کنز العرفان	نعیمی پریس مراد آباد سنہ ۱۳۳۰ھ	اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں	سنہ ۱۳۴۰ھ
۱۷	خزائن العرفان	" " "	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین	سنہ ۱۳۶۷ھ
۱۸	مظہری	فاروقی دہلی	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	سنہ ۱۲۲۵ھ
۱۹	تفسیر صاوی	ازہریہ مصر سنہ ۱۳۴۸ھ	شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی	سنہ ۱۲۴۱
۲۰	عزیزی	محمدی لاہور سنہ ۱۲۹۴ھ	شاہ عبد العزیز دہلوی	سنہ ۱۲۳۹ھ
۲۱	مترجم	"	"	"
۲۲	فتح القدیر	مصطفےٰ البابی حلبی مصر سنہ ۱۳۵۱ھ	محمد بن علی شوکانی	سنہ ۱۲۵۰ھ
۲۳	روح المعانی	الطباعۃ المنیریۃ بیروت	سید محمود بن عبد اللہ آلوسی بغدادی	سنہ ۱۲۷۰ھ
۲۴	اکلیل علی المدارک	اکلیل المطابع سنہ ۱۳۳۳ھ	محمد عبد الحق مہاجر ہندی مکی	تکمیل سنہ ۱۳۹۶ھ
۲۵	فتح البیان	عاصمہ شارع الفلکی قاہرہ سنہ ۱۹۶۵ء	محمد بن علی صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی	سنہ ۱۳۰۷ھ
۲۶	ترجمان القرآن	صدیقی سنہ ۱۳۱۹ھ	مولوی ذو الفقار احمد	

کتبِ حدیث

۲۷	مسندِ امام اعظم	اصح المطابع لکھنؤ سنہ ۱۳۰۹ھ	امام اعظم نعمان بن ثابت	سنہ ۱۵۰ھ
۲۸	مؤطا امام مالک	دار الاشاعۃ رحیمیہ دیوبند	ابو عبد اللہ مالک بن انس	سنہ ۱۷۹ھ
۲۹	کتاب الآثار	الاستقامۃ سنہ ۱۳۵۵ھ	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم	سنہ ۱۸۱ھ
۳۰	مؤطا امام محمد	یوسفی سنہ ۱۳۴۳ھ	محمد بن حسن شیبانی	سنہ ۱۸۹ھ
۳۱	مسند ابو داؤد طیالسی	دائرۃ المعارف سنہ ۱۳۲۱ھ	ابو داؤد سلیمان بن داؤد طیالسی	سنہ ۲۰۴ھ
۳۲	کتاب الام	ازہریہ مصر سنہ ۱۳۸۱ھ	امام محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴
۳۳	مصنف عبد الرزاق	اسلامی بیروت سنہ ۱۳۹۰ھ	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام	سنہ ۲۱۱ھ

Marfat.com

۳۴	مصنف ابنِ ابی شیبہ	اقبال برقیہ ملتان سنہ ۱۳۷۴ھ	ابوبکر بن ابو شیبہ	سنہ ۲۳۵ھ
۳۵	مسند امام احمد	دار صادر بیروت	ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل	سنہ ۲۴۱ھ
۳۶	سننِ دارمی	مدینہ منورہ سنہ ۱۳۸۶ھ	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن	سنہ ۲۵۵ھ
۳۷	الادب المفرد	قاہرہ سنہ ۱۳۷۹ھ	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	سنہ ۲۵۶ھ
۳۸	صحیح بخاری	اصح المطابع دہلی سنہ ۱۳۵۷ھ	″ ″ ″ ″	″
۳۹	صحیح مسلم	″ سنہ ۱۳۴۹ھ	ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری	سنہ ۲۶۱ھ
۴۰	سننِ ابنِ ماجہ	″ کراچی سنہ ۱۳۷۲ھ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	سنہ ۲۷۳ھ / ۲۷۵
۴۱	سننِ ابوداؤد	مجیدی کانپور سنہ ۱۳۴۱ھ و اصح المطابع	ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	سنہ ۲۷۵ھ
۴۲	جامع ترمذی	″ و علیمی دہلی	ابوعیسےٰ محمد بن عیسےٰ ترمذی	سنہ ۲۷۹ھ
۴۳	سنن نسائی	مجتبائی سنہ ۱۳۵۰ھ	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب خراسانی	سنہ ۳۰۳ھ
۴۴	شرح معانی الآثار	اصح المطابع سنہ ۱۳۹۰ھ رحیمیہ دیوبند	ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی	سنہ ۳۲۱ھ
۴۵	مشکل الآثار	دائرۃ المعارف سنہ ۱۳۳۳ھ	″ ″	″
۴۶	عمل الیوم واللیلہ	″ سنہ ۱۳۵۸ھ	ابوبکر احمد بن محمد ابن سنی	سنہ ۳۶۴ھ
۴۷	سنن دارقطنی	فاروقی دہلی سنہ ۱۳۱۰ھ	علی بن عمر بن احمد بغدادی دارقطنی	سنہ ۳۸۵ھ
۴۸	مستدرک علی الصحیحین	دائرۃ المعارف سنہ ۱۳۳۴ھ	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم	سنہ ۴۰۵ھ
۴۹	تلخیص	″	ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی	سنہ ۷۴۸ھ
۵۰	بیہقی	″ سنہ ۱۳۴۴ھ	ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	سنہ ۴۵۸ھ
۵۱	شرح السنۃ	اسلامی سنہ ۱۳۹۰ھ	محی السنۃ ابومحمد حسین بن مسعود فراء	سنہ ۵۱۶ھ
۵۲	جامع المسانید	دائرۃ المعارف سنہ ۱۳۳۲ھ	مؤلف محمد بن محمود خوارزمی	سنہ ۶۶۵ھ
۵۳	مشکوٰۃ المصابیح	اصح المطابع	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب	سنہ ۷۴۰ھ
۵۴	الجامع الصغیر	تجاریہ کبریٰ مصر سنہ ۱۳۵۲ھ	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی	سنہ ۹۱۱ھ

Marfat.com

۵۵	مجمع الزوائد	بیروت ۱۹۶۷ء	نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمی	۸۰۷ھ
۵۶	بلوغ المرام	مجتبائی دہلی ۱۳۴۲ھ	علامہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۵۷	حصن حصین	مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ	محمد بن محمد بن محمد ابن جزری شافعی	۸۳۳ھ
۵۸	سفر السعادت	مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۷۰ھ	مجد الدین محمد بن یعقوب شیرازی	۸۱۷ھ
۵۹	حلیۃ الاولیاء	السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ	ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی	۴۳۰ھ
۶۰	کنز العمال	دائرۃ المعارف ۱۳۱۲ تا ۱۳۱۴ھ	علاؤ الدین علی متقی ہندی	۹۷۵ھ
۶۱	تذکرۃ الموضوعات	طباعۃ منیریہ ۱۳۴۳ھ	محمد طاہر بن علی فتنی ہندی	۹۸۶ھ
۶۲	موضوعات کبیر	مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۶۳	منیر العین	گیلانی پریس لاہور	شاہ احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ

کتب شروح حدیث

۶۴	الکواکب الدراری	بہیہ مصر ۱۳۵۴ھ	شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	۷۹۶ھ
۶۵	فتح الباری	〃 ۱۳۴۹ھ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۶۶	عمدۃ القاری	دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۰۸ھ	ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی	۸۵۵ھ
۶۷	ارشاد الساری	بولاق مصر ۱۲۸۵ھ	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۶۸	سندھی	عثمانیہ مصر ۱۳۵۱ھ	ابو الحسن محمد بن عبد الہادی سندھی	۱۱۳۷ھ
۶۹	الجامع الرضوی	رحمانی، عظیم آباد ۱۳۵۰ھ	مولوی محمد ظفر الدین بہاری	۱۳۸۲ھ
۷۰	حاشیہ مسلم للنووی	اصح المطابع ۱۳۴۹ھ	ابو زکریا یحیی بن شرف نووی شافعی	۶۷۶ھ
۷۱	مسوّی	رحیمیہ دہلی	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلوی	۱۱۷۹ھ
۷۲	مصفّٰی	〃	〃 〃 〃	〃
۷۳	زہر الربیٰ	مجتبائی ۱۳۵۰ھ	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی	۹۱۱ھ

Marfat.com

۷۴ زرقانی علی النسائی	مصر	محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی	سنہ ۱۱۲۲ھ
۷۵ سندھی علی النسائی	مجتبائی سنہ ۱۳۵۰ھ	ابوالحسن محمد بن عبدالهادی سندھی	سنہ ۱۱۳۷ھ
۷۶ مرقاۃ المفاتیح	امدادیہ ملتان سنہ ۱۳۷۸ھ	ملا علی بن سلطان محمد قاری	سنہ ۱۰۱۴ھ
۷۷ اشعۃ اللمعات	منشی نولکشور سنہ ۱۳۵۴ھ	شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث	سنہ ۱۰۵۲ھ
۷۸ مظاہر حق	سنہ ۱۹۳۳ء	مولوی قطب الدین	
۷۹ شرح سفر السعادہ	نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۸۸۵ء	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	سنہ ۱۰۵۲ھ
۸۰ نصب الرایہ	مجلس علمی سنہ ۱۳۵۸ھ	جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی	سنہ ۷۶۲ھ
۸۱ السراج المنیر	میمنہ مصر سنہ ۱۳۰۶ھ	علی بن احمد عزیزی مصر	سنہ ۱۰۷۰ھ
۸۲ شرح حصن حصین		ملا علی بن سلطان محمد قاری	سنہ ۱۰۱۴ھ

کتب اسماء الرجال، لغت

تاریخ بغداد	دار الکتب العربی بیروت	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	سنہ ۴۹۳ھ
۸۴ میزان الاعتدال	السعادہ مصر سنہ ۱۳۲۵ھ	ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی	سنہ ۷۴۱ھ
۸۵ تقریب التہذیب	نول کشور لکھنؤ سنہ ۱۳۵۶ھ	علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	سنہ ۸۵۲ھ
۸۶ تنقیح الرواۃ	انصار دہلی سنہ ۱۳۳۳ھ	سید ابوالوزیر احمد حسن	
۸۷ کشف الظنون	اسلامیہ طہران سنہ ۱۳۷۸ھ	مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی	سنہ ۱۰۶۷ھ
۸۸ النہایہ	خیریہ مصر سنہ ۱۳۰۶ھ	مجد الدین مبارک بن محمد ابن اثیر جزری	سنہ ۶۰۶ھ
۸۹ الدر النثیر		علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی	سنہ ۹۱۱ھ
مجمع البحار	کشوری سنہ ۱۳۱۴ھ	مولانا محمد طاہر بن علی فتنی ہندی	سنہ ۹۸۶ھ
لسان العرب	بیروت سنہ ۱۳۷۵ھ	جمال الدین محمد بن مکرم مصری	سنہ ۷۱۱ھ

Marfat.com

۹۲	صراح	احمدی کانپور ۱۳۱۰ھ	ابوالفضل محمد بن عمر جمال قرشی	تکمیل ۶۸۱ھ
۹۳	منتہی الارب	اسلامیہ لاہور ۱۳۲۷ھ	شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالسلام صفوری	۸۸۴ھ

کتبِ سیرت

۹۴	المواہب اللدنیہ	ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ	علامہ احمد بن محمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۹۵	زرقانی علی المواہب	" "	محمد بن عبدالباقی زرقانی مصر	۱۱۲۲ھ
۹۶	سیرتِ حلبیہ	مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ۱۳۴۹ھ	نور الدین علی بن برہان الدین ابراہیم حلبی	۱۰۴۴ھ
۹۷	معارج النبوۃ		ملا معین کاشفی ہروی واعظ حنفی	۹۵۴ھ
۹۸	مدارج النبوۃ	نول کشور ۱۹۱۳ھ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۹۹	زاد المعاد	ازہریہ مصر ۱۳۲۵ھ	شمس الدین بن عبداللہ ابن قیم جوزی	۷۵۱ھ
۱۰۰	جمع الوسائل	عامرہ شرقیہ مصر ۱۳۱۸ھ	ملا علی بن سلطان محمد قاری	۱۰۱۴ھ

کتبِ عقائد

[illegible]	فقہ اکبر	حلبی مصر ۱۳۲۷ھ	امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ	۱۵۰ھ
۱۰۲	منح الروض	مصطفےٰ البابی حلبی مصر ۱۳۷۲ھ	ملا علی قاری حنفی	۱۰۱۴ھ
۱۰۳	شرحِ فقہِ اکبر	مجتبائی دہلی ۱۹۱۰ء	ابوالمنتہی احمد بن محمد مغنیسادی	۱۰۹۰ھ
۱۰۴	العقائد	سراج الدین لاہور	نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد	۵۳۷ھ
۱۰۵	شرح العقائد	" "	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۰۶	شرح الصدور	احیاء الکتب العربیہ مصر	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی	۹۱۱ھ
[illegible]	تذکرۃ الموتیٰ والقبور	مجیدی کانپور ۱۳۳۳ھ	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵ھ
۱۰۸	کتاب الروح	دائرۃ المعارف ۱۲۲۵ھ	شمس الدین بن عبداللہ ابن قیم جوزی	۷۵۱ھ

Marfat.com

۱۰۹	تمہید ابو شکور سالمی	حزب الاحناف لاہور ۱۳۸۰ھ	ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی	پانچویں صدی ھ
۱۱۰	تکمیل الایمان	مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۱۱	اقامۃ القیامہ	لاہور	شاہ احمد رضا خاں بریلوی	۱۳۴۰ھ

کتب تصوّف

۱۱۲	قوت القلوب	شرکۃ مکتبہ مصر ۱۳۸۱ھ	ابو طالب محمد بن علی بن عطیہ حارثی	۳۸۶ھ
۱۱۳	جلاء الافہام	طباعۃ المنیریہ ۱۳۵۸ھ	ابن قیّم جوزی	۷۵۱ھ
۱۱۴	مدخل الشرع الشریف	عامرہ شرقیہ ۱۳۲۰ھ	محمد محمد ابن امیر الحاج فاسی مالکی	۷۳۷ھ
۱۱۵	جذب القلوب	نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۶ء	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ

کتب فقہ

۱۱۶	جامع صغیر	علوی ۱۳۱۲ھ	ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
۱۱۷	جامع کبیر	استقامۃ مصر ۱۳۵۶ھ	〃 〃 〃	〃
۱۱۸	احکام الوقف	دائرۃ المعارف	علامہ ہلال بن یحییٰ	۲۴۵ھ
۱۱۹	قدوری	اصح المطابع کراچی	ابو الحسین احمد بن محمد قدوری بغدادی	۴۲۸ھ
۱۲۰	مضمرات		صوفی یوسف بن عمر کادوری	۸۳۲ھ
۱۲۱	مبسوط	السعادۃ مصر ۱۲۳۱ھ	محمد بن احمد بن ابو سہل سرخسی	۴۸۳ھ
۱۲۲	خلاصۃ الفتاویٰ	الیکسپوٹ لیتھو لاہور	طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری	۵۴۲ھ
۱۲۳	فتاویٰ سراجیہ	نولکشور ۱۳۴۴ھ	سراج الدین علی بن عثمان اوشی فرغانی	مصنفہ ۵۶۹ھ
۱۲۴	بدائع صنائع	جمالیہ مصر ۱۳۲۸ھ	ملک العلماء علاؤ الدین ابو بکر ابن مسعود کاشانی	۵۸۷ھ
۱۲۵	فتاویٰ قاضیخان	نولکشور ۱۹۲۱ء	فقیہ النفس حسن بن منصور اوزجندی	۵۹۲ھ

Marfat.com

۱۲۶	ہدایہ	مصطفائی ومجتبائی دہلی ۱۳۵۰ھ وشرکت علمیہ	شیخ الاسلام برھان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی	۵۹۳ھ
۱۲۷	نہایہ		حسام الدین حسین بن علی صغناقی	۷۱۰ھ
۱۲۸	کفایہ	میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ	مولانا جلال الدین خوارزمی	۷۱۱ھ
۱۲۹	عنایہ	"	محمد بن محمود بابرتی	۷۸۱ھ
۱۳۰	عینی	نول کشور ۱۲۹۳ھ	علامہ بدر الدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۱۳۱	فتح القدیر	میمنہ مصر ۱۳۰۷ھ	کمال الدین محمد بن عبدالحمید ابن ہمام	۸۶۱ھ
۱۳۲	منیہ	قرآن محل کراچی ۱۳۷۴ھ	علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری	۷۰۵ھ
۱۳۳	کبیری	مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ	شیخ ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۶ھ
۱۳۴	صغیری	" ۱۳۲۵ھ	" " "	"
۱۳۵	کنز الدقائق	مجتبائی وشمس المطابع وغیرہ	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۱۳۶	تبیین الحقائق	امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ	فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی	۷۴۳ھ
۱۳۷	رمز الحقائق	حیدری بمبئی ۱۲۹۴ھ	بدر الدین محمود عینی	۸۵۵ھ
۱۳۸	منحۃ الخالق	دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ	علامہ ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۳۹	شلبی	امیریہ مصر ۱۳۱۳ھ	شہاب الدین احمد شلبی	آٹھویں صدی ہجری
۱۴۰	بحر الرائق	دار الکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳ھ	زین الدین ابن ابراہیم ابن نجیم مصری	۹۶۹ھ / ۹۷۰
۱۴۱	مختصر الوقایہ	مجتبائی ومجیدی	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	۷۴۷ھ
۱۴۲	شرح الوقایہ	سعید اینڈ کمپنی کراچی	" " "	"
۱۴۳	برجندی		عبد العلی برجندی	۸۷۹ھ
۱۴۴	جامع الرموز	نولکشور ۱۳۰۹ھ	شمس الدین محمد خراسانی قہستانی	۹۶۲ھ
۱۴۵	عمدۃ الرعایہ	مجیدی	علامہ عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴ھ

Marfat.com

۱۴۶	غرر الاحکام	در السعادۃ مصر ۱۳۲۹ھ	ملا خسرو محمد بن فرافور	۸۸۵ھ
۱۴۷	درر الحکام	" "	" " "	"
۱۴۸	غنیہ ذوی الاحکام	در السعادہ مصر ۱۳۲۹ھ	حسن بن عمار وفائی شرنبلانی	۱۰۶۹ھ
۱۴۹	زاد الفقیر	جید برقی پریس دہلی ۱۳۵۲ھ	محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام	۸۶۱ھ
۱۵۰	فتاوٰے برہنہ	نول کشور کانپور ۱۹۱۴ء	نصیر الدین مینائی	دسویں صدی
۱۵۱	ملتقے الابحر	دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۳۱۶ھ	شیخ ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۶ھ
۱۵۲	مجمع الانہر	" " "	محمد بن سلیمان شیخ زادہ	۱۰۷۸ھ
۱۵۳	الدر المنتقیٰ	" " "	علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۵۴	الحاوی للفتاوٰی	منیریہ درب الاتراک ۱۳۵۲ھ	جلال الدین عبد الرحمن سیوطی	۹۱۱ھ
۱۵۵	کتاب الفقہ	دار الکتب مصر ۱۳۶۹ھ	عبد الرحمن جزیری	۱۴ ویں صدی
۱۵۶	متن شامی	در السعادہ ۱۳۱۵ھ	علامہ ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۵۷	فتاوی امام غزی	اہل السنۃ والجماعۃ بریلی ۱۳۳۲ھ	محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی	۱۰۰۴ھ
۱۵۸	تنویر الابصار	احمدی دہلی دار السعادہ ۱۳۲۴ھ	محمد بن عبد اللہ تمرتاشی غزی	۱۰۰۴ھ
۱۵۹	در المختار	"	علاؤ الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸ھ
۱۶۰	غایۃ الاوطار	نول کشور لکھنؤ ۱۳۱۰ھ	مولوی خرم علی	۱۲۷۱ھ
۱۶۱	رد المحتار	احمدی دہلی دار السعادہ ۱۳۴۴ھ	سید محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲ھ
۱۶۲	التحریر المختار لرد المحتار	امیریہ مصر ۱۳۲۳ھ	شیخ عبد القادر رافعی	۱۳۲۳ھ
۱۶۳	طحطاوی علی الدر	دار الطباعۃ عامرہ مصر ۱۲۵۴ھ	سید احمد بن محمد طحطاوی	۱۲۳۱ھ
۱۶۴	نور الایضاح	عیسے البابی الحلبی ۱۳۵۶ھ	حسن بن عمار وفائی شرنبلانی	۱۰۶۹ھ
۱۶۵	مراقی الفلاح	" "	" " "	"
۱۶۶	حاشیہ طحطاوی	" "	سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی	۱۲۳۱ھ

Marfat.com

١٦٧	فتاویٰ عالمگیر	مجیدی کانپور ١٣٥٥ھ	ملا نظام الدین برہانپوری وغیرہ	١١٠٩ھ
١٦٨	العقود الدریہ	میمنہ مصر ١٣١٠ھ	سید محمد امین ابن عابدین شامی	١٢٥٢ھ
١٦٩	فتاویٰ عبدالحی	یوسفی فرنگی محل ١٩٦٢ء	مولانا عبدالحی لکھنوی	١٣٠٤ھ
١٧٠	فتاویٰ رضویہ		مولانا احمد رضا خاں بریلوی	١٣٤٠ھ
١٧١	کفل الفقیہ الفاہم	دار الاشاعت، نوری کتب خانہ لاہور	" "	"
١٧٢	بذل الجوائز	نوری کتب خانہ لاہور	" "	"
١٧٣	فتاویٰ افریقیہ		" "	"
١٧٤	احکام شریعت	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	" "	"
[illegible]	کشف شافیا	لیعقوبر قی پریس کانپور	" "	"
١٧٦	المحجۃ المؤتمنہ		" "	"
١٧٧	اسواط العذاب		" "	"
١٧٨	لمعۃ الضحٰے	لاہور نوری کتب خانہ	" "	١٣٤٠ھ
١٧٩	نہج السلامہ	" " "	" "	"
١٨٠	بہارِ شریعت	رفاہِ عامہ آگرہ	مولانا محمد امجد علی اعظمی	١٣٦٧ھ
١٨١	حاشیہ شامی	غیر مطبوعہ	فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ النعیمی	١٤٠٣ھ
١٨٢	انوار التعن الدولہ	١٣٧٥ھ/١٩٣٨ء	" " " "	"
١٨٣	فیئ الزوال	١٣٦٠ھ دین محمدی پریس لاہور	" " " "	"
١٨٤	تنویر العساجد لعمار المساجد	١٣٦٣ھ/١٩٤٤ء	" " " "	"
١٨٥	تقبیل الابہامین عند ثانی الاذانین	١٣٧٨ھ	" " " "	"
١٨٦	بدار البشریٰ	نشار آرٹ پریس لاہور ١٣٨٩ھ/١٩٦٩ء	" " " "	"

فتاویٰ نوریہ جلد اول

Marfat.com

١٨٧	مکبر الصوت	لاہور آرٹ پریس لاہور ١٣٧٨ھ	فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی	١٤٠٣ھ
١٨٨	ضمیمہ مکبر الصوت	〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃	〃

کتبِ اصولِ فقہ

١٨٩	اصول الشاشی	رحیمیہ دیوبند	نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی	٣٢٥ھ
١٩٠	مختصر المنتہیٰ	کبریٰ امیریہ مصر ١٣١٦ھ	جمال الدین عثمان بن عمر بن حاجب مالکی	٦٤٦ھ
١٩١	شرح قاضی عضد	〃 〃 〃	عضد الدین عبد الرحمٰن بن احمد ایجی	٧٥٦ھ
١٩٢	حاشیہ تفتازانی	〃 〃 〃	علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی	٧٩٢ھ
١٩٣	منار الانوار	سعید ایچ ایم کراچی ١٣٧٩ھ	ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد نسفی	٧١٠ھ
١٩٤	افاضۃ الانوار	دار الکتب العربیہ مصر ١٣٢٨ھ	سعد الدین ابو الفضائل دہلوی	٨٩١ھ
١٩٥	نسمات الاسحار	〃 〃	علامہ ابن عابدین شامی	١٢٥٢ھ
١٩٦	سراج المنار لابن ملک	دار الطباعۃ عامرہ مصر ١٣٠٦ھ	مولوی عبد اللطیف بن الملک ابن ملک	٨٨٥ھ
١٩٧	سراج المنار لابن شامی	〃 〃 〃	زین الدین عبد الرحمٰن بن ابوبکر ابن عینی	٨٩٣ / ٨٩١ھ
١٩٨	نور الانوار	سعید ایچ ایم کراچی ١٣٧٩ھ	شیخ احمد ملا جیون	١١٣٠ھ
١٩٩	تنقیح الاصول	قصہ خوانی پشاور ، مصر	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	٧٤٧ھ
٢٠٠	توضیح	〃 〃 〃 〃	〃 〃 〃 〃	〃
٢٠١	تلویح	〃 〃 〃	سعد الدین مسعود تفتازانی	٧٩٢ھ
٢٠٢	تحریر الاصول	مصطفےٰ البابی الحلبی مصر ١٣٥١ھ	علامہ ابن ہمام محقق علی الاطلاق	٨٦١ھ
٢٠٣	تیسیر التحریر	〃 〃 〃	محمد امین امیر بادشاہ	
٢٠٤	الاشباہ والنظائر	نولکشور لکھنؤ ١٩١٥ء	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری	٩٧٠ھ
٢٠٥	شرح الحموی	نولکشور 〃 〃	شہاب الدین سید احمد بن محمد حموی مصر	١٠٩٨ھ

Marfat.com

	مسلم الثبوت	نولکشور لکھنؤ ۱۹۰۳ء	ملا محب اللہ بن نظام الدین بہاری	۱۱۱۹ھ
	فواتح الرحموت	" "	بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین سہالوی	۱۲۲۵ھ

متفرقات

۲۰۸	براہین قاطعہ	تجلی لبرک پریس	رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
۲۰۹	صراط مستقیم		سید احمد بریلوی	۱۲۴۶ھ
۲۱۰	الدار والدوار		مولوی صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۲۱۱	ثمار التنکیت	شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۳ھ	" " "	"
۲۱۲	تقویۃ الایمان		محمد اسمٰعیل دہلوی	۱۲۴۶ھ
۲۱۳	حل سوالات مشکلہ	نظامی کانپور ۱۲۸۹ھ	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۲۱۴	بہشتی زیور		اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ

رسائل

۲۱۵ رضوان ہفت روزہ ——— لاہور ——— ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء

۲۱۶ نوری کرن، ماہنامہ ——— بریلی ——— ستمبر ۱۹۶۰ء / ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

۲۱۷ سالک، " ——— راولپنڈی ——— دسمبر ۱۹۶۱ء

Marfat.com